

اسلام پر اعتراضات و شبہات پر عقلی و نقلی جامع اور
دلچسپ جوابات علماء و عوام کے لیے یکساں مفید

آشرف الجواب

مفت محمد رفیع الرحمن صاحب دین
آشرف علی عثمانوی مدظلہ العالی



مکتبہ عرفاء و وقتے

شاہ فیصل کالونی ۵ کراچی

تقدیم کرتے ہیں، رفیق دانشور، محترمہ، دانشور، ادیب، محقق
احیاءِ اسلامیات کے لیے جو کتب لکھی ہیں، ان کے لیے ہے۔

اشرف الجواب

افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت

مولانا الشاہ محمد اشرف علی تھانوی

اسلام پر اعتراضات و شبہات پر عقلی و نقلی جامع اور
دلچسپ جوابات علماء و عوام کے لیے یکساں مفید

مکتبہ عمر فاروق
شاہ فیصل کالونی کراچی

بہار حقوق منوچہ میں

تعارف اشرف نجاب
حرف حضرت مولانا محمد اشرف علی قانوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ اور
شکایت 608
قیمت
ناشر ناطق احمد 8352169 021-4594144
..... 3334-3432345
..... مکتبہ عمر زرقانی شاولیہ کالونی غیرہ، مرہٹہ پورہ

قاریہ کی خدمت میں

تو بہ ان کی باری میں کج آیت کاں میں استہم یہ کیا ہے، نام اُم
 پھر ہی کوئی ملے گا۔ تو استہم ہے خوشامد ملے گا۔ میں چاہتا ہوں
 ایدہ تین میں ان تہاء کا تہاء گئے یا جانے۔
 ۔ میرا نام اُم تہاء میں جو ان تہاء گئے یا جانے۔

فہرست عنوانات حصہ اول

۴۲	فہرست مضامین اشرف انجواب ایک نظر میں	۴۲
۴۳	اسلام پر کیے گئے شبہات و اعتراضات کے مدلل و کس جہاںات مقل و نقل کی روش میں	۴۳
۴۶	حضرت نیکمہ ۱۱۱ است ققانون قدس سرہ	۴۶
۴۸	۱۔ کیا اسلام بڑور ششیر بھلا؟	۴۸
۴۹	۲۔ جواب:	۴۹
۴۹	۳۔ حضرت سی رضی اللہ عنہ کی زرو کا واقعہ	۴۹
۴۹	۴۔ قاضی کا فیصلہ	۴۹
۵۰	۵۔ قاضی کے فیصلہ پر مسرت	۵۰
۵۰	۶۔ یسوی کا قبول و سہا	۵۰
۵۰	۷۔ ایل یورپ کا خیال اور اس کی تردید	۵۰
۵۱	۸۔ قانون و اسلام	۵۱
۵۱	۹۔ پرچران کا واقعہ	۵۱
۵۲	۱۰۔ ہندوستان کی مثال	۵۲
۵۲	۱۱۔ ہند میں اسلام	۵۲
۵۳	۱۲۔ جیشہ میں اسلام	۵۳
۵۳	۱۳۔ جہاد کا منشا	۵۳
۵۳	۱۴۔ دوسرا اعتراض کیا خدا میں پر قادر نہیں کہ کافر کی مغفرت کرے؟	۵۳
۵۴	۱۵۔ جواب	۵۴
۵۶	۱۶۔ تیسرا اعتراض اللہ تعالیٰ بخیرہ بان کے کیسے کلام فرما ہے؟	۵۶
۵۶	۱۷۔ چوتھا اعتراض شریعت میں اللہ کی سزا دینی مذاب ہمہ کیوں ہے؟	۵۶
۵۷	۱۸۔ ایک مثال	۵۷
۵۸	۱۹۔ پانچواں اعتراض کیا مسلمان عیب کی پریشانی کرتے ہیں؟	۵۸
۵۸	۲۰۔ جواب	۵۸

۴۸	۲۱	کعبہ کی طرف سے کرنے کا راز
۴۹	۲۲	کعبہ کی خصوصیت
۴۹	۲۳	کعبہ پر چٹیاں الہیہ
۵۰	۲۴	میں نے اعتراض کیا: خبر اوروں کو بوسہ دینے کی وجہ
۵۰	۲۵	جواب:
۵۱	۲۶	خبر اوروں کو بوسہ دینے کا راز
۵۲	۲۷	ساتواں اعتراض: کلمہ کا مسئلہ کیا، اسلام میں ٹائٹل اعتراض ہے؟
۵۳	۲۸	جواب:
۵۲	۲۹	مسئلہ نا اہلی کی اصل
۵۳	۳۰	نبیل میں رکھ کر روضہ پہنچانا
۵۳	۳۱	عمود غوثی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ
۵۳	۳۲	نکاحی کا کرشمہ
۵۵	۳۳	آٹھواں اعتراض: اسلامی تعزیرات پر اعتراض اوروں کا جواب
۵۵	۳۴	شریعت کی قدر و قیمت
۵۶	۳۵	نواں اعتراض: کیا جنت و دوزخ کوئی چیز ہے؟
۵۹	۳۶	دسواں اعتراض: مسلمان کیا رسول بھیجے؟ خدا تعالیٰ کے برابر سمجھتے ہیں؟
۵۸	۳۷	جواب:
۵۹	۳۸	کیا رسول اعتراض: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت اسلام سے متصور آیا اپنی تعظیم ہے؟
۵۹	۳۹	جواب:
۵۹	۴۰	حجت: رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حال
۶۰	۴۱	حجت کا اثر
۶۱	۴۲	صحابہ رضی اللہ عنہم پر اعتراض: رسول صلی اللہ علیہ وسلم
۶۱	۴۳	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کار
۶۲	۴۴	دعا میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کے لئے صرف خدا پرانہ اذان کافی ہے؟
۶۲	۴۵	جواب:
۶۳	۴۶	ایک واقعہ

۲۴	۴۷ ایک لکھی کا قصہ
۶۵	۴۸ پیر ہواں اعتراض: خیمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی؟
۶۸	۴۹ پیر ہواں اعتراض: خیمارے نبی تارک لذت!
۶۸	۵۰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عقیدہ
۶۹	۵۱ تارک لذت تہجد تک
۶۹	۵۲ آں معجزات صلی اللہ علیہ وسلم پر جو صبر و ضبط
۷۰	۵۳ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کرنے کی کوششیں
۷۰	۵۴ نکحت اول
۷۰	۵۵ امت کو بتانا تھا کہ وہ توں کے ساتھ کیسے رہنا چاہئے؟
۷۰	۵۶ تخت دوم:
۷۱	۵۷ تخت سوم
۷۲	۵۸ دل کے میلان پر پورے پوچھیں
۷۲	۵۹ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آپ کی شادی
۷۳	۶۰ عیسویوں کا تخیل
۷۳	۶۱ نبوی کی رعایت
۷۳	۶۲ انکار کا جھوٹ
۷۳	۶۳ حکمت چہارم
۷۵	۶۴ پیر ہواں اعتراض: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سزا فرما:
۷۵	۶۵ سزا کی دوسری حکمت
۷۶	۶۶ سزا سے دیکھ کہ ہم کیوں ہے؟
۷۷	۶۷ سزاواں اعتراض: مرتد کا دہرہ کا قرآن صلی سے کیوں پڑھا ہوا ہے؟
۷۷	۶۸ جواب:
۷۷	۶۹ مرتد کا کیا کیا؟
۷۸	۷۰ پیر ہواں اعتراض: مسلمان کا اقدام علی کسی دین کی وجہ
۷۸	۷۱ ایک مسلمان کا واقعہ
۷۹	۷۲ کوئی انتہائی نادور واقعہ

۸۰	۷۳	اعتقاد کا اثر
۸۰	۷۴	اعتقاد کا اثر
۸۱	۷۵	عمر و زمانہ سے قریب نہیں سماں پہ ہے
۸۱	۷۶	عمر و زمانہ سے قریب نہیں سماں پہ ہے
۸۲	۷۷	عمر و زمانہ سے قریب نہیں سماں پہ ہے
۸۳	۷۸	عمر و زمانہ سے قریب نہیں سماں پہ ہے
۸۳	۷۹	عمر و زمانہ سے قریب نہیں سماں پہ ہے
۸۴	۸۰	عمر و زمانہ سے قریب نہیں سماں پہ ہے
۸۵	۸۱	عمر و زمانہ سے قریب نہیں سماں پہ ہے
۸۶	۸۲	عمر و زمانہ سے قریب نہیں سماں پہ ہے
۸۶	۸۳	عمر و زمانہ سے قریب نہیں سماں پہ ہے
۸۷	۸۴	عمر و زمانہ سے قریب نہیں سماں پہ ہے

حصہ دوم

روافض کے اعتراضات کے جوابات

۸۹	۸۵	پہلا اعتراض
۸۹	۸۶	پہلا اعتراض
۹۰	۸۷	پہلا اعتراض
۹۰	۸۸	پہلا اعتراض
۹۱	۸۹	پہلا اعتراض
۹۱	۹۰	پہلا اعتراض
۹۲	۹۱	پہلا اعتراض
۹۳	۹۲	پہلا اعتراض
۹۳	۹۳	پہلا اعتراض
۹۴	۹۴	پہلا اعتراض
۹۵	۹۵	پہلا اعتراض
۹۵	۹۶	پہلا اعتراض

۹۶	۹۶	صواب پر انعام
۹۷	۹۷	ایک حکایت
۹۸	۹۸	ایک مشہور قصہ
۹۹	۹۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان
۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰ امام ابو جعفر رحمہ اللہ کا واقعہ
۱۰۱	۱۰۱	اہل بدعت کے بیانات کے جو بات
۱۰۲	۱۰۲	۱۰۲ پنجوں اعتراضات بدعت کی ایک سوچوں اور اس کی حقیقت!
۱۰۳	۱۰۳	۱۰۳ ایسا سوا اب کے لئے تاریخ مخصوص کرنا
۱۰۴	۱۰۴	۱۰۴ دین کی اصلاح
۱۰۵	۱۰۵	۱۰۵ بدعت کی مثال
۱۰۶	۱۰۶	۱۰۶ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ
۱۰۷	۱۰۷	۱۰۷ بدعات کی قیام
۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸ خیر القرون کے بعد کی چیزیں
۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹ اکابرین کی تعریف اور مدارس و خانقاہوں کی تعمیر
۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰ بدعت میں کیا چیزیں داخل ہیں
۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱ چھٹا اعتراض اہل حق کو باطلی کہنا بہتان ہے!
۱۱۲	۱۱۲	۱۱۲ ساتواں اعتراض شیخ عبدالقادر دہلوی رحمہ اللہ کی مینا ہوئی مٹانے والوں کی غلطیاں
۱۱۳	۱۱۳	۱۱۳ عقائد کی غلطیاں
۱۱۴	۱۱۴	۱۱۴ آٹھواں اعتراض حضرت شیخ عبدالقادر دہلوی رحمہ اللہ کے متعلق یہ کہ بے بنیاد حکایت!
۱۱۵	۱۱۵	۱۱۵ نواں اعتراض بعض لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہایت ہی حدیثیں نقل کی ہیں
۱۱۶	۱۱۶	۱۱۶ چاروں مکلفات
۱۱۷	۱۱۷	۱۱۷ دسواں اعتراض جانوروں وغیرہ کو خوش بھنا بیات ہے!
۱۱۸	۱۱۸	۱۱۸ گیارہواں اعتراض اصطلاح صوفیہ میں کفر سے مراد لائی ہے!
۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹ مزاج حدیث میں
۱۲۰	۱۲۰	۱۲۰ ایک واقعہ
۱۲۱	۱۲۱	۱۲۱ حق تعالیٰ کا مزاج

۱۳۰	۱۷۳ ایک شہ کا جواب
۱۳۱	۱۷۴ مجید میلا: کا عدم جواز قیاس سے
۱۳۲	۱۷۵ مجیدین کے، ناسی اور ان کا جواب
۱۳۳	۱۷۶ چہا استدلال اور اس کا جواب
۱۳۴	۱۷۷ دو استدلال اور اس کا جواب
۱۳۵	۱۷۸ تیسرے استدلال کا جواب
۱۳۶	۱۷۹ چوتھا استدلال اور اس کا جواب
۱۳۷	۱۸۰ پانچواں استدلال اور اس کا جواب
۱۳۸	۱۸۱ عقلی، ناسی کا جواب
۱۳۹	۱۸۲ ایک قصہ
۱۴۰	۱۸۳ تین سو سال پہلے قریب ہر ہفتہ ٹرن واپس ملے ذاتی کے خوف ہے
۱۴۱	۱۸۴ بڑے رستے کی دکھائیں
۱۴۲	۱۸۵ آج کی کہیں بھی اللہ عزوجل کا عمل
۱۴۳	۱۸۶ جتنی قبریں
۱۴۴	۱۸۷ پچیس قبریں
۱۴۵	۱۸۸ قبروں پر فیض کا سوال
۱۴۶	۱۸۹ چھ سو سال پہلے قریب ہر ہفتہ ٹرن واپس ملے ذاتی کے خوف ہے
۱۴۷	۱۹۰ سو فیصد درجہ کے ذاتی کا قریب
۱۴۸	۱۹۱ سو فیصد درجہ کے ذاتی کا قریب ایک مثال سے
۱۴۹	۱۹۲ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور
۱۵۰	۱۹۳ واقعہ عجیب ہوا تھا
۱۵۱	۱۹۴ تین سو سال پہلے قریب ہر ہفتہ ٹرن واپس ملے ذاتی کے خوف ہے
۱۵۲	۱۹۵ اعلیٰ کی مثال
۱۵۳	۱۹۶ اعلیٰ کی مثال
۱۵۴	۱۹۷ اعلیٰ کی مثال
۱۵۵	۱۹۸ اعلیٰ کی مثال
۱۵۶	۱۹۹ اعلیٰ کی مثال
۱۵۷	۲۰۰ اعلیٰ کی مثال

۱۵۸	۲۰۰ حکیم الامت رحمہ اللہ کا ایک واقعہ
۱۵۸	۲۰۱ امجدی نسخہ
۱۵۸	۲۰۲ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ
۱۵۹	۲۰۳ ایک حکایت
۱۶۰	۲۰۴ استا کیسواں اعتراض: عید گاہ میں بچوں کے لائے کی مخالفت
۱۶۱	۲۰۵ اٹھائیسواں اعتراض: حضور ﷺ کی طرف سے ایسا مالہ کہ
۱۶۱	۲۰۶ غلط فہمی
۱۶۲	۲۰۷ انبیاء علیہم السلام کی شان میں مستغنی
۱۶۳	۲۰۸ حسن کی دو قسمیں
۱۶۳	۲۰۹ نبی کی ایسی تعریف جس سے دوسرے کی تعریفیں ہو
۱۶۳	۲۱۰ ہر خوبی کا ہر وقت ظہور لازم نہیں
۱۶۳	۲۱۱ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ
۱۶۳	۲۱۲ انداز بیان میں احتیاط
۱۶۵	۲۱۳ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جان نثاری
۱۶۶	۲۱۴ حضرت موسیٰ علیہ السلام
۱۶۷	۲۱۵ تیسواں اعتراض: حضور ﷺ کو وہابی کا مشوق قرار عطا نہ کرنا چاہیے! ۱۶۷
۱۶۸	۲۱۶ تیسواں اعتراض: مردہ کی روح دنیا میں واپس نہیں آتی! ۱۶۸
۱۶۸	۲۱۷ اکیسواں اعتراض: غیر مسلمین کے اعتراضات کا حل اور اس کا جواب! ۱۶۸
۱۶۹	۲۱۸ تیسواں اعتراض: انتشار و اجتہاد پر شبہ کا جواب! ۱۶۹
۱۷۰	۲۱۹ تیسواں اعتراض: آج کل دین کی حفاظت کے لیے تقلید شکنی بہ ضروری ہے! ۱۷۰
۱۷۰	۲۲۰ خود غرضی کا ایک واقعہ ۱۷۰
۱۷۱	۲۲۱ ایک حکایت ۱۷۱
۱۷۱	۲۲۲ تقلید غرضی کی ضرورت ۱۷۱
۱۷۲	۲۲۳ چوتھی غرض: اس اعتراض کا جواب کہ مشہور حدیث چھوڑ کر قول کرنا چاہیے! ۱۷۲
۱۷۳	۲۲۴ ایک اعتراض اور اس کا جواب ۱۷۳
۱۷۴	۲۲۵ مسائل اجتہاد ۱۷۴

۱۹۳	۲۵۲	تخلقات میں درجہ کن
۱۹۳	۲۵۳	کنز و غنیمت پر افسوس نہیں
۱۹۳	۲۵۴	ہمارا فرض کیا ہے؟
۱۹۵	۲۵۵	انہی مصلحت سے ترکہ مستحبات
۱۹۵	۲۵۶	مستحبات بھی ضروری ہیں
۱۹۶	۲۵۷	چھپا بیسواں اعتراض عوام کے لیے ترجمہ قرآن شریف دیکھنا ضروری ہے!
۱۹۶	۲۵۸	ایک جے میاں کا واقعہ
۱۹۸	۲۵۹	بیز لیسواں اعتراض قبولیت دعا پر شہ کا جواب!
۱۹۸	۲۶۰	دعا کی قبولیت کی شکلیں
۱۹۹	۲۶۱	اجابت اور کامیابی
۲۰۰	۲۶۲	باز لیسواں اعتراض عمل کے بغیر کوئی دینی شہرہ سرب نہیں ہے!
۲۰۱	۲۶۳	اچھے سوں اعتراض مجاہدہ کو ضروری سمجھنا غلطی ہے!
۲۰۲	۲۶۴	پچاسواں اعتراض انبیاء و ائمہ پر شکایہ آئے کی وجہ!
۲۰۲	۲۶۵	قرآن و حدیث کی حقیت
۲۰۵	۲۶۶	ایک دفعہ اعتراض جہاد کی اس غلطی کا رد ہے۔ ختم کی ہوئی جہاد مردہ کی جی ہے۔
۲۰۵	۲۶۷	خبروات ہونے والی چیزوں کا جواب پوچھی ہے
۲۰۶	۲۶۸	خبروات کی جانے والی چیزیں مردہ نہیں کہتی ہیں
۲۰۶	۲۶۹	خبریں اور بات کے دو حصے
۲۰۷	۲۷۰	خوش خوش کامیابی
۲۰۷	۲۷۱	ادوں میں اعتراض اس شہ کا جہاد کہ شارع غنیمت سرب ہے۔ علی کو نہیں لڑا ہے۔ جہاد!
۲۰۸	۲۷۲	زبوں میں اعتراض اس اعتقاد کی تردید نہ بات آخرت جہاد ہے بغیر جہاد ہے! جہاد!
۲۰۸	۲۷۳	غنی انتہا سے وہ ملتی ہیں
۲۰۹	۲۷۴	جنت میں جاؤ اختیار ہی ہے
۲۰۹	۲۷۵	تقریبی کامیابی
۲۱۰	۲۷۶	وکل دور اس کی حقیقت
۲۱۱	۲۷۷	آخرت کے لیے جی کرنا

- ۲۷۸۔ چوں کہ اعتراض ہے: اختصار کے تحت کی صورت میں وہ لوگ ہی جانتے گا کہ فعل اور کما
۲۷۹۔ جس کے یہاں جو تار میں ثابت ہو وہی برکت ہے
۲۸۰۔ بچوں پر اعتراض: عورتوں کے اس عمل کی تردید کرتے ہیں۔
۲۸۱۔ بچوں پر اعتراض: مردوں کی اس عمل کی تردید کرتے ہیں۔
۲۸۲۔ متادوں پر اعتراض: زنا نہ سکول کا قیام عورتوں کے لئے ضروری نہیں ہے!
۲۸۳۔ جو زنا زمانہ میں انگوٹوں کا حال
۲۸۴۔ لڑکیوں کی تعلیم کا طریقہ
۲۸۵۔ انیسویں صدی
۲۸۶۔ لکھنے بھی سکھا دینے
۲۸۷۔ انہوں نے اعتراض: ماس، بید کے حق سے زیادہ ہے۔
۲۸۸۔ بچوں کا حال
۲۸۹۔ نیک عمل کے لئے مردوں کو غلام سمجھتے ہیں
۲۹۰۔ حضرت جبریل صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ
۲۹۱۔ شریعت کا حسن و جمال
۲۹۲۔ ہدایت کا اثر
۲۹۳۔ نشوونما اور غرض: مجھ نے اپنے گروہ کو جو مجھ کو درست نہیں
۲۹۴۔ راقیوں پر اعتراض: فرشتے کو جو خیر بھلا کر کہیں نہ بھیجا گیا؟
۲۹۵۔ حکام میں یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی موافقت ضروری ہے
۲۹۶۔ فرشتے رسول بنا کر آئے ہیں۔ پیچھے رہ گئے؟
۲۹۷۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا احکام
۲۹۸۔ آگے چلے گئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تہذیب
۲۹۹۔ انہوں نے اعتراض: انہیں بدو تعلیم و انوکھوں کو حال میں۔ یہ سہولت کی گائی نہیں دیتا!
۳۰۰۔ انہوں نے اعتراض: حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سے پیدا ہونے سے پہلے!
۳۰۱۔ انہوں نے اعتراض: انہوں نے غلو و تم کے معنی لے لیا ہے!
۳۰۲۔ طریقے کی مثال
۳۰۳۔ لکھنے، رسم پورا کرنا

۳۰۴	خدا کی مخالفت	۲۲۹
۳۰۵	نظام معاف کر کے قریب بنانا	۲۳۰
۳۰۶	چند شخصوں اعتراض : جاہل و احمقوں کے دعوے کی خریدیاں!	۲۳۰
۳۰۷	جاہل و احمق کی خریدیاں	۲۳۱
۳۰۸	اجتہاد ویران اور ضعف طبیعت	۲۳۱
۳۰۹	سونا چاندی خریدنے کا مسئلہ	۲۳۲
۳۱۰	اخلاق کا مسئلہ	۲۳۳
۳۱۱	مطلق و مقید کا فرق	۲۳۳
۳۱۲	بیشماروں اعتراض : عوام کا ہر دینی کام میں دلیل تلاش کرنا بڑی کللی ہے!	۲۳۳
۳۱۳	بیشماروں اعتراض : حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں ...	۲۳۵
۳۱۴	بیشماروں اعتراض : حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت اسماعیل ...	۲۳۶
۳۱۵	بیشماروں اعتراض : مقتدہ بنانے کے لیے عوام کا غلط معیار!	۲۳۷
۳۱۶	بزرگی کیا ہے؟	۲۳۸
۳۱۷	نبی کی بزرگی کا مسئلہ	۲۳۸
۳۱۸	بزرگی کیا قسم نہیں ہوتی ہے؟	۲۳۹
۳۱۹	بیشماروں اعتراض : جیسا بنانے کا صحیح معیار!	۲۳۹
۳۲۰	بیشماروں اعتراض : بعض لوگ حج کے بعد بدھل کیوں ہو جاتے ہیں؟	۲۴۰
۳۲۱	بیشماروں اعتراض : جب بری باتوں سے بچنا نماز کا ...	۲۴۱
۳۲۲	جمادی نمازیں	۲۴۱
۳۲۳	بصورت نماز بھی فائدہ سے خالی نہیں	۲۴۲
۳۲۴	اعتراض کا جواب	۲۴۲
۳۲۵	بیشماروں اعتراض : معراج میں دیکھنا ہمارے تعالیٰ؟	۲۴۳
۳۲۶	لوہی امامان	۲۴۳
۳۲۷	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد رکھنی معراج میں ہوئی ہے	۲۴۵
۳۲۸	آئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی وجہ	۲۴۶
۳۲۹	دنیا و آخرت میں فرق!	۲۴۷

- ۳۳۰۔ حق تعالیٰ کی اس عجز طریاں اور وہ چاہے کہ حضور خیر پر کوئی احسان سمجھتا ہے؟
- ۳۳۱۔ درود شریف کا کتنا بار
- ۳۳۲۔ ایسا سترہ سو سترہ اشرفیہ سے جدا ہو جس کی آراش قبول عزت ہے؟
- ۳۳۳۔ محسن اسد کوئی ثناء
- ۳۳۴۔ ثناء حق و نام
- ۳۳۵۔ انکسار و استغفار کی طہارت انوار اسلام اور اولاد۔ کرامت حیات پر زاریہ کا اقبال؟
- ۳۳۶۔ حیات و زاریہ کے مراتب
- ۳۳۷۔ حیات حیات حیات
- ۳۳۸۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۳۹۔ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات
- ۳۴۰۔ سلطانہ حیات کا خواب
- ۳۴۱۔ سرگرمی خود کے ہاے بھرتے گئے
- ۳۴۲۔ دیر و اسرا و اعتراض۔ سمجھو یہ ہے اور وہی کہ توحید گئی!
- ۳۴۳۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۴۴۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۴۵۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۴۶۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۴۷۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۴۸۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۴۹۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۵۰۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۵۱۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۵۲۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۵۳۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۵۴۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۵۵۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۵۶۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۵۷۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۵۸۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۵۹۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۶۰۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۶۱۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۶۲۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۶۳۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۶۴۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۶۵۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۶۶۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۶۷۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۶۸۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۶۹۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۷۰۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۷۱۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۷۲۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۷۳۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۷۴۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۷۵۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۷۶۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۷۷۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۷۸۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۷۹۔ توحید و توحید و توحید
- ۳۸۰۔ توحید و توحید و توحید

- ۳۵۶۔ میں میں اختلاف ہے۔
- ۳۵۷۔ کیا یہ اس سے افضل ہے؟ اور اگر نہیں ہے تو اس کا جواب؟
- ۳۵۸۔ یہ اشکوں اور اس کا جواب۔
- ۳۵۹۔ تیرے بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۶۰۔ پھر بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۶۱۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۶۲۔ پھر بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۶۳۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۶۴۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۶۵۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۶۶۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۶۷۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۶۸۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۶۹۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۷۰۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۷۱۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۷۲۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۷۳۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۷۴۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۷۵۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۷۶۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۷۷۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۷۸۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۷۹۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۸۰۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۸۱۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۸۲۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۸۳۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۸۴۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۸۵۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۸۶۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۸۷۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۸۸۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۸۹۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۹۰۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۹۱۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۹۲۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۹۳۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۹۴۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۹۵۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۹۶۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۹۷۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۹۸۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۳۹۹۔ بیویاں اور اس کا جواب؟
- ۴۰۰۔ بیویاں اور اس کا جواب؟

۲۸۶	۳۸۴	چارت کی تہ کی تہ
۲۸۶	۳۸۳	اچانک سے دواں اعتراض
۲۸۷	۳۸۴	افزون کا بیان
۲۸۷	۳۸۵	افزون کی قسش کا محفوظ رہنا
۲۸۸	۳۸۶	بچے نو سے دواں اعتراض خدا تعالیٰ کی شہین کوئی تھا اس کے متعلق
۲۹۰	۳۸۷	بچیاں نو سے دواں اعتراض . خلافت فاروقیہ خدا تعالیٰ سے تہ
۲۹۰	۳۸۸	یک نوازی کا نواز
۲۹۱	۳۸۹	سنانو سے دواں اعتراض . کیا چار سو برس کے بعد استہزاء کا دور دورہ بند ہو گیا؟
۲۹۲	۳۹۰	بچے سہل کے جوہر
۲۹۲	۳۹۱	استہزاء کی اصول کی بندش
۲۹۳	۳۹۲	استہزاء کی افروغی باقی ہے
۲۹۶	۳۹۳	سنانو سے دواں اعتراض استہزاء کا نواز
۲۹۵	۳۹۴	ہمارے طریقہ کار
۲۹۶	۳۹۵	سنانو سے دواں اعتراض . کوئی سی غرض کی وجہ سے ترک کرنا چاہتے ہیں
۲۹۶	۳۹۶	لوگوں کا حال
۲۹۷	۳۹۷	امریہ معروف کے آداب
۲۹۸	۳۹۸	سویں اعتراض . حضرت مسعود علیہ السلام کے "نافق" کہنے کا راز
۲۹۸	۳۹۹	ایک بزرگ کا دواں

حصہ سوم

۳۰۰	۴۰۰	پہلا اعتراض . آسمان کے دو پہلو!
۳۰۰	۴۰۱	خداوند نے اہل تمدن میں
۳۰۱	۴۰۲	شہادت . مائیں تہہ رہیں
۳۰۱	۴۰۳	بزرگ اعتراض . جدید تعلیم یافتہ کا اسباب سمجھنا شہادت
۳۰۱	۴۰۴	جواب
۳۰۱	۴۰۵	آئیہ مثال
۳۰۲	۴۰۶	شہادت اولیٰ

۳۰۷	پہلے کا دعویٰ
۳۰۸	خدا کا ذکر بھی پاگل ہے
۳۰۹	مفسدوں کی حالت
۳۱۰	تیسرا اعتراض : شر سے بچنے کا حق ہونے کی دلیل نہیں !
۳۱۱	جواب نمبر ایک :
۳۱۲	جواب نمبر دو :
۳۱۳	یہ نہیں کہ صرف کثرت مانے کی کوئی طاقت نہیں
۳۱۴	ممد علی آجہا کی مذمت کی مزیت
۳۱۵	اعتراض عربی اللہ تعالیٰ کو جواب دے !
۳۱۶	پروفیسر احمد باغی : کہ معتقد میں بڑا سا جانوروں کا ذبح ہو جائے تو غائب عقل ہے ؟
۳۱۷	قریٰبی کی حقیقت
۳۱۸	پانچواں اعتراض : جماعت نماز کو کس جھٹکا نہیں !
۳۱۹	چھٹا اعتراض : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سے دیکھنے پر شیعہ کا جواب
۳۲۰	ساتواں اعتراض : کہ فرقہ کو عذاب دہی ہوئے پر شیعہ کا جواب !
۳۲۱	جواب نمبر تیس :
۳۲۲	جواب نمبر چار :
۳۲۳	آٹھواں اعتراض : احکام شریعت میں غلطی اور غلط کرنا اس
۳۲۴	نہم جو اس مسئلے کا کام شریعت کو معائنہ دینی کی جائزہ دینا اعتراض : کہ سلب ہے !
۳۲۵	پیشوا کا جواب :
۳۲۶	ایک دینی پر اعتراض
۳۲۷	قانون عقل پر مبنی ہے
۳۲۸	قریبی کا مقصد
۳۲۹	دوسرا اعتراض : کہ یہ کچھ بعض بزرگوں کے اعتقاد کے لئے
۳۳۰	تیسرا اعتراض : کہ یہ حکم باطل دین کی اس غلطی کا
۳۳۱	تدو کے یہاں پر لکھ کہاں ہے ؟
۳۳۲	توں کی پابندی

۳۳۳ | یارِ دوست کی حیثیت

۳۳۴ | آئیہ، زمانہ میں، یونانی

۳۳۵ | قندہ، سامری

۳۳۶ | تانی، اور، شہزادہ

۳۳۷ | انتھو، حکومت

۳۳۸ | سرسید، ار، مد، ا، محمد، مسکن، میں، کمال

۳۳۹ | کثرت، دانتے

۳۴۰ | شخصی، سلطنت

۳۴۱ | لغت، بر، یرو، دینی، اند، حجاب، اور، اقتد

۳۴۲ | مشور، کا، درجہ

۳۴۳ | مشور، و، مجلس، ضروری، نہیں،!

۳۴۴ | پار، ہیں، اور، شہزادہ، کا، کامل، طور، پر، دین، پر، چھ، حکومت، سے، ہی، ماضی، اور، ملکہ، ہے،!

۳۴۵ | عقد، نہ

۳۴۶ | مذکور، طاعت، کی، مٹائی

۳۴۷ | خوف، خدا، کا، اور،!

۳۴۸ | اعمال، کا، اصل

۳۴۹ | خدا، کی، خدا، کی، پنا، اور، خدا، کا، نتیجہ

۳۵۰ | اچھ، دین، کے، اثرات

۳۵۱ | اچھ، خود، اعمال، کی، ناموریت

۳۵۲ | حیرت، دہان، اور، شہزادہ، دین، میں، سختی، اور، دشواری، نہیں، ہے،!

۳۵۳ | ایک، حکایت

۳۵۴ | دشواری، دین، کی، تسخیر

۳۵۵ | یہ، مثال

۳۵۶ | ایک، اچھ، اعمال، کا، اور،!

۳۵۷ | مذکور، کی، لغت، سے، آتی، ہے،

۳۵۸ | یہ، لغت، کا، اصل

۳۴۵	۳۵۹	علماء ہند
۳۴۶	۳۶۰	ایک واقعہ
۳۴۶	۳۶۱	ایک شخص کا واقعہ
۳۴۷	۳۶۲	انسانی کوشش
۳۴۸	۳۶۳	چودھویں اعتراض: جہاں کی دلیل قرآن شریف سے غلبہ رہا غلط ہے!
۳۴۸	۳۶۴	ایک عام غلطی
۳۴۸	۳۶۵	ایک مثال
۳۴۹	۳۶۶	شریعت کے دائرہ
۳۴۹	۳۶۷	حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم
۳۵۰	۳۶۸	اجماع امت
۳۵۰	۳۶۹	قرس
۳۵۰	۳۷۰	سجہ وکیل
۳۵۱	۳۷۱	چودھویں اعتراض: آزادی کے معنی
۳۵۲	۳۷۲	سولہویں اعتراض: اس اعتراض کا جواب کہ علماء کو سمجھ دینا نہیں! ع
۳۵۲	۳۷۳	سادگی
۳۵۳	۳۷۴	سادگی کے ساتھ صفائی
۳۵۳	۳۷۵	بارہ دوزبان کی خصوصیات
۳۵۴	۳۷۶	اصل مورد
۳۵۵	۳۷۷	تیرہویں اعتراض: ہم لوگ تہذیب میں دوسری قوموں کے خلاف نہیں ہیں!
۳۵۵	۳۷۸	چودھویں اعتراض: حصہ صلی اللہ علیہ وسلم امر پاکارتیف نہیں
۳۵۶	۳۷۹	تیسویں اعتراض: جب انسان کی تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ وہ
۳۵۷	۳۸۰	چودھویں اعتراض: اللہ تعالیٰ کے مسلمانوں سے سلطنت نہیں لگاؤں گے! یہ سچ ہے؟
۳۵۷	۳۸۱	تیسویں اعتراض: اس اعتراض کا جواب کہ: کہہ دے کہ ہماری قوم پر جہنم کی آگ
۳۵۸	۳۸۲	آزادی خوشحالگی میں ہے
۳۵۸	۳۸۳	یہ وہ ملک کی کا انجام
۳۵۹	۳۸۴	چودھویں اعتراض: کیا تاسا مارقرآن شریف میں ہے!

- ۳۸۵ | ہر تحقیق کی جستجو قرآن میں درست نہیں
۳۸۶ | قیسو سوال اعتراض | اس شیعہ کا جواب کہ توحید دین سے مال تم ہوتا ہے، بڑھتا کیا ہے؟
۳۸۷ | چار سو سوال اعتراض | اس شیعہ کا جواب کہ: یوں اراکوں، مصر، بھارت، زیادہ رستہ رہتے ہیں؟
۳۸۸ | کس اللہ کا حال
۳۸۹ | چھ سو سوال اعتراض | مال، بی بی کی مہتر تیں!
۳۹۰ | لکھنؤ و کچھ نقصان دہ ہے
۳۹۱ | چھ سو سوال اعتراض | اس شیعہ کا جواب کہ قرآن مجید میں تکرار مضامین کیوں ہے؟
۳۹۲ | انکو اور مضامین کی وجہ
۳۹۳ | انسان محتاج شخص ہے
۳۹۴ | محتاج کی وجہ
۳۹۵ | اللہ تعالیٰ محتاج نہیں
۳۹۶ | مشائخ اور ایران کا واقعہ
۳۹۷ | اس حکایت کا خلاصہ
۳۹۸ | ست سو سوال اعتراض | پردہ کا سرچہ پر اعتراض کا جواب!
۳۹۹ | جواب:
۴۰۰ | عورت کا پردہ
۴۰۱ | پردہ، تعظیم کے لیے معزز نہیں
۴۰۲ | پردہ کی وجہ
۴۰۳ | جواب نمبر ۳۹۹ پردہ کی اہمیت
۴۰۴ | خود مردوں کا نکاح صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل
۴۰۵ | حضرت یوسف علیہ السلام کا قول
۴۰۶ | نفس کی پائی کا دھوکہ
۴۰۷ | انواع، طبقات، عقائد، تعالیٰ نہیں کا پردہ
۴۰۸ | چار سو سوال اعتراض | ملاقاتی سے مانع نہیں ہیں؟
۴۰۹ | جواب:
۴۱۰ | قرآن مجید، مکتوبہ ہے

۳۶۲	۱۱ اجواب اور پتہ نام
۳۶۲	۱۲ ریل کا ایک نتیجہ
۳۶۳	۱۳ غلام بننے والے ہیں
۳۶۳	۱۴ اس بن کا قصہ
۳۶۴	۱۵ اس کا حال طلب ہے
۳۶۵	۱۶ نکاح و ترمیم و پاس
۳۶۵	۱۷ غلام بن کے لیے شقی
۳۶۶	۱۸ انھوں نے اعتراض کرنا نہیں کیا اور مشہور اعتراض کا جواب کر
۳۶۷	۱۹ انسان کی بے بسی
۳۶۷	۲۰ خیال کا راز اور خلاف عقل میں فرق
۳۶۸	۲۱ خیال کا راز اور خلاف عقل میں فرق
۳۶۸	۲۲ کوئی کام اور فرق
۳۶۸	۲۳ بی وادری ایسا
۳۶۹	۲۴ بی وادری ایسا
۳۷۰	۲۵ کسی اتحاد کا ثبوت نظیر پر موقوف نہیں
۳۷۱	۲۶ بی وادری کیا ہے؟
۳۷۱	۲۷ دنیا میں اقتدار کا حاکم
۳۷۲	۲۸ ایک حدیث کی تشریح
۳۷۳	۲۹ شریعت پر عمل
۳۷۵	۳۰ عقل کی مثال
۳۷۵	۳۱ قانون مطلق کیوں مانگتے ہیں؟
۳۷۶	۳۲ جسے حق کو چھوڑا گئی چوکی
۳۷۷	۳۳ رسول ماننے کا فاصلہ
۳۷۷	۳۴ عقل کو چھوڑا گئی ہے
۳۷۸	۳۵ عقل کا حال
۳۷۹	۳۶ افراد کا حال

۳۵۷

۵۳۷ قے شہو ہے

۳۵۹

۵۳۸ قوت نصیب

۳۸۰

۵۳۹ اخلاق پست ہے

۳۸۰

۵۴۰ شریعت کی نزاکت

۳۸۱

۵۴۱ حقوں اور امتیاز میں رائے کو جواب کہ مدد کی سبب وہم

۳۸۲

۵۴۲ عقائد کی ہر

۳۸۳

۵۴۳ کنوینشن اور امتیاز میں مدد کے جس سے اس کے فائدے

۳۸۳

۵۴۴ نبرد و جدوجہد کی خدمت میں فرق

۳۸۳

۵۴۵ تعلیم و لغتوں کا حال

۳۸۵

۵۴۶ حق و باطل کا تعلق

۳۸۵

۵۴۷ عربوں کو فائدہ پہنچانا

۳۸۷

۵۴۸ تیسویں صدی میں اس کی شہر کو جواب کہ غیر مسلم اگر مہذب ہو تو تائی کیوں نہیں

۳۸۷

۵۴۹ نئے نئے خیالات کو سامنے لانا

حصہ چہارم

۳۸۷

۵۵۰ چاروں طرف سے اس کے اس لیے توجہ کی کامل اہمیت ہے

۳۸۸

۵۵۱ اور شہر و دیہات میں

۳۹۰

۵۵۲ زمین کی حرکت کا مسئلہ

۳۹۰

۵۵۳ آفتاب و مہر و چاند

۳۹۰

۵۵۴ اس کے امتیاز میں اس کی حیرت انگیز قوتیں ہیں

۳۹۰

۵۵۵ قیام و امن میں اس کے فائدے ہیں

۳۹۲

۵۵۶ ایک نیا دنیا ہے

۳۹۳

۵۵۷ اس کے مسائل اور حل

۳۹۵

۵۵۸ آسمان کی بات

۳۹۷

۵۵۹ قرآن کا ترجمہ

۳۹۸

۵۶۰ قرآن کی باتوں میں سے بہت کچھ ہے

۵۸۷ انمولہ منکھتات کے نکات

۵۸۸ قرآن نے مہنی کے ساتھ اللہ عزوجل کی

۵۸۹ پانچ سو اعتراض فرشتوں سے سوال کیا کہ "میرے کیا کردار ہیں؟"

۵۹۰ پانچ سو اعتراضوں کو صفحہ فی وسعت پر ثبت کا جواب

۵۹۱ پانچ سو اعتراضوں کو بعد از سب قیام الیٰہ کے جواب میں

۵۹۲ ان سوال و اعتراضوں پر روز بروز کا ثبوت قرآن مجید سے دیا گیا ہے

۵۹۳ ان سوال و اعتراضوں کی تفسیر قواعد نبوت پر ہے

۵۹۴ ان سوال و اعتراضوں کی تفسیر کے بعد جو مطالب عام ہیں ان پر اسے ہے

۵۹۵ ہفتہ بین کی شان

۵۹۶ حاکم کی بیانی

۵۹۷ سوال و اعتراضوں کا طرز میں اعمال کی قرابت

۵۹۸ ایک حکایت

۵۹۹ "یہ وہاں سے اس" سعادت آزمندانوں کی وجہ سے ہے

۶۰۰ حضرت انبیاء علیہم السلام پر

۶۰۱ عرب سے کی بندی

۶۰۲ خوشحالی و بدنامی

۶۰۳ ایک واقعہ

۶۰۴ ایک داستان و بات

۶۰۵ ایک داستان و بات

۶۰۶ "میرے گناہوں کی آفت ہے"

۶۰۷ ایک واقعہ

۶۰۸ "میرے گناہوں کی آفت ہے"

۶۰۹ ایک داستان و بات

۶۱۰ ایک داستان و بات

۶۱۱ ایک داستان و بات

۶۱۲ ایک داستان و بات

۶۱۳	۱۔ اہل حق کا مشاہدہ	۳۱۶
۶۱۴	۲۔ سورت و حقیقت	۳۱۷
۶۱۵	۳۔ مصیبت کی تسکین	۳۱۸
۶۱۶	۴۔ بچے ختنہ کی مثال	۳۱۹
۶۱۷	۵۔ بارہویاں اعتراض	۳۲۰
۶۱۸	۶۔ ایک مقررہ کی حکمت	۳۲۱
۶۱۹	۷۔ تیرہ سوال اعتراض	۳۲۲
۶۲۰	۸۔ پندرہ سوال اعتراض	۳۲۳
۶۲۱	۹۔ پندرہ سوال اعتراض	۳۲۴
۶۲۲	۱۰۔ آج کل جیسے	۳۲۵
۶۲۳	۱۱۔ سولہ سوال اعتراض	۳۲۶
۶۲۴	۱۲۔ جبرائیلینوں کا جواب	۳۲۷
۶۲۵	۱۳۔ ستر سوال اعتراض	۳۲۸
۶۲۶	۱۴۔ اٹھارہ سوال اعتراض	۳۲۹
۶۲۷	۱۵۔ نسلانوں کی حالت	۳۳۰
۶۲۸	۱۶۔ مجلس کے آداب	۳۳۱
۶۲۹	۱۷۔ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور	۳۳۲
۶۳۰	۱۸۔ کھانا کا قول	۳۳۳
۶۳۱	۱۹۔ لاف کا قول	۳۳۴
۶۳۲	۲۰۔ بیسواں اعتراض	۳۳۵
۶۳۳	۲۱۔ غیر رس کی تعریف	۳۳۶
۶۳۴	۲۲۔ قومیت کی حفاظت	۳۳۷
۶۳۵	۲۳۔ غیر مسلموں کی معایت	۳۳۸
۶۳۶	۲۴۔ اقبال کی اجازت	۳۳۹
۶۳۷	۲۵۔ اخلاق کا رسوخ	۳۴۰
۶۳۸	۲۶۔ انصاف و عدل	۳۴۱

۴۵۱	۶۳۹	واقعہ ہجرت سے متعلق
۴۵۲	۶۴۰	مسائل سے اجتناب
۴۵۳	۶۴۱	ایک فتویٰ
۴۵۴	۶۴۲	اسلام میں قناعت
۴۵۵	۶۴۳	تخلیٰ دین کی ممانعت
۴۵۶	۶۴۴	سوال حضانہ مقصود بالذات رخصتے حق۔ بزرگ۔ سلطنت!
۴۵۷	۶۴۵	علماء پندروں کے ساتھ
۴۵۸	۶۴۶	رخصتے حق
۴۵۹	۶۴۷	ایسے سوال اعتراضی عجب بالکل رخصت کی ممانعت میں حرم ہے!
۴۶۰	۶۴۸	مشترکہ صورت
۴۶۱	۶۴۹	سماں کی تعلیم
۴۶۲	۶۵۰	بے پروگی
۴۶۳	۶۵۱	ایسے سوال اعتراضی آنکھ کے مسلمانوں کا حال!
۴۶۴	۶۵۲	تخلیٰ دین اعتراضی جدید تعمیر یافتہ کا غلط استعمال!
۴۶۵	۶۵۳	چوبیسواں اعتراض برقیاتی دھوکہ ہے اور نہ الحاقی ہے مومن ہے!
۴۶۶	۶۵۴	حق کا ساتھ دینا چاہیے
۴۶۷	۶۵۵	اعتراض کی مثال
۴۶۸	۶۵۶	ایک سو سال اعتراضی حقیقت شریعت: اعتدال کا: م ہے!
۴۶۹	۶۵۷	تیسویں اعتراض شریعت سے ہمارے کی وجہ!
۴۷۰	۶۵۸	آنکھوں میں صحت
۴۷۱	۶۵۹	آپ مثال
۴۷۲	۶۶۰	غیر ممکن کی ایک عبارت
۴۷۳	۶۶۱	شریعت کا اثبات
۴۷۴	۶۶۲	توح شریعت
۴۷۵	۶۶۳	آپ کی مثال
۴۷۶	۶۶۴	اعتراض شریعت پر ممانعت

۶۲۵	راستہ طے کرتے وقتوں کی ضرورت	۳۸۳
۶۲۶	تیسواں اعتراض .. عذاب قبر پر اعتراض کا جواب!	۳۸۵
۶۲۷	چھٹا تیسواں اعتراض .. اسلام پر حقیقت اللہ کا راستہ ہے!	۳۸۵
۶۲۸	حق تعالیٰ کی امداد	۳۸۷
۶۲۹	تیسواں اعتراض .. بعض عامی کی مغفرت اور ان عذاب کے بھی ہوگی!	۳۸۷
۶۳۰	تیسواں اعتراض .. مرد بھارت میں کافر اصلی سے بڑھا ہوا ہے!	۳۸۸
۶۳۱	تیسواں اعتراض .. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتمے تک کا حال!	۳۸۹
۶۳۲	تیسواں اعتراض .. جنت میں شہداء کی اور ان کی سہزادیوں کا ہونا!	۳۹۱
۶۳۳	تیسواں اعتراض .. اہل دنیا کے آخرت کا نفع دنیا کے نفع سے بڑھا ہوا ہے!	۳۹۲
۶۳۴	دنیا کی وجہ سے آخرت چھوڑنا	۳۹۳
۶۳۵	آخرت کا نفع بھی ہے	۳۹۳
۶۳۶	چھٹا تیسواں اعتراض .. حسن یوسف علیہ السلام و جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق	۳۹۴
۶۳۷	تیسواں اعتراض .. علماء کرام میں غیر خدا سے طبعی غصب کی وجہ!	۳۹۶
۶۳۸	تیسواں اعتراض .. جھٹل مینوں کا انگریزی کو علم میں شمار کرنا غلطی ہے!	۳۹۸
۶۳۹	تیسواں اعتراض .. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا سے طلب کرنا محبت الہی کا نتیجہ ہے!	۵۰۱
۶۴۰	تیسواں اعتراض .. انبیاء و پیغمبر اسلام پر نزع کی کیفیت کیوں ہوتی ہے؟	۵۰۳
۶۴۱	تیسواں اعتراض .. قاضی فیصلی بیان الانبیاء و منسوح ہے!	۵۰۵
۶۴۲	حضرت نوح علیہ السلام کی بد دعا کی وجہ	۵۰۶
۶۴۳	حضرت یحییٰ علیہ السلام پر اعتراض	۵۰۷
۶۴۴	تیسواں اعتراض .. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال بیان کرتے ہیں امتہ ال!	۵۰۸
۶۴۵	عربی ٹیڈر سے	۵۰۹
۶۴۶	اہل عرب کا حال	۵۱۰
۶۴۷	تیسواں اعتراض .. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ قرآن کی غلطی!	۵۱۰
۶۴۸	حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ	۵۱۱
۶۴۹	حضرت تنکوی رحمہ اللہ کا رد	۵۱۳
۶۵۰	تیسواں اعتراض .. اس شب کا جواب کہ فقہ برحق نہ تھا بل غلطی ہے!	۵۱۳

۵۰۵	۶۹۱	اثر ایسواں امراض . فلسفہ اور تعلیم حضرت انبیاء علیہم السلام میں فرق
۵۱۵	۶۹۲	علم و حقول
۵۱۶	۶۹۳	تعلیم انبیاء و کرام
۵۱۷	۶۹۴	جوانی میں امراض . تعلیم یافتہ کو ظاہر اعضاء کے ساتھ باطن کی مسئلہ بھی ضروری ہے
۵۱۸	۶۹۵	لوہی کے بڑے
۵۱۹	۶۹۶	باطن کی اصلاح
۵۲۱	۶۹۷	تاریخ کی ضروری
۵۲۲	۶۹۸	بانی پادری کا حال
۵۲۳	۶۹۹	ایسواں امراض . ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح ضروری ہے
۵۲۴	۷۰۰	۷۰۰ سے ۷۰۱ تک
۵۲۵	۷۰۱	۷۰۱ کی اہمیت
۵۲۶	۷۰۲	۷۰۲ کا حال
۵۲۸	۷۰۳	۷۰۳ کی لطیفہ
۵۲۸	۷۰۴	۷۰۴ کی غیرتی کی ابتدا
۵۲۹	۷۰۵	۷۰۵ کی صاحب کا حال
۵۲۹	۷۰۶	۷۰۶ کی بعض لیزراں کا حال
۵۳۰	۷۰۷	۷۰۷ کی نماز پر امراض
۵۳۱	۷۰۸	۷۰۸ کی نیک و صالح اور شہادت
۵۳۳	۷۰۹	۷۰۹ کی ظاہر و باطن
۵۳۴	۷۱۰	۷۱۰ کی ضرورت
۵۳۵	۷۱۱	۷۱۱ کی ایسواں امراض . طبیعت کے شعور کو غافل بنانا سرورِ حراقت ہے
۵۳۶	۷۱۲	۷۱۲ کی صفات پر اچھے و بکرا انجام
۵۳۷	۷۱۳	۷۱۳ کی حد و کف
۵۳۸	۷۱۴	۷۱۴ کی ساتھ اللہ کا حال
۵۴۰	۷۱۵	۷۱۵ کی صاحب کا حال
۵۴۱	۷۱۶	۷۱۶ کی حد و کف

۵۴۲	سینہ لیسواں اعتراض .. مولوی انمول کوکا فرماتے ہیں!	۷۱
۵۴۳	اوجا لیسواں اعتراض .. عقل ہماری اتنی خیر خواہ نہیں ہے، جتنی شریعت خیر خواہ ہے!	۷۱۸
۵۴۴	اچھا سوواں اعتراض .. کفار کا دل دبا لینا حلال نہیں ہے!	۷۱۹
۵۴۶	بچا سوواں اعتراض .. کھدیر پر اعتقاد رکھنے سے دیر میں راحت ..	۷۲۰
۵۴۷	ایک بزرگ کی حکایت	۷۲۱
۵۴۸	بھولن کا جذب	۷۲۲
۵۴۹	اکا توواں اعتراض .. روم کو موت نہیں آئی، نسیم مضر کی وائی ہے!	۷۲۳
۵۵۱	ایداواں اعتراض .. حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رستہ تریت میں کفار کے لیے!	۷۲۴
۵۵۲	کفار کے حق میں سفارش کی نوعیت	۷۲۵
۵۵۳	ترجیوواں اعتراض .. تبلیغ اور غیر تبلیغ پر مصائب آنے میں فرق ہے ..	۷۲۶
۵۵۴	قرآن کریم میں ہر پہلو کی رہایت .. ہے!	۷۲۷
۵۵۷	آقامت کا دل	۷۲۸
۵۵۹	اچھڑواں اعتراض .. قرآن پاک کی آیتوں میں ہر پہلو کا اور مفسرین کا بچاں درست ہے!	۷۲۹
۵۶۰	تفسیر بارائے تشریف معنوی ہے!	۷۳۰
۵۶۱	قرآن کریم سے متعلق شبہات دور کرنے کا طریقہ!	۷۳۱
۵۶۳	وجہ و صانع کی عقلی دلیل!	۷۳۲
۵۶۴	ایک اعتراض کا جواب	۷۳۳
۵۶۵	مہر یثقی پر شبہ کا جواب!	۷۳۴
۵۶۶	ہل تہیر سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ تقدیر سے حاصل ہوتا ہے!	۷۳۵
۵۶۷	اولی مائیں کی ایجاد	۷۳۶
۵۶۸	اسکھواں اعتراض .. اسلام نے سادگی سکھائی ہے!	۷۳۷
۵۶۹	خدا کا معجز مراد، دینی و دنیوی	۷۳۸
۵۷۰	بے تکلفی	۷۳۹
۵۷۱	ایک واقعہ	۷۴۰
۵۷۲	علم پر ایک اعتراض کا جواب!	۷۴۱
۵۷۳	ایک بھاری کا قصہ	۷۴۲

۵۳۶	ہر ہمنواں اعتراض	اس اعتراض کا جواب کہ شریعت قیہ کھنٹ ہے!
۵۳۷	ایک ہمنواں اعتراض	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصران جسمانی پر شبہات کا جواب
۵۳۸	معراج کا واقعہ	
۵۳۹	ایک ہمنواں اعتراض	میلے کے لیے چند دفع کرنے کا کام ہم کے پیر نہیں نہ چہ چنے!
۵۴۰	دو ہمنواں اعتراض	نسب نامے نہ تو کھنٹ بیکار ہیں اور نہ ہی بد اخبر ہیں!
۵۴۱	ایک ہمنواں اعتراض	نماز قیامہ کتنی دور اس کے نہ چننے پر ترسیب!
۵۴۲	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۴۳	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۴۴	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۴۵	ایک ہمنواں اعتراض	اتحاد و اتقاقی میں مدد دینی رعایت!
۵۴۶	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۴۷	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۴۸	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۴۹	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۵۰	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۵۱	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۵۲	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۵۳	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۵۴	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۵۵	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۵۶	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۵۷	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۵۸	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۵۹	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۶۰	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۶۱	ایک ہمنواں اعتراض	ترقی حصارف کا رد!
۵۶۲	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۶۳	ایک ہمنواں اعتراض	تقریبانی لغت کے متعلق!
۵۶۴	ایک ہمنواں اعتراض	پرہیز کا متعلق ثبوت!
۵۶۵	ایک ہمنواں اعتراض	کینچہ ہے کہ اعمال آخرت میں رغبت نہیں ہوتی؟
۵۶۶	ایک ہمنواں اعتراض	سالم ہنگام اور عذاب و عذاب کا قیہ نامہ! شبہات!
۵۶۷	ایک ہمنواں اعتراض	اس اعتراض کا جواب کہ عالمہ آخرت کھنٹ خیالی ہی ہے!
۵۶۸	ایک ہمنواں اعتراض	
۵۶۹	ایک ہمنواں اعتراض	حقیت ہے کہ!
۵۷۰	ایک ہمنواں اعتراض	مقل ہے مقلین اور مقلد

فہرست مضامین اشرف الجواب ایک نظر میں

حصہ اول

تیسرے نمبر پر سوال کی جواب سے مسلمان و عطاۃ اسلام مثلاً: شیخ میوانات، مسئلہ نقالی، مسئلہ ربا، ان کے بارے میں حرمہ، آئین میت، خیر و پے جو خدا کے لیے جانتے ہیں، اسی حصہ میں اس سب کے جوابات ہیں۔

حصہ دوم

شیخ، ہر حق، غیر مسلمین اور علوم باطنیہ کے اعتراضات و شبہات اسی تقریب پر بعد اس کے جوابات جمع کردیے ہیں۔

حصہ سوم

و قدامت یہ تہ حقیقہ، اسلام اور سماجیات پر روشنی دیتے ہوئے یہاں کے محققین کا تہاوت کا مجموعہ۔

حصہ چہارم

انسانی تخلیق، وجود، روحانی، جسم و مادی، انسانیت و اسلام کے معارف، احوال، آیات شریفہ، تراجم، مباحث، مسائل، مذاہب و جوابات، حقیقت میں مراہط پر مشتمل ہے۔

ان تمام شبہات و اعتراضات پر گہری نظر رکھی جو مخالفین اسلام کی طرف سے پیدا ہوئے۔ یہاں پر پیش کیے جاتے رہے اور پھر ان تمام کا معقول مدلل و مکمل جواب لکھا اور اپنے مواءعہ میں بیان فرمایا جس کی برکت سے دشمنان اسلام کے سارے الزامات و شبہات اور اعتراضات ختم ہو گئے اور مسلمانوں کا ذہن و فکر اسلامی تعلیمات کے سلسلہ میں مطمئن اور بہ سکون ہو گیا۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی "اشرف الجواب" نامی کتاب ہے جو اعلیٰ علم اور عوام و خواص میں کافی مقبول ہے۔ مکتبہ تھانوی دیوبند جو اس وقت دیوبند کا سب سے اہم اور مرکزی کتب خانہ ہے، اس کے مالک عزیز مکرم و قاری اعلیٰ سلمہ کی خواہش ہوئی کہ یہ کتاب جس طرح اپنے مضامین میں ممتاز ہے، کتاب و طباعت میں بھی امتیازی شان سے لوگوں کے سامنے آئے اور اسے آفسٹ سے شائع کیا جائے۔

انہوں نے مجھ سے کہا کہ اس پر میں نظر ثانی چاہتا ہوں اور ضمنی عنوانات کا اضافہ کرو دیا جائے، ساتھ ہی ان آیات کا ترجمہ و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ کر دیا جائے، جن کا ترجمہ قبض ہو چکا ہے اور جہاں جہاں عربی کے سخت الفاظ آجائیں حاشیہ پر ان کا معنی بھی درج کر دیا جائے۔

چنانچہ اس کام کو اپنے لیے سعادت سمجھ کر پوری کتاب کا اسی نقطہ نظر سے میں نے مطالعہ کیا اور جو خدمت سپرد کی گئی تھی، اس کی تکمیل کی سعی کی ہے۔ اب کتاب آپ کے سامنے ہے، خود مطالعہ کر کے اندازہ لگائیں، مجھے توقع ہے کہ اس سے اس کی افادیت میں کافی اضافہ ہو جائے گا۔

آخر میں خاکسار اپنی کتاب "مشاہیر علماء دیوبند" سے حضرت اقدس رحمہ اللہ کی مختصر سوانح نقل کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ

ولادت ۱۲۸۰ھ..... فراغت ۱۳۰۱ھ..... وفات ۱۳۶۲ھ

آپ ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ یوم چہارم شنبہ کو بوقت صبح صادق اپنے وطن تھانہ بھون ضلع مظفرنگر میں پیدا ہوئے پہلے حفظ قرآن کیا، فارسی مولانا فتح محمد تھانوی رحمہ اللہ سے پڑھی، ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، مکتبہ چشتیہ المعانی اور ملا حسن وغیرہ سے پڑھنا شروع کیا تھا، ۱۳۰۱ھ میں باضابطہ فراغت حاصل کی، قراءت اور تہذیب آپ نے قاری محمد عبداللہ مہاجرگی سے حاصل کی۔ فراغت کے بعد مدرس کے لیے کانپور تشریف لے گئے، پہلے تین چار ماہ مدرسہ فیض عام میں قیام رہا، پھر مستقل طور پر مدرسہ جامع العلوم میں منتقل ہو گئے اور عرصہ تک اس مدرسہ میں روگردس و تدریس، افتاء اور وعظ کی خدمات انجام دیتے رہے، ۱۳۱۵ھ میں سب کچھ چھوڑ کر کانپور سے تھانہ بھون آ گئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرگی سے بیعت تھے اور خلافت سے بھی سرفراز ہو چکے تھے، چنانچہ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ بیعت وارشاد کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔ لاکھوں علماء، صلحاء، مشائخ اور خالص علو ام آپ کے حلقہ میں داخل ہوئے، ان میں سے ۳۷ مجاز بیعت ہوئے، ۵۹ مجاز صحبت قرار پائے ایک ہزار سے زیادہ تالیفات اور آپ کے مواعظ شائع ہوئے۔

محمد بن عبد الله بن عبد المطلب

بعد الحمد والعلو، حقیر الحاجہ راہِ تنصیر علی محمد، پوری مجلسہ عالیہ کو افسریتِ تقدس سیدنا و مرشدنا
تیسرے امامت و مجدد اہلسنت، جامع شریعت و ہدایت، امانتدارانہ اشراف علی صاحبِ تولد و
امانت پر کائناتِ علم و کرامت کے اعتراف و احترام کے ساتھ و مسرتوں کے مختلف فرقوں کے اور
جامعہ تعلیم و تہذیب کے مسلمانوں کے عقربند کے نام سے اپنی مختلف تقریروں اور تحریروں
میں مذکور ہیں، چنانچہ مسلمانوں میں جو مذہب کے نام سے منسوب ہے، کفار و کفریہ ہیں، ہم اعتراف
کے بغیر انہیں بولنا ہوتے ہیں، ان سے کفر کو ماننا صحیح ہے، ان کے اعلیٰ حقوقات ایضاً مذکور ہیں، یہ
ہے اور یہاں مذکور ہے، اس سے اور اس وقت نہ الگ دیکھنے کے لیے ان مواظف و ملحوظات کی ضرورت
اصل میں نہیں رہتی۔

وہاں سے پہلے کے حالات، ان کی تعلیمات، ان کے عقائد اور ان کے اعمال کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

اسی کے دوسرے حصے میں دعوت ہے ہر سات کی تری اور شہر کے کامل ایک موقع ملنا دینی تری اور اس کے تیرے حصے میں جو یہ تعلیم کو وہ حضرات کے ان فکدس شہر ہے، احتیاط ہے کا جواب ہے جو کہ تیس چوبیس کے ہوتے ہیں۔

پہلا اعتراض: کیا اسلام بڑا دشمن شیر پھیلا؟

جواب:

موتوار کدو سے دل عام: تے توان کے قلوب لادلوں پرچہ، انکا اثر بیتہ دینے کا ہے۔
عور وں پر اثر سونے کی نالی، نعلی سے نہ سکتا، دھتے قہریت پر کچھ دوا، شریعت سے سروی تعلیم
یا غرض حق، دے گئے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زمرہ کا واقعہ

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زمرہ، یہ دہری، دہلی تھی۔ ایک یہودی نے پرسی تھی: آپ رضی اللہ
عنہ نے کئی مرتبہ یوں یا وہ فرمایا کہ یہ یہودی نہ رہے، یہودی نے کہا کہ دلوں پر
کے انکے آئیں، آپ نے اساری تعلیم لے لوں اپنے کو، یہ تو کہ جہاں رہا، انہوں نے آئے
یہ جہاں سے بھی نکلا یا کواکب یہودی دیا، یہ یہودی ہے۔ وہ سب اس صفت کا پتہ، مسلمان
سے نکلتے کہ وہ انکا لکھ رہا، انکا لکھ رہا، انکا لکھ رہا، انکا لکھ رہا، انکا لکھ رہا،
اسلام کے ماحول۔ نعلی کی تھی، اس وقت سے ہی روایت، خواہی لی لی، اس وقت سے ہی روایت،
جہاں سے علی رضی اللہ عنہ کی تھی۔ حق کہہ ہے۔

موتوار کدو سے دل عام: تے توان کے قلوب لادلوں پرچہ

عور وں پر اثر سونے کی نالی، نعلی سے نہ سکتا، دھتے قہریت پر کچھ دوا، شریعت سے سروی تعلیم

یہودی نے کہا کہ دلوں پرچہ، انکا اثر بیتہ دینے کا ہے۔
عور وں پر اثر سونے کی نالی، نعلی سے نہ سکتا، دھتے قہریت پر کچھ دوا، شریعت سے سروی تعلیم
یا غرض حق، دے گئے تھے۔

کو چھوٹا، رسول کو چھوٹا، آزادی یہ ہے کہ کسی صاحب حق کی زبان بند نہ کریں، ظلم نہ کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ ایک یہودی کا کچھ قرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھا۔ ایک روز اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر کہا: "اے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'اِنَّ لِّصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا'"۔ یعنی صاحب حق کو پونے کا موقع ہوتا ہے۔ "تو آزادی یہ ہے کہ حکومت میں رعایا کو اتنا آزادی نہ دیں، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل سے اتنا آزادی بنا دیا تھا کہ اس یہودی نے کہا کہ گواہ لاؤ یا پالش کرو، چنانچہ حضرت شریح رضی اللہ عنہ کے یہاں جو اس وقت قاضی تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وقت سے اسی عہدہ جلیلہ پر پہلے آ رہے تھے، جا کر پالش دائر کی، دونوں مدعی اور مدعا علیہ بن کر مساوات کے ساتھ عدالت میں گئے۔ حضرت شریح رضی اللہ عنہ نے موافق قاعدہ و شریعت کے پوچھنا شروع کیا، یہ نہیں کہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے آنے سے پہلے پڑ جائے، عرض تہانیت اطمینان سے اس یہودی سے پوچھا کہ کیا زور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے؟ اس نے انکار کیا، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ گواہ لاؤ۔

قاضی کا فیصلہ

الذکر ابورؤف آزادی دیکھتے کہ ایک قاضی سلطنت خود امیر المؤمنین سے گواہ طلب کر رہے ہیں اور امیر المؤمنین بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر احتمال دعویٰ خلاف واقعہ کا دعویٰ نہیں سکتا تھا، مگر یہ محض مضابط کی بدولت تھا، واللہ جن لوگوں نے تمدن سیکھا، اسلام سیکھا اور پھر بھی اسلام کے برابر عمل نہ کر سکے۔ عرض حضرت علی رضی اللہ عنہ دو گواہ لائے، ایک امام حسن رضی اللہ عنہ (جو آپ کے صاحبزادے تھے) ایک اپنا آزاد کردہ غلام جن کا نام قنبر تھا۔ حضرت شریح رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں مسئلہ مختلف فی تھا کہ حضرت شریح رضی اللہ عنہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں جائز نہ سمجھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں جائز تھی، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو پیش کر دیا۔

آج اختلاف پر ملکہ کو برا بھلا کہا جاتا ہے، حالانکہ یہ اختلاف پہلے ہی سے چلا آ رہا ہے، مگر آج کل کی طرف علماء کو برا بھلا کہتے تھے۔ ایک دوسرے کی تکفیر و تحسین نہ کرتے تھے۔ آن کل سب وشم (کافی غلوئی) کی زیادہ تر وجہ علادہ نفسانیت کے ایک یہ بھی ہے کہ ہر جگہ اسلامی عملداری ہے، اکابر (بڑے) خود آپس میں ملے نہیں کہ اصل بات کا پتہ چل سکے جس طرف چاہوئے ابد دیتے ہیں، مگر

کو صحیح سمجھا جاتا ہے، یہ نہیں کرتے کہ راوی (بیان کرنے والے) کو ذات میں۔
 فوض حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب تھا کہ بیٹے کی گواہی معتبر ہے اور حضرت شریح رضی اللہ
 عنہ اس کو ماننے نہیں تھے، حضرت شریح رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور حضرت امام
 رضی اللہ عنہ کی گواہی نہیں مانی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امام چونکہ آزاد ہو چکا ہے، اس
 کی گواہی تو مقبول ہے مگر بھائے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کوئی اور گواہ لائیے۔ حضرت علی رضی
 اللہ عنہ نے کہا کہ اور تو گواہ کوئی نہیں ہے، آخر حضرت شریح رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
 کا دعویٰ خارج کر دیا۔

قاضی کے فیصلہ پر مسرت

اگر آج کل کے معتقد ہوتے تو حضرت شریح رضی اللہ عنہ سے لاتے مرتے، لیکن حضرت شریح
 رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی طرح مذہب فرداں نہ تھے، وہ مذہب کے ہر امر پر
 جان فدا کرتے تھے، اگر حضرت شریح رضی اللہ عنہ سے پوچھا جاتا تو وہ قسم کھا کر کہہ سکتے تھے کہ
 حضرت علی رضی اللہ عنہ سچے ہیں، لیکن چونکہ ضابطہ شریعت اجازت نہیں دیتا تھا، اس لیے آپ نے
 اپنے عقیدت پر کارروائی نہیں کی۔

یہودی کا قبول اسلام

آخر باہر آ کر یہودی نے دیکھا کہ ان پر تو ذرا بھی ناگواری کا اثر ظاہر نہ ہوا یا وجود کیا آپ اسد اللہ ہیں
 (اللہ کے شیر) برسر حکومت ہیں، تو کس چیز نے ان کو برہم نہیں کیا، انھو ذکر کے کہا کہ حقیقت میں اب مجھے
 معلوم ہوا کہ آپ کا مذہب بالکل سچا ہے، یہ اثر اسی کا ہے، لکھئے! یہ زہر آپ ہی کی ہے اور میں مسلمان ہونا
 ہوں اور کہتا ہوں کہ "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبداً و رسولہ" اس کے بعد آپ
 نے فرمایا کہ میں نے یہ زہر گھٹی آدمی، فوض وہ یہودی مسلمان ہو گیا اور آپ ہی کے ساتھ چار تھی کہ
 ایک اسلامی لڑائی میں شہید ہو گیا اب بتلایے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تموار سر پر دیکھ کر مسلمان ہوئے اس
 کو کیا ہم میں دیکھ کر؟
 (وہ آزادانہ ذیل ص ۴۰)

اہل یورپ کا خیال اور اس کی تردید

اہل یورپ کا خیال ہے کہ اسلام کی اشاعت میں تموار کے زور سے زیادہ کام لیا گیا ہے اور اس
 کے لیے دُشمن میں وہ واقعات جنگ پیش کرتے ہیں کہ سلاطین نے کس قدر خونریزیوں کی ہیں۔

میں اس سے یہ چاہتا ہوں کہ یہ کوئی مبالغہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ جنگ مطلقاً حق (شاہنشاہی) کے خلاف ہے۔ آج مسلمان (اپنے کو مذہب کہنے والی) قومیں بھی ضرورت کے موقع پر جنگ کرتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ بروقت ضروری دلائل کرنا تہذیب و تمدن کے اعتبار سے جائز ہے، اس اب میں ظالموں کی طرف ضروری نہیں کرتا، البتہ خلفائے راشدین کی بہت سی دعوتیں سن کر کہتا ہوں کہ تمہارا نے یہ ضعیف (کمزور بنیاد) پر کبھی جنگ نہیں کی، کسی قوی حیل کی بناء پر ہی وہ لڑائی کرتے تھے اور اپنی کے متعلق اسامی قانون و گرجا خانیں کی نظر سے گزرتا تو کبھی یہ لفظ زبان سے نہ نکالتے۔ اسلام بزرگ شمشیر پھیلا ہے تو نہیں جنگ اسلام نے بہت سے ملک پرے ہیں مگر میں اس وقت تک متحدہ قانون بیان کرتا ہوں۔

قانون اسلام

اسلام کا مسند ہے اور فتنائے دہریہ میں اس پر مسند مل در آمد رہا ہے کہ اگر کوئی شخص مقابلے کے وقت تمہارے آپ کو تمہارے بیٹے کو اور تمہارے بھائی کو غرض۔ تب متعلقین کو قتل کر دے اور ہر ملک کو بڑی گرفتار سے انگریزی وقت کا ہوا ہے اور تمہارا۔ یہ بدلہ لینا چاہا اور وہاں سے لانا "لا تھبہ محمد رسول اللہ" کہہ دے جو قسم ہوتا ہے کہ اس کو مارا چھوڑ دے، مگر چاہئے کہ کامل یقین نہ کہ اس نے جان کے خوف سے یہی کہا ہے ورنہ اسے اس کا قسم ہے اور یہ جب بھی فوراً اس سے خوف و رعبا ہو، دینا اگر تم نے اس کو مارا تو قرآن مجید میں جہاد ہے، اگرچہ یہ بھی خلاف ہو کہ یہ اس اہل جان، چاکر مگر تم کو قتل کرے گا۔ جو کچھ ہے وہ اب اس کا حق ہے اگرچہ جائز نہیں، تو جس مذہب نے اتنی بڑی سہرا (احادیث) دوسروں کے ہاتھوں میں دے دی ہے اب اس کے پاس میں وہی کہہ سکتا ہے کہ بزرگ شمشیر پھیلاتا؟ یقیناً جہان اس قانون پر ہمارے صف صالحین پوری طرح عمل کرتے تھے۔

برسر ان کا واقعہ

یہ مزان نے مسلمانوں کو بہت سی ایذا نہیں پہنچائی تھیں، آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کو فائدہ کرنے لایا، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر اسام بن مرثد کیا، مگر اس نے نہ کیا، آپ نے اس سے قتل کرنے کا قسم دیا، اس نے ایک چال چلی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا آپ مجھے قتل تو کرتے ہی ہیں، تو بڑی پالی مناد میں تو آپ نے چلی منکا، جب پالی منکا تو اس نے کہا کہ مجھے قتل نہ ہے، چنانچہ اسوں اور جہاد کچھ پر حوالہ دیا، اسے آپ نے فرمایا میں جب

تکبر تم یہ پانی نہ پنی چکے تے اس وقت تک فکر نہ کیے ہاؤ کسے یہ سن کر اس نے اپنی غمراہی کو بھول کر
چھینک دیا اور کہے کہ اب مجھ کو نقل نہیں کر سکتے کیونکہ اس پانی کا پینا کس نہیں اور اس کے پینے تک مجھ
کو اس قدر آپ نے اس کو آزار دیا کہ ہر طرف کو اپنی اذیت پر اتا بھرا۔ یہ تو انہوں نے خوب جانتا تھا کہ
میرے عمر کا روقی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پر کہ تم جب تک پانی نہ پی چکے کہیں نہ کیے جاؤ گے،
ہرگز نقل نہ کریں گے، یہ واقعہ دیکھ کر ہر مومن کو برا سلام لے لے گا کہ اتنی یہ دین پر حق ہے، اس میں
مناظرہ کسے جو بھی اترا چکا اس کو کہ کیا جانتا ہے۔

اس واقعہ کو جان کرنے سے میرا تصور یہ ہے کہ اسلام اپنی یہ حکیم ہے اور اس پر خطاب نے
اس طرح پابندی کی ہے کہ ان کی فطرت کی تک کوئی باخاکوں نہ لگاؤ، ہاں بچکے یا شاہوں نے ہم
3 مرد و عورتیں ہیں۔ اگر انہوں نے ظلم کیا ہے، بچکے کے، ہر سنا اختلاف ہے تو انہیں پر پورا
عمل ہے اور ان کو ترقی و مدد بھی ایسا نہیں ہے، ہر جو کسی کو موقوف نہیں ہوا، اسے یہ دشمن اللہ نہیں
کے طرف رکھ دوسری قوموں پر ایسا اثر تھا کہ بہت سے لوگ جا سوئے ہیں مگر آئے تھوڑی سی حضرات کو
دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔ (ملاحظہ علیہ ایمان میں ۱۲۰)

ہندوستان کی مثال

لوگ - ہمارے کو بدنام کرتے ہیں کہ وہ ہمارے زور سے بچھلا ہے، واللہ پاکل خلا ہے، اور
مسلمان تو ان کو لوگوں کے زور سے مسلمان کیا کرتے تو ان ہندوستان میں جہاں اسلامی حکومت
پچھلے برس تک رہی ہے، ایک بھی ہندو باقی نہ رہتا وہاں امام محمد کا حکم ہے، حب الوطنی و امر لہذا جواب
اور امر و نہی کے متعلق یہ ہے کہ اگر اسلام ہمارے زور سے چھینا ہے تو یہ بتانا کہ وہ دشمنی
جہاں سے قائم تھی؟ کیونکہ لوگوں کو خود سے تو میں نہیں کس کس چیزوں کو سب سے پہلے ہوا
چلائی ہے۔ عین وہ ہمارے مسلمان نہیں ہونے شے کہ تو ان سے پہلے کوا چلائے اور ان کی قہاری
نہیں تو ہم بتا دیا کہ اسلام ہمارے دشمن نہیں چھینا۔

یہ ہے ہمیں اسلام

تاریخ سے ثابت ہے کہ یہاں ہندو و عیسائی اور مشرکین و امواتی ہر دین و مذہب کے پیروں
پر علم کی تحریک تھی، اور اس سے پہلے ہی ہندو و عیسائی ہو چکے تھے، ان کو ان کو ان کے مسلمان یا
تو ان کو ان کے عیسائی ہو گئی جو ان کے مسلمان ہوئے اور ان کے کھانوں سے انہیں انہیں انہیں
ہے، وہ اس کو ہمارے مسلمان ہو گئے۔

حبشہ میں اسلام

بحر ہجرت مدینہ منورہ سے پہلے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی ہے اور وہاں انکار قریش کے ساتھ مسلمانوں کا مناظرہ ہوا اور نباشی شاد حبشہ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ناپاکی سے فخر میں شریف بن کر بے تحاشہ و ناشروع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راس مت اور قرآن شریف کی حقانیت کی گواہی دی اور اسلام قبول کیا، اس پر کسی کی تلوار چلی تھی؟ اسی طرح صد با داتہ تہذیب و تمدن موجود ہیں۔ سنہ ۱۰ ہجرت ہے کہ وہاں بعض اپنی حقانیت سے بھیلے ہیں۔

فصل صاعہ عرب کی قوم جو جنگ بونی میں شہید آفاق ہے، وہ بھی انہی طرح خود کے خوف سے اسلام کو قبول نہ کر سکی تھی، ان کے نزدیک زمانہ ہر مسمونی بات تھی، مجرمانہ کروین و بدنامی تھی، یہ وہ دور تھا کہ تلوار کے خوف سے اسلام نہیں لے سکتے تھے اس پر شاید یہ سوچیں ہو کہ بحر جہاد کب سے شروع ہوا؟ تو جواب کچھ لو کہ جہاد خلافت اسلام کے لیے شروع ہوا، ان کا شاعت اسلام کے لیے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ خوف ان فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔

جہاد کا مشا

جہاد کی مثال آپریشن جیسی ہے، کیونکہ مادے و جسم کے ہوتے ہیں، ایک متعدی اور ایک غیر متعدی ہو، وہ غیر متعدی ہوتا ہے، اس کو زواہاں کے ذریعہ سے دیا جاتا ہے، کوئی مہم لگا دیا اس کی بالشت کر دی، وہ وہب گیا اور متعدی مادہ کے لیے آپریشن کیا جاتا ہے، اس کو جیت کر نکال دیا جاتا ہے، اسی طرح دشمنان اسلام وہ طرح کے ہیں، بعض تو جن سے صلح کر لی جاتی ہے، سب بولی جاتی ہے، صلح کر کے مسلمانوں کو مٹانا چھوڑ دیتے ہیں اور ان سے تو صلح و مصالحت کر لی جاتی ہے، بعض ایسے موزی اور مفید ہوتے ہیں کہ صلح پر آمادہ نہیں ہوتے، یہ مادہ متعدی ہے، ان کے واسطے آپریشن کی ضرورت ہے، اسی کا نام جہاد ہے، جس جہاد سے لوگوں کو مسلمان بنانا مقصد نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کی مخالفت مقصود ہے۔

اگر مائتیر رحمہ اللہ کو بدنام کرتے ہیں کی انہوں نے ہندوؤں کو تہذیبی مسلمان کیا ہے، یہ بالکل غلط ہے، مائتیر رحمہ اللہ بدنام شروع تھے، بارہ جز تین احادیث کے خلاف تھے، قرآن شریف تلخ تو یہ ہے کہ ان کے تہذیبی کرتے تھے، اپنے خرچ میں خزانہ کا ایک چوہہ نہ لاتے تھے، ان کے سننے "لا اکرم فی الدین" کا قلم موجود تھا، اس کے خلاف کیونکر کر سکتے تھے؟ یہ تو پہلے کے واقعات

(۱) $\{A \in M_n(\mathbb{C}) : A^T = -A\}$

جواب :

[illegible]

یہ کتاب اچانک راتوں میں سے جنیوں کے قہر اور قہر کی آواز میں ہلکتی ہے۔

کے یہ خوف دایمیں بدترین ہیں۔

اس میں کارفرماں کتاب اور مشرکین کا مقصد قرآن پر کیا ہے وہ دونوں کے لیے حُفُوۃِ فِی
نَجِیۡتِہُمُو شَرِّہے جس سے کارفرمی مغفرت نہ ہو گا بھی معلوم ہو گی اور یہ شبہ نہیں رہتا یہاں تو
صرف خلو کا ذکر ہے جس کے معنی طویل (یعنی زیادہ) ہونے کے آتے ہیں اور اس
کے لیے دوام لازم نہیں، جو اب یہ ہے کہ یہ (وام) (یعنی) خود کے معنی میں نہیں۔ پس اگر کوئی
قرینہ قائم ہو تو خود سے دوام کا قصد ہوتا ہے اور یہاں ظلم، یعنی دوام سے مراد یہ ہے کہ قائم ہے۔ وہ
یہ مشرکین کے لیے ظلو یعنی دوام ہے جو کارفر کے لیے بھی (وام) ہی ہو گا۔ نہ کہ وہ واحد میں ایک
نقطہ سے جدا جدا یعنی کا قصد لازم آئے گا اور یہ صحت (یعنی) بطور (ہے) ساتھ۔ اور اس سے یہ بھی
آرت میں کارفر کے لیے ظلو وہ وہ سے مراد صرف بھی یہ ہے۔

یہ نہ بچے نیک پیدا ہوتا ہے

”وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَطَعْنَتْ لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ خُزًا يَّخْرُجُونَ“
جنہا میں انہیں لپٹندو بیٹھا۔

ادراش فرماتے ہیں ”وَالَّذِينَ كَفَرُوا غُرٌّ سَبِيلُ نَارٍ فَطَعْنُوا وَهُمْ كَخُزٍّ وَلَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا“

جس کارفر کا بھی عیش کے لیے جہنم کے دروازے سے نکلے گا جس سے اس کی عدم مغفرت
میں ثابت ہوئی وہ یہاں سے اپنے مکان سے منسلک ہونے پر تھکے کیے رتہ دوں۔ وہ یہ کہ خلو کے معنی
مست ہو جانے والے ہیں۔ اس کی تفسیر واضح ہو گئی ہے تو اس سے کہ وہ سے مراد ہے۔
”الَّذِينَ يَفْعَلُونَ مَعَ مَا يَعْتَبِدُونَ مَعَ مَا يَعْتَبِدُونَ“

کہ اس سے قائل محمد کی توبہ کا قبول ہونا لازمی نہیں ہے۔ نیز اس میں خود بدعتیہ اور اسرار
ہے اور ظلو، دوام کو مستلزم نہیں۔ نہ کوئی قرینہ یہاں مراد دوام کے معنی ہے۔ اس کے لیے دلائل
سب سے صرف اس قدر ہے کہ کائنات میں کو زمانہ دراز تک عذاب جہنم ہو گا، مگر کسی وقت عذاب سے
نئی اکودت دراز کی کے بعد یہ اور حسب وقت نکلتا ہے۔ چہ تو اس کی توبہ بھی قبول ہوتی جائے،
اس میں حضرت علیہ السلام میں عذاب رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک تو اس سے کہے لیے
توبہ نہیں، مگر یہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک قبول ہے۔ پھر یہ رضی اللہ عنہم کے بعد تو بعض اوقات
ہو جین، اللہ تعالیٰ کے کان پر ہنسنا ہو گیا کہ اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ جب کہ بعد و شر میں سے
ہو اور کا بعد ہے کہ عذاب عذاب اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے۔ جبکہ یہ سب دلائل ہیں۔
مشرکین کے لیے یہ مرئی بعض قوت میں خود کے ساتھ اور اس کی توبہ۔ جبکہ اس لیے یہاں مغفرت
کا کوئی حائل نہیں، نہ وہ خود سے معنی بہت اچھا ہے اور یہ ہے جس کا بھی لفظ ان نے ہو گا اور

ظاہر ہے کہ کفر کہتے ہیں خلاف اسلام کو اس کے ساتھ شرک بھی ہو یا نہ ہو۔ دونوں کے لیے سزا ہے
 (آباد جہنم ہے جب ترک اسلام کی یہ سزا ہے، تو اس سے اسلام کی نوعیت و فلسفہ اور اس کی
 ضرورت کا درجہ معلوم ہو گیا۔)

تیسرا اعتراض..... اللہ تعالیٰ بغیر زبان کے کیسے کلام فرماتا ہے؟

ایک ہندو جو اپنے گردو میں عابد کیلاتا ہے، میرے پاس اپنے ایک پٹھت کے ساتھ آیا اور یہ
 سوال کیا کہ آپ لوگ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام کہتے ہیں، حالانکہ کلام بے زبان کے ہو نہیں سکتا
 اور اللہ تعالیٰ کی زبان سے نہیں، پھر اس نے کلام کیسے کیا؟ میں نے جواب دیا کہ ہم کو کلام کے لیے
 زبان کی ضرورت ہے، لیکن خود زبان کو کلام کرنے کے لیے زبان کی ضرورت نہیں، وہ خود اپنی
 ذات سے کلام کرتی ہے، اسی طرح ہم کان سے سنتے ہیں، لیکن خود کان اپنی ذات سے سنتا ہے،
 اس کو کسی اور آلہ کی ضرورت نہیں، ہم کو دیکھنے کے لیے آنکھ کی ضرورت نہیں، وہ اپنی ذات سے
 دیکھتی ہے، تو جب زبان اس پر قادر رہے کہ بے زبان کلام کرے، تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کو کلام کے
 لیے کسی آلہ کی ضرورت نہ ہو تو کیا تعجب ہے؟ صفت کلام خود اس کی ذات میں موجود ہے، کلام خود
 اس کی ذات سے باریاتان صادر ہوتا ہے۔

وہ ہندو اس جواب سے بہت خوش ہوا اور اپنے بھرائی سے کہا کہ دیکھو اس کو علم کہتے ہیں، پھر
 حضرت والا نے فرمایا کہ اس سے پہلے بھی میرے ذہن میں یہ جواب تھا، الحمد للہ کہ اتنی وقت
 منجانب اللہ یہ جواب میرے ذہن میں آیا۔ (مجادلات معدلت بمعذرت و محبت مجدد ص ۱۰۸)

چوتھا اعتراض..... شریعت میں کفر کی سزا دائمی عذاب جہنم کیوں ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا مقلد تو مسلم ہے کہ سزا جہنمیت (جرم) کے مناسب ہوئی چاہئے،
 مگر کیا مناسب کے معنی یہ ہیں کہ جہنمیت اور سزا دونوں کا زمانہ بھی مناسب ہو؟ اگر یہی بات ہے تو
 چاہئے کہ جس جگہ دو کھنڈ تک ذہنی پڑی ہو اور ذاکو گرفتار ہو کر آئیں، تو حاکم ذاکو کو دو کھنڈ کی
 سزا دے دے، اگر حاکم ایسا کرے تو کیا آپ اس کو انصاف و رمانیں گے؟ اور سزا کو جہنمیت کے
 مناسب مانیں گے؟ ہرگز نہیں! اس سے معلوم ہوا کہ سزا اور جہنمیت میں مناسبت کا مطلب یہ نہیں
 ہوتا کہ دونوں کا زمانہ مناسب و مساوی (برابر) ہو، بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سزا میں شدت
 بقدر شدت جرم ہو، اب تم خود فیصلہ کرو، شریعت نے کفر کی سزا میں جو شدت بیان کی ہے، وہ

عجب ہے ان سے پوچھئے کہ صرف میری ہونے سے قلب پر کیا اثر ہوتا ہے؟ سو فی قسم یہ کہ مجھے پس کہ صرف غیر مظلّم سے قلب کو بھتان و پریشانی ہوتی ہے، اس دل ہی کے بے بندہ کا وہ نظر جسامت کی تکیہ ہے، یہ تھوڑے جلد نظر لکھنے سے قلب کو کیسوی ماحصل نہیں ہوتی، یہیں نماز میں اگر ایک خاص بہت مقرر نہ ہوتی تو کوئی کسی طرف سے کرتا، کوئی کسی طرف سے کرتا، اس اختلاف جہات و جہتیں جہات سے تفرق قلب ہوتا، لہذا کیسوی کے لیے ایک خاص جہت مقرر کر دی گئی۔

قلب کی خصوصیت

ربانیہ کہ قلب ہی کی بہت کیوں مقرر ہوئی؟ اور بہت کیوں نہیں ہوئی؟ اس سوال کا کسی کو حق نہیں، کیونکہ یہ سوال دوسری جہت کو بھی یہ سکتا ہے کہ یہی کیوں ہوئی، دوسری کیوں نہ ہوئی؟ پوچھئے حالات وقت مقرر کرتی ہے کہ کچھ کی کا وقت لالہ وقت تک ہے، تو آپ یہ سوال تو کر سکتے ہیں کہ وقت مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جس کا جواب یہ دینا ہے کہ اگر نہ ہو تو سب سے (ساقیہ) حاضر ہو سکتے اور رعایا اہل حدیث وہ وقت مقرر ہونے سے اطمینان ہو جے کہ اگر حالات کا یہ وقت ہے، تو اس کے علاوہ اوقات میں وہ اپنے دوسرے کام کر لیں، اگر وقت مقرر نہ ہو تو ہر شخص کو تمام دن حالت میں ہی رہنا پڑے کہ نہ معلوم کس وقت حاکم آجائے لاپاتی اس سوال کا کسی کو حق نہیں کہ کوئی غفلت نے یہاں تک سے چڑھ کر ہی تک کہ وقت کیوں مقرر کیا؟ کوئی اور وقت مقرر نہ ہو، کیونکہ وہ کوئی بھی وقت مقرر کرتی یہ سوال تو بھی ختم نہ ہو سکتا تھا، علی ہذا ہم کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ جہت تو یہی کوئی استعقل کے لیے کیوں مخصوص کیا گیا؟ ہاں! ہم نے اس کا راز شاد یا کہ خاص بہت کے نہیں میں کیا مصمت ہے، یہ جواب تو ضابطہ کا ہے اور طالب کے لیے یہ جواب ہے کہ حق تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ان کی یعنی حق تعالیٰ کی توجہ کس طرف زیادہ ہے، جس طرف ان کی توجہ زیادہ ہو، وہی رابی کو بہت مقرر فرمایا۔

قلب پر تجلیات الہیہ

ربانیہ کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ حق تعالیٰ کی توجہ کبھی کی طرف زیادہ ہے؟ مومن کے آئینہ ہیں، وہ جانتے ہیں کہ داخل قلب پر تجلیات الہیہ بہت زیادہ ہیں اور توجہ۔ جسے انکی مراد ہے اور وہی تجلیات وارتہ کہ وہ حقیقت قلب ہیں، انکی وجہ ہے کہ قلب عام حق کی صیغہ پر بھی نماز ہو جاتی ہے، کیونکہ اس وقت کو صورت قلب سامنے نہیں مگر حقیقت قلب یعنی حق تعالیٰ کے واسطے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان اصل خلق ہی کا استقبال کرتے ہیں، انکی توجہ ان کا استقبال نہیں کرتے، بلکہ ان کے

جلی الہی کا احساں ہر شخص کو نہیں ہوتا، اس لیے حق تعالیٰ نے اس خاص جہت کی حد مقرر فرمائی، جس پر ان کی جلی دوسرے مکانوں سے زیادہ ہے، وہیں پہلا سے شخص اس جگہ کو اظہم فرماتا ہے، وہ وقت اس کے لیے ہے، وہ نہ تو بالذات نہیں، چنانچہ انہی ممالک کے بعد فرقہ کا متبویٰ بنو اور وہابی مہجرت پر ان کا کورہ استیصال کی دلیل ہے، فقہ نے اس راوی کو بھیجا ہے، اس لیے وہ وقت ہیں جس کو قبلہ رخ و دوہوا ہے، تو بعد ہی محاذات میں؟ ہاں تک اور اس کے نیچے زمین کے سطح طبقات تک ہے، زمین کو کھدائی کے بعد ادا اس کے چکر کی جلی الہی سے ملے گی ہے، اس شخص کی وجہ سے اس میں بھی برکت آجلی

(ایضاً ص ۶۶)

پہنچنا: عمر ارض: حجر اسود کو بوسہ دینے کی وجہ!

جواب:

یہ ہے کہ تینوں حجر عظمت سے نہیں، بلکہ محبت سے ہے۔ جیسے یہی بچوں کا بوسہ لیا کرتے ہیں، اس بوسہ پر عظمت کی دلیل ہے، تو لازم آئے گا کہ ہر شخص اپنی دیوی کی عزت کرتا ہے اور اس کا فوہ بڑا دینی ہے، جنوم ہوا کہ تخیل (بوسہ دینا) عبادت و تعظیم کا تکرار نہیں، بلکہ بھی بہت سے بھی تخیل دلاتا ہے، یہ سوال کہ تم قرآن ۱۰۱ سے محبت کیوں کرتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سے تمہاری بات ہے، اس کے متعلق مخالف کو سوال کرنے کا حق نہیں، دیکھئے اگر کوئی شخص عدالت میں یہ مقدمہ دائر کرے کہ فلاں مکان میری ملکیت میں ہے تو اس سے اس پر ثبوت طلب کیا جائے گا، لیکن جب اولیٰ ثبوت پیش کرے گا تو محکم (خالف) کو اس سوال کا حق نہیں کہ اس پر رکن تو تبارہ می سے فرمایا تو اس میں کیا بوسہ دے؟ ان میں وہ بوسہ ہے یا کوئی شخص یہی کہ بوسہ لے کر اس سے یہ سوال تو ہوتا ہے کہ تم اس کا بوسہ کیسا لیتے ہو؟ لیکن جب وہ بتا دے کہ میں محبت کی وجہ سے اس کا بوسہ دیتا ہوں، پھر اس سوال کا کسی کو حق نہیں کہ تم کو یہی سے بہت نیویں ہے، اور حشرات دن میں نہ کھنکے اس کے بارے میں لیتے ہو!

اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اس کی وجہ نہیں بتا سکتے کہ ہم کو حجر اسود سے محبت کیوں ہے؟ حال مطلب یہ ہے کہ کائناتیں کے اسرار ارض کا جواب ارض سے تک دینا چاہتے ہیں، لیکن اس کو سوال کا حق ہے اور جو مسائل کے متعلق ہم باہر ہوا اس کا جواب نہ دیتا ہے، جتنا چاہتے ہیں، صرف یہ کہ دینا چاہتے ہیں کہ اس سوال کا کوئی حق نہیں، کائناتیں کا وہ غرض ہے کہ ان کی حقیقت سمجھنے کے قابل نہیں، اور حقیقت ان کے سامنے نہ دیا دینا چاہتے ہیں، بلکہ اس کی وجہ سے کہ وہ وہی کوئی ہے جس کو ہم

میں نے کچھ سنے ہیں؟ آخر ہم ہی تو وہ زمان ہیں، ان کے بارے میں بات ہو رہے ہیں۔ سنا ہے کہ ان کی جانے کوئی بات نہیں تھی، ہم اس کو نہ سمجھ سکتے تھے، جیسے کہ ان کی بات ہے تو کہیں ایسا درمیان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان کی کسی ایک شخص کو کچھ کہے جس نے ان کی زندگی میں اصول موضوعہ کو سمجھ لیا ہو، یقیناً وہ اقرار کرے گا کہ میں اپنے شخص کو ان کی زندگی میں سمجھا سکتا ہوں؟ کیا وہ انسان نہیں ہے جو بات دہی ہے کہ ان کی لیے مبادی و مقدمات کا سمجھنا ضروری ہے، اس لیے اس کو بھی سمجھ سکتا ہے جس کے فائن میں مبادی و مقدمات کا ضرر ہو، اگر شخص اس کو نہیں سمجھ سکتا اور یہ بات سنی ہے کہ اس نے اس کے مفہوم کو سمجھ لیا ہے۔ بات نہیں آتی۔

مجراسید کو پسہ دے گئے کارا

میں حجہ یا اس کا راز بھی عطا فرمادیا۔ وہاں پہنچ کر اس کے تعلق میں میری چٹا ہونے لگا۔ اس کا غلطہ حضرت مولانا نے نہیں، بلکہ محض محبت اس کا نشانہ ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس حقیقت کو جمع فرماتے ہوئے فرمایا، ایک بار آپ جو اہل کرب سے تھے، ان وقت یکھ لوگ دیہات کے سو جوہر تھے جب آپ رضی اللہ عنہ نے قبول ہجرا کو کا ادا کیا تو ہجرت سے باہر فرما کر انھیں لے کر آیا، اس اعلیٰ اللہ، المحرر، (الصحہ ص ۳۰)

یعنی میں جانتا ہوں کہ قرآن پر جو کچھ لکھا ہے اور نہ ضرور سے لکھا ہے وہ امر میں سوائے صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ ہر دینے والے نے دیکھا تو میں بھی تجھے پارسہ دیتا کیا خشک معاملہ کیا ہے۔ بھرنے کا تھک۔ بھرا آرمسٹھان کا یہ معبود ہوتا تھا تو یہ اس سے بھی خطہ سب کیا جاتا کہ نہ تو کعبہ کے سوا کسی اور شے پر چڑھا لکھا ہے۔ اور اسے حافظہ معلوم ہو کر اسے اس قبیلہ کا خشک شخص بہت سی وجہ سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پارسہ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل بھی کسی جگہ لکھا ہو تو ہم کو اس جگہ سے محبت ہوگی، چہ جائیکہ وہ جگہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ لگے ہوں اور اس سے بڑھ کر کوئی شے کا دین میں نہ ہوگا۔ اگاہا!"

پامید آنکہ جاں روتے سے رسیدہ باشند

پاشا اب آقا قش در پی رفی

مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہیں دیا اور اس کو اس کا بھی حق نہیں اور نہ ہم کو اور کسی کو یہ غلام ضروری ہے۔ ہاں اتنی بات کہانی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں مبارک عظمت سے پرورش کیا، اور نہ حضرت عمر صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سے مائتہ لا یصلح و تنصیح اللہ

فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج خدائی تھے جب انہوں نے پھر کے ساتھ یہ معاملہ طے ہو جاتا ہے کہ یہاں اس عقیدے کا خاتمہ عبادت پر گزرتا ہے اور پھر اس کا جواب بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر کے وفد و قیامات البیہ کا یہ نسبت دوسرے مسلسل بہت سے زیادہ ہونا مختلف ہوا ہو، پس غلط! اس آیت میں کا تعلق یہ زمانہ ہے قیامات البیہ سے اور جس چیز کو محبوب کے وفود سے تعلق ہو اس کا یہ مبینہ اتفان عینیت ہے۔ امر علی الدمار... (بخاری ص ۲۱۰)

سہ تو اس اعتراض... غلامی کا مسئلہ کیا اسلام میں قابل اعتراض ہے؟

جواب:

معاشرے میں اسلام کا یہ ختم ہے کہ اپنے قدامتوں کی ترغیب نہیں دے، مخالفین کو لوہا نہ لے زیادہ دکھائیں ہوں تو کچھ سزا دو۔ بھلا غلاموں کے ساتھ یہ بہتہ کوئی غیر مسلم کرتا ہے؟ غلام تو کچھ اور اسے ساتھ بھی کوئی ایسا برتاؤ نہیں کرتا بلکہ انہیں اپنا ہر اس قدر رعایت کے پھر بھی غلاموں کو اسلام کے مسئلہ غلامی پر اعتراض ہے جس جہاں کہ اسلام نے تو یہ وہاں کے ساتھ وہ برتاؤ نہیں کرتا ان کے وہ بھی ان کے ساتھ دیکھنا نہیں کر سکتے تھے۔

مسئلہ غلامی کی اسل

مسئلہ غلامی کی اصل یہ ہے کہ اس میں حقوق کی جان بچائی گئی ہے، کیونکہ جب ایک غلام مسلمانوں کے مقابلے میں کوئی شے کرے ہوا دوسرے کے برابر دیکھوں آوی مسلمانوں نے انہیں ان میں قید ہوں تو اب ہمیں کوئی تلافی دے کہ ان قیدیوں کو کیا کرنا چاہئے؟ ایک صورت تو یہ ہے کہ ان سب کو رہا کر دیا جائے، اس کا وقت ہو تا ظہر ہے کہ دشمن کے برابر دیکھوں کی تعداد کو پھر اپنے تو بچنے کے لیے مستعد کر دے، ایک صورت یہ ہے کہ سب کو فوراً قتل کر دیا جائے، اور اسلام میں ایسا ایسا جاتا تو مخالفین جتنا شور مچا، مسئلہ غلامی پر کرتے ہیں، اس سے کچھ زیادہ اس وقت کرتے کہ دیکھنے کو کیا سخت قسم ہے کہ قیدیوں کو فوراً قتل کر دیا گیا؟ ایک صورت یہ ہے کہ سب کو کوئی جیل خانے میں بند کر دیا جائے اور ان کو کھانا کوئی چیز نہ دیا جائے۔ یہ صورت کوہ آفتاب کی بعض مستعدانہ عقیدوں میں پیشہ ہے، خراس میں چند فریبوں میں ہیں، ایک یہ کہ اس سے سختی نہ آید، عقیم ہوتا ہے، اس سے کوئی کرنا خود غرضی کی صورت ہے۔ پھر انہیں خانے کی حفاظت کے لیے ایک خاص فوج مقرر کرنا پڑتی ہے، قیدیوں کی ضرورت ہے، اس لیے بہت سے ایسی باتیں

جاتے ہیں۔ یہ سارا عمل بے کار ہو جاتا ہے، سلطنت کے کسی اور کام میں نہیں دیکھتا قیدیوں کی خدمت کا ہو کر رہتا ہے۔

جینس میں رکھ کر راحت پہنچانا

پھر تجربہ و مشاہدہ ہے کہ جینس خانے میں رکھ کر آپ جا رہے تھے یوں دیکھتی ہی راحت پہنچ گئی، ان کی ان کو کچھ نہ دیکھ رہی تھیں، کیونکہ آزادی طلب ہوئے کا خیال ان کو اس قدر ہوتا ہے کہ وہ آپ کی ساری نگاہ و ادراک کو اپنے کار کھینچتے ہیں وہ سخت کڑا غرضی بھی ہو اور سب بے سود کہ اس سے دشمن کی دشمنی میں کمی نہ آئے۔ پھر قیدی خانے میں ہزاروں انھوں قیدی ہوتے ہیں اور سب کے سب علیٰ امر جتنی ترقی سے بالکل محروم رہتے ہیں اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے، اسلام نے اس کے لیے یہ حکم دیا کہ جتنے قیدی گرفتار ہوں، سب انھوں کو تقسیم کر دو، ایک حجر میں ایک غلام کا خرچ معلوم بھی نہ ہو گا اور سلطنت بڑے عظیم سے بچ جائے گی، پھر چونکہ ہر شخص کو اپنے قیدی سے خدمت لینے کا حق بھی ہے اس لیے وہ اس کو روٹی کی ترچہ جو کچھ دے گا اس پر سوال نہ ہیگا اور کچھ کچھ کہ جس شخص کو اسے کرنا کرنا کتنا چاہ بھی خرچ ہوتا، اب اس سے خدمت لوں گا اور اسے معاوضہ میں روٹی کی ترچہ دوں گا، پھر چونکہ سام کو چھپنے پھر نے سے تفریح کرنے کی آزادی ہوتی ہے، قیدی خانے میں بند نہیں ہوتا ہے، اس لیے اس کو اپنے آقا پر غصہ نہیں ہوتا، جڑ بیل خانہ کے قیدی کو یہ ہے جس حالت میں اکرا آتے تو اس کے ساتھ چھاسوٹ کیا تو اس کا دل میں کھرا نہ رہتا ہے، وہ اس کے کھرا نہ رہتا، اس کے غم و انوں کو ابنا غرا نہ کھینچے لگتا ہے۔ یہ سب باتیں ہی نہیں بلکہ واقعات ہیں، پھر اس صورت میں غلام علی اور تہ تی ترقی بھی تو کر سکتا ہے۔ کیونکہ جب کا کا لقا میں آجما ہو جاتا ہے تو آقا خرا چاہتے ہیں کہ میرا غلام بہت بڑا نہ ہو، وہ اس کو قصیر بھی دلاتا ہے، صنعت و حرفت بھی سکھاتا ہے، اپنے نچہ اساتذہ میں صد باطلہ اور ہدایا دیتے ہوئے ہیں جو اصل میں مال (آزاد و کر، غلام) تھے، غلاموں کے عقیدہ نہ تمام علوم میں ترقی حاصل کی، بلکہ غلاموں کو بغیر دفعہ ہادشا بہت بھی نصیب ہوتی تھی۔

محمد و غفر نوری رحمہ اللہ کا ایسہ واقعہ

مافان محمد و غفر نوری رحمہ اللہ دینی تھیں بہت دانا مگر کہتے ہیں کہ انہوں نے لکھو سے۔۔۔ غلام بھیجا ہے مگر تار میں ان کا ایسہ واقعہ تھا ہے کہ اس سے ان کی تمام دینی اور فطرت کا انکار ہو رہا ہے۔۔۔

یہ کارروائی کے ساتھ ان کی بڑاؤ تھا۔ ایک بار سلطان محمود نے ہندوستان پر حملہ کیا اور ہندوستان کے بعد قریب دو سو سالوں کے ساتھ قوتی کے لئے ان میں ایک عالم بہت بولہ ور اور شیوہ تھا، اس کو قزاقوں کے سلطنت نے جو ان کے علوم و فنون کی تعلیم دینی، عرب و تعلیم سے فارغ ہو، اس سے خصوصیت کے بعد سے وہ اپنے قوتی اور قوتی رات اس کو اپنے بڑے ملک کا سربراہ بنا دیا۔ اس کا پسوہ واری کی حیثیت اس وقت دیتی ہوئی تھی کہ اس کے بڑے اور دوست کی حیثیت دیتی ہے جس وقت سلطان نے اس کو اپنے پر بھاریا راتیں مرہرہر کہ تو وہ علم سے روئے، ایک سلطان نے اس کو اپنے وقت نوش کو اپنے وحم کا نام سے عرض کیا "جہاں بتو اس وقت تجھے اپنے عجیب کا ایک واقعہ یاد آ رہا ہے، یعنی یہ قدر و انانیت، یہ مردان آئیے، شہر میں جس وقت ہندوستان میں رہتے تھے، آپ کے حلقوں، اس کے بعد کے بعد تھے۔ وہ ان کی عمر میں اپنے خوب کو آپ کا نام لے رہا۔" واری کی عمر، جیسا ہوا ہے، رات کو کرتی ہیں، ان کی عمر بھی مجھے اتنی عمر آپ نے اس سے فرمایا کرتی تھیں۔ میں سمجھتا تھا کہ اس علم و حکم و آئینہ کا یہاں ہوگا، حتیٰ کہ آپ نے خود اس کے ملک پر ملایا اور اس قوتی کے آپ کا مقابلہ کیا۔ اس میں یہ کام ہوا، جو اس وقت تک میں آپ کے لئے سے بھی نہ تھا، پھر اس آپ کے ہاتھوں قیدی ہوا، تو یہ کہ جو یہ بھی نکل گئی کہ میں جب عرض میں خود نے انہوں کی روایات سے خلاف میرے سہرہ کیسے بڑا ہوا، کہ آج سے ہر پرانی سلطنت دیکھو یہ رہا ہے، اس وقت میں سن کر کہے رہے تھا کہ اس کی عمر یہ کہانی ہوئی تو میں اس سے کہتا کہ جو یہ کہتا تھا، میں کو اس کا جواب دیتی تھیں۔

قلامی کا سر شمرے

[illegible]

”مفتی محمد زکریا کی کج دوا اور کھانا خورد و خاشاک نوشہرہ سے ہاتھوں سے پیچھے ہیں۔“
اس کے علاوہ: ”یار ماریت جو کہتی ہے: ”اے محمدوند! غلامت سے بچاؤ، یہ بھیجیں جو ایک مصلحت

اسلام نے غلاموں کے ساتھ نہی کرنا آگیا ہے اگر کسی ایسا آدمی اس کے خلاف عملدرآمد یا خود اپنے فعل کا خود زمامدار ہے اس پر اسلام سے اعتراض نہیں ہو سکتا۔ (ایضاً ص: ۵۵)

آنحواں، اعتراض، ... اسلامی تحریکات پر اعتراض اور اس کا جواب

آج کل متحدہ اقوام نے قدم قدم پر انسانیت کی جگہ بچانی جو بچائی ہے، یہ بھی منت مولا کی ہے، کیونکہ اس میں روح نکلنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ہوتا اور نکلنا نہیں چاہتے کہ راستہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس میں ترچے کی وجہ سے زبان یا ہر نکل آتی ہے اور صورت نکلتی جاتی ہے اور ان سے زیادہ متحدہ اقوام نے ایسا ہی کرتی تحریکی ہے جس پر مٹنے ہی یہ متحدہ میں جان نکل جاتی ہے۔ یہ معلوم اس میں کسی شش ہوگی؟ اور روح پر کیا کر رہی ہوگی یا مگر چونکہ یہ مٹنے والوں کو اس تکلیف کا احساس نہیں ہوتا اس لیے یوں سمجھتے ہیں کہ اس میں تکلیف نہیں اور نکل میں اللہ کے ترچے اور سر نکلتے، دونوں پہنچے مگر سامنے نہ ہوتا ہے، اس لیے اس کو خوشی دیکھتے ہیں، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ جانوں کو کہ تم نے اپنی رشتہ کر لی، تمہارے سامنے بھیانک منظر نہیں ہے وہاں لیے اس سے قیاس نہ کر لیا کہ جب میرے سامنے بھیانک منظر نہیں تو قطع میں بھی کچھ تکلیف نہیں، مگر یہ تو اس میں اصل الشک ہے اور یہی اصل ہے تمام عقیدت سے لے کر ان کی جو پر نظر سے غائب ہے اور ان کے نزدیک معدوم و محض ہے، انہوں نے ہم مشاہدہ کو مدد معنی کی دلیل بنا لیا ہے، اساتذہ، عربیہ کام نہ دیکھیں ایک عرصہ تک نہ ہوا تھا تو کیا وہ اس وقت بھی معدوم، صحت تھا؟ وراثت کا اعلان ظاہر ہے تو اب اس سوال کے کیا معنی؟ بہت دور رخ اگر کوئی چیز ہے تو دور سم کو نظر نہیں آتی؟ تم کو نظر نہ آئے ہے یہ کیونکر لازم آیا کہ وہ معدوم ہیں؟ وہی طرح تم کو اگر بچائی یا برقی کسی نہ سراسر تکلیف کا منظر نظر نہیں آتا تو اس سے یہ کیونکر لازم آیا ہے کہ مرنے والے کو بھی تکلیف زیادہ نہیں ہوتی؟ بالکل قطعی کا قطع نہیں تو یہ ہے کہ جس میں مرنے والے کو کم تکلیف ہوتی ہے اور ان جذبہ جانوں میں زیادہ تکلیف ہوتی ہے، کیونکہ سوئے نام ہے زہریلے روح یعنی جان نکلنے کا اور جن خطرہ حق میں جان نکلنے کا راستہ پیدا کیا جائے، مقتضائیں میں سہولت سے جان نکلے گی اور جن صعوبتوں میں صعوبت کو روکا کر جان نکلے جانے میں سخت تکلیف سے جان نکلے گی، اور پر لہجہ کی۔

شریعت کی قدر و قیمت

یہاں سے شریعت کی قدر و قیمت ہے کہ اس نے مجرم کے ساتھ بھی انسانیت کیا ہے اور اس کی آسانی کی رہایت کی ہے کہ اگر اسے قصاص کا امر کیا ہے وہ بائیں کہ اس سے دیکھنے والوں کو وحشت

ہوئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس غرض کے لیے قصاص مشروہ ہوا ہے، یہ اللہ سے ہے جو غرض کے حصول میں معین و مددگار ہے، یعنی رجز و تہنید سے اسے اللہ تعالیٰ کو یہ شخص ناقص ہوا ہے۔ ہر ذرا تم پر اللہ تعالیٰ نے سزا رکھ دی ہے اور جو صورتیں اللہ تعالیٰ نے تجویز کی ہیں، اس سے دور رہو۔ رجز و تہنید نہیں ہوتی، یہ سخت ہے مگر یہ ایک شخص کو ہی ہے، یہ اللہ سے ہے۔ اس اور اللہ سے کہہ کر مارا جائے۔

حضرت شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "وَأَقْبَلْتُمْ وَأَسْمَعُوا الْقَوْلَ إِذَا دُعِيتُمْ لِوَاحِدٍ مِنْكُمْ أَوْ لِمَا يَمْلِكُ مِنْكُمْ فِي الْأَمْرِ" (اور تم اپنی جگہ سے اٹھ کر آؤ اور اس کی بات سناؤ جو تم میں سے کسی ایک کی یا اس کی بات جس کی تم پر قیادت ہے)۔

نواں اعتراض : کیا جنت و دوزخ کوئی چیز ہے؟

مفسر قرآن کا خیال ہے کہ بہت دور تک کوئی صحیح مفسر نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ وہ زمانہ ہے جسے کہتے ہیں، آخر زمانہ ان دنوں کا یہ دنوں ہے کہ قرآن میں عقلی و عہدیں پوری ہزاروں علم و حکمت اور حقیقت پر ہیں۔ یہ سب باتیں ہیں جیسے ہوس کو دلو جاتا ہے کہ چپ دراز آجائے گا۔ ایسے جتنے انداز بہت اخیر دیوان کیسے کہتے ہیں۔ یہ بھی نہیں بچا۔ یہ بیجا کہ چوسا گیا لایا کرتے ہیں۔ مگر ان لوگوں سے جو وہاب میں کتبوں کو الٹی کرتے ہیں وہی حاکم نے عام میں ہزار بھی حکمت عرب ہے۔ چہ جائیکہ انصاف انہیں کے کام میں ہو۔ یہ ان لوگوں کی صورت میں ہوتے ہیں اور خدا کی رحمت سے وہ نکل رہے۔ تعالیٰ اللہ عز و جل۔ (نور اللغات ص ۱۷)

انکسین اگر توجہ بھی نہ کر لے جائے کہ حسد اور انشائیں ترغیب و تہذیب کے لیے سزاوارہ تحریک ہیں۔ یہ بھی ممکن اور فہم ہے کہ اسی وقت تک جو سنی ہے جسے تعدد کہ خواہد ہو چکا ہے وہ نہ ہو۔ یہ انکار ہے کہ بعد اسل میں معلوم ہو رہا ہے کہ یہ ترغیب اور تہذیب ایک حق و عقلی امر ہے۔ فحوت اشراق اور بہت بظاہر نہیں ملتی۔ چنانچہ ان آدمیوں کا اس سلسلہ میں مصمم رہنے اور جوشی کرنا کہ حسد و ہوشی ہوتی چیز نہیں ہر پانچواں ہے۔ انہیں اس قوم کے خلاف جانے سے باز رکھنا ہوتا ہے۔ انہیں ترغیب کا وسیع آگاہ ہے جس کے کام ان کے لیے ہے کہ انہیں ترغیب و تہذیب اور تحسین و تہذیب کے

ان وعیدوں اور انت کاموں کے بیان کرنے سے ہے کہ لوگوں کو تکلف و متعہ نہایا جائے، اور ان صورت میں ہرگز نہیں حاصل ہو سکتا، یہ شخص جس کا ان وعیدوں کے بارے میں ایسا خیال ہے کہ یہ غیر واقعی ہیں، ایسا اور کب جہنم میں داخل ہوگا، اول قرینہ سب کے سامنے جو چاہے گا کہے گا، اگر سامنے کرنے میں کسی کا پس و ناظر ہوا تو تنہائی میں بالکل نہ چوکے گا، مگر فرض کرو کہ ایک شخص اس خیال کا جھٹل میں ہے اور وہاں ایک دوسرے شخص بھی ۵۰ جوڑ ہے، سوئے ان دو شخصوں کے دوسرے کوئی موجود نہیں، نہ پولیس چوکی اور پیرہ، اب فرض کرو کہ اللہ تعالیٰ سے اس دوسرے شخص کی موت آگئی، اور اس کے پاس ایک لاکھ روپے کا نوٹ ہے اور اس کے کاغذات سے اس کا پتہ بھی معلوم کر لیا کہ فلاں خاندان کا بورڈ فلاں شہر کا باشندہ ہے اور یہ بھی اسے خبر ہے کہ اس کا وارث ایک چیمپ ہے، یہ سب کچھ ہے، مگر جس اللہ کی کسی کو خبر نہیں۔ یہ شخص کہاں مرا؟ اور اس کے پاس مرتے وقت کیا سامان تھا؟ نہ کوئی دعویٰ کر سکتا ہے، نہ قدر چلا سکتا ہے، اہل عیال کی ایسی حالت میں یتیم بچہ تک راہ پر پہنچا دینے پر کوئی خوف اس شخص کو بجز خوف خدا، عذاب آخرت کے مجبور کر سکتا ہے؟ اور اگر ایسا شخص جو وعید الہی کو محض تحریف سمجھتا ہے، اس روپے کو اصل وارث تک پہنچا دے گا؟ ہائوس میں ایسی صورت میں کہ اس روپے کی حاجت بھی ہو یہ ایسی شخص کا کام ہے جو خدا کے تمام وعدے (یعنی کوئی سمجھتا ہے اور اس کے دل میں عذاب آخرت کا خوف ہے، اس گندے عقیدے سے جہاں مصالح شرعیہ بر باد ہوئی ہیں، مصالح تمدنیہ بھی بالکلیہ فوت ہوئے جاتے ہیں، اب آپ کو معلوم ہو کر کہ تمہارے لیے مذہب کی کس قدر ضرورت ہے، صرف حکومت سے تمہارے ہرگز کوئی نہیں ہو سکتا، یہ نہ حکومت کا ذریعہ محض ظاہر تک منحصر ہے، دل میں شائستہ اخلاق مذہب ہی سے پیدا ہو سکتے ہیں، مجھے غصہ حیرت ہے کہ تمہارے مذہبی مذہب کی ضرورت سے یوں واقف ہیں؟ اگر تمہارے کوئی ضروری چیز ہے تو مذہب اس سے پہلے ضروری ہوگا، مذہب کی ضرورت نہ مان کر کوئی تمہارے قائم کرنا چاہے تو ناممکن ہے، دعویٰ تمہارے بعد مذہب سے! پر وہی کرنا ایسا ہے کہ۔

کچھ بہتر شرح دین کی رہے

خداوند ہستان محمد کرد و دیہ

تو یہ لوگ جس تمہارے کی شرح پر بیٹھے ہوئے ہیں اسی کی ہڑکات رہے ہیں۔ وہیں عجیب بات ہے کہ قرآن سے تو ضرورت تمہارے بات کی چلتی ہے اور فعل سے اس کی نفی کی جاتی ہے، غرض آپ کو معلوم ہو گیا، دیکھا کہ جنت و دوزخ کی چیزیں ہیں۔ (وعظ شعبان، ایمان، ص ۸۸)

سوال: اعتراض..... مسلمان کیا رسول اللہ ﷺ کو خدا تعالیٰ کے برابر سمجھتے ہیں؟

جواب:

شاہد کسی مخالف کو پرشہ پر کہ یہ مسلمانوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدائے تعالیٰ کے برابر ہیں، انہوں کو سمجھنا چاہیے کہ عبادت میں مسلمانوں کے نزدیک خدا کا کوئی شریک نہیں، جسے دار بھی اس میں شریک نہیں، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم و پیغمبر کریم اللہ تعالیٰ کی زندگی میں با نثر خدا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو عبادت چاہتا ہے، مگر احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے، نہ اس لیے کہ آپ شریک فی الہیہات ہیں، بلکہ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں، وہ سب خدا کی طرف سے پیغام ہوتا ہے تو آپ کا فکر و حقیقت آپ کا حکم نہیں بلکہ پیغمبر ہونے کی وجہ سے خدا ہی کا حکم ہے، اس لیے یہ کہا جاتا ہے کہ آپ کے احکام کی اطاعت خدا کے احکام کی اطاعت ہے۔

(مس ۱۱۴۴ھ)

"مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ طَاعَ اللَّهَ"

اگر اس کی انہی مثال ہے جیسے بادشاہ و زیر و تسلیم دیتا ہے کہ رعایا میں یہ جو قانون شائع کر دے، جس اس دولت و زیر کی زبان سے جو قانون شائع ہو رہا ہے، وہ درحقیقت بادشاہ کا حکم ہے، اس لیے زیر کی اطاعت حیدر بادشاہ کی اطاعت ہے، مگر اس سے ہرگز کوئی شخص یہ نہیں سمجھتا کہ زیر بادشاہ سے برادر ہو گیا اور ان کو کوئی شخص ایسا سمجھنے لگے اور آجہدہ ہو جائے، بادشاہ کے تخت و تاج سے وزیر کی کرسی کو بوسہ دینے لگے تو یقیناً وہ محسوب ہو گا، مگر اس طرف اس کا تعلق نہیں ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ دلیل تہرہ سے برابر ہو گیا کہ تہرہ کی جو نیاد کا مکتب ہو جائے کہ اس میں جو چاہے تصرف کرے، ہرگز نہیں، ایسے مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو خدا کی اطاعت ہی معنی میں کہتے ہیں، جیسے وزیر کی اطاعت بادشاہ کی اطاعت ہوتی ہے اور وکیل کا قول مدظل کا قول ہوتا ہے، انوب سمجھا کہ اس سے شرکت و مساوات ہرگز لازم نہیں آتی، مگر انہوں نے یہ کہنے کا مقصد اعتراض کرتے ہوئے مسلمانوں کی حقیقت کو ذرا نہیں سمجھتے ہیں اور اگر سمجھتے ہیں تو ان کا اعتقاد اس کا شخص جس سے دور و مسکن اسلام پر کوئی اعتراض بھی دار نہیں ہو سکتا۔

(محاسن اسلام ص ۲۰)

گیارھواں اعتراض ... رسول اللہ ﷺ کا اشاعت اسلام سے مقصود

کیا اپنی تعظیم ہے؟

جواب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقصود شاعت اسلام سے اپنی تعظیم کرنا نہ تھا، کیونکہ جو شخص جو جتنا چاہتا ہے وہ خود اس کی کوشش کرتا ہے کہ لوگ میرے سامنے بغیر ہرگز نہ آئیں، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تہہ نہ کرنا چاہتے تھے اور آپ نے ان کو اس سے منع کیا اور اس سے منع ہی نہیں کیا، بلکہ اپنا دئی ہونا اس پر خارج فرمادیا، مگر پھر بھی بعض جماعہ نے انکارِ حق تعالیٰ سے اللہ حید و سلم پر اعتراض ہے کہ خود ایا اللہ! آپ بڑا بڑا چاہتے تھے اور دلیل میں یہ دیکھنا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے موقع پر ایف سکا ہی کر اپنے سامنے مبارک دے دیے تھے کہ مسلمانوں میں ان کو تعظیم کرنا، اس پر وہ جانش لگتا ہے کہ دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے تعظیم کرائے تاکہ لوگ اس کو سمجھ سکیں کہ تعظیم سے انھیں روک دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا ہتھیار یا اسلحہ خدا کی آیت کل کی خبر دھڑل ہے۔ انھوں نے اس شخص کو عروت و محبت کے سنی میں بھی فرق معلوم نہیں، اتنی کفار کو محبت و عشق کا یہ کام نہیں لگا رہا، مگر وہ ایسے واقعات کی حقیقت نہیں سمجھتے،

جی تو یہ چاہتا ہے کہ ان لوگوں کو جواب بھی نہ دیا جائے اور یہ کہہ دے۔

یاد ملی ہوئیہ امراء عشق و سستی

میرا ہر تہہ و تہہ دور و دور خود پرستی

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حاس

نہ میں جبراً اس کا جواب دیا جاوے، تاکہ کسی مسلمان کو اس اعتراض سے شبہ نہ ہو، اس جواب سے تسلی حاصل کر سکے، ہاں یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں کو ہاتھوں میں تعظیم کرائے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں میں بال تعظیم کرائے تھے، جس کی محبت کی یہ حالت تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہضرت سے عقیدہ و تہوہ ایکہ نظر بھی

زمین پر نہ رنے دیتے تھے، بلکہ آپ کا تھوک اور سارا اضموکا پانی اپنے ہاتھوں میں لے لیتے تھے، من کو سنتے آنکھوں سے مجھ لے تھے اور ہر شخص اس کی کوشش کرتا تھا کہ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اضموکا پانی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھوک میرے ہاتھوں میں آئے، چنانچہ اس کی کوشش میں ایک دوسرے پر گر پڑتے تھے اور ان کی محبت کا یہ حال تھا کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے گھومائے اور اس کو خون ایک مچھانی کو دیا کہ اس کو کسی جگہ اٹھائے سے دفن کر دو، مچھانی کی محبت سے گوارا نہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون زمین میں ملن یا جائے انہوں نے اٹک جا کر اسے خود پی لیا اس پر یہاں اعتراض نہ کیا جائے کہ (نعم و بالہ) صحابی رضی اللہ عنہ بہت ہی بے مروت تھے کہ تھوک ملتے ہوئے اور خون پیتے ہوئے تمہیں نہ آتی تھی، بات یہ ہے کہ ان امور کا تعلق عشق و محبت سے ہے اور اس کی حقیقت عاشق ہی سمجھ سکتا ہے جس کا مذاق یہ ہے:

غیرت آں چشمِ برم روئے تو دیدن نہ ہم
موش را نیز حدیث تو شنیدن نہ ہم

محبت کا اثر

صاحب اگر وہ آپ کو بھی کسی سے عشق ہو اور تو آپ کو معلوم ہو اور نہ کہ اس کا حق بعض قدر محبوب کی زبان اپنے منہ میں لے کر چومتے اور عشاقی احباب دیکھن محبوب کی بددعا میں دفتر سے دفتر شمار میں لکھ جاتے ہیں، ہر کہ یہ بددعا میں ہیں؟ ہر لڑکیوں اور یہ سب کچھ چیرا تو سمجھتے کہ ساری دنیا بے حس ہے، لہذا نہ محبت میں ہر شخص بھی کرتا ہے، کوئی عاشق اس سے بچ ہوا نہیں، وہی طرح اگر کسی سے محبوب کے بدن سے خوب بچے تو عشاق اس جسم میں لگا کر فون چومتے ہیں تاکہ محبت کو رخم کی تلخ کا احساس نہ ہو، یا مروج نے، معلوم ہوا کہ خون چون بھی کوئی تمہیں کی بات نہیں، عاشق کو اس سے جو حظ ہوتا ہے، اس کے ر سے چا پہننا چاہئے، پھر جب ارقی الہی محبوب کا احباب و ان اور فون تمہیں کی چیز نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھوک اور نہایت اور فون کو نظر میں لی چیز ہو سکتا ہے؟ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات تھی کہ قدرتی طور پر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام بدن خوشبودار تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں وہی قدر خوشبو تھی کہ فطر کی خوشبو اس کے سامنے بے حقیقت تھی، آپ کا احباب دیکھن نہایت خوشبودار اور شیریں تھا، لیکن حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا تھا تو ایسی چیز سے کون محبت کرتا ہے؟ مگر کمال کو ان اور کی کہاں خبر؟ ان کو عشق و محبت کی ہو گئی ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے اعلان ہے !!!

صحابہ رضی اللہ عنہم کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

بہر حال صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے عاشق تھے کہ دھوکا چلی زمین پر نہ کرنے دیتے تھے اور اس کو ہاتھوں ہاتھ لیے کے لیے ایک دوسرے پر کھڑے ہوتے تھے تو ایسا جماعت سے کیا یہ امید تھی کہ وہ آپ کے ہاتھوں کو زمین میں دفن ہو گئے؟ کیونکہ یتیم بادل کا درجہ ہضہ کے پانی سے زیادہ تھا اس کو کھنکھس جسم سے جھپٹ (حلاط) ہوا تھا اور یہ تو بدن کا جزا ہے، پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بالوں کو دفن کر دیتے تو کھنکھاس صحابہ زمین میں سے ان کو نکالنے کی کوشش کرتے۔ پھر اس میں ہر شخص یہ کوشش کرتا کہ میرے ہاتھ میں زیادہ بار آئیں، تو ایک دوسرے پر کھڑے اور جب نہیں کہ قال کی نوبت آ جاتی، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح قال سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پرہیز کے لیے اپنے بال خود ہی تقسیم کر دیے اور دفن نہ کرائے، بتلائے کہ اب اس میں کیا اشکالی ہے؟ نہیں معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بالی تقسیم کرانا اپنی تنکیم و عبادت کے لیے تھا، بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت پر نظر کرتے ہوئے ان کے نزوح و فتن کے دفع و رفع کرنے کے لیے تھا، اگر معاذ اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ دور اور بھی لازمی دیکھ کر قابل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پر نہ تھے، نہیں تقسیم کھانے کھایا کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خوانہ جمع ہوتا مگر تاریخ شاہد ہے اور احادیث میں صحیح طریقے سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس سونا جھوٹا ہوتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانات سب کچھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کار

یہ نہیں کہ آپ کے پاس مال آتا نہ تھا، نہیں! بعض جنگوں میں اتنا مال آیا کہ اس کا شمار نہیں ہو سکتا تھا، بکریوں سے جنگل کے جنگل بھر گئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب بکریاں ایک اعرابی کو اس کے سوال پر بیع فرمادیں اور وہ اس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی سو کھیں، کوہ سحر و عمارت فرمائے جب بحرین کا جزیرہ آیا تو اتنا دیکھتا کہ مسجد کے اندر سونے کا ڈھیر بک کر گیا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی دیر میں سب کا سب بھجوا دیا کہ وہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تقسیم فرمایا اور اپنے واسطے ایک درہم بھی نہ رکھا، تو کیا بڑا اہل چاہنے والا! یہ گوارہ کر سکتا ہے کہ خود خالی ہاتھ رہے اور حقوق کو مال مال کر دے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ رداست میں جب چلتے تھے تو صحابہ رضی اللہ عنہم سواری پر سوار ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ساتھ

بھی نہ کرے، یہاں سے ان لوگوں کی غلطی معلوم ہوگئی جو محض توحید و نہایت کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ تصدیق رسالت کو ضروری نہیں سمجھتے، انہوں نے مسلمان میں بھی بعض لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف توحید کی تعلیم کے لیے آئے تھے، نہ جو شخص توحید کا اقرار کرے وہ نجات پالے گا نہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار نہ کرے۔ یاد رکھو! یہ قول بالکل باطل ہے، نجات پر ان تصدیق رسالت کے ہرگز نہیں ہو سکتی، جس طرح توحید رکھ کر ایمان لانا ہے، اسی طرح تصدیق رسالت بھی رکھ کر ایمان ہے، لوگوں نے اس آیت سے اٹھ کر دینا چاہا ہے۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ مِنَ الْإِنِّ بِاللَّهِ وَالْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَاعْبُدُوا عِندَ مَا لَكُمْ فَلَئِنَّ أَكْثَرَهُمْ بَعْدَ ذَٰلِكَ لَكَاذِبُونَ“ (البقرہ: ۱۷۶)

”جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی اور نصرانی ہیں اور جو صابئی ہیں (ان میں سے) جو کوئی بھی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے اور اپنے کام کرے (قانون شریعت کے موافق) ایسوں کے لیے ان کے چہرہ درکارے پاس حق اللہ مت بھی ہے اور وہاں ان پر کسی طرح کا عذاب نہ بھی نہیں اور نہ مغموم ہوں گے۔“

اس آیت میں تصدیق رسالت کا ذکر (تہہرا) نہیں ہے، بلکہ سب فرقوں کی نجات کا وعدہ اور صرف ایمان، عمل اور ایمان بالآخرت قرار دیا گیا ہے، اس سے بغض اول کے اس غلطی میں ذال چاہا ہے کہ نجات کے لیے تصدیق رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت نہیں، جو اب اس کا یہ ہے کہ ایمان باللہ و ایمان بالآخرت بغیر تصدیق رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تحقیق ہی نہیں ہو سکتا ہے، پس یہ کہنا غلط ہے کہ یہاں تصدیق رسالت کا ذکر نہیں۔

ایک واقعہ

تفصیل اس سے جو باب کی ۱۰ ہے جو میں نے ایک اپنی ٹکٹ سے کیا، کبھی تھی، وہ بندہ خدا بھی اس غلطی میں مبتلا تھے، ویسے بڑے نیک پابند مومن، صلوات اللہ علیہ، مگر شیطان نے ان کے دل میں یہ دوسرا ذال رکھا تھا کہ نجات کے لیے صرف ایمان باللہ کافی ہے، تصدیق رسالت کی ضرورت نہیں، واقعی یہ وہی علم دین کے کامل احکام نہیں ہوتی، عقائد بھی درست نہیں ہوتے، انہوں نے آقا کل لوگوں نے انگریزی پڑھنے کو بھی علم سمجھ لیا، ہے، جس دو ایسا ہی علم ہے جس سے وہ یہ پیچہ معلوم ہو جاتا ہے، خدا اس سے معلوم نہیں ہوسکتا، میں نے اپنی صاحب کو کہا کہ تم بھی ایک ایمان باللہ کے صرف یہی معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو موجود نہ لے، کیونکہ وجود کا انکار مشرکین بھی نہیں کرتے، بلکہ ایمان باللہ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو صفات کمال سے متصف اور صفات نقص سے منزہ سمجھو،

اب میں نے سوچا کہ میں نے اپنے دوست محمد قاضی سے جس نے سرحدوں کو جوڑ دیا تھا
 مانا تو حیدر کے لیے ضروری ہے اور وہ نے قص میں ایک شخصیت کو ب بھی ہے جس سے خدا کے
 تعالیٰ کو ان کی سچائی، رحم ہے، ایک مقدمہ موقوف ہوا اور اس مقدمہ میں یہ ہے کہ قاضی قمر ان میں
 فرماتے ہیں۔ (محمد رسول اللہ اور قرآن کا کام ہی ہوتا ہے) اس وقت یہ ثابت ہے تو اس نے ان کو بھی
 حق سمجھا اور آپ ہے، میں جانتا ہوں کہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اللہ ان کے خدا تعالیٰ کو کہ آپ کو تو
 ہر اللہ تعالیٰ نے کہا ان ان کی ان کی نبی غارت ہو گیا کہ خدا کے تعالیٰ پر ایمان لانا ہوتا ہے محمد پر
 رسالت کے شخص نہیں، جس نے یہ بھی کہا ہے کہ ہر آپ کے لیے اس مہمان کی صلیت ہے، ان
 دیکھیں ان کے پاس کوئی نہ آپ نے کہ، پھر خدا نے ان کی عصا، ان کی جھنڈی بھی سے ملے گی
 تھے، اس وقت ان کا شبہ بھی، فی ہر ہر کو تھا، پھر اس طرح تھا کہ چاہا ہوا اس کو ب سمجھو، یہ حق حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کے تعلق کے ہوتے ہر کو میں ہر تعلق ہے۔

ایک قاضی کا قصہ

ایک شخص نے یہ کہ ایک شخص نے کو ب، میں تھا میں نے قاضی کا کام کیا انہیں چاہا، تو ان کو انوار
 یہ سمجھتے تھے کہ وہ بک جائے، ہر قاضی کو بکے تو اس شخص کے خیالات تھے فلسفیانہ مرقا
 میں مسلمان کہلاتے تھے، آپ کو کہ ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت تھی یہ کوئی نہ سمجھتا
 میں نے اللہ علیہ وسلم سے ہر وقت یا کہ حضور قاضی شخص کا کیا میں نے آج سے کسی شخص پر مسلم کے لیے یا
 کہ وہ ان میں سے کو بکے، دست میں ہوا، چاہتا تھا کہ میں نے ہر بات پر ان کے ہر قسم میں چھٹک، یا تو
 وہ وہ ہر وقت، دست میں ہر سے تعلق کے کوئی میں چاہتا، تو اس آپ سے اللہ علیہ وسلم سے ان کے
 لیے اور قاضی ہر میں میں کو بکے، ان کے قاضی میں وہ ان آپ کے دست کے کوئی شخص کو بکے، ان
 بکے ان سے بھی، وصوف نہیں ہو سکتا، ان کا حضرت شیخ عبدی اللہ نے فرماتے ہیں

چند، عبدی کے، اور عبد
 تو اس وقت، میں نے، میں نے
 معاف، قاضی، میں نے، میں نے
 ان کو بکے، عبدی کے، عبدی کے

یہ تو ان کے دست سے ہو رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلق سے ان کو بکے، تو ان کو بکے، تو ان کو بکے
 و تعلق والی، ان کے ان کے ان کے ان کے

تمہارے بھائی کے لئے
 کہ وہ چھوٹے

● **●**

ضموني امامتكم لاسلام الاله
من العتبات ركنا غير منهم

في سنة اربع مائة و الف و اربع و ستين

تیر ہواں اعتراض... تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو معراج جسمانی!

جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج و سقوط یعنی عروج آسمانی کا انکار کرتے ہیں اور اس معراج کو منہائی (غائب) یا منکفی مانتے ہیں، سو یہ بالکل افسوس کے خلاف ہے، بلکہ احادیث مشہورہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر تشریف لے جانا ثابت ہے اور یہی واقعہ جس تشریف لے جانا میں قرآنی ہے ثابت ہے جس کا انکار یا تاویل نہ کرے اور بتا دے کہ یہ صحت میں منکر ہیں معراج آسمانی کے پاس پھر دلائل تو کھلی ہیں، کیونکہ عقل، عقلی و اسل ٹو ہے کہ اگر اسے انفلک میں خرق و التماس (پھنسا ورنے) لازم آتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے پاس خرق و التماس کی کوئی دلیل نہیں اور جب وہ ازل میں کریم کے ہوا، وقت ان میں، اللہ ہم ان سب کا عالم اور بالکل ہوا کا ہر کردار میں تھے۔ چنانچہ متکلمین اس سے نہ رخ مٹتے ہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا قبضہ احادیث میں آتا ہے کہ آپ اتنی جلدی سے عروج و اسقاط سے فارغ ہو کر اسی آسمان تک بھی نہ ہوئے پانی بھی یہ کمال، اس سے بے کمال ہے نہایت ائمہ متقدمین تک اور پھر اہل سنت و جماعت میں آپ سے کراہیں اور یہ سارا قصہ ایک رات کے تھوڑے سے حصے میں ہو جائے، بلکہ کہتے ہیں کہ اس میں استحالہ (محال ہونا) کی کیا بات ہے؟ اس اعتبار سے جو کہتا ہے، وہ بھی بطور تمام کے اس طرح نہ فرما رہے کہ قبضہ نے نہ ایک زمانہ و حرکت فلک و افلاک کا نام ہے، چنانچہ چار دہائی اور دن کا آسمان طوع و خرب ہونا یہ سب حرکت فلک و آسمان سے مراد ہے۔ اگر حرکت فلک معقوف ہو جائے تو جو وقت موجود ہوگا، وہی رہے گا، اگر دہائی موجود ہوگی تو دہائی ہی رہے گی، دن موجود ہوگا تو دن ہی رہے گا تو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے اس رات حرکت فلک کو تھوڑی دیر کے لیے موقوف کر دیا اور اس میں پھر خواب نہیں، سوز و محبان کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے دنیا میں بھی چاق و کاغذ ہے کہ سب بدعات کی ساری اچھی سے تو بیک پر دوسرے کا چلانے کا دیکھا جائے، یہ حیرت و آواز آگے تو ایک دن رکھا کہ پچیس کے سابق

لوگوں کو سب پر چلنے سے روک دے ہیں، اس وقت سبک پرست کا چھایا ہوا چہرہ معلوم ہوا تو جواب حسب کی سوامی نکلنے والی ہے، وہی طرح حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غصبتِ ظاہر کرنے کے لیے وکرہٴ حسان اور چاند سورج سب کی حرکت کو اس رات کچھ دیر کے لیے بند کر دیا کہ جو چیز جہاں سے ہیں وہیں رہے، ایک آفتاب جس جگہ تھا وہیں رہا، اور ستارے جہاں تھے وہیں رہے، اُنہی انہی جگہ مت بٹھنے پاؤ، اس میں کیا عجیب ہے؟ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم صوفیوں سے فارغ ہوئے پھر غلبہٴ کبر حرکت کی اجازت ہو گئی تو اب ظاہر ہے کہ حرکتِ فلک جس جگہ سے موقوف ہوئی تھی وہیں سے شروع ہو گئی، تو آپ کی یہ سچ چاہے جتنا بھی وقت صرف ہو، وہی ہو کر دنیا والوں کے احوال سے سارا قدسِ الٰہی ہی رات میں ہوا، کیونکہ حرکتِ زمانہ اس وقت موقوف ہو چکی تھی، اب اگر کوئی وہ امرِ شکیستہ افروغ ہو کر چل کر دے تو وہ اس کے منہ پر ام کو طابت کرے، ان شاء اللہ ایک دلیل بھی قائم نہ کر سکے گا، اور عاقلانہ جواب اس سوال کا اٹھائی نے دیا ہے:

تین دو کہ صافی از جان مت
اگر آمد شد بیک دم روست

یعنی یہ بات سب کو معلوم ہے کہ خیالِ انسان ذرا سی دیر میں بہت دور پہنچ جاتا ہے، چنانچہ آپ اسی وقت حشر کی تصویر کیجئے، تو ایک صف سے بھی کم میں حشر پر خیال پہنچ جائے گا، خیال کی حرکت بہت سریع ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خیالِ روح کی ایک قوت ہے اور روح نہایت لطیف ہے، چنے سے اور ادویات کی طرح کثیف نہیں، اس لیے اس کی یہ سب کوئی حاجب، بغیر نہیں ہوتا، جو اس کا قیام فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک تو ہمارے خیال سے بھی پاکیزہ تر ہے، جب خیالِ ذرا سی دیر میں کسی سے ٹکرا پہنچ جاتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اظہر ازین سے روشن اور وہاں سے طرحِ نکلے ذرا سی دیر میں جو تو نے تو اس میں عجب کی کیا بات ہے، ایک دلیلِ ظاہر یہ پیش کیا کرتے ہیں کہ: واسطے حقیقت سے وہی جو علماء سے اس میں ہوا نہ ہونے کے جب کوئی شخص زندہ نہیں رہ سکتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اگر گزرتے تو زندہ کیسے رہتے؟ اگر انہوں نے یہ دیکھا کہ بعدِ تعلیم اس (مذکورہ) کے یہ اسی وقت ہے جب قلنسہ (سائیں لینے والے) کو اس میں پکڑ لے لے (ختم تا) لیکن ہو، چنانچہ آٹک کے اندر سے اُس جلد کی جلدی پکڑ کو نکالا جائے تو آٹک کا اثر نہیں ہوتا، یاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت رست سے ساتھ اس ظاہر سے گزر جائیں تو وہ ستر قلنسہ میں سوئے نہ ہو، اور لیل علی ان ستر بن سے پانچ حضرت حاضر نہیں اور منہا کا تو کی ہے۔

”وَاللّٰهُ مَا يَفْقِدُ حَيْثُ مَحَلَّتْ صَلَاتُہٗ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةِ الْاَسْرَاءِ“

کہ بخدا شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم منقطع یعنی غائب نہیں ہوا اس کا جواب لوگوں نے یہ دیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گئیں انھیں اس وقت ان کی عمر بہت ہی کم تھی، شاید چار پانچ سال کی ہو اور اگر معراج کی نبوت صحت پائی جیسا کہ زہری رحمہ اللہ کا قول ہے، تو وہ اسی سال پیدا ہوئی ہوگی (جامع) اس لیے اہل صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت اس واقعہ میں ان کی روایت سے مقدم ہے، مگر اس کا حاصل اظہار یہ ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے بے تحقیق ایک روایت فرمادی، ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ گمان نہیں کر سکتے نہ کسی صاحب ابوب کو ایسی جرأت ہو سکتی ہے، یہ مانا کہ اس وقت وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں موجود نہ تھیں اور کم سن بھی تھیں، مگر جو بات وہ فرمادی ہیں، وہ تو عقل و بلوغ کے زمانے میں ان سے صادر ہوئی ہے اور ایسے وقت میں وہ بدون تحقیق کے کوئی بات نہیں فرما سکتیں، یقیناً تحقیق کے بعد فرمادی ہیں، یاں! یہ ممکن ہے کہ کسی دوسرے واقعہ کی نسبت فرماتی ہوں، کیوں کہ معراج میں اعدو ہے، تو پھر کچھ بھی مضائقہ نہیں، میرے ذہن میں اس کا ہو جواب آیا ہے، وہ بہت لطیف ہے، وہ یہ ہے کہ فقدان کے دو معنی ہیں، ایک تو خیر کا اپنی جگہ سے کم ہو جانا، ثبوت جانا، دوسرے تلاش کرنا، چنانچہ دوسرے معنی میں فقدان کا استعمال نص میں بھی آیا ہے:

"فَسَالُوا وَاقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَدَامَا تَفْقَهُونَ" یعنی برادران یوسف علیہ السلام نے متوجہ ہو کر دعا کرنے والوں سے کہا کہ تم کس چیز کو تلاش کرتے ہو؟ یہاں فقدان کے معنی طلب کے زیادہ ظاہر ہیں، پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد کا مطلب صاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر تک گھر سے غائب نہیں رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کی جانی، یہ مطلب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات اپنے گھر سے جدا ہی نہیں ہوئے، تا کہ اس سے منامی معراج یا کشفی پر استدلال کیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے جدا تو ہوئے، مگر زیادہ دیر نہیں گئی، جس سے گھر والوں کو پریشانی ہوئی ہو اور تلاش کی نوبت آئی ہو اور اگر فقدان کے وہی معنی لیے جائیں جو متبادر ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شب معراج میں گم نہیں ہوا، تب بھی اس سے معراج کا روحانی یا منامی ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے اس رات جدا نہیں ہوئے، کیونکہ فقدان فعل متعدی ہے نہ کہ لازم، اس کے معنی غیرت و انحصار کے نہیں بلکہ گم کرنے کے ہیں، جس کے لیے ایک فاعل اور دوسرے کا مفعول ہونا ضروری ہے، پس مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات کبھی نے گھر سے غائب اور گم نہیں پایا اور یہ درست ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر والوں کے ساتھ گھر میں ہوئے تھے اور معراج ایسے وقت ہوئی کہ عاداتاً لوگوں کے گہری نیند سونے کا وقت تھا، پھر جاگنے کے وقت سے پہلے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے بلکہ خود آ کر گھر والوں کو نماز صبح کے لیے دیکھایا، تو ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے رات کو جاگ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں نہ دیکھا ہو اور اتنی بات کہہ دی ہو کہ اس کے لیے ضروری ہے قلت ولعل هذا الخ (ص ۲۱)

غرض اس میں شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جسم سے آسمانوں پر تشریف لے گئے اس کا انکار ہرگز نہیں ہو سکتا اور یقیناً یہ صورت عروج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا کمال ہے۔ (وہود المذنب، الواقع، الواقع ص ۳۳)

چودھواں اعتراض..... تمہارے نبی تارک لذات!

آج جیسائی فخر کرتے ہیں کہ ہمارے نبی تارک لذات تھے اور مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارے نبی تارک نہ تھے، قبیح ثبوت تھے کہ تو لٹا جیکے، جس سے ناواقف مسلمان ان کے سامنے چھپتے ہیں، مگر ترک لذات لازم نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کو ضرور ترک کرتے، جا کہ مخالفین پر اعتراض کا موقع نہ ہوتا، جس اعتراض کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بے ادب گنوار نے ایک بے ادب جیسائی کے جواب میں یکہ دیا کہ پہلے تم یہ ثابت کرو کہ معنی علیہ السلام میں قوت مراد لگی بھی تھی اسی وقت ان کے ترک نکاح پر فخر کرنا مگر یہ بھی سخت بے ادبی ہے معنی علیہ السلام کی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عقیدہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس ضعف کا ہرگز شبہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ حدیث بخاری میں ہر قول کا قول مذکور ہے، جس پر اجل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سکوت کیا، جس سے تقریر ہو گئی، کذلک الکامل للرب لبعث فی احساب قومیہا، کہ انبیاء علیہ السلام اعلیٰ حسب میں مبعوث ہوتے ہیں، اور حسب کہتے ہیں کمالات ذاتیہ کو، جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہ السلام تمام کمالات سے علیٰ وجہ الکمال موصوف ہوتے ہیں، تاکہ کسی کو اتباع عار نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اگر آپ کسی شخص کی نسبت یہ سن لیں کہ وہ عجمی ہے تو طبیعت کو اس سے نفرت و رکاوٹ ہو جاتی ہے اور وہ شخص فوراً نکاہوں سے گر جاتا ہے، مگر کچھ قاعدہ ہے کہ انسان کے ساتھ اعتقاد جب ہی ہوتا ہے جب کہ اس میں مواد تو سب موجود ہوں، پھر اس کے روکنے میں فرشتہ ہو اور اگر ناص ہو تو اعتقاد کم ہو جاتا ہے، اس واسطے ہی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضور وارد ہے، اس کے معنی مفسرین نے صبوراً لکھے ہیں اور عجمی کے ساتھ تفسیر کو مکرر کہا ہے: "سکنا فی الشفاء معللاً بان هذه نقضه و

عیب و لا تلبس بالانبياء عليهم السلام بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے سزا کو روکنے والے ہیں، چنانچہ سیرت سے معلوم ہوا کہ سخی علیہ السلام نے اخیر عمر نکاح کیا تھا (کنز العمال) جس سے ان کے عینین ہونے کا شبہ بالکل زائل ہو گیا؟ بلکہ معلوم ہوا کہ ایسے قوی مرد تھے کہ ان کی قوت مردانگی بڑھاپے میں بھی باقی رہی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانے میں نازل ہو کر نکاح کریں گے، حدیث میں بھی آتا ہے۔ "و یولد له" کہ ان کے اولاد بھی ہوگی جس سے ان کے ضعف ہونے کا شبہ ہو ہی نہیں سکتا، بلکہ معلوم ہوا کہ ان کی قوت اتنی زیادہ تھی کہ ہزاروں برس فرشتوں میں رہ کر بھی طاقت کم نہ ہوئی، بلکہ اس سے تو بظاہر نظر ان کی قوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے، مگر خصوص سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات میں تمام انبیاء علیہ السلام سے مکمل ہیں، اس لیے یہ شبہ نہیں ہو سکتا۔

ترک لذات زہد نہیں

الغرض ترک لذات لازمی زہد نہیں، ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نکاح نہ کرتے، بلکہ تقلیل لذات زہد میں داخل ہے، کیونکہ احادیث میں وارد ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر تین مردوں اور بعض روایات میں چالیس مردوں کی قوت کا اندازہ کرتے تھے اور مرد کی قوت چار عورتوں کے لیے کافی ہے، اسی لیے شریعت نے چار تک کرنے کی اجازت دی ہے، اس اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنی قوت تھی، جو ایک سو تیس عورتیں کی اور دوسری روایت کے موافق ایک سو ساٹھ عورتوں کے لیے کافی تھی، بلکہ شرح شفاء میں ابو نعیم سے مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ چالیس مرد جنت کے مردوں میں سے ہیں اور ان میں ہر مرد کی قوت حسب روایت ترمذی ستر مرد کے برابر ہوگی اور ایک روایت میں سو مردوں کے برابر آیا ہے، تو ایک حساب سے آپ میں قریب تین ہزار مرد کے برابر اور ایک حساب سے چار ہزار مرد کے برابر قوت ہوئی، پس آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نو پر صبر کرنا یہ کمال زہد تھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر و ضبط

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بھی قادر تھے کہ بالکل صبر کر لیتے، چنانچہ جوانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا صبر کیا کہ پچیس سال کی عمر میں چالیس سال کی زیدہ عورت سے نکاح کیا، بھلا کنوہا مرد ایسی عورت سے نکاح کر سکتا ہے جو اس کی ماں بن سکے؟ ہرگز نہیں پس جوانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چالیس سالہ عورت سے نکاح کرنا اور ساری جوانی اس کے ساتھ بسر کر دینا، اس کی کافی

دیکھ لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبیح شہوات پر گزند نہ تھے، بلکہ آپ اعلیٰ درجہ پاک و پیر تھے، مگر بڑھاپے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیے، تو ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان نکاحوں میں کوئی حکمت تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کرنے کی حکمتیں

حکمت اول:

ایک حکمت تو وہ تھی جو بلاض عارفین نے بیان کی ہے کہ منشا بگوان عالم محبت ہے، جیسا کہ اسکت کنزاً محفلاً، صاحب ان اعرف فخلق الخلق "سے معلوم ہوتا ہے، گویا یہ حدیث ان الفاظ سے محدثین کے نزدیک ثابت نہیں، مگر مضمون حدیث صحیح ہے، جو حدیث "ان اللہ جمیل یحب الجمال" (اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو محبوب رکھتا ہے) سے ثابت ہے، جس کی تفسیر رکعت و وقتہ کے مضمون، عیدہ ہم میں اور کھیلے مشنوی و فقر اول میں قبول کرنا خلیفہ پر یہ راجحت شعر کج معنی بدر جی جوش کرنا میں احقر نے کی ہے، ایک مقدمہ تو یہ ہوا، دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ اس محنت بگوان کا مظہر سب سے زیادہ دو مواقع ہیں، کہ اس میں بھی محض بواسطے مواقع کے سبب ہو جاتا ہے، بگوان و ولد کا بدون کسی تدبیر خاص کے، جیسے بگوان عالم میں محض محبت بواسطہ کھل گن کے سبب ہو گیا بگوان عالم کا بدون کسی خاص تدبیر کے، پس عارف کو عورت کی تلمیذ میں یعنی جماع میں محبت کی بگوان کی جلی کا مشاہدہ ہوتا ہے، اس لیے دو نکاح کرتا ہے اور اسی لیے جماع کی اس کو دوسروں سے زیادہ رغبت ہوتی ہے اور حدیث "حیت من دنیا کم النساء" کا معنی اسی راۓ کو بعض عارفین نے فرمایا ہے۔

امت کو بتانا تھا کہ عورتوں کے ساتھ کیسے رہنا چاہئے؟

حکمت دوم:

دوسری حکمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاحوں میں یہ تھی کہ امت کو عورتوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کے طریقے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کرتے اور پھر عورتوں کے حقوق کی تعلیم دیتے، تو اس کا زیادہ اثر نہ ہوتا، کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود نکاح کیا نہیں، اس لیے بااثر عورتوں کے اسنے حقوق بیان فرما دیے، نکاح کر لیتے تو شاید حقوق کا ادا کرنا مشکل ہوتا اور اب کسی کو یہ کہنے کا مت نہیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت سے زیادہ نکاح کر کے

دکھلا دیے اور سب کے حقوق اس خوبی سے ادا فرمائے کہ اس کی نظیر کوئی جگہ نہیں کر سکتا، حقیقت میں یہ بیویوں کے حقوق ادا کرنا عقل مند کا کام ہے، کیونکہ بیوی سے دو قسم کے تعلق ہوتے ہیں، ایک علاقہ حاکمیت و حکومت کا کہ مرد حاکم ہوتا ہے اور عورت محکوم، دوسرا علاقہ نصیبت و محبویت کا کہ محبت اور عورت محبوب ہوتی ہے، علاقہ حکومت کے ساتھ علاقہ محبت کی رعایت کرنا بڑا دشوار ہے، اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر محبت کے حقوق ادا کرتے ہیں تو حکومت کے حقوق فوت ہو جاتے ہیں، چنانچہ جو لوگ بیبیوں کے عاشق مشہور ہیں وہ اکثر ان کی غلامی ہی کرنے لگتے ہیں، ان کی خاک حکومت نہیں ہوتی، نہ بیوی پر کچھ رعب ہوتا ہے اور جو لوگ حکومت کے حقوق ادا کرتے ہیں، ان سے محبت کے حقوق فوت ہو جاتے ہیں، دونوں کو جمع کرنا اور ہر ایک کے پورے حقوق ادا کرنا کہ بی بی پر رعب بھی ہو، حکومت بھی ہو، اس کے ساتھ اس کا دل بھی شوہر سے کھلا ہوا ہو کہ بے تکلف ہنس بھی لے، بول بھی لے مذاق بھی کر لے اور اس پر ناز بھی کر لے، یہ انسان کا مل کا کام ہے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کر سکتے ہیں، یا وہ شخص کر سکتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل قبیع ہو، چنانچہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یاد فرمایا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان بڑھیا کو کیا یاد فرمایا کرتے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے انجھی بیوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی، حدیث میں "فغضب حتى قلت، والذي بعثك بالحق لا اذكرها بعد هذا الا بحجر" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد آ گیا جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ڈر گئیں اور قسم عرض کیا کہ آپ سے جب بھی ان کا ذکر کروں گی بھلائی سے کروں گی، یہ حالت رعب کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تھی جن کو سب سے زیادہ ناز تھا اور دوسری الزواج کی کیا حالت ہوگی؟ تو ناز برداری کے ساتھ رعب کا جمع کرنا سرسری نہیں۔

حکمت سوم:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند نکاح کر کے یہ بھی بتا دیا کہ جس کی چند بیبیاں ہوں اسے سب کے ساتھ کس طرح عدل کرنا چاہئے، خصوصاً اگر ایک کے ساتھ محبت زیادہ ہو اور دوسروں سے کم ہو تو اس وقت اپنی طرف سے کوئی بات ایسی نہ کرے جس سے اس کی ترجیح ظاہر ہو، بلکہ امور اختیار یہ میں برابر کی کا پورا خیال رکھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی کر کے دکھلا دیا کہ باوجودیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سب سے زیادہ محبت تھی،

مگر عدل میں بھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرق نہیں کیا، ان میں اور دوسری چیزوں میں بلکہ ہمیشہ سب میں عدل کی پوری رعایت فرماتے تھے۔

دل کے میلان پر قابو نہیں ہوتا

دل کا ایک طرف زیادہ مائل ہونا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار سے باہر تھا، اس میں برابری کیسے کرتے؟ اسی لیے فرمایا کرتے تھے: "اللہم هذا قسمی فی ما املکت فلا تلمنی فی ما لا املکت" اے اللہ! یہ میری برابری ہے، اس چیز میں جس پر مجھے قدرت ہے، پس مجھ سے اس بات میں مؤخذہ نہ کیا جائے جس پر مجھے قدرت نہیں، اس میں میلان قلب ہی کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف زیادہ تھا اور یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہ تھی، بلکہ غیب کی طرف سے ایسے سامان کیے گئے کہ خواہ مخواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف میلان ہو، چنانچہ نکاح سے پہلے حق تعالیٰ نے خود ایک حریر کے کپڑے میں فرشتے کے ذریعہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر بھیجی کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھولا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر پر نظریں پڑی اور وہاں یعنی عالم آخرت میں تصویر جائز ہے، اگر تم وہاں اپنا فوٹو کھینچو آؤ گے، تو ہم منع نہیں کریں گے، یہ معاملہ حق تعالیٰ نے کسی اور بی بی کے ساتھ نہیں کیا، دوسرے وقت میں یہ معاملہ تھا کہ کسی بیوی کے لحاف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نہ آتی تھی، بجز عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہ ان کے لحاف میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو بے تکلف آتی تھی، تو یہ باتیں تھیں جن کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ ہی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جانب زیادہ مائل فرمایا، پھر اس پر ان کی قدرتی ذہانت و فطرت اور حسن سیرت سونے پر سہاگا تھا، اصل وجود آپ کی محبت کے وہی تھے، جو پہلے مذکور ہوئے کہ حق تعالیٰ کو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سب چیزوں سے زیادہ محبت تھی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر کیوں نہ ہوئی؟ مگر بایں جوہ سوائے محبت قلبی کے ظاہری برتاؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب کے ساتھ برابر تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا ہے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچاس سال سے زیادہ تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو سال کی تھی، وہ بالکل بچی تھیں اور بجز ان کے کوئی بی بی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کنواری نہ تھیں، اس

پس حکمت یہ تھی کہ آپ کو اس وقت کو یہ بھلائی تھی کہ جس شخص کی مرضی ہو وہ اس کو انوار الہی کے ساتھ
 کیا بڑا نواز کر دینے کے لئے موعودہ صراط یہ ہے کہ ان کی صورت میں مرکا ہوا اپنی کمر سے تھکنے کے مطابق
 ہوا کرتا ہے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر سے انکار فرمایا ہے، انہوں نے ان کے ساتھ ہر روز دایہ و بائیں نے
 چھین کر رکھا تھا، ان کے چھین کر چھین کر رہے تھے۔

صحابیوں کا کھیل

چنانچہ ایک مرتبہ مسجد کے قریب میں مسجد کے صحن کے درمیان میں کھیل رہے تھے، انہوں نے حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: "خویشیوں کا کھیل کیا ہے؟" انہوں نے فرمایا: "خویشیوں
 کا کھیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے گھر کے اندر تک ان کو نہیں لکھایا اور ان کے سینے میں تو خلیل
 تھا، انہوں نے فرمایا: "میت سے بڑا عبادت ہے اور چونکہ ان کیلئے والوں کو، اپنے سینے میں کوئی لکھنا
 تھا اس لیے یہ بھی شاید پس ہو سکا کہ میں مردوں کو کہتا تھا: "اے اللہ! جو آپ کے لئے ہے، وہ ان کے لئے
 نہیں، اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑا بڑا کھڑے ہو کر ان کو خلیل اللہ سے کہتے رہے، حضرت
 عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھین کی وجہ سے تریں (یہ نام کی گزریں تھیں تصویر نہ تھی) کہ خلیل کا بہت
 شوق تھا اور کھیل لایا، اس میں ان کے پاس خیلنے کے لیے کافی تھیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کمر
 میں تھوپیٹ لائے تو وہ لوگوں کو مقرر ہو جاتیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو منع فرماتے کہ
 آؤ بھاٹی کریں، وہ جس طرح کھیلتی تھیں خیلتی رہیں۔

بڑی کی نہایت

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سہ ماہیت بھی لائی کہ
 کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کھیل تھیں، وہ آئے کھیل
 کہ جو حصہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھر دیا، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا
 ہون بھڑکی نہ پڑا تھا، اس مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے کھیل لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا: "یہ اس کا بدلہ ہے، اگر وہ بڑی کی دل جوئی اور بددعاؤں اور اس کے بدلے کی دیت
 پڑھا ہے میں بنی مروان طرح کرتا ہے، جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے
 بڑی! میں نے یہ بہت نواز دئے، مگر تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے بدلے میں اس سے
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے بددعا مانگ کر بددعاؤں کو بھیجی کے ساتھ مانگا ہے، بددعاؤں کو بھیجی کہ
 میں اگر کھیل کر جیتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے کرتا ہے۔

ترجمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیا عانت ہوتی تھی کہ حضرت شرفہ روقہ رضی اللہ عنہا جیسے قوی و عصبہ شجاع بھی خراہا کرتے تھے اور مصلحتوں کے بل بوتہ پر کما جواز انصاف کرنے لگتے تھے۔ اس جواب کے بعد خاکہ لے کر کہ آپ میرا امین بن کر کیا اور آپ مجھے عقائیت اسلام میں کوئی شبہ نہیں رہا۔

(عبدالرزاق قیووس)

سوالچواں اعتراض۔ مرتد کا درجہ کا فراصلی سے کیوں بڑھا ہوا ہے؟

جواب۔

ترک اسلام حق اور تصور حق نہیں۔ ایک تو یہ کہ اولیٰ ہی سے اسلام قبول نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ بعد قبول کے ترک کر دے۔ دونوں صورتوں میں یکساں سزا ہے بلکہ دوسری صورت بھی سزا شدہ ہے۔ چنانچہ قوانین مصلحت میں یہ بھی کی سزا ان دونوں سے زیادہ ہوتی ہے جو پہلے ہی اس سلطنت کی رعایا نہیں ہیں۔ بلکہ کسی مخالفہ سلطنت کی رعایا ہیں۔ اپنے لوگوں پر سزا بھی ناجہ ہو جائے تو ان کو عتاب ملتا ہے۔ یہاں انسان مرتد ہوا کہہ دیتے ہیں۔ یا عورت کے ساتھ کفر بند کر دیتے ہیں۔ مگر یہ بھی اس کے برعکس یہ عبادہ و سب کے سوا کہہ کر اس کی وجہ یہ ہے کہ رعایا بن کر باقی جہان میں سلطنت کی نریا ہوتی ہیں۔

اردو کا اشعار

اسی طرح اسلام اگر مرتد ہو جائے جس اسلام کی فتنہ توڑیں ہے اور اس کی تعلیم و دوسرے کی فتنہ میں مضمر کرتا ہے وہ اپنے آپ کو وہ شخص ہے جس سے ابھی آپ کی روایتی نہیں ہوتی۔ بلکہ نبی سے مخالف ہے۔ اس کی مخالفت سے آپ کا شمار نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ بھی آپ کی خدمت و سب سے لوگوں کی نظر و سامان میں اس کی موجودت نہیں ہوتی سب کہہ دیتے ہیں۔ ”میرا اس کو تو ہمیشہ سے اس کے ساتھ مدامت رہی ہے۔ دشمنی میں ایسا پاتھر کرتا ہے اور ایک وہ شخص ہے جو سامانہ سال سے آپ کا دوست و ملازم رہا۔ وقت مخالفت میں کیا اس کی مخالفت سے بہت ضرر پہنچتا ہے اور وہ جو کچھ برا نکالے آپ کی کرتا ہے لوگ اس پر قہر کرتے ہیں اور بول بچھتے ہیں کہ یہ شخص بڑا کبر و ہمت۔ اس کا حق رکھنے بدعت نہیں ہے۔ اگر تو کہہ دو تو سالہ سالہ شک و شبہ کیوں نہ؟ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ذاتی کے بعد ملازم نہیں رہے۔ ہر سے معلوم ہو گئے ہیں۔ یہ لیے مخالف ہوئے۔ حاکم یہ ضرور دیکھیں کہ جو شخص اپنی کے بعد دشمن بنا ہو، جس کو اس نے ذاتی بھی نہیں ہے

کی ہو کر سب دوستی کے زمانے میں مجھ اس کا راز دار سمجھ لیں گے تو مخالفت کی حالت میں جو چھوڑ
کیوں گا اس کو یہ مجھ کو قبول کر لیں گے کہ یہ شخص راز دار نہ چکا ہے، اس کو ضرور کچھ راز دانی یا کچھ
معلوم ہوئی ہیں، اس لیے مخالفت ہو گیا۔ چنانچہ بعض یہود نے اسلام کے ساتھ ایہ بیڑا تو کر کے گا
دار دیا تھا:

”وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكُفَّابِ إِنَّا نَظُنُّكَ بَلَدِيٌّ أَوْ لَهْدِيٌّ أَوْ نَجْدِيٌّ أَوْ نَجْدِيٌّ أَوْ نَجْدِيٌّ أَوْ نَجْدِيٌّ
وَأَنفَرُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ“

یہی پر چند کدو سے گئے، دوست کی مخالفت میں یا احمال بھی ہے، مرنے والے دوستوں کی مخالفت
میں عموماً جلدی حثارت ہوتے ہیں (اس احمال پر نظر نہیں کرتے) اس لیے غلام، شرماء، کانوڑو، بعض
بیت چرا جرم شاد ہوتے ہیں جو مخالفت کے بعد مخالفت کرتے، اس لیے شریعت میں مرتد کے لیے
دنیائوں سے الگ بھی حکمت ہے اور عذاب آخرت بھی اشد ہے۔ (نور اسلام ۱۱۹)

ستر ہواں اعتراض..... مسلمان کا اقدام علی الکہانرا اور اس کی وجہ!

اس کا جواب یہ ہے کہ اقدام جرم اگر عقیدہ اسلام کا شرع ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جن لوگوں
کو اسلام سے ہٹا کر یا دھوکے سے، مثلاً علماء و فقہاء، مصوفیوں میں یہ ضرور یاد دہان ہوگا، لیکن کدو
سے کہ مذہب کے شمرات کا کلیہ ان حق لوگوں میں زیادہ دیتا ہے، جن کو مذہب سے زیادہ حلق
ہے، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں اور کھانا بھی اس کا سہہ کر رہے ہیں کہ جن لوگوں کو اسلام سے حلق زیادہ
ہے، وہ جرم کا ارتکاب نہ تو کیا کرتے، وہ شہادت سے بھی احتراز (پہننا) کرتے ہیں۔

ایک مسلمان کا واقعہ

چنانچہ ہمارے ایک دوست کہ جن کو ”بی اے“ ہیں، واقعہ ہے کہ وہ ایک بار پولیس کا دفتر میں
تھے، ان کے پاس اسباب پند و سیر سے زیادہ تھی۔ اسٹیشن پر چلنے کے وقت کیا وجہ سے وہ اس کو دوران
کر رہے تھے، اس وقت تو جلدی میں مواریت ہو گئے، لیکن جب مندرجہ مقصود پر دربارتہ وہاں کے بازو سے
چا کر اچھا لگا، بیان کیا کہ جلدی میں اسباب کو ہونے لگا، اس کا آپ اس کو ہونے کو لیں اور
موصول ہوئے، اس کو وصول کر لیں، بازو سے اٹھا کر کیا کہ مجھ کو فرستے نہیں، جرم سے ہی سے
بازو، ہم جرم سے وصول نہیں لیتے، انہوں نے کہا کہ صاحب آپ کو اس مدنی کا کوئی حق نہیں، یہ وہ
آپ رہو گے، مائل نہیں ہیں، بلکہ لازم ہیں، آپ کو وصول آج سے لینا چاہیے، مگر اس نے

پھر بھی انکار کیا تو یہ انشعش ماس کے پاس گئے، اس نے بھی کہا آپ بلا تکلف سامان لے جائیں، ہم آپ سے محمول نہیں لیتے، انہوں نے اس سے بھی کہا کہ نہ توئی کا کوئی حق نہیں ہے، اس سے بعد انشعش ماس اور اس بابو میں انگریزی میں گفتگو ہونے لگی، وہ یہ سمجھے کہ یہ مسافر و گریزی نہیں سمجھتا ہوگا، کیونکہ ان کی صورت ماس کی سی تھی، غرض ان دونوں نے اس گفتگو میں یہ رائے قرار دی کہ یہ شراب پیئے ہوئے معلوم ہوتا ہے، باوجود ہمارے انکار کے یہ محمول دے دیئے پر اصرار کرتا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ صاحب میں نے شراب نہیں پی ہے، بلکہ ہمارا نہ ہی قسم ہے کہ ہمیں کا حق اپنے لئے نہ رکھو، اس پر وہ دہلے ہوئے کہ ہم تو اس وقت اسباب وزن نہیں کر سکتے آخر یہ اسباب انکار پلین فارم سے ہار لائے اور سوچنے لگے، اللہ اب میں دلوے کے اس حق سے کیسے سبکدوشی حاصل کروں؟ آخر وہ نے تعالیٰ نے امداد کی اور یہ بات دل میں آئی کہ جتنا اسباب زیادہ ہے، اس سے محمول کے لئے اور کھٹے اسی دلوے کے کسی انشعش کا لئے کر چاہئے، کر دیا جائے اس طرح دلوے کا حق اس کو پہنچ جائے گا چنانچہ یہی ہوا۔

دیانت داری کا دوسرا واقعہ

میرے ایک دوست جو ذہنی کلک تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کا ایک بچہ، ریل کے غرض میں ان کے ہمراہ تھا، جس کا قہ بہت کم تھا، کچھ تھیں، دس سال کا معلوم ہوتا تھا، مگر اس کی عمر تقریباً ۱۳ سال کی تھی اور ریلوے کے قاعدہ سے اس عمر کے بچے کا ٹکٹ پورا ایسا ضروری ہے، انہوں نے ٹکٹ لینا چاہا تو ساتھیوں نے بہت منع کیا کہ اس کو حج وصال کا کون کر سکتا ہے؟ آپ آدھا ٹکٹ لے لیجئے، کوئی چوکی نہیں کہے گا، انہوں نے کہا کہ ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے تو کیا حق تعالیٰ بھی باز پرس نہ فرمائیں گے؟ کہ تم نے دوسراں کی چیز میں تمہاری اجرت بدلی اس کی اجازت کے کیوں تمہارا کیا؟ غرض انہوں نے پورا ٹکٹ لینا اور ان کے ساتھی ان کو بے وقوف بتائے رہے مگر:

”اے دوست دیوانہ کہ دیوانہ شہ“

بھلا اس کی نظموں تو ہم بھی بخلا سکتے ہیں کہ ایک شخص کو ریل بابو اور انشعش ماس خود کہہ دے کہ تم بلا تکلف اسباب لے جاؤ، محمول نہیں لیتے اور وہ چر بھی اس پر ہوا اور کہہ دے کہ نہیں تم کو محمول لینا ہے۔ کا تم یہ دعائی تا وہ حق نہیں اور جب وہ کسی طرح وصول نہیں کرتے تو انشعش ماس خوف سے ہو کر ایک مقدار محمول سے براہ غریہ سرچائے کہ کیا ہے اور یہ صورت شجاعت سے انکار کرنے کی عام باتوں کی شکریں میں ہے، اور یہ حقیقت میں یہ شجاعت کی قسم نہیں بلکہ شجاعت و شجاعت کا انتقال ہے۔

تحت إشراف

[illegible]

$\frac{1}{n} \sum_{j=1}^n x_j = \bar{x}$

محبوب فانی شری ر شکر

ان کے لئے (مفسر) فرم فرمائی ہو گئی ہے۔ "بہت سے ائمہ نے کہا ہے کہ اگرچہ یہ سب صحیح ہے، مگر یہ سب
 اس لئے کہ یہ سب نے یہ سب سنا ہے، اس لئے کہ یہ سب نے یہ سب سنا ہے۔"

فصلی در باب:

[illegible]

مراحم خسروانہ سے فریب نہیں کھانا چاہئے

میں ہذا سب لوگوں کو معلوم ہے کہ بعض دفعہ سائنس و حکام مراہم خسروانہ سے کسی قاتل کو رہائی دیتے ہیں، مگر اس علم کی وجہ سے ہر شخص کو قتل پر جرأت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ قتل کی اصل سزا تو پھانسی ہی ہے اور قتل بھی اکثر اسی قانون کے مطابق ہوتا ہے اور مراہم خسروانہ کوئی قانون نہیں، بلکہ مراہم خسروانہ کے پھروے پر اقدام جراثم کی جرأت نہیں ہو سکتی لیکن اسی طرح کیا نرکا بدون عذاب کے معاف ہو جانا بطور مراہم خسروانہ کے ہے، ویسے اس مسئلہ کو اقدام جراثم کا سبب کیا مگر کچھ لیا گیا؟ بھلا اگر کوئی شخص جنگل میں پناختہ کرنے چائے اور استغیثے کے لیے زاحیا توڑتے ہوئے اس کو زمین میں سونے کا گھڑا مل جائے تو کیا اس اتفاقی بات پر پھروہ نہ کر کے کوئی شخص بھی زراعت و تجارت سے مستغنی ہو کر بیٹھ سکتا ہے کہ مجھ کو بھی اسی طرح پناختہ کرتے ہوئے سونے کا گھڑا مل جائے گا؟ ہرگز نہیں! اسی طرح اتفاقاً کسی مرتکب کیا نرکا بدون عذاب کے بخش دیا جانا اتفاقی ہے، اس لیے یہ اقدام جراثم کا سبب ہرگز نہیں ہو سکتا، مگر پھر بھی جو لوگ جراثم کا ارتکاب کرتے ہیں وہ اپنی طبیعت کے خبیث سے ایسا کرتے ہیں، اس عقیدے کا اس میں کیا دخل؟

گنہگاروں کی مغفرت

جواب ۳: پھر یہ جو بعض گنہگاروں کی مغفرت بدون عتاب کے بھی ہو پاتی ہے۔ اس کی وجہ بھی معلوم ہے کہ مغفرت کیونکر ہوگی؟ یہ بھی کسی قبل صالح کی وجہ سے ہوگی، اور وہ تو کی ایک حدیث شریف سے ابھی یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے، وہ حدیث شریف یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی مقتدرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹی قسم کھائی اور اس طرح کہا: "یا اللہ الذی لا الہ ہو ما فعلت ذالک" قسم اس ذات کی جس کے ہوا کوئی معبود نہیں کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ "فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: بل قد فعلت لکن غفر اللہ لک بالعدل اس قول لا الہ الا هو"

حضرت رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے یہ کام ضرور کیا (اور حیرتی قسم بخوشی ہے، جس کا بہت پر گناہ ہوتا ہے) لیکن حق تعالیٰ تجھے اس اخلاص کی برکت سے بخش دیا، **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّكَ كَنُتَ** ہوئے تجھ سے صادر ہوا، نہ معلوم اس وقت کس دل سے اس خدا کا نام لیا ہے، جو اس وسیع مقبول ہو گیا، (یعنی اس نے خدا کا نام اس وقت کا مل اخلاص سے لیا تھا، اس کی برکت سے حلف کا قہر کا کن و معاف ہو گیا) اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت رسول اللہ علیہ وسلم نے ذکر کی اس کی کرہ فی جگہ محض اس گناہ کی مفلکت کا ذکر فرمایا، متصور ہے، کیونکہ جس وجہ سے اس کا قہر فی اختلاف ہونا معلوم

ہو گیا تو اب ذکر ہی اس کے حق میں کیونکر ہو سکتی تھی؟ تو ویسے اُن اہل کفر و کینہ جو جنونی قسم کھاتی اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنونی قسم کھانا ایسا ہے کہ عیدِ ماضیہ کے سامنے اور ظاہر ہے کہ فعل و زمان کی عظمت سے بھی فعل میں عظمت پیدا ہو سکتی ہے، زمانہ کرنا گناہ ہے، مگر مسجد میں کرنا کرنا اور بھی اشد ہے اور اگر کوئی ناممقول کہہ شریف میں ایسا فعل کرے تو بہت ہی سخت ہے، اسی طرح جنونی قسم کھانا گناہ ہے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا گناہ اور بڑھ جاتا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نائبِ خدا ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنونی قسم ایسی ہے جیسی خدا کے سامنے ہو۔

ایک شبہ کا ازالہ

شاید کوئی یہ کہے کہ ہم تو اس وقت بھی ذکر کرتے ہیں، سب خدا ہی کے سامنے کرتے ہیں اور جس جگہ جو کام بھی ہوگا، وہ خدا کے سامنے ہوگا، تو چاہیے ہر جگہ وہی گناہ ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنونی قسم سے ہوتا ہے، ان کا جواب یہ ہے کہ اس وقت تو تم خدا کے سامنے ہو، مگر خدا تمہارے سامنے نہیں ہے اور میرا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسم کھانا ایسا ہی ہے جیسے خدا کو سامنے سمجھ کر قسم کھانا، خدا صمد ہے کہ قرب کی دو قسمیں ہیں، ایک قربِ حسی، یہ تو جہاں ہوتا ہے طرفین سے ہوتا ہے اور ایک قربِ علمی، یہ ایک طرف سے بھی ہو سکتا ہے، پس اس وقت جو تم خدا کے سامنے ہو، یہ قربِ علمی ہے کہ خدا تعالیٰ سے تمہارا کوئی حال مخفی نہیں، وہ سب کچھ جانتے ہیں، مگر اس حالت میں تم کو قرب کا ماحصل نہیں، ورنہ ہر شخص کا مقرب ہونا لازم آئے گا اور قیامت میں جو تم خدا کے سامنے ہو گے، وہ قربِ باطن سے ہوگا کہ تم بھی خدا تعالیٰ کے سامنے ہو گے اور خدا تعالیٰ بھی تمہارے سامنے ہوں گے، "وَالْحَسَنَ اقْرَبَ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ" میں قربِ علمی مراد ہے، اسی لیے یہ نہیں فرمایا گیا کہ تم بھی ہم سے قریب ہو، بلکہ صرف اپنا قرب بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ یہاں قماشہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تو ہم سے قریب ہیں، مگر ہم ان سے دور ہیں۔

یارِ نزدیک تر زمین سے من است

وہیں عجب تر کہ من ازوے دورم

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنونی قسم ایسی ہے جیسی قیامت میں خدا کے سامنے جنونی قسم کھانا، جب کہ تم بھی حق تعالیٰ کو اپنے سامنے سمجھو گے۔

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا عفو و کرم

جواب ۴: چوتھا جواب یہ ہے کہ بعض گناہوں کا بدو ان عقاب کے معاف ہو جانا یہ حق تعالیٰ کا عفو و کرم ہے، اس کو ان لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ حق تعالیٰ بڑے ہی رحیم و کریم ہیں، جو اپنے بندوں پر بے حد عنایت فرماتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ طبائع سلیمہ میں عنایت و کرم سے طاعات و عبادات کو ترقی ہوتی ہے، نہ کہ سرکشی کو اگر آقا کی عنایات زیادہ ہوں تو اس کی اطاعت کا شوق بڑھتا ہے، وہ نوکر بڑا ہی پابندی ہے جو آقا کی بے حد عنایات کے بعد بھی سرکشی ہی کرے، طبائع سلیمہ تو احسان و کرم و عنایات سے بندوبست درم ہو جاتی ہیں، اس لیے یہ عقیدہ اقدام علی الجہانم کا سبب ہرگز نہیں، بلکہ جرائم و سرکشی کی جڑ کاٹنے والا ہے، جن لوگوں کی طبائع سلیمہ ہیں، وہ خدا کی ان نعمتوں اور عنایتوں کو دیکھ کر اور زیادہ عبادت کرتے ہیں، چنانچہ جو لوگ کہ اسلام سے زیادہ علق رکھتے ہیں، ان میں یہ اثر مشاہد ہے، اب اگر اس عقیدہ سے کسی میں اقدام جرائم کا وصف پیدا ہو تو کہا جائے گا کہ یہ اس عقیدہ کا اثر نہیں، بلکہ اس شخص کی کئی طبیعی کا اثر ہے، جیسا بادشاہ کا کریم ہونا طبائع سلیمہ کے لیے زیادت و وفاداری کا سبب ہوتا ہے گو بعض نالائق، یاہ مشاہد کے کرم کی وجہ سے جرائم پر بھی دلیر ہو جاتے ہیں، مگر کیا اس کا سبب بادشاہ کے کرم کو کہا جائے گا؟ یا ان کی بد طبیعتی کو؟ اس کا فیصلہ مقتدا خود کر سکتے ہیں، بعض لوگوں کو یہ آیت "لَا تَقْتُلُوا أَمْوَالَكُمْ الَّتِي اللَّهُ بَعَثَ فِيهَا النَّفْسَ حَاشِئَةً" سے دھوکا ہوا ہے اور وہ بے فکر ہو گئے ہیں، کیوں وہ اس کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ حق تعالیٰ یقیناً سب گناہوں کو معاف کر دیں گے، کیونکہ "لَنْ نَسْأَلَهُ" کی قید نہیں ہے، سو ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ اول تو یہ آیت عام نہیں ہے، بلکہ اس کا شان نزول ان لوگوں کے بارے میں ہوا ہے جو کفر سے اسلام کی طرف آنا چاہتے تھے، مگر ان کو اسلام سے یہ خیال مانع تھا کہ ہم نے حالت کفر میں بڑے بڑے جرائم کیے ہیں، ان کا کیا حشر ہو گا؟ آیا اسلام کے بعد ان پر مہم اخذ ہو گا یا نہیں؟ اگر مہم اخذ ہو گا تو پھر اسلام ہی سے کیا قاعدہ؟

کفر سے پہلے والے گناہ

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: "لَوْ اسْلَمْنَا قَبْلَ هَذَا لَوَلَّيْنَاكَ يَا مُحَمَّدٌ" کہ اگر ہم اسلام لے آئیں تو ہمارے پہلے گناہوں کے تعلق کیا رہتا؟ ہو گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے بعد پہلے گناہ جو حالت کفر میں کیے گئے، ہیں سب معاف ہو جائیں گے، یا اس

وسط کی تفسیر بعد اس ہے کہ معتدل ہو تو تامل و تدبیر ہیں کہ جزیرہ و آب، بہتے تھے و وسط میں ملکیت، زمین و ذخائر کے اسد میں شجاعت، اس طرف تھے شہر یہ خواہ لہو میں تو وسط عورت ہے اور تینوں کے مجموعہ یعنی حکمت اور شجاعت و عفت کا نام جس ہے، تو یہ راستہ ذال ہے، بلقیٰ حقان نے احکام سے رکے ہیں کہ دگر ان کے اندر عفت بدل لےم جو تو ان احکام کے پرستے سے درست ہو جائے، نہ فراہ ہو کہ چھری ذال، اور نہ تو فراہ کہ رسی نہ ہو، فرس و دونوں میں اعتدال رکھو، تو ہمارا کہاں یہ ہے کہ نام بھی ہے اور چھری بھی پھیرتے ہیں مگر یہ کچھ کر

"آنکھ جان کشد کز چشم دوست"

انروانی کہے۔ انصوں نے تو اور نہیں، تو اس کا جواب دوسرے مصرعہ میں دیتے ہیں

"ناب است دوست، دوست خدا است"

یہ تو مسلم ہے کہ چون جس کی ہی ہوئی تو وہ وہ ملک بنا، ہم اس کے نائب ہیں، اس نے ہمیں حکم دیا ہے، اس لیے ہم نے چھری پھیری، باقی ہم نے جان نہیں نکالی، اور ہم نے تو فطرت راستہ کھولا دیا ہے، چون تو انہی نے نکالی ہے، مگر کیا شہرہ و اہل اسلام پر کہ بڑے مسئلہ حل ہوتے ہیں، آپ نے اسے رحم دہن ہوتے ہیں کہ خود پرکھتے ہیں، ورحہ مسئلہ نور کے مسئلہ میں چھوڑ آتے ہیں۔ یہ مار برب و جب تم ہمیں مویش کشی میں اپنے نائب بناتے ہو، تو اگر خدا تعالیٰ نے کا کئی میرا میں اپنے نائب بنایا تو کیا تو حست ہوئی؟ نہ تو علی کی نیابت میرے فائدہ و بھی ہے کہ مارو و رکھا، اور چھری نیابت میں تو فطرت مار کر پھینک دینا ہی ہے اور پھینک بھی نہیں، سبحان اللہ! یہ نرم دلی ہے کہ ہم سے نہیں مارے جاتے تو ہم مارو نیابت اور کسے نکلتے ہیں؟ یہ تو زبان سے بھی نکلتے سے بڑھ کر ہے، مارو زبان سے نکلتے تو ایسا مسئلہ بھی نہ سر ملتا، یہ کہ یہ اس کی غرض تھی کہ وہ مارو و چھوڑ کر چھری سے کچھ دوسرا درد و کانوں پر پو ہے مارے جاتا تو ان کے کھراؤ کر چھوڑ دینے کہ مجھ صبر نہ کر کو مار نہیں۔

ایک حکایت

یہ بہر تو ایسا ہی ہوتا کہ کسی شخص کی بے حیا بہو تھی، اس سے کسی نے پوچھا کہ تبار شوہر کہاں لیا ہے؟ حیا کی وجہ سے وہ بے خود نہ ہو سکی، امر بتا نہ بھی نہ اری تھا، اس نے کیا کیا بھٹکا لیا، ہاتھ لے کر سامنے مولا اور چھوڑ گئی، مطلب یہ کہ لہو پر مری ہے تو حضرت بخش تو چھری، یہ سوتا ہے کھنکھنے لگا، کیا "میں رہ گیا"۔ مولا کی ہوئی و لوں نے میرا بخت اتنے غالی نہیں نہ کر گیا" (مرحہ) اور مال سے پیسے ملے، وہ دوجا نے کو کہتے ہیں، تو آپ کہتے ہیں کہ نہ تھا کہ نہ تھا، وہ بہر بخت شخص! اسوں! اور زبانوں میں فرس نہ تھا، "چشموں کا اللہ کی بھی ایسا ہی ہوتا ہے، یہ تو کہہ رہا تھا

جیسی اس بیوی شرم تھی کہ سند سے بولے میں تو جی تھی اور ایسا کہ سوال کر مانتے چھوڑنے میں کیا بات تھی اور پھر مسلمانوں پر اعتراضات اٹھاتے ہیں کہ تم مسلمانوں کے بربرہ نہیں تو تم میں نہیں بکرا امتحان کے وقت معلوم ہوتا ہے وہ کسی کا قلعہ ہے جس کے بغیر اشداریہ ہیں۔

دے کر تمہارے کہ تو میرا پوتہ
مگر پلی نہ جائے جہ سے چال شراب کا!
اس وقت ہم سلام کریں قبل آپ کو
مگر کچھ بھی خوف نہ ہے روز حساب کا:
اور امتحان بغیر تو یہ آپ کا غلام
عامل نہیں ہے قلعہ کن شیخ و شاپ کا

مسلمانوں کی رحم دلی

دن کے واقعات نے کھلم کھلا دہشت گردی اپنے گرد اپنے گرد تم کے موقعوں پر ترجمہ کرنا یہ خاص مسلمانوں کی کا ہے۔ مسلمانوں کے برابر دینی قوم تمام دل نہیں، میرے پاس ایک بزمین کا خط آیا تھا کہ مسلمانوں کی پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ دہشت گرد ہیں مثلاً کاشمیری وغیرہ کرتے ہیں مگر وہ "ہیرو گانہ" نہیں مارتے "ہیرو گانہ" آدمی کے گھر کو جاتے ہیں، مگر یہ اعتراض قوم "ہیرو گانہ" مارتی ہے یعنی آدمیوں پر ظلم کرتی ہے، لکھے اس شخص کے قول میں کہ اس سے نظریہ مقصود ہے نہ لفظی ملاحظہ بہ الامعاء یعنی بدو و بدو جو سر پر چڑھا کر بولے اب تو کئی شہادتیں ہوتی ہیں کہ مسلمان بڑے رحم دلی ہوتے ہیں، بہر حال ان کی رحم دلی ثابت ہوگئی۔
(ملا دیوں ان کو بیچ میں ۱۵۰)

انہی سوال اعتراض کرنے پر اعتراض اور اس کا جواب!

ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ سے زیادہ دہشت گردی میں نہیں ہے اور نہ ہی حیوان رحمہ کے خلاف نہیں، بلکہ ان کے حق میں اپنی امت میں سے نہ لایا جوتا ہوتا بہتر ہے، کیونکہ خود مرے میں قتل آدمی کی موت۔ عذرا یہ تکلیف ہوتی ہے اور ہاں وہاں کہ پھر انسان کو مار کر دیا جاوے کہ اسے اتنا ساری سے مر جاوے کہ اس کا جنازہ یہ ہے کہ حالت پانی سے پہلے مار کر مارا تو چھوڑ دیا نہ قتل کرنا ہے اور حالت اس پہ نہیں چل سکتی، چونکہ بعض لوگ ایسے بھی لکھے تھے جن کے مرے کے قریب ہو گئے تھے، لہذا سمجھے جو جمنے اور شہرہ حیوانات میں کیا جائے کہ ان کی تو جان کا بھی اتنا نہیں کیا جاتا، جواب یہ ہے کہ پھر انہی میں فرق ہے، وہ یہ کہ انہی کا تو

اجاء (باقی رہنا) مقصود ہے، اور جس شخص کا دل سے وہی تصور ہے، اس سے ملانے کے لیے وہ سوچتا ہے کہ اس کو یہ کیا کرنا ہے، تاکہ وہ اس مخلوق کے مقصود ہونے کے بعد اس کو پیدا کیا جائے۔ چونکہ نتیجہ یہ مقصود وہی مقدمات کے بعد موجود ہونا ہے، اس لیے انسان نے نفس اور ذہن کی اجازت نہیں لی تھی، ورنہ بہت سے لوگ ایسی حالت میں دنیا کر دیتے جاتیں گے، وہ اس سے بعد ان کے مقصود سے ہونے کی سیدھی اور آسان گزرتے، ان کے نزدیک وہ اس کی حالت تھی، اور جاننا تھا، مقصود نہیں، اس لیے ان کے ذہن کی اجازت میں بنا، پرہے وہی بھی کہ اس کو جاننے میں ان کو راحت ہے اور دنیا ہو جانے کے بعد ان کا گوشت و لحمہ و عظام انسانی میں قید ہے، جس کا مقصود ہے، اس کو فکر اس نہ کیا جائے اور عجبیہ کرنے کے لیے یہ نہ دیا جائے کہ وہ مرد و عورت کے گوشت و لحمہ و عورت کو اس میں نکال جائے گا اور اس کا استعمال انسان کی صورت کے لیے مفید ہوگا، تاہم ان کو یہ نہ بتایا گیا کہ ان میں یہ نہ کہہ دیں (نہا کرنا، چلنا کرنا، پھنسنا، اڑنا، غرض ہر چیز کا جمیع انسانی مقصود ہے، اس لیے وہاں کل انسانی کی اجازت نہیں دی تھی، مگر اس لیے اس کی رعایت کی تھی کہ حتیٰ اگر مکان بہت بڑا سمیت سے رہا جائے، حتیٰ انسانی میں جو کچھ نظر آتا ہے، کھانا، شراب اور یہاں میں خدا اور عجبیہ دینی ممانعت ہے۔ (وہی باب ۵)

یہ سوال اعتراض ... مرد کو قتل کرنا بہتر ہے یا جہاد دینے؟

اسلامانی خوبی یہ ہے کہ مرد کو قتل کرنا یا عجبیہ یا تیرا اور جلانے کی صورت میں ان کو مارا جائے اور اس کو جہاد دینا، اس اصل سے دور ہے، بعض لوگوں میں غلط فہمی کی خرابیاں ہیں، ان کے ذہن میں قتل کرنے کی خرابیاں ہیں۔ ان کی خرابی یہ ہے کہ اس سے بھلائی آتی ہے، ورنہ نہ یہ لے لے لے اور تھکن ہوتے ہیں اس طرح کے فتوے سے ثابت کرتے ہیں کہ جلانا اچھا ہے، اور ہم قتل کرنے کے خلاف مشہور ہوتے ہیں، اس کی وجہ سے ہم بھٹسائی کرنا، مرنے پر اس قدر متعلق اور متعلق ہوتا ہے کہ ان کے قتل کی جاتی، ایسے مکمل کھتے ہیں۔ چنی میں یہاں سوچتے ہیں کہ اسلامانی نقطہ حق و باطل کا فیصلہ خود کر رہی ہے، جس طرح تو ان کو پسند کرنا ہے، تاہم اس میں بدن کو اس کی اصل میں پہنچا، یہ باقی خاک ہو، اصل ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ خداوند کا اچھا چیز کی طرف مہیا ہے، اور کوئی شخص کو جس پر چلنا کر دے، پر چل جاتا تو یہاں تاہم ہوتی، جب خدا کہ عجبیہ دینا ہے اور ان کا تہ نہ ہو، حتیٰ تاہم ہے، اور تاہم میں اتنی اور بھی کی طرف نہ ہوتا، اس خاک کا عجبیہ نہیں ہو، یہ عجبیہ و قتل ہے کہ اس میں ہر جمع

الی اصلہ“ (ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹی ہے) تو کتاب میں لکھا کہ انکس عقل کے سوا عقلی ہے اور اس کے ماسوا سب فطرت میلہ اور عقل کے بالکل خلاف ہے، باقی اوراق (جلانے کی) کی رسم کیسے لکھی؟ سو ایک بزرگ فرما۔ آج میں کرنا ہوا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں پرانی تاریخ میں اداکار اور دلاؤس کی معاشرت کا ذکر ہے، یہ وہ جن تھے خالیات کے شرافت اور انسانی کے اور تو ان عنصر غالب پہلی بار کا متعصبی مثالی یہ تھا کہ بعد موت ان کے یہاں کو اسی میں ملا دیا جائے۔ چونکہ ان میں آگ غالب تھی، اس لیے آگ میں جڑ دیے جاتے تھے، یہ تھے ان کی کتابوں میں مذکور وہ گئے، جہالت اور ہوائی سے خدا بچائے، یہ پتے پر گھوس کی سنت سمجھ کر خود بھی بیکہ کرتے گئے۔

”ہوں نہ بدند حقیقتہ السنہ زائد“

”وہ بات تو رشتہ سے ثابت نہیں مگر قرآن سے بھی مزید ہے۔“

(محظروں کے اربعہ واریج میں ۱۲)

حصہ دوم

روافض کے اعتراضات کے جوابات

پہلا اعتراض..... وصال حضور ﷺ کا ووات مانگنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کا یہ کہنا کہ کیا ضرورت ہے؟

(الف) یہ اعتراض حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نہیں۔ بلکہ اس میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کتمان جن کا اعتراض لازم آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تبلیغ و دعاء کا فرض تھی۔ اگر کوئی حکم واجب تھا تو آپ نے کیوں نہ ظاہر فرما دیا؟ اگر اس وقت دعوتِ حکم نہیں آئے تو دوسرے وقت منع کرتے کر فرما دیتے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہے ہیں، چنانچہ یہ واقعہ بخیرینہ کا ہے اور وفات وہ شب کو ہوئی، اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نیا حکم ارشاد فرمانا نہ تھا، بلکہ کسی امر قدیم کی تجدید کا یہ مقصود تھی۔

(ب) چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمجھ گئے اس لیے آپ نے گواہان فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف فرمائیں اس کی ایسی مثال ہے کہ طیب کسی کو زانیہ سے نکلا دے، پھر براہ راست شفقت کہے کہ ظلم و اداؤں کو گھڑاں اور سر بلیں یہ کچھ کر کر اس وقت ان کو تکلیف ہوئی کہے کہ کیا حاجت ہے؟ اس وقت تکلیف مت دو۔

الزامی جواب:

اور جواب اثراتی یہ ہے کہ قصہ حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ لکھا تھا: "حدیثا ساقطی علیہ محمد رسول اللہ" لکھانے حراحت کی کہ "ابن عبد اللہ" لکھو کیونکہ اس میں تو بھلا ہے، اگر ہم یہ دعوت کو تسلیم کر لیں تو نزاع ہی کس بات کی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

”لا ورب محمد“ کہتی ہو حضرت یہ ایک حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں کرتی تھیں۔ ”وہی صحر فلا امد“ (”میں صرف آپ کا ہم پیروز رہتی ہوں“) کہ حضورؐ اس وقت صرف آپ کا ہم نہیں بلکہ وہ دن میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہوئے ہیں تو اگر آپ جس میں ان حضرات میں کوئی بات ہوئی بھی ہو تو ہم ایک دوسرے پر مار رہے۔ ہمارا اٹھنا کہ ہم اعتراض کریں۔

ایک واقعہ

کانپور میں ایک صاحب حضرت محامد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہتے تھے۔ ایک مرتبہ اتفاق سے میں ان سے ملا انہوں نے اسی تذکرہ لکھا اور یہ بندے پڑھیں ”میں سب اُنہی اُنہی خُلق خُلق و من سُننِی فُلُقُ نَسْتُ اللہ“ اور کہا کہ حضرت محمدؐ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نہ مناسب الفاظ کہہ دیتے تھے تو وہ حدیث کے مصداق ہو گئے۔ میں نے کہا کہ صاحب آپ نے غور نہیں کیا اس حدیث کے معنی نہیں جو آپ نے سمجھے ہمارے دوسرے ہیں ان کے سمجھنے کے لیے اول آپ ایک عمارہ سمجھئے کہ اگر کوئی شخصیں ہیں۔ کچھ کہ جو شخص میرے بیٹے کی طرف آنے لگو کر دیکھے۔ میں اس کی آنکھیں نکال دوں گا تو آپ بتائیے کہ یہ وعید کس شخص کے لیے ہے؟ آیا پانی و سرخی لوہار کے لیے بھی نہ سرد آجیں میں ٹرین چمکڑی تو ان کے ساتھ بھی اسی کیا جائے گا ان کے دل اور اجانب کے لیے ہے۔

خاتم ہے کہ ایسا آپ کے لیے یہ وعید ہے اس حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ غیر احمدی میں سے جو شخص میرے صاحب کو برا کہے اس کے لیے یہ علم ہے۔ (تذکرہ اکیڈمی ص ۳۶)

شخصین رضی اللہ عنہما کے احسانات

ہمیں قسم کہتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل سے پڑھا جائے تو وہ حضرت شخصین رضی اللہ عنہما کے احسانات مند ہوں گے کہ انہوں نے ان کو نصیحت سے بچایا کیوں کہ حضرت محامدؐ کو یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے خلافت شایان اودھ کی قیادت میں نہایت ناگہانی کر دیا وہ دن پیش و مستیاں کرتے ہوں اور تو اسکی بادشاہت بھی تو ایک دن صرف کی حالت دیکھ رہا ہے کہ جو چاہیے حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا نکال کی طرف چارے تھے حضرت ذہن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دور سے دیکھا تو پہچان لیا کہ امیر المؤمنین ہیں جب ان کے گھر سے قریب نہ گئے تو آہ و زاری کہ امیر المؤمنین اس وقت تخت گیری اور لوٹیں کہاں جا رہے ہیں آخر ولایتِ اہل کا ایک وقت طالع ہو گیا ہے اس کی تلاش میں چاروں اہل بیت نے غرض کیا ”میں غام نہ ہوں“

دیا؟ فرمایا کہ قیامت میں تو سوال مجھ سے ہوتا، خادم سے سوال نہ ہوگا، عرض کیا: ”مجھ تو خود بھی روبرو تو قیامت کے تشریف لے رہے تھے، اگر کبھی نہ ہو جائے، فرمایا: ”نہیں، جو ہم اللہ حیرا“، جنہوں نے آگ اب سے بھی نہ بدگرم ہے، یہ کہہ کر اسی وجہ پر اور ان میں بیکار تشریف لے گئے، یہ سہولت تھی، ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے، جذبہ میں فرمایا: ”اسمعوا، واطيعوا“ (سنو اور مانو) ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہہ ”لا تسمع ولا تطيع“ (نہ سنیں، نہ مانو) دیکھئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: ”کیوں؟“ ان نے جواب میں کہا: آپ نے دو چیز سے کہیں کر رکھے ہیں، ہر مال قیمت سے تقسیم ہوئے ہیں، ہر سب کے حصہ میں تو ایک کپڑا آیا تھا، آپ نے دو کپڑے پیسے لیے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرما دیا: ”یہ ظلم قرعی کہتے ہو، اے عبداللہ! قرآن کا جواب دو،“ اسی پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: ”ایہ انوشین کے پاس آئے، کوئی کپڑا نہ تھا، جس کو پہن کر توجہ نہ دیتے، تو میں نے اپنے حصہ کا کپڑا، ان کو عار باد سے دو دیا، اس طرح ان کے پاس دو کپڑے ہو گئے، جن میں سے ایک کی تنگی بتائی اور ایک کی چار دیوہ جواب میں کہ سائل نے دوسرے کو آدھ کر دیا، جس کا ایک حصہ عیوب و اذاب آپ خدیجہ پڑھیں، ہم سب سب سے اور اطاعت کریں گے، یہ ان حضرات کی قصورت تھی کہ دمایہ کا ہر شخص ان پر دروس نکال کر لے کر موجود تھا، تو ایسی صورت میں خلافت کوئی راحت کی چیز تھی؟

کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ طائب دنیا تھے؟

تو کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے نہ ملنے سے رنجیدہ ہوئے تھے؟ ابھی نہیں اور ہمارے مان بھی ایسا ہے کہ خلافت بڑی راحت کی چیز تھی تو اس کی وجہ سے اس کے دل میں دنیا کی دوسری اور وقت ہو، تو کیا خود بخود ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو: ”یاد اور طائب دنیا بھی رکھا ہے، جو وہ اس کے نہ ملنے سے رنجیدہ ہوئے ہوں گے، ان کو دایہ آٹھیں تو اس کو یہ خیال سہرا ہے، ہمارا خیال تو یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظرسن دنیا کی پتھر بھی بوقت یا ہوس نہ تھیں، کیونکہ ان کو تحقیق مع اللہ فی سلطنت حاصل تھی، جس کی خاصیت یہ ہے کہ:

اں کہیں ترا شناخت جان را چہ کند

فرزند و حیاں و خاندان را چہ کند

یہ بلاغت ویر میں ملی تو کیا؟ اور دنیا کی تو کیا؟ ان کو کبھی بھی اس کا رنج نہ ہو سکتا تھا، جلد و ہمتوں سے غور نہ ہوتے، یہ جس بات سے ان کو خوش ہو کر آپ اس میں دلچسپی کرتے، دامنے جان ہیں؟ یہ تو

مثل ہوگی: یعنی سب کو اوپر سے، ایسی کی ہے واقعی کو حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ مال و خون زینت
حیات و دنیا ہیں۔
(مطابقت مال صلی: ۱۹)

مگر اہل فرقہ کا غلط دعویٰ

بہ ایک فرقہ انصار نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلا فصل ایک حدیث سے ثابت کی
ہے جس سے حضرت کی نسبت: "الحملک لحمی و دملک دعی" آیا ہے اور اسناد لال اس طرح
کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس لیے ان کے ہوتے
ہوئے کسی دوسرے کو خلافت کا جتن جتن نہیں تھا، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ حدیث ثابت نہیں،
دوسرے میں اتنا ہوں کہ اگر اس سے میثیت حقیقہ مراد ہے تو اس سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
خلافت خالی نہ ہوئی ہے۔ کیونکہ خلیفہ تو غیر حق ہونا چاہیے، بلکہ شخص خود اپنا خلیفہ نہیں ہوا کرتا، پس
بہت سے بہت تم یہ کہہ سکتے ہو کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ
تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی خلیفہ تھے، تو اس میں ہم قرعے ذراغ نہ کریں گے۔

شادوم کہ از دقبہار دامن کشاں مرشدی

گو مشت ناکہ نام بر پا، رفت باقی

محران کا مدعا تو بالکل بوجہ اور اور ایک جواب دوسرے علماء نے دیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کا مکان
کیسے ہوا، یہ تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں معاذ اللہ سخت گالی ہوگی، اور اگر
میثیت حقیقہ مراد نہیں، بلکہ یہ نامراد نہیں، بعد صرف میثیت عرفیہ مراد ہے، جیسا کہ سو فی حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کو اس حق سے میں حق کہتے ہیں، تو پھر یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خاص
نہیں، یہ ملتی کریں تو ہر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں رسول اللہ، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جو
تعلق تھا کسی کو بھی، انہیست نہ تھی۔
(ارضا بالحق حصہ دوم ص ۱۳۰)

تیسرا اعتراض..... ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی اہل

بیت میں داخل ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے "اللھم اجعل رزق آل محمد قویاً" کہ اللہ! آل محمد کا رزق بقدر قوت کیا جائے اور قدر قوت وہ ہے جس میں بقدر کفایت گزار دجائے کچھ فاضل نہ ہو اور اس میں شک نہیں کہ ازواج مطہرات بھی آل محمد میں داخل ہیں، اس لیے دعا ان کو بھی شامل تھی اور اسی طرح ذریت بھی داخل ہے، بلکہ اصل مقتضائے لغت یہ ہے کہ ازواج تو آل محمد میں اصلاً داخل ہوں اور ذریت جو داخل ہوں، کیونکہ آل کہتے ہیں اہل بیت کو، یعنی گھر والوں کو اور گھر والوں کے مفہوم میں بیوی سب سے پہلے داخل ہے، پس یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ ذریت تو آل میں داخل ہو اور ازواج داخل نہ ہوں، بعض لوگوں کو ایک حدیث سے شبہ ہو گیا ہے، وہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و حضرات حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی عبا میں داخل فرما کر فرمایا "اللھم هؤلاء اہل بیتی" کہ اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اس سے بعض عقلمندوں نے یہ سمجھا ہے کہ ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل نہیں، حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! یہ بھی میرے اہل بیت میں سے ہیں، ان کو بھی "انما یرید اللہ لہذہب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیر" (اے اہل بیت! اللہ تم سے چاہتا ہے کہ گندگی دور فرمادے اور تم کو نوب اچھی طرح پاک و صاف کر دے) کی فضیلت میں داخل کرایا جائے، یہاں حصر مقصود نہیں کہ بس یہی اہل بیت ہیں اور ازواج مطہرات اہل بیت نہیں ہیں اور یہ جو اس حدیث کے بعض طرق میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو عبا میں داخل فرمایا کہ یہ دعا کی، تو ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے بھی ان کے ساتھ شامل فرمائیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کو عبا میں داخل کرنے کی ضرورت نہیں، تم تو پہلے ہی سے اہل بیت میں داخل ہو، دوسرے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضلی تھے، ان کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عبا میں کیونکر داخل کیا جاسکتا تھا؟ یہ احکامات کا جواب تھا اور اصل دعا کے لیے دلیل اول تو اہل بیت کے آل محمد میں ازواج اولاء داخل ہیں، دوسرے قرآن کا محاورہ یہی ہے۔ حق تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں جب کہ ملائکہ نے ان کو ولد کی

ایک حکایت

چنانچہ ایک عورت کھنگے پکڑ رہی تھی، خاندان کے اور کوئی کام اٹھانے کے تم فلاں کام کرنا، ٹھیکے میں پکالوں گا، بیوی نے کہا کہ تجرید کام نہیں کر سکتے، اس نے کہا ادا یہ بھی کوئی مشکل کام ہے۔ ڈال اور نکال لیں؟ اس نے کہا، بہت اچھا! بھی معلوم ہو جائے گا چنانچہ شوہر صاحب نے کھڑے کھڑے ہی اوپر سے کھنگے کو بھیجی میں ذرا، یا، جس۔ نے سچی کے پھینے گرم گرم اذکرا ان کے بدن پر گرے اور بدن چل گیا، چھانے پڑھ گئے، بیوی نے کہا میں نہ کہتی تھی کہ تم سے یہ کام نہ ہوگا، وہ یہ سمجھے تھے کہ اس میں کیا مشکل بات ہے؟ پس ڈال اور نکال لیں، جیسے تھکوانے ایک پھرتی کہا کرتے تھے کہ کھانا سمیا مشکل ہے؟ منہ میں رکھا اور نکل لیں اور چلنا کیا مشکل ہے؟ قدم ٹھاپا اور رکھ دیا، وہ وہ لہ بہت کھا، کھ جاتا تھا اور دن میں بہت مسافت طے کر لیتا تھا، عمرات و دفعوں سے کہیں کام چلتا ہے، ذرا آپ تو ایسے کر کے دیکھیں، حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ اسی طرح انہاری کا کا۔ ایک روز، رات بیٹے سے نہیں آ سکا، بندر بھی تو بڑھی کو دیکھ کر بڑھی جاتا تھا مگر کیا کسے بی گئی: اسی لیے کہتے ہیں: "کار بوزیہ نیست بنیادی" غرض احوال میں میں۔ بینڈ ایک چیز ہے مٹی آہستہ اور مناجات اور مہارت ایک اور چیز ہے۔ جتنی برکت جو مشاہدہ سے معلوم ہوئی۔ بہ ذوق مشاہدہ کے اس کا علم نہیں ہو سکتا، جیسے ناناں لکھتے ہیں۔ جس فعل اسلوب کے معلوم نہیں ہو سکتی۔

ایک مشہور قصہ

ایک قصہ مشہور ہے کہ چند سہیلوں نے مل کر آجیں میں تذکرہ کیا کہ شادی کی لذت کیسی ہوتی ہے۔ ایک لڑکی نے کہا میرا نکاح ہو جائے تو میں جتناؤں گی۔ جب اس کا نکاح ہو گیا تو سہیلیوں نے اس سے پوچھا کہ: اب جلا؟ اس نے جواب دیا کہ:

یاد یوں ہی جب تمہارا ہو جائے گا!

تب تو معلوم سارا ہو جائے گا!

غرض اس دورِ اذوقہ کو عبادت میں بین نہیں کر سکتے۔ وہ مشاہدہ ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ ان طرح برکت بھی مشاہدہ ہی سے معلوم ہوتی ہے، اس کے بغیر نہیں معلوم ہو سکتی، انہی جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آٹھ علوم سینہ پہ سینہ عطا ہوئے ہیں، وہ وہ کام میں قضا کرتا چاہتے ہیں۔

حضرت شیخ رضی اللہ عنہ کا فرمان

[illegible]

اما ابو یوسف: عمر من اشدنا + قه

[illegible]

حدیث میں ہے؟ کہاں ہاں! محدث نے کہا: "وَالْفُتَنُ انْتَمِ الْاَظْهَارُ وَحَنُ الصَّيَالَةِ" خدا تعالیٰ
طیب ہوا درہم خطہ ہیرا!

سایہ افشا کے بیان کے بعد اب تو ہم بھی سمجھتے ہیں کہ غلام حدیث سے یہ مسئلہ صحیح
ہوا اور غلام تویت سے وہ مسئلہ مگر بدون بیان فقہاء کے اس کا سمجھا دشوار اور سخت دشوار ہے۔
اسی کا نام اجتہاد ہے اور یہی وہ بیم ہے جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اَلَا فُتِنَا
اَوْ نُهَ الرَّحْلُ فِی الْاَقْرَانِ"۔ (ایضاً: ص ۷)

اہل بدعت کے شبہات کے جوابات

پانچواں اعتراض..... بدعت کی ایک پہچان اور اس کی صحیح حقیقت!

ایک پہچان بدعت کی مثلاً دے رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جو بات قرآن و حدیث اور اجماع و
قیاس چاروں میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہ ہو اور اس کو ابن ابی شیبہ نے کہا جائے، وہ بدعت
ہے، اس کی پہچان کے بعد وہ کچھ لکھتے کہ ہمارے بھائیوں کے جوابات ہیں، مثلاً غریب کرنا، قافلو
دلانا، تنصیف اور تین کو ضروری سمجھ کر ایصال ثواب وغیرہ وغیرہ جتنے اعمال ہیں کسی اصل
سے ثابت نہیں ہیں اور ان کو ابن ابی شیبہ نے کہا ہوتا ہے، یا نہیں؟ اگرچہ خواص کا عقیدہ اس مسائل
میں خراب نہیں لیکن یہ فقہ حنفی کا مسئلہ ہے کہ خواص کے جس شخص امر سے کہ وہ مطلوب
مند الشرع نہ ہو، جو امر میں خرابی ہے تو خواص کو چاہیے کہ اس امر کو ترک کر دیں۔ ہاں! اگر وہ
امر مطلوب مند الشرع ہو اور اس میں کچھ منکرات نہ ہوں، تو منکرات کے طے نہ کرنے کی کوشش
کریں گے اور اس امر کو نہ چھڑائیں گے مثلاً اگر جنازہ کے ساتھ منکرات بھی ہوں تو مشاییت
(چپے پلٹا، جنازہ کو ترک نہ کریں گے، کیونکہ مشاییت جنازہ کی مطلب ہے خدا الشریعہ ہے، پس
ایصال ثواب میں وہ امر ہیں، ایک تعین و نیت، جو سر و ایصال ثواب اور ان میں تعین و نیت
مطلوب مند الشرع نہیں اگرچہ مباح ہے اور چونکہ تعین سے امر میں خرابی چھلکتی ہے، اس لیے
ہم تعین کو ترک کر دیں گے، البتہ اگر ساری امت کا یہ عقیدہ ہو جائے کہ وہ تعین کو ضروری نہ
سمجھے تو ہم خود اس کو بلکہ سب تعین کی اجازت دے دیں گے، لیکن حالات موجود ہیں کہ جب
کے اکثر لوگ کا خیال ہے کہ ان مسائل تاریخیوں میں ثواب پہنچانے سے زیادہ مقبوضہ ہوتی ہے اور
یہ خلاف شریعت ہے، کیسے اجازت دے دی جائے؟

ایصال ثوب کے لیے چرخ مخصوص مرد

[illegible]

میت کی اصلاح

مرا ایک دوست کی سطران سرائی سے ملی ہے۔ کیا نہ کھڑی یہ نیت بدلتی ہے کہ ہم اس کو شہر پہ
چھوڑا کیوں؟ تو میں نے اور کہنے کیے تو صاحبِ اسرار نے کھنکھار کر ہنسنے لگے۔ اس نے
اسی مشن بے گناہ آپ کی تحمیل سے جان بوجھ کر مٹھائی لے کر چلے گئے اور پیش کرنے کے بعد اس شخص
نے انہیں لڑا پہنچے۔ یہ وہ ہے جس کا وہی ہے وہی۔ ہر دو کیلئے اس شخص کی شہر کی یاد ہو رہی ہے اور اس
سے اس کی کہیں نصرت ہوگی۔ مجھے جب اس کی کوئی بات بدلتی ہے تو اہل خانہ کو اس سے زیادہ اذیت
ہوگی۔ پھر خصوصاً وہ ہے۔ یہ وہاں اذیت زیادہ ہو جاتی ہے۔ کیا تم یہ کہیں نصرت کی بات کہتا ہے اور
میرے دوست کی اس بات کو جوتی ہے۔ اس کو اس کو اس کے ہاں پہنچا رہا ہے۔ جس نے اس کو یہ قصہ
کہا کہ ہو گا کہ یہ میری عرض سے پیش کیا گیا ہے۔ اس قصہ کو کہہ کر میں بھی اس کے حوالے
تو شرم کی بات ہے کہ میں نے اس کے لیے حلق اور محبت جو اس کے پاس دیا ہے کہ
ہے۔ ان سے اس کا یہ اسیر شہر بھی اس بات سے جیسے کسی بنا سے کہ اس نے اسیر اسیر اسیر
فیصلہ ہے یہ اس بات کی کہ میں چل کر ہر دے اس کی کوئی کہہ دوں گا اور اس کو اس سے
میرا قصہ یہ بدلتی رہے وہ اسے جو بات سے تو اس لیے کہ اس کو اس کے ہم کو اس کے ہاں اس کے

[illegible][illegible]

بدعات و فحش

[illegible]

خیر القریٰ و اہلہ و عہدہ چنی

[illegible]

تھی کہ جو کچھ سنتے تھے وہ سب نکش کا تجربہ ہوتا تھا، مگر ایسی مانی پائی تھی کہ اس کی ضرورت تھی کہ بہت لمبے لمبے کے سامنے اتر کر رہیں۔ اور سب (بیسہ گانہ) کی آواز میں بھی غالب تھا۔

کتابوں کی تھئیف اور مدارس و خانقاہوں کی تعمیر

بعد اس زمانہ کے دوسرا زمانہ آیا، مغلیں نے یہ شکیں نہ کی کہ در بدر سے، اجماعاً ہی ہوا، عقل پرستوں کا غلبہ ہوا۔ تہذیب مغلوب ہونے لگا۔ پس جہاں استقامت و قوتی اعتدیل و دین کے منہاں ہونے کا ہوا، جہاں ضرورت اس کی واقعہ ہوئی کہ دین کی تبلیغ اجڑا، تہذیب کی جائے، چنانچہ کتب دینیہ حدیث، اصول مذہب، فقہ، عقائد میں تفسیر ہوئیں اور ان کی تدریس کے لیے مدارس خاصہ کھلے گئے، اسی طرح شریعت مسلمہ کے اسباب قوت و ابھار کے لیے بیحد ضرورت نہ رہنے کے مستثنائے میں خائفانہ پناہیں اور اس لیے کہ بغیر ان چیزوں کے دین کی حفاظت کی کوئی صورت نہ تھی، اس پر چاروں ادیان میں کہ سب ان کا جدید ہے کہ وہ سب خیر القہر ان میں نہ تھا، اور سوائے علیہ حق غفلت دین ماضی پر کی ہیں، اس میں یہ اجمال صورت بدعت ہیں، لیکن واقعہ میں بدعت نہیں بلکہ سب قاعدہ و قاعدہ الواجب والایب، واجب ہیں۔

بدعات میں کیا چیزیں داخل ہیں

اور دوسری قسم وہ حج میں جیسا کہ سب قدیم ہے، جیسے مجالس میاں اور جہاں اور جہاں دوسرا، جہاں
 وغیرہ باطنی اہل سنت کہ اس کا سبب قدیم ہے، مثلاً میاں کے متعلقہ کرنے کا سبب فرار علی الاولاد
 لکن یہ ہے اور یہ سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 یا صمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مجالس متعلقہ نہیں کی، کیا (نحوہ باطنی) مساجد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نہیں
 یہاں تک نہیں پہنچا؟ اگر سب اس کا اس وقت نہ ہوتا تو ایسا نہ ہو سکتے تھے کہ مثلاً ان کا ۳۲ جوت تھا،
 لیکن جب کہ باعث اور بناء اور مدعو جوت تھا تو پھر ایسا ہی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی
 مجلس میاں و متعلقہ اور نہ کایہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے "پس جس نے نو بدو اس بلائی اور ہادی
 موجودی کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا نہ کسی بدو رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسی شے کا حکم یہ ہے کہ وہ عت
 مدعو بھی اور وہ بھی اور حدیث "من احسن فی عرواھنا مجالس منہ فہو رد" (نحوہ ۱
 "جس نے نماز اور میں کوئی نئی چیز پیدا کی جس کا دین سے تعلق نہیں وہ مدعو ہے) اس
 داخل ہو کر وہ سب اہل بیت اور سب قسم "ماہر" میں داخل ہو کر مقبوس ہے، یہ کا حد و کلیہ ہے بدعت اور
 حدت کے پھر ان کے اس سے تمام تہذیبات کا حکم مستفیض ہو سکتے اور ان رؤسوں میں قیام اور

مقبول یعنی بڑے پیر صاحب کی گیارہویں کا عید منانا کیسے جائز ہو گا؟ دوسرے یہ شیخ حضرت کے وفات کی کسی تاریخ نے نہیں لکھی، نہ معلوم عوام نے گیارہویں تاریخ کس کشف والا ہوا سے معلوم کر لی، بعض لوگ ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہویں کیا کرتے تھے، تو اول تو یہ روایت ثابت نہیں، اس کا ثبوت دینا چاہئے، دوسرے اگر ہو بھی تو کیا حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کرتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہویں چھوڑ کر بڑے پیر صاحب کی گیارہویں کرتے ہو؟ یہ تو ان کے خلاف ہے، کیونکہ اگر بالفرض وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہویں کیا کرتے تھے، تو وہ اس کو ہرگز گوارا نہ کر سکتے تھے کہ میرے بعد بچائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میری گیارہویں کی جائے، تیسرے اس میں عقیدہ بھی قاسد ہے کہ لوگ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میاں د کرتے ہیں، تو بڑے پیر کی گیارہویں بلکہ بعض جگہ حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا میاں د بھی ہونے لگا، گویا بالکل ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی ہو گئے۔

عقائد کی خرابیاں

اور غضب یہ ہے کہ کترنے والوں کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر گیارہویں نہ کریں گے تو بلا نازل ہوگی، بڑے پیر صاحب ناخوش ہو جائیں گے اور پھر نہ معلوم کیا سے کیا کر دیں گے؟ انھوں نے باللہ! وہ مخلوق کو تکلیف دیتے پھرتے ہیں، نیز گیارہویں کرنے کو مال و داد کی ترقی کا باعث سمجھتے ہیں، اس میں حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دنیا کے لیے تعلق رکھنا ہوا کہ کیسی بے حیائی ہے کہ جس مردار کو وہ چھوڑ کر الگ ہوئے تھے، اسی کے لیے ان سے تعلق کیا جائے، غرض گیارہویں کے اندر بھی محبت کا دعویٰ ہوتا کچھ قرآن چڑھ کر ان کی روح کو ثواب بخش دیا جائے، مایا باقیمین تاریخ غریباؤ کو کھانا کھلاوے۔

آنحواں اعتراض..... حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کے

متعلق ایک بے بنیاد حکایت!

ایک حکایت مشہور کی جاتی ہے کہ آپ کے پاس ایک بڑھیا آئی، جس کا لڑکا مر گیا تھا کہ حضرت! اس کو زندہ کر دو، آپ نے فرمایا کہ اس کی عمر تو ختم ہو چکی، اب زندہ نہیں ہو سکتا، مگر وہ نے اور اسرار کرنے لگی، تو آپ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا کہ اس لڑکے کو زندہ کر دو۔

چائے، دباں سے شہاب ہو کہ اس کی تقدیر میں حیات نہیں، اس لیے سب زندہ نہیں ہو سکتا، تو حضرت شاہ عبد القدوس دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حق تعالیٰ سے کہتے ہیں، ذرا ملاحظہ کیجئے! یہ حق تعالیٰ سے باتیں ہو رہی ہیں کہ حضرت! آپ سے کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ پھر تو آپ مجبور ہو کر خود ہی زندہ کرتے (نعوذ باللہ منہ) وہاں سے حکم ہوا کہ پھر تقدیر کے اختلاف تو نہیں ہو سکتا، اس پر شاہ عبد القدوس رحمہ اللہ کو جمال آیا، وہ آپ نے قدرت کفایت سے طلب الموت کو غلام کہہ دیا کہ وہ کہاں ہیں؟ آخر انکمر آئے تو کیا کہ یکہ کہیں جس میں اس دن کے مردوں کی دہائیں بجا کر لے پادے میں ابھی تک پہنچ کر زندہ پہنچ گئے۔ شاہ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو نوک اور کہا کہ بڑھیا کے لڑتے کی دوسرا دایہ کر رہا ہے اس کو نہیں لے جاسکتا، وہ انکار کرنے لگتا، آپ نے کہا، احمیہ! ان کے ہاتھ نے چھین کر کھول دیا، جتنی رو میں تھی سب دھڑ دھڑا کر نکلی اور اس دن جتنے مردے مرے تھے، سب زندہ ہو گئے، تو شاہ عبد القدوس رحمہ اللہ نے حق تعالیٰ سے کہا کہ کیوں اب راضی ہو گئے؟ ایک مردے کے زندہ کرنے پر راضی نہ ہونے اب اتنی بہت خوش ہوا ہوگا، جب ہم نے ہمارے مردوں کو زندہ کر دیا، آپ! تو یہ اس متغیر اللہ کی نہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح منکول کرنے کی کسی کو ہمال ہے؟ پھر یہ سب حکایتیں چالیوں نے گھڑی ہیں اور ان کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ! شاہ عبد القدوس رحمہ اللہ وہ کام کر سکتے ہیں، جو خدا بھی نہیں کر سکتا، بھلا کچھ ٹھکانا ہے اس کفر کا جب چالیوں نے شاہ عبد القدوس رحمہ اللہ کو اس مرتبہ پر پہنچا دیا، تو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ آتا، تو ضعیفہ اولو زہم بشر ہو کر دیکھا ہوتا تو معلوم یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں پہنچتے؟؟؟ (فی المناقب فی رضا اللہ عنہ صفحہ ۸)

نواں اعتراض..... بعض لوگوں نے حضور ﷺ کے خدا ہونے کی

حدیثیں گھڑ لی ہیں

بعض لوگوں نے اس مضمون کی اعادیت بھی گھڑی ہیں، ان سے یہ حوالہ دیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا خدا کیا ہے، کیا یہ حدیث یہ کہی ہے: "انما عرب سلا عبر" اس سے اللہ ذی الجلال سے یہ چیز کو کسی ہمال نے فرصت میں بیٹو کر گھڑی ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چیز تان کی نیابت دے تھی؟ آپ نے صاف ہی کیوں نہ فرمایا "انما رب" نیز بھیجئے۔ یہ ساتھ "انما عرب" ملا نہیں۔ "تسبیح" یا شہادت تھی؟ پھر اس سے یہ عاریت کرنا حاصل ہے؟ کیوں تو

”عرب“ میں ”با“ مشدود نہیں ہے، مخفف ہے تو میں نکال کر ”رب“ بلا تشدید باقی رہا اور یہ کوئی لغت نہیں ہے۔ ”رب“ بلا تشدید ثابت نہ ہوا، دوسرے آپ عرب کہاں تھے؟ آپ تو عربی تھے، پھر ”الاعزات“ میں حمل کیوں کہ صحیح ہوگا؟ حدیث ہی گھڑی تو ایسی جس کے سر نہ پاؤں اور جس میں ایک ادنیٰ طالب علم بھی غلطیاں نکال سکتا ہے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مسیح و مبلغ تھے کہ آپ کے کام میں کسی کی مجال نہیں کہ انگی بھی دھر سکے، اسی لیے محدثین نے فرمایا کہ رکاکت الفاظ بھی حدیث کے موضوع ہونے کی علامت ہے اور یہاں تو رکاکت الفاظ کے ساتھ مضمون بھی رکیک ہے، کیونکہ اس سے ”رب“ ہونا نہیں نکلتا، بلکہ ”رب“ نکلتا ہے اور ”رب“ بلا تشدید ایک مہمل لفظ ہے۔ ایک حدیث یہ گھڑی ہے: ”الاحمد بلا مہم“ یہ حدیث نہیں ہے، بلکہ احمد جام رحمہ اللہ کا قول ہے، جو ان سے حالت سکر (مستی و بے ہوشی) میں صادر ہوا اور قابل تاویل ہے اور اگر تاویل نہ کی جائے تو قابل رد ہے، کیونکہ غلبہ حال کے اقوال و افعال قابل اعتبار نہیں ہوتے۔ ایک حدیث یہ گھڑی ہے: ”رايت ربي يَطْلُو في مسكالك المدينة“ (میں نے اپنے رب کو مدینہ کی گلیوں میں پھرتے ہوئے دیکھا) یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے آپ کو مدینہ کی گلیوں میں دیکھا تو فرمایا: ”رايت ربي يَطْلُو في مسكالك المدينة“ کہ میں نے خدا کو مدینہ کی گلیوں میں گھومتے ہوئے دیکھا، بس پھر تو ہر صوفی خدا ہو گیا، جیسے ایک جاہل صوفی کہتا ہے کہ نعوذ باللہ!

”اللہ جسے کہتے ہیں واللہ میں ہی ہوں!“

جاہلوں کے خرافات

ان بیوقوفوں نے تصوف کو ان خرافات سے ہد نام کر دیا، مخالفین بھی ان باتوں پر ہستے ہیں، ایک انگریز ایک مسلمان سے کہتا تھا کہ ہم پر خدا کے تین کہنے پر اعتراض کرتا ہے، تمہارا لونی (صوفی) تو ہر چیز کو خدا کہتا ہے، یہ مسئلہ وحدۃ الوجود کا نام مارا ہے، ان جاہلوں نے اس کی حقیقت تو سمجھی نہیں، بس یہ سمجھے کہ ہر چیز کو خدا کہنے لگے، ان ہی لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بشریت سے نکالنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ واقعات اس پر یقینی شاہد ہیں کہ آپ بشر تھے، چنانچہ اکل و شرب، بول و ہراز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم منزور نہ تھے، جنگ اُحد میں کفار کے ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے، یہود نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کیا اور اس کا اثر ہو گیا، حضرت جبرائیل علیہ السلام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست کی کہ مجھے اپنی اصلی صورت میں دکھاؤ، جب وہ اصلی صورت میں ظاہر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو گئے۔ (ملاحظہ فرمائیے المرام: ۱)

سوال اعتراض..... جانوروں وغیرہ کو منحوس سمجھنا سب ادبیات ہے!

ایک بار عرض کیا گیا کہ لوگ جو بعض کھڑوں وغیرہ کو منحوس سمجھتے ہیں، اس کی بھی اصل ہے؟
فرمایا کہ جی نہیں! سب ادبیات ہے، اس پر تو میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ کبھی ہمیشہ گوراء میں ایک
تخت پر ابو اعلا، انعام کر دیکھا تو اپنی حق صورت پر کھر پڑی اور اس آئینہ کا قصور سمجھا، اسی طرح ہم
لوگوں کو اپنے محبوب ادمروں میں نظر ڈالتے ہیں، مصیبت تو آتی ہے اپنے معصی کی محسوس سے
اور اس کو منسوب کر دیتے ہیں۔ مگر گناہ جانوروں کی طرف فلاں گھوڑا این منخوں آیا، فلاں جانور
فلان وقت بول دیا، اس لیے کام نہ ہوا، اس پر عرض کیا گیا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی
شکل دل میں ٹھکے تو فلاں دعا پڑھے، اس سے شبہ ہوتا ہے کہ جب میں سچا اثر ہوا اور اس کے
وزلہ کے لیے یہ دعا تلاقی تھی جو فرمایا کہ یہ بھلی دفع تردد اور حصول اطمینان کے لیے ہے اور اس
سے کسی اثر کا ثبات لازم نہیں آتا، قابل تنبیہ لینے کی جو احتیاط ہے، اس کی بابت متنبہ کر دیا گیا،
فرمایا کہ اب بھی غور نہیں، نگہ فلاں تنبیہ کا حاصل صرف یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز نہیں آتی، اس کی بناء
پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ثبات تنبیہ رکھا کہ نہ شر و نہ اللہ تعالیٰ میرا کام ہو جائے، درحال بد و انرا اس
درجہ میں سمجھو تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ پر ہر گمان نہ رکھے اور اللہ تعالیٰ پر ثبات تنبیہ رکھنا بہت
اچھا ہے اور یہ تلاقی ناجائز ہے، اس لیے فلاں تنبیہ کی اجازت نہ ہوئی اور ظاہر بد کی ممانعت۔

(ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من دعا علی کافر فمات کافر)

گنہگار ہوا! اعتراض..... اصطلاح صوفیہ میں کافر سے مراد فانی ہے!

علم و نظریہ تو امکان کذب میں آتی تک لڑ ہے ہیں، اس میں تو قرآن کذب لازم آ گیا ہے اس
کا جواب یہ ہے کہ نہیں! کذب نہیں! کیونکہ کافر اصطلاح صوفیہ معنی فانی ہے، خبر دہراتے ہیں

کافر مشتمل مسمرتی مراد رکاز نیست

برگشت من تار کشت حاجت زمان نیست

وہ لونی ہشتم! تو اس میں آجہ کا مطلب یہ ہوا کہ جو چاہے کمال کرے تو فانی ہو کر مرے گا۔ اب یہ
کلام ایہ ہو گیا ہے کہ میرا کہ حدیث میں آیا ہے: لعل اللہ اطلاع الی اهل منہ فقال: اعملوا ما
نستم فقد علمنا، لکم "اد صوفیہ" نے یہ اصطلاح اخت سے دی ہے، کیونکہ لغت میں کافر معنی منہ
(پہچانا) ہے اور فانی معنی اپنی ہستی کا ستر ہے، صوفیوں کی اصطلاحات میں علمت سے ماخوذ ہیں،

کہیں حرف نام سے کہیں فلسفہ سے کہیں ہم کام سے، کہیں کسی اور فن سے اور یہ غلط سمجھتے
انہوں نے اس لیے کیا ہے کہ کسی پر پودہ پڑ رہے، تل نکل ڈینگے جائیں۔
نہی سونید اسرار، عشق و مستی
نہر نہا لبرہ، رہ رنج خود پرستی

اسی لیے ان علوم و اسرار کو برہنہ بن کر دینے کی ممانعت ہے، یعنی بلا ضرورت بیان نہ کرے اور
اس وقت نہ دے سے، بیان کر رہا ہوں، غرض یہ نہیں صد اصوفیہ کی اصطلاح میں غمی، بلکہ اصطلاح
میں نشئی اور بدستور حجاز کے لیے مختیار کیا گیا تاکہ واقعہ لائق، مرقوبہ عشق پریشان ہو جائے۔

حجاز حدیث میں

اور حجاز حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انھیں حجاز سے فرمایا ہے،
چنانچہ ایک جوہر بیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعائی، درخواست کی کہ حدیثی بحث نہت میں پہنچے
اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا تدخلی معہوزی، لکن" کہ روزی عورت نہت میں
نہ چاندی اور نہ لکھی جب آپ نے یہ آیت پڑھی: "إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنِشَاءً ۖ فَتَحْفَلْنَ فِي
مَكَلَّاتٍ ۚ غَيْرَ أَنَّهُنَّ يَصْنَعْنَ الْوَجْهَ" مصعب یہ ترجمہ: روزی عورت بڑھیا ہو کر نہت میں نہ
جائے گی، بلکہ جوں بوں چرائے گی۔ ایک بار حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مسئلہ
کے تحت بار بار سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دفعہ جواب دیا: "یا مہاجر! خیر! مہاجر! خیر!" "وان دعیم
انف ابی فو" کہ ہاں! یہی جواب ہے، مہاجر! ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ گڑ گڑ جائے، یہ حجاز
نہ تو تھا کہ یہ حجاز تھا، مہاجر! ماشاء اللہ! آپ نے یہ جواب دیا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جب اس حدیث کو بیان فرماتے تو آخر میں یہ بھی کہتے: "وان رغب انف اسی درون رغب انف"
کیونکہ ان کو اس میں حظ (مزد) آتا تھا۔

ایک واقعہ

حضرت شیخ ابوالمعالی رحمہ اللہ ایک مرید شیخ کو لیا تو آپ نے اس کے ہاتھ روٹا اقدس چ
سلام بجا دیا، مرید نے شیخ کا سلام پہنچایا، تو روٹا اقدس سے آواز آئی: آپ بھتیجے، تو وہ راہی
سلام کہہ دینا، شیخ کو یہ واقعہ عکس ہو گیا، جب مرید واپس آیا تو اس سے پوچھا: کہہ کرتے ہمارا
سلام پہنچا تھا؟ کہا: "ہاں! حضرت! پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آپ کو سلام فرمایا
یہ فرمایا کہ ان افکون سے جو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لرب نے پس دیا، آپ آپ کہہ

الفاظ معلوم ہیں، تو مجھے آپ کیوں بے ادب بناتے ہیں؟ فرمایا اس میں ہے کہ کیسی؟ اس وقت تمہاری زبان سے وہ الفاظ ادا نہ ہوں گے، بلکہ تمہاری زبان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک ہوگی، تم تو محض سفیر ہو، غرض اس نے وہی الفاظ کہے کہ اپنے بدعتی چچ کو ہمارا بھی سلام کہنا، یہ بدعتی ہی شیخ پر وہ طاری ہوگئی اور یہ شعر پڑھا:

ہم گفتی و نور سندم عفاک اللہ کفو گفتی

جواب تلخ می زبید لب لعل شکر خارا

نبی راز تھا حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بار بار ”وان وعلم انک امی ذر“ کہتے ہیں، ایک بزرگ فرماتے ہیں:

اگر ایک بار بگوید بندہ من

از عرش برگزرد و خندہ من

”اگر وہ کہوے مجھے اپنا غلام سب سے پیارا نام ہو میرا یہی۔“

حق تعالیٰ کا مزاج

حق تعالیٰ کا مزاج فرمانا بھی حدیث سے ثابت ہے کہ جہنم سے جو مسلمان نکالے جائیں گے، ان کا لقب جہنمین ہوگا، کیونکہ ان کو اسی میں حظ ہوگا، جس کی مثال اوپر گزر چکی، ان میں سے ایک شخص جو سب سے اخیر میں نکالا جائے گا، حق تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ ماگ کیا مانتا ہے؟ وہ عرض کرے گا کہ میرا من جہنم کی طرف سے پھیر دیا جائے حق تعالیٰ فرمائیں گے بس! اس کے بعد کچھ نہ مانگے گا؟ وہ کہے گا نہیں! اور کچھ نہ مانگوں گا، چنانچہ جہنم کی طرف سے اس کا من پھیر دیا جائے، اس وقت اس کو جنت کا ایک درخت نظر آئے گا، عرض کرے گا: اس درخت کے نیچے مجھے پہنچاؤ! ارشاد ہوگا کہ تو نے تو ابھی وعدہ کیا تھا کہ کچھ نہ مانگوں گا؟ معذرت کرنے لگے گا کہ بس! یہ درخواست پوری کر دیتے، پھر کچھ نہ مانگوں گا۔ غرض اسی طرح رفتہ رفتہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا تو یہ بھی مزاج ہی ہے کہ مقصود تو جنت میں پہنچنا تھا مگر اس کو رٹ کر پہنچایا جائے گا۔

لہذا اب اس حکایت پر کچھ اشکال نہیں کیونکہ مزاج کا ثبوت اس میں بھی ہے، دوسرے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کافر سے مراد وہ ہے جس میں کافر باللہ نہ تھا، بلکہ کافر بالاعنوت ہے اور یہ اسماعیلیوں میں بھی وارد ہے: ”فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ“ جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مضبوطی سے کو تھام لیا۔“

عبادات مجھ سے اور عبادت کہنے میں کسی نے سب سے نہایت تضرع و تذلّل سے پیش آنے کو چاہا۔ حق تعالیٰ خود تھلک تھلک، خالق و رازق ہیں، ان کو تعجّز و آفتاب کہہ کر وہ ان کے کسی اور سر سے کہہ سکتے۔ عبادت انقبض و تذلّل، یہ پیش آنے والا تھا، انھیں وہیں، ایک ایسا سر کا سر پہنچا، وہ اس سے بہہ لے گئے، انہیں کسی سائل کو تجرید و راسائل نہ جانے سنبھلی کہ اس سر سے تو ایسی ہی ترقیب و توجہ حاصل کرتے تھے جو اس سے لیے چاہت تھی، تو سمجھ بیٹے تھے کہ ان سر سے قدر و منصب کا نام نہ ہوگا، اسی طرح حق تعالیٰ کو بھی یہ تھی کہ آئی ہے، تو ان کے عزائم پر انیادہ سے اس سر سے اس سر سے، سب دیکھنا چاہتے آئے تھے، یہ سب مجھ کو حال کرتے ہیں یا تو انھیں اس سے ڈانڈ ہے؟ یا شرم کہیں؟ یہ بھی تو ان کی عبادت و بلذیب اب انہیں سمجھ کر کہتے تھے، چنانچہ یہ کہنے لگا: "لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ، إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُكُمْ فَمَا تَحْتَرِفُونَ" اور ان کے سامنے ان کے دوسرے اقرار کیے گئے جو مجھ کی بات یہ ہے کہ وہ بلذیب و سرور میں ہیں، مثال سے فرق معلوم ہو گیا۔

شُرک و ایک مثال

مثلاً ایک گفتہ ہے۔ اس سے پاک ایک مٹھی قربانت زچہ کے مائیں ہے۔ گفتہ نے پناہ دیا کہ وہ بارہ حساب و کتاب ہی نہیں لے پے کہ وہ یہ ہے اور اس کے دار مجبور و اور آپ دوسرا مختصر ہے۔ اس کے پاس بھی مٹھی ہے۔ مگر گفتہ زبردست رہا ہے۔ وہنا مجبور و رخصتہ کہتا رہتا ہے۔ مٹھی کے دار نہیں بچوڑ۔ اب اگر کوئی شخص اس مٹھی زچہ کے پاس جو یہی گفتہ کے پاس ہے مگر کے یہ وہی کام ہے۔ کوئی اور خواست پیش کرے تو کیا سمجھ کر لے گا۔ یہ تو خبر ہے کہ مٹھی کو کارایا۔ میں اسے سمجھ کر پیش کرے گا۔ اور اسی واسطے کہ کسی غریب کو لے گا کہ یہ خود اب کام کر میں گئے۔ یہ تو ان کے گلے کا مہر ہے۔ میں گفتہ کو ذرا رخ میں لیتا ہے۔ جو مٹھی کے ساتھ لے کر آئے گا۔ بھر اس مٹھی کے خلاف کبھی اختلاف نہ کرے گا۔ اور اگر دوسرے گفتہ کے مٹھی کے یہاں عرضی ہو جی نہ لگتی تو سمجھتا ہوں کہ اسے لے کر آئے۔ اس سے رہا اب اب ان کے سامنے ہونا ہے۔ ان مٹھی کے ذریعہ اور خواست کر لی جائے۔ ایسا تو اس مٹھی کا قریب حاصل ہے۔ یہ وہاں پیش کرے گا۔ بلکہ کمال کا مٹھی خود دیتا ہے۔ اب وہ اپنے ان دونوں سوداؤں میں کس قدر فرق ہے۔ دوام میں مرا۔ سے کتنی جلدی سودے کا ہوتا کرتے ہیں۔ ان کے احوال احوال سے یہ خوب ہے۔ چہ شہانہ نہیں تو اور کیا ہے۔ روحانی شخص دیر نہ سمجھے گئے۔ ہاں شہانہ میں عبادت خیر ملے۔ یہیں ہوا حق آئے کہ وہ ہر وقت و اصل ہی ہی وہ شہانہ کا مٹھی تو اس تو جاننا تو لہو واصل کرے۔

[illegible]

قبروں سے مدد چاہنا

(ب) لوگ قبروں پر جا کر ان سے دنیا کے کاموں میں مدد اور اعانت چاہتے ہیں اور قبروں پر جانے میں بالکل یہی اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ ہمارے ممد و معاون ہو جائیں گے، سو یہ اور بھی بے ادبی ہے۔ اس لیے کہ وہ حضرات مقرب ہیں، جب دنیا میں زندہ و رو کر دنیوی تدارکوں اور بھگڑوں کو پسند نہیں فرماتے تھے تو اب عالم آخرت میں جا کر کیسے پسند کریں گے؟ جب کہ امور آخرت میں مستغرق (دوسے ہونے) بھی ہوں اور ایسی حالت میں ان سے دنیوی قصوں میں مدد چاہنا دین کے خلاف تو ہے ہی۔ وفضل کے بھی خلاف ہے، کیونکہ جب دنیا ان کے پاس نہیں رہی تو ان سے دنیا مانگنا یا دنیوی کاموں میں مدد یا اعانت کی خواہش کرنا کیسے تسلیم کر سکتی ہے؟ ہاں! ان سے وہ چیزیں مانگو جو ان کے پاس ہیں تو اب بھی صاحب نسبت ان سے فیض حاصل کر سکتا ہے اور روپیہ اور دینا تو ان کے پاس ہے بھی نہیں، پس وہ تم لوگوں کو کیسے دیں گے؟ کوئی قبر قبول کرے کیسے تو وہ اس ایک روپیہ بھی نہ ہوگا، تو پھر ایسی چیزیں ان سے مانگنا جو ان کے پاس بھی نہیں، کیسی بے عقلی کی بات ہے؟ رہا یہ خیال کہ وہ دعا کر دیں گے تو ایسا کون خیال کرتا ہے؟ کوئی بڑا ان خوش متعبد ہوگا کہ اس خیال سے قبروں پر جاتا ہوگا، ورنہ عام عقیدہ تو یہی ہے کہ وہ خود دیتے ہیں۔

ایک حکایت

چنانچہ کچھ عرصہ میں ایک بڑھیا ایک شخص کے پاس آئی کہ بڑے بچہ صاحب کی نیاز و دوائیوں نے کہا کہ بڑی بی نیاز تو اللہ میاں کی دیے دیتا ہوں اور تو اب بڑے بچہ کو پرہیز دیتا ہوں، اس نے جواب دیا کہ نہیں اللہ میاں کی نیاز تو دلائیگی ہوں اس پر بڑے بچہ کی نیاز و دوائیوں سے صاف ظاہر ہوا کہ عوام بزرگوں کو صاحب اختیار بال استقلال سمجھتے ہیں، اسی طرح ایک مرتبہ جامع مسجد میں ایک بڑھیا آئی اور کہنے لگی کہ ایک چڑوہ قعر یہ پر لڑکا نے کو لکھ کر دو، ہم نے کہہ دیا کہ یہاں کسی کو ایسا چڑوہ نہیں لکھنا آتا، ایک اور قصہ مجھے یاد آیا۔ ایک صاحب یہاں تک بیان کرتے ہیں کہ میں نے قعر یہ میں ایک پتا موم کا رکھا دیکھا قصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عرضی لکھا فی اور اولاد کی درخواست کی، ایک شخص نے اس عرضی کے نیچے یہ جواب لکھ دیا کہ تمہاری بیوی یا مجھ ہے، اسے طلاق دے کر دوسری شادی کر لو اور یہ شعر لکھ دیا:

زمین شور سنبل بر نیایہ
وہ و ختم عمل ضائع عمر وال

اور اس کے پیچھے لکھ دیا، راقم امام حسین، عرضی والے نے جو اس جواب لکھا تو بہت بگڑا کہ یہ کس نے میرے ساتھ مذاق کیا؟ کسی نے کہا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ اور کسی نے لکھ دیا ہے؟ ممکن ہے کہ یہ انہوں نے ہی لکھا ہو، کیونکہ اگر وہ اس کے پڑھنے پر قادر ہیں تو لکھنے پر بھی قادر ہوں گے، لہذا ممکن ہے کہ خود حضرت امام بھی لکھ گئے ہوں۔

خلاف ادب کا م

سو آج کل لوگوں کی یہ حالت ہے اور یہ شریعت اور ادب اور عقل سب کے خلاف ہو رہا ہے، غرضیکہ جب زندوں سے اس قسم کی باتیں کرنا خلاف ادب ہیں، تو مردوں سے تو اور بھی زیادہ خلاف ادب ہوں گی، ان حضرات کو ایسی باتوں سے ایسی ہی نفرت ہوتی ہے جیسے کسی مہذب مجلس میں موت کے ذکر سے، میں سچ کہتا ہوں کہ ان حضرات کو تو دنیا کے تذکرہ سے بھی نفرت ہوتی ہے، حضرت راجہ رحمہ اللہ علیہا کے یہاں پند بزرگوں نے دنیا کی مذمت کی، تو انہوں نے فرمایا کہ تم میرے پاس سے گھرے ہو جاؤ، معلوم ہوتا ہے کہ تم کو دنیا کی محبت ہے: "من احب شیئاً اکثر ذمیرہ"۔ (ابن العزیم ص ۹۰)

چودہواں اعتراض..... حضور ﷺ کے یوم ولادت پر جلوس نکالنا!

آج کل ہمارے چند اٹھوان زمان (زمانے کے بھائیوں) نے ایک عظیم الشان منسہد کی بنیاد بلندوستان میں ڈالی ہے، یعنی یوم ولادت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم میلہ بنانے کی تجویز کی ہے اور نہ یہ خیال ان کے ذہن میں دوسری اقوام کے طرز عمل کو دیکھ کر پیدا ہوا ہے، لیکن اس قاعدہ مذکور کی بناء پر لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ یوم ولادت کی خوشی دنیوی خوشی نہیں ہے، یہ مذہبی خوشی ہے، جس میں کسے تعین طریق کے لیے حق کی اعانت ضروری ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ ہم بطور سالگرہ کے دنیوی طرز پر منگرتے ہیں، تو میں کہوں گا کہ ایسا کرنے والے سخت بے ادبی اور گستاخی جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کر رہے ہیں، صاحبزادہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عبادت و محبت پر دنیا اور دنیا کے بادشاہوں پر جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے، قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس فرحت کے لیے جس ایک دن دنیوی و ذلیل سامان اسی طرح کا کرتے ہو، چاہیہا کہ ان سلاطین کے لیے کرتے ہو۔

”چہ نہایت شک را با عالم پاک“

ایک بزرگ کی حکایت

مجھے نہ موقع پر ایک بڑا دک کی حکایت یاد آئی کہ وہ دانش میں رہتے تھے۔ ایک کتابیال رفیق تھی۔ اتفاق سے ایک مرتبہ کچھ ملے بیٹے۔ اپنے آپ نے، مہینے سے محروم نہ ہو کر عوامی سائنس ٹیڈ بڑا دک سیر میں رچے تھے۔ اس وقتیں یاد آ رہی ہیں بڑا دک نے فوراً دو بے تکلفی اور تازہ حکایت کی۔ جوان بڑا دک نے جواب میں کہا کہ اگرچہ کہ حضرت میرے یہاں لکھنا ہے بیٹے۔ یہ تھے وہیں کی غوثی میں۔ سلطان دین کی دعوے کرتی سخت کمٹائی تھی کہ میں اس دن اپنے گھر کے تھیں۔ وہ محمد کو دیکھا جس نے میرے سے ملا، دیکھی اور، کچھ کھانسی ہوئی، میں اسے آپ کو دیکھا اور اس کا دیکھا میں سے ایک دیکھی نے یہ پتھر چھوڑا۔

و نچہ: ارواں کا سامنا خانہ تہی صحنی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

جب اولیا کے ساتھ تبادلوں کا سارے ذوق اور جذبہ ہو تو اسے اپنی ساری زندگی صرف اللہ کے لئے وقف کر دینا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے تمام دنیاوی امور کو چھوڑ دے اور صرف اللہ کی رضا و رغبت کے لئے زندگی بسر کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے تمام دنیاوی امور کو چھوڑ دے اور صرف اللہ کی رضا و رغبت کے لئے زندگی بسر کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے تمام دنیاوی امور کو چھوڑ دے اور صرف اللہ کی رضا و رغبت کے لئے زندگی بسر کرے۔

یومِ اولاد پر خوشی منانے کی بجائی رکھیں ہیں

اب مجوز نمونہ لکھا گیا کہ کسی ایسے پیرا کے پیرا میں ہائے کا محض حصہ نہیں ہے۔

میں نے کہا کہ میں نے اس کا نام "آج" رکھا ہے۔ یہ نام اس لیے رکھا ہے کہ آج ہی اس کا آغاز ہوا ہے۔ یہ نام اس لیے رکھا ہے کہ آج ہی اس کا آغاز ہوا ہے۔ یہ نام اس لیے رکھا ہے کہ آج ہی اس کا آغاز ہوا ہے۔

شہر ہوا اب اغتراس۔ عربوں کے قیمتی معنی و بڑے لوگوں کے محبوب عربوں

کو خلاف شرع ہونا!

”خاکِ گلِ بختوں نے بڑوں کوں کے دس کو سریرِ انتہا نہ پایا ہے، یہ بھی انھیں انوارِ شہادت میں جا
بے، حاصلِ حقیقت ایسی یہ تھی کہ اعرانِ مٹتی اٹھنے میں شامی کے میں سے اصل شہادت کی دیے کے کہ تپا
محبوب سے وصل ہو، وہیں چنگیز کی شہادت کی کہ اعرانِ مٹتی اٹھنے میں شامی کے میں سے اصل شہادت کی دیے کے کہ تپا
نے پر اس کا وہ لعل نہ بہا ہے۔ یہ اعلیٰ درجہ کی شہادت میں تھی کہ اعرانِ مٹتی اٹھنے میں شامی کے میں سے اصل شہادت کی دیے کے کہ تپا
افت ہوئی ہے۔ اعرانِ مٹتی اٹھنے میں شامی کے میں سے اصل شہادت کی دیے کے کہ تپا
”اے کھوسا لعلِ نور“ (اگرچہ کی عربی ہے) تو اس کا اعرانِ مٹتی اٹھنے میں شامی کے میں سے اصل شہادت کی دیے کے کہ تپا
اعرابِ عربی، اعرانِ مٹتی اٹھنے میں شامی کے میں سے اصل شہادت کی دیے کے کہ تپا

— 22 —

کے لیے : نور و فضل ہے :

وہ اس کے اخراجات کو اپنے میں محسوس کرنا شروع کرے گا۔ اس کے بعد اس کے اہل خانہ میں اور ان کے اہل خانہ کے

توکل علیہ تعالیٰ ہے۔ یہاں پر اس نے اپنے پیغمبر محمد ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہاں پر

$$f^{\circ} f^{-1} = \text{id}_X$$

62 63 64 65 66

مگر چہ خدا تعالیٰ جسم اور لوازم اور لوازم جسم سے پاک ہے لیکن مثال کے لیے کہہ جاؤ گے جسے کہ حضرت غوث فرماتے ہیں:

ہے عجبان در آواز در کاشنہ

کہ کسے محبت بخیز مرد تو دقت

یہ کیفیت قیود ہاں کے دستان کی ہے وہ دنیا میں ہو جو بہادر میری تونے سے ان کی یہ حالت
ہوتی ہے:

دل آرام در پر دل آرام

بب از کھنکی شکستہ در طرف جم

تویم کہ در آب کار نیند

تہ بر سائل نعل مستقی

اور چونکہ ان کو مر کر یہ دولت نصیب ہوتی ہے اس لیے وہ فرشتے نہیں کرتے ہیں اور شدت شوق
میں یوں سمجھتے ہیں کہ:

قیم آرزو تزیں سلال ابرو بروم

احت جاسا صمم از پنے جاننا بروم

اور ان حضرات کو چونکہ مرنے کی خوشی ہوتی ہے اس لیے اس میں شہادت مطمئن ہوتے ہیں۔

مرنے پر خوشی

چنانچہ ایسے نقشبندی بزرگ کی حکایت ہے۔ انہوں نے صحبت کی تھی کہ جب یہ اجنا دولے
پلوٹو ایک شخص ساتھ ساتھ یہ اشعار پڑھتا تھا:

غدا میر آمد در کسے تو

شیرا نہ از جہاں روئے تو

میں کھٹا جانب رنجیل

آفریں بر دست و بازو تو

کیوں سنا سب کیا ہے اللہ کی میں کسی کو ایسا فرماؤں گی وہ جو سختی ہے؟ یہ بات فرماتے
اثر تھا۔ اظہر من الشمس اللہ اللہ میں اویا، قدس مروتی، حقیقت شہور ہے۔ جب آپ کا انتقال
ہو گیا اور جنازہ لے چلا گیا تب ہم یہ بات فرمیں۔ اسے ساتھ یہ اشعار پڑھے۔

بزرگواروں کی موت یومِ مسرت ہے

فرض بزرگوں کے حالات اور حدیث وغیرہ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان بزرگوں کی وفات کا دن پیر العرس ہے۔ دینوں لوگوں نے اس کے مفہوم و مہدوق دونوں کو بالکل خراب کر دیا ہے۔ مصداق کی خرابیاں تو ظاہر ہیں کہ تمام شرک و بدعت اس میں کا جڑ ہو گئی ہیں، باقی مفہوم کی خرابی یہ کہ اس لفظ کے لغوی معنی نے تشریحات کے ادا میں بھی وہیں مضاعف کر دیا ہے، چنانچہ اکثر جلد رسم سے کہ بزرگوں کی قبر پر سندی چھڑھاتے ہیں، غور سے دیکھ کر دیکھتے ہیں، اسی طرح مزید وغیرہ سب امور کہیں جمع کر رکھی ہیں، غریبہ مردود و پوچھ نہیں، قبر کی نسبت ملانی چاہی ہے، تحقیق میں وہ یومِ العرس ہی اعتبار سے ہے کہ جس کو ذکر کیا گیا کہ وہ ان بزرگوں کی خوشی کا دن ہے اور یہ وہی دیوی خوشی نہیں ہے، تو اس میں کوئی طریقہ مقرر کرنے کے لیے ضرورت وہی کی ہوئی اور انہی ہے جنہیں، جلد اس کے تلف پر وہی ہے، چنانچہ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "الا نصحکم انصری عبداً" کہ میری قبر کو عید نہ بنانا "یہ جس حد تک ضروری ہیں ایک اجتماع، دوسرے معین وقت، تیسرے فرست، تو معاہدہ کا قیام یہ ہوا کہ میری قبر پر کسی یومِ معین میں سالانہ فرست کے ساتھ اجتماع نہ کرے، ہاں اگر خود بخود کسی وقت میں کسی غرض سے اجتماع ہو جائے اور بات ہے، دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہاں سے تقریباً لے جائے۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعثِ سرور ہے لیکن ہمارے لیے وہ عکسِ حزن ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے جو ہم پر ملت کامل فرمائی ہے جس کو میں نے نشرِ طلب میں لکھا ہے، وہ دوسرے اجتماع سے ہے، پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر اجتماع جائز نہیں، تو وہ دنوں کی قبر پر اجتماع کیونکر جائز ہوگا؟ اور عجیب برکت ہے کہ آج تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر اجتماع کا کوئی مذموم دن معین نہیں ہوا۔

(ایضاً صفحہ ۱۱۲)

سولہواں اعتراض..... شادی اور عقی کی رسوم خلاف شرع اور واجب

الترک ہیں!

(الف) ثناء اور عقی کی چیز کہیں ہیں۔ کیا آج کوئی مسلمان یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ ہمیں شریعت کے خلاف نہیں ہیں؟ دراصل واقعی کسی کو معلوم نہیں تو اس کو چاہیے کہ اس قسم کی سنی میں مطلقاً نہ کرے جو اس کے بیان کرنے کے لیے تفسیر کی گئی ہیں، یا جو لوگ اس مجمع میں موجود ہیں، وہ

اسی وقت کچھ سن گئیں، سنیے! شادی، منی کی رکبیں دو قسم کی ہیں: ایک تو وہ ہیں جن کا قبیح ہونا نہایت ہی ظاہر ہے اور شرفاء و ثقافت نے ان کو بالکل ہی چھوڑ دیا ہے، اب صرف اٹالوں اور فساد انگیزوں میں جلتا ہے، مثلاً ناچ، رنگ و غیرہ اور بعض دور رکبیں ہیں کہ ان کا قبیح اتنا کم نہیں، ان میں عوام و خواص قریب قریب سبھی جلتا ہیں اور ان کو بالکل چھوڑ دیا جاتا ہے، بلکہ بسا اوقات ادا جائے تقویٰ کے طور پر کہا جاتا ہے کہ ہم نے شادی میں کون سی رسم کی ہے؟ نہ ہمارے ہاں ناچ ہوا ہے اور نہ پا جائیگا یا کیا! پھر ہم نے کیا گستاخاؤں؟ سو میں بتاتا ہوں کہ آپ نے کیا گناہ کیا ہے؟ لیکن پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ جسے کہ گناہ کہتے کس کو ہیں؟ ظاہر ہے کہ جو امر شرعاً ممنوع ہو، وہ گناہ کہلاتا ہے، خواہ وہ ناچ ہو یا کوئی دوسرا امر ہو، کیونکہ لاج بھی تو اسی واسطے حرام ہے کہ شریعت نے اس کو حرام اور جرم قرار دے دیا، اب دیکھنا یہ ہے کہ ناچ کے علاوہ دوسری رسم کو بھی شریعت نے جرم قرار دیا ہے یا نہیں؟ اس پر مفصل گفتگو و اصلاح و ترسیوم میں ملے گی۔

تکبر کی حمایت

میں مختصر اس وقت ہندو ضرورت بیان کیے دیتا ہوں، یہ بات سب کو معلوم ہے کہ خدا نے تعالیٰ نے قرآن شریف میں، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں تکبر کی سخت ممانعت فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَحُبُّ شَخْلًا مُّخْتَالًا فَخُوًّا"

حدیث شریف میں ہے: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مَقْتَالٌ حِيَةً مِنْ خِرْدٍ مِنْ كِبَرٍ" دوسری حدیث میں ہے: "مَنْ لَبَسَ ثَوْبًا شَهْرَةً السَّبَةِ اللَّهُ ثَوْبَ الذِّلِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ شک اللہ تعالیٰ کسی اکڑنے والے فخر کرنے والی کو دوست نہیں رکھتے اور حدیث اول کا ترجمہ یہ ہے کہ جس کے قلب میں رائی براہر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا، دوسری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر شہرت کے لیے کپڑا پہنے گا تو قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا لباس پہنائیں گے، اس آیت اور حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ فخر کے لیے کوئی کام کرج حرام ہے، ایک حدیث شریف کا ارشاد ہے: "مَنْ سَمِعَ مَعْبُوحًا مِنَ اللَّهِ بِهِ وَمَنْ رَأَى اللَّهَ بِهِ" اس سے معلوم ہوا کہ غلو والے اور شہرت کا کام کرنا حرام ہے۔

شادی میں انسان کا حال

اب غور کر کے دیکھئے کہ شادیوں میں جو کام ہم کرتے ہیں، جن کے لیے ہم نے نہایت خوبصورت الفاظ تراش رکھے ہیں کہ بھات دیا ہے اور بھائیوں کو سجا دیا ہے اور بیٹی کو دیا ہے وغیرہ

و غیرہ۔ ان میں نیت ہماری کیا ہوتی ہے؟ صاحبو! محض الفاظ کے خوبصورت ہونے سے کسی چیز کی حقیقت نہیں بدل جاتی، سب سے بڑی چیز نیت ہے، لہذا نیت کو دیکھنا چاہئے کیا ہم کو تمام رسمیں محض رسم اور نمود کے لیے نہیں کرتے؟ بہنوں کو بڑا بھات دیا جاتا ہے اور اس کو صلہ رحمی کہا جاتا ہے، کیوں صاحب! آج سے آٹھ دن پہلے بھی تو یہ بہن آپ اپنی کی بہن تھی، پھر کیا آپ نے اس کی خبر لی ہے؟ سمجھی، بہن کے فقر و فاقہ پر آپ کو رحم آیا ہے؟ نیز اگر یہ صلہ رحمی ہے تو تمام برادری کو اس کا معائنہ کرانے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا ابھی اپنی لڑکی کے لیے یا کپڑا خریدنے وقت ماں کو کھاتے پاتے وقت بھی آپ نے برادری کو منع کیا ہے؟ اگر نہیں کیا تو بھات اور چیر دیتے وقت برادری کو کیوں جمع کیا جاتا ہے؟ معلوم ہوا کہ محض فخر و نام و نمود کے لیے ایسا کیا جاتا ہے، بس یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ یہ سب رسوم محض شہرت کے لیے ہیں اور شہرت کے لیے جو کام کیا جاتا ہے وہ بد روئے حدیث شریف حرام ہوتا ہے تو سب رسوم بھی حرام ہوئیں۔

نیوت کی رسم

بالخصوص ایک رسم تو ایسی گندی ہے کہ وہ توبہ سے بھی معاف ہونا مشکل ہے، کیونکہ اس کی توبہ بھی مشکل ہے اور لطف یہ ہے کہ اس کو بظاہر عبادت سمجھا جاتا ہے اور اس پر فخر کیا جاتا ہے اور وہ رسم نیوت لینا دینا ہے، لوگ اس کو قرض حسنہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھائی بھائی کی مدد کرتا ہے اور عدم کرنا عبادت ہے تو گویا نیوت دینا عبادت ہوا حالانکہ نیوت دینا اس قدر بڑی رسم ہے کہ سب رسوم میں گندی ہے، اس کو شاید آپ نے آج تک نہ سنا ہوگا، مگر میں اس وقت ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت بیان کر دوں گا اور وہ کوئی عجیب اور نئی بات نہ ہوگی، بلکہ پرانی بات ہے، لیکن آپ نے عدم توبہ کے سبب اس میں غلطی کر رکھی ہے، مقدمات سب آپ کے مسلم ہیں، صرف نتیجے میں آکر غلطی ہو رہی ہے، جیسے کسی شخص نے کٹے کے پے کیے تھے۔ تے پے زہر تے پے تے زہر تے اور رواں پڑھا تھا تو آپ نے بھی پے تو صحیح کیے ہیں، مگر رواں میں غلطی کر رکھی ہے، جس کو میں بتلاتا ہوں وہ یہ کہ امر سب کو مسلم ہے اور کوئی شخص اس سے منکر نہیں کہ نیوت قرض ہے، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ قرض واجب الادا ہوتا ہے، جیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قرض خواہ کی موت کے بعد اس کا کل ترکہ اس کے ورثہ کی ملک ہوتا ہے، خواہ وہ ترکہ بین ہو یا کسی کے ذمہ دین ہو، مثلاً اگر کوئی شخص مرے اور سو روپے اس کے گھر میں موجود ہوں اور سو روپے اوجھا رہیں تو اس کا کل ترکہ دوسو روپے سمجھا جائے گا اور یہ دوسو روپے ملا کر سب ورثہ کو تقسیم کیے جائیں گے، ان تینوں مسئلوں کے معلوم ہونے بعد، نتیجہ نیوت میں کیا ہوتا ہے، وہ نیوت میں یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص نے کلچس پہلے ۱۱۰۰

روپے واپے اور اس طرح پچاس روپے اس کے قرضے میں بچیں گئے اور اس کے بعد یہ شخص مرا اور دو بیٹے اس نے وارث چھوڑے جن میں ایک بالغ ہے اور دوسرا نابالغ تو موجود تو ہے مگر اس میں سے تو ان دونوں نے نصف نصف لے لیا اور ابھی باب پڑا بھائی بڑا الیہ تعالیٰ رحمہ۔

نیوٹ کی خرابیاں

نیکن ہو نیوٹ میں قرض ہے، اس کو کوئی بھی تقسیم نہیں کرتا، چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر چند روزے کے بعد اس بالغ لڑکے کی کسی اولاد کی شادی ہونے لگی تو نیوٹ ای کو لا کر دوسرے کے اور یہ با کامل سارا نیوٹ خود ہی خرچ کر لے گا اور اور اپنے ہی کو اس کا مالک سمجھے گا حالانکہ ان پچاس روپیوں سے کچیس روپے اس کا حق ہے اور کچیس اس کے چھوٹے نابالغ بھائی کا حصہ ہے، اسی طرح علی اعموم تمام نیوٹوں میں یہی کیا جاتا ہے مایک بڑی بھی اس کی نہیں بتائی جا سکتی تو اس میں ایک گناہ تو ہی بالغ بھائی کا ہوا کہ اس نے تقیم کا مال کھایا قرآن شریف میں ہے: "اِنَّ السَّالِفِينَ بَاسًا كُفُوًا اَمْوَالِ الْيَتٰمٰی ظَلَمُوْا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ مِنْهُنَّ بِطَوٰیفٍ نَّارًا وَ سَيُظْلَمُوْنَ سَعِيْرًا"

"یعنی وہ ایک جوتیموں کا مال کھاتے ہیں تقیم کر کے دے دینے میں غنیمت کی آگ کھاتے ہیں۔"

اور ایک گناہ نیوٹ واپس کرنے والوں پر ہوا کہ انہوں نے مشترک مال ایک شریک کو دے دیا اور لطف یہ ہے کہ نیوٹ دینے والے سمجھتے ہیں کہ ہم قرض سے بکدوش ہو گئے حالانکہ ابھی کچیس روپے تقیم کے ان کے ذمے باقی ہیں اور درختاں میں روایت تھی ہے کہ اگر کسی کے ذمے کسی کے تین پیسے رہ جائیں گے تو قیامت میں سات سو نمازیں قرض خود کو دلائی جائیں گی اور یہ اس وقت ہے کہ جب مالک کے بیٹے ہی کو وصول ہو گیا ہو اور اگر دو تین پشتیں مزر گئیں اور مناجت جاری ہو گیا تو پھر تو خدا چاہے اور دور دور تک کس کس کا حق اس میں متعلق ہو گیا، جس کا چھپانا سخت سی دشوار ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ تو باپ دادا کے وقت سے چلا آتا ہے تو میں کہوں گا یہ قدر بزرگ قابلِ سماعت نہیں! کیونکہ اگر اسی پر عمل کیا جاتا تو آج ہم مسلمان نہ ہوتے، آخر ہم کو اسلام تو اسی لیے نہیں ہوا کہ تمہارے باپ دادا نے اپنے آباؤ اجداد کے رسم اور ان کو ترک کر دیا، لہذا یہ قدر نہایت کمزور ہے، اس کا علاج اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ پچھلے قرضوں کو تحقیق کر کے ادا کیا جائے اور آئندہ کو یہ رسم بالکل چھوڑ دی جائے۔ یہ کوئی عربی خواب یا انگریز خوابوں اس کے ساتھ کوئی دوسرا علاج بخشنے والا اس فرض نیوٹ کی رسم نہایت مذہق اور غراب ہے، اگرچہ ظاہر یہ خواب کا کام نہ تھا آتا ہے اور جب یہ اس قدر غراب رسم ہے جس میں ایک گناہ عاتق غریب کی مصلحت بھی ہے، تو دوسری رسوم تو جس میں کوئی مصلحت نہیں بالکل ہی قابلِ ترک ہوں گی۔

دوسری رسمیں

اسی طرح ہم نے ہر قدم پر ثابت ایک دم ایسا دیا ہے کہ جب تک وہ نہ ہوگا یا غلامی ہی نہیں ہو سکتی اور ان رسوم میں جو دنیا کی صنعتیں ہیں، ان کا بیان کرنا جو میرا منصب نہیں ہے، لیکن ایک شخص سے پہلے میں ایک وقت دعوتِ قربانیت کی مصلحت بھی سے تبرعاً ہی دیکھی ہیں تیسے دن ۱۱۱ھ میں وہ یہ کہ مسئلوں پر انہیں قدم تہاں آئی ہے۔ زیادہ تر انہیں رسوم کی بدولت آئی ہے، کیوں کہ ان کی ہر مسلمان کی مشن ہے سب پر ظاہر ہے اور خرقہ ان رسوم کی بدولت جیسے کچھ ہوتا ہے، وہ بھی سب کو مضموم ہے، ماساں اس مجموعہ کا اس کے ساتھ اور کیا ہونا کہ آئین زمین میں رہتی ہو رہی ہے، علی مکان پر قریبی ہے۔ پر وہیں نہ خود اور ان کا اسیت نظام ہو رہا ہے، اچھا ان کے لیے کہ میاں پر دندہ موسم بیت مینی ۱۰۰ گوش رو گئے، بعض وقت اس کا یہ جو ب دیا کرتے ہیں کہ ہم میں قربانیت ہے اور ہم کو قرض لینا نہیں پڑتا، سو اول تو یہ جواب سسر نہیں، کیونکہ ہر حیثیت کا آدمی اپنی حیثیت سے زیادہ قرض کرنا چاہتا ہے اور اس میں قرض لینا لازمی ہے، دوسرے طرف نہ بھی مایا جانے کہ ان کو قرض لینے سے بچ کر حکم نہ کرے کہ اپنے غریب بھائیوں کا قرض ضروری حق کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ ہم کریں گے تو ہمیں کے بارے دیکھی کریں گے اور تہاویوں کے تو میں لیے ہم نہیں نہ کریں دوسرے جب یہ ظاہر ہے اور لیے بھی اس کو چھوڑنا چاہئے، خود بخود صنعت بھی نہ ہو۔

غفلتوں کی رسمیں

یہ غفلت فحش ہے، نہیں جیسا کہ ان میں بھی جو چھوڑنا چاہتا ہے، اس شخص شہرت کے لیے کیا جاتا ہے، نہ کہ ضامن کے لیے کیونکہ اگر خدا کے لیے کیا جاتا تو پوشیدہ طور پر کرنا بھی گوارا نہیں جاتا۔ دوسرے پر ظاہر کرنے کا استہزاء ہے، جو؟ معلوم ہو کہ بعض شہرت ہی مقصود ہے اور غفلت اس کا یہ ہے کہ اگر کسی پر بندہ رسالت سے پر کچھ نہ دے کہ نہ جائے اس کا جو کچھ کے ہم ہیں وہ اپنے دوسرے نہیں گوارے، اور کسی کو خبر نہ کہ وہ ہرگز راہنما نہ ہوگا، بلکہ یوں سمجھنا کہ اس طرح کرنے سے یہ بچاؤں رہا ہے نہ نفع ہی ہو جائیں گے اور کچھ گا: "چھ مہوئی سامب نے رائے دہی کہ بچاؤں رہا ہے مگر کہیں اور کسی کو خبر بھی نہ ہو، صاف بول دے تو آپ لوگوں کی حاضری ہیں اور پھر کہہ جاتا ہے کہ سونوی تو اب بختے سے روکتے ہیں، یہ تو جہاں کہ خود آپ کو ہی کب خواب ہوا تھا کہ دوسرے تو بختے تھے، چاہتے ہیں کہ سونوی تو آپ کو بختے ملے، اور تو اب بختے کی ترکیب یہ ہے کہ وہ اپنے دھم سے اور یا نہیں کو خبر نہ ہو، سے صاف نہیں کرتے اور ادوٹا اب بختے کی ترکیب یہ ہے کہ وہ اپنے دھم سے اور یا نہیں کو خبر نہ ہو،

اپنے خاص حصے سے اور ہر ایک کے دو تہ سے جن میں تمام در ۱۲۰ بالغ و بالغ کا حق حلقہ لکھا ہے،
۱۰۰ در ۱۰۰، اگر ۱۰۰ تو ۱۰۰ تقسیم کر لو اور جو تہ نہ ملے حصہ میں ۱۰۰ در ۱۰۰ مشترکہ ہر در ۱۰۰ و ۱۰۰
طریقہ یہ ہے کہ نہ وہ جو آپ نے قرآن دکھا ہے، وہ چاہئے ہیں کہ نام بھی ہو اور ثواب بھی ہر
سے نہ چائے اور یہ ۱۰۰ میں ثواب کہاں؟ اور ثواب ہے اللہ تعالیٰ کی بات لڑا ہے:

کلید در و درخ است آن نماز

کہ در چشم مردم غزازی دراز

خسوف کے طور پر میں نے یہ تو دیا ہے اور یہی رسولی ہوگی ایسی پر قیاس کر لینا چاہئے۔

ذرائع حلقہ

یہ ذرائع قیام تھے حلقہ بھی سنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ ہر فرضی مساجد
غزائی کی شادی کر کے دکھا دیا ہے کہ شادی اس طرح کرتی چاہئے جیسا کہ اسے ابراہیم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی کے نکاح کا طریقہ دکھا دیا گیا ہے۔ پھر جب اس کے سواقی نہ ہو اور ہر
امر میں اپنی ناکھ لڑتی اور اس کا خلاف کرنا ہوا تو مسالہت ملاحت کہہ جاتی ہوئی؟ پھر محبت مطلوبہ
تھیں ہوئی؟ اس محبت کا اثر تو یہ ہے کہ ملاحت میں سہولت پیدا ہو اور جب کہ ہم نے بالکل
شریعت کے خلاف کیا کہ وضع وہ تھا کہ کسی جو شریعت کے بالکل خلاف ہے، ملاحت و دوستی ہوئی
نہیں کو شریعت سے پہنچی، بلکہ انہیں جو کون کہہ سکتا ہے کہ ہم کو کمال محبت خدا اور دوسرے سے ہے؟

(۲۲۰ روایت صفحہ ۱۳۰)

ایصال ثواب کے شعبہ طریقہ

(ب) اصول یہ ہے کہ کسی زیادہ تر ان لوگوں نے اپنی ہوشیاری سے ایصال ثواب سے
اپنے طریقے ایجاد کیے ہیں جن کو سوائے ان کے دوسرے ہی آدمی جان ہی نہیں سکتا، اولیٰ قلی ہو
اللہ احد ہو، پھر ہمارے اللہ، ہمارے پھر یہ ہوا اور پھر یہ ہوا، بعض سورتوں پر اسم اللہ پڑھا جاتی ہے
اور بعض پر نہیں، ایسی بات ہے کہ اس کو مولوی بھی نہیں جانتے، پھر تہہ پر حریف کی قوم جو تھے
ہیں، انہیں بے جہود سب عوام پر ان کے مختلف ہونے کے پتہ چلتے ہیں اور اس طرح سے
انہیں کو مان ہے اور پھر غصہ ہے کہ یہ قوم ان میں اور بھی بڑی بڑی چیزیں کرتے تھے، ایک سب
آئینہ لکھو سے کہتے تھے۔ میں کسی شخص میں کہ میرے پاس ایک شخص میرے لئے لکھا ہے۔ کیا یہ کوئی
آدمی میری خدمت کرے گیا، میں خیر پریشان ہوا کہ فائدہ نہ ملے؟ یعنی؟ اس شخص سے

پوچھا تو اس نے کہا موقع پر چلے، آخر موقع پر جا کر دریا قتل کیا، تو معلوم ہوا کہ ایک نگلی میں پیرہنی ایک سال کے بچے لالچہ بڑھ کر بند کر جاتے ہیں کہ جب ضرورت ہو اس میں سے تھوڑی سی بھڑا لینا ملے گی (عد) ان کی مقرر ہے، اتفاق سے کسی شخص کے پاس وہ بچہ تھا نہیں اور ایسا جس کو وہ تھوڑی ضرورت ہوئی، تو اس نے اس شخص کی نگلی چرائی۔

ایک حکایت

اس سے بڑھ کر ایک حکایت حضرت مولانا مغلوی رحمہ اللہ سناتے تھے کہ کسی مسجد میں ایک ملا رہتا تھا، سب لوگ اس سے فاتحہ وغیرہ دلاتے تھے، ایک مرتبہ ایک بڑا حیا لکھانے لگے کہ آئی، اتفاق سے ملائی اس وقت مسجد میں موجود تھے، ایک مسافر بیٹھا ہوا تھا، وہ یہ سمجھ کر کہ مقصود ثواب ملے ہے، پہلو مسافر ہی کو دے دیا، اس کو کھانا دے کر چلی گئی، مسجد کے دروازے سے نگلی ہی نکلی کہ ملائی مل گئے، پوچھا کہ بڑھیا کیسے آئی تھیں؟ اس نے سب واقعہ بیان کر دیا، آپ فوراً مسجد میں آئے اور انہی نے کہ تمام مسجد کے فرش کو خوب دینے اور شروع شروع کیا اور پینٹے پینٹے تھوڑی دیر میں ہم سے مسجد کے فرش پر گر گئے، لوگوں نے بولیں و شو مناؤ سب آکر جمع ہو گئے، پوچھا کہ ملائی کیا کیا ہوا؟ کہنے لگے بھئیوں میں تو حدت سے یہاں ریت ہوں، سب مردوں سے واقف ہوں، انہیں کو ثواب بخش دیتا ہوں، یہ نیا آدمی ہے، خدا جانے اس نے کس کو ثواب بخش دیا کہ یہاں کے سب مرد اسے جتنے آکر پٹتے گئے، میں نے ان کو بہت کچھ بھگایا، لیکن میں سمجھا تھا، انہاں تک نہ آتا؟ آخر تھک کر گر گیا، اگر دو چار دفعہ ایسا نہ تو میں مری جاؤں گا، اس لیے اور نہیں جاتا ہوں، لوگوں نے کہا ملائی! آپ ہمیں نہ جاسیے ہم آپہنسی کو ہر چیز دیں گے، تو حسب ماہانہ رسوم کی یہ اغراض ہیں کہ جب لالچہ سے عرض ان کو کچھ نہ ملے گا تو الگ الگ پتے پر فاتحہ پڑھنا ان دعوئی مشکل معلوم ہوگیا اور اسی طرح بہت جلد اس کا انداد ہو جائے گا اور یہ بھی ایک علامت ہے، ان رسوم کے زائد علی الدین ہونے کی، کیونکہ اصلی چیز ایمان اللہ پر حیات میں محفوظ رہتی ہے، پچانچہ میں زمانے میں طاعون کی کثرت ہوئی تو توبہ، دوسواں وغیرہ سب بھوت گئے تھے، صرف وہی چیز یا باقی رہ گئی تھیں، جو شرعاً ضروری تھیں، بعض لوگوں سے جو میں نے کہا کہ اب وہ رسوم کیوں نہیں ہوئیں؟ تو کہنے لگے کہ صاحب کس کس کی رہیں کریں! یہاں تو ہر روز توبہ ہی رہتا ہے، میں نے کہا: ”دیکھو! اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ امور کھلے زائد ہیں، اور اس آخرت سے متعلق بھی ایسا نہیں، خدا کہ کسی مرد کو دینے لکھن، یہاں ملا نماز چھ ماہ کے دن نماز، یا زوار، تچہ اور دوسواں بہت لوگوں کا نہیں ہوا، آخر غرض یہ کہ دین کے کاموں میں بھی عجیب عجیب طریقے ایجاد کیے ہیں، جن سے مقصود دین میں

کا مینیٹنی رضا نے حق بحراصل لایہ ہے۔ (احسان اللہ برہنہ ص ۱۱۰)

(ج) اصل میں یہ زیارت وغیرہ بندہ دوس کی ایجاد ہے کہ پیچھے زمانے میں اس نے تھا اہل حق کی فراغت کے لیے ایک جماعت کی ضرورت تھی اور اس وجہ سے فی گھر ایک آدمی نایا جاتا تھا کہ ان کی اخلاقیات سے کوئی بات چیش آئے تو ایک گھر میں یہ ہی وجود ہو اور اب تو کسی کا زمانہ ہے۔ اب اس جماعت کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر خوف بھی ہو تو اس قدر پہن کر کیوں اور ۱۵۰۰ روکر کیسے چھوڑیں بھی مصلحت ہے تو اس کا کیا جواب دوں گے کہ زیارت والے جاتے تو ہیں جمع ہو کر اور ہوتے ہیں مستتر کی ہو کر اور اشتر و لہن اور کھار اسکے رو جاتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حفاظت وغیرہ مقصود نہیں۔ صرف رسم پورا کرنا اور نام آوری نہ نظر ہوتی ہے اور شامت یہ گرا کٹر حصہ کے وقت برات چلتی ہے اور لڑکی سے ماں باپ بھی ایسا غضب کرتے ہیں کہ اسی وقت رخصت کر دیتے ہیں شاید یہ سمجھتے ہیں کہ اب ہماری چیز نہ رہی نہ حفاظت کی اب پہلے سے زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ زیب و زینت کی حالت میں ہے۔ خدا اچانے کیا بات چیش آئے

دین چھوڑنے کا انتحار

معاذ اللہ جب انسان دین چھوڑتا ہے تو حق بھی رخصت ہو جاتی ہے لوگوں کا یہ عام خیال ہے کہ کنواری کی مذہبت کی زیادہ ضرورت ہے۔ بیاہی ہوئی کی بھوپائی کی ضرورت نہیں اور یہ خیال بندہ ہوں سے ماخوذ ہے۔ اس کا عقاب یہ ہے کہ اگر کنواری سے کوئی بات ہو جائے اور اس میں بدنامی اور رسوائی ہوتی ہے اور عیاں سے کوئی بات سرزد ہو تو بدنامی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کے تو شوہر ہے۔ اس کی طرف نسبت کی جائے گی۔ مگر یہ خیال شخص جو لست پر مبنی ہے۔ مگر عقاب سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کنواری کی حفاظت کی کتنی ضرورت نہیں۔ چھٹی بیاہی ہوئی کے لیے ضرورت ہے اور اگر اس میں یہ ہے کہ کنواری کو قدرتی طور پر بھی شرم و عتاب بہت ہوتا ہے تو اس کے ماخوذ ایک بھی مانع موجود ہے۔ اس کی زیادہ نگہبانی کی ضرورت نہیں اور بیاہی و عتاب چوگانہ تم ہو جاتا ہے اس کی طبیعت کھل جاتی ہے۔ مانع بھی اس کے ساتھ نہیں رہتا۔ اس کی منت و نصرت محفوظ رکھنے کے لیے بہت بڑی نگہبانی کی ضرورت ہے۔ نیز کنواری کو کھار مانع طبعی کے خوف و تشویش بھی زیادہ ہوتا ہے اور بیاہی ہوئی کو اتنا خوف نہیں ہوتا۔ کنواری میں تو کوئی آرزو نہیں اور اس میں شوہر کی آرزو ہے۔ اس کا فعل اس کی طرف منسوب ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہی ہوئی کی حیثیت ہے۔ قاصد میں کنواری سے زیادہ دیکھ سکتی ہے۔ اس کی حفاظت کنواری سے زیادہ ہوئی ہے۔ بے گھر لوگوں نے اس کا انکار کر رکھا ہے۔

عفت و عصمت کی حفاظت

جب یہ ہے کہ اس کی پرواہ آج کل نہیں کی جاتی کہ عصمت و عفت محفوظ رہے صرف بدنامی اور رسوائی کی پرواہ کی جاتی ہے۔ سو چونکہ کنواری میں بیوہ کوئی آزار نہ ہونے کے بدنامی کا قوی اندیشہ ہے اس کی نگہبانی تو کی جاتی ہے اور بیاہی ہوئی میں ایک آزار موجود ہے اس لیے بدنامی کا خوف کم ہے اس کی حفاظت کم کی جاتی ہے، اسی خیال کی بناء پر رخصت کے وقت ماں باپ کچھ خیال نہیں کرتے کہ یہ وقت مناسب ہے یا نہیں؟ جب چاہیں رات کے ساتھ گھر دیتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک تو حفاظت کا وقت کنوارا تک تھا، وہ اب ختم ہو چکا ہے، چاہے راستے میں ڈاکو بنی مل جائیں، چھالڑے والوں کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ ان باتوں پر خیال کریں، مگر لڑکی والوں کو تو سمجھ کر رخصت کرنا چاہیے، یہ خرابیاں ہیں رات میں جن کی وجہ سے رات کو منع کیا جاتا ہے اور میں جو پہلے باتوں میں چلایا کرتا تھا، جب تک میری سمجھ میں خرابیاں نہ آتی تھیں، اب میں ان رسوم کو بالکل حرام سمجھتا ہوں اور اگر تمہارا ہی سمجھ نہ آوے، تو اصلاح الرسوم دیکھ لو، ان ہی رسوم کو روکنے کی وجہ سے ایک گاہک کا آدنی مجھ سے کہنے لگا کہ یوں سنا ہے کہ تمہارے مسئلے کڑے بہت ہیں، میں نے کہا مسئلے تو ایسے ہی ہونے چاہئیں جن میں احتیاط ہو، تو حقیقت میں میرے مسئلے کڑے نہیں، مگر خدا نے میرے قلم سے بعض باتوں کی خرابیاں ظاہر کر دیں، جو دوسروں نے ظاہر نہیں کیں، اس لیے مجھے لوگ سخت مشہور کرنے لگے۔

ولہن کی حفاظت

فرض اگر ولہن کی حفاظت کے لیے رات ہی ہوتی ہے، تو متفرق ہو کر کیوں اوتے ہیں؟ حتیٰ کہ بعض دفعہ ولہن اور دولہا اکیلے رہ جاتے ہیں، اگر کوئی کہے کہ دولہا تو ولہن کے ساتھ ہوتا ہے، تو وہی حضرت کون سے بہادر ہوتے ہیں؟ کیونکہ آج کل راتے یہ ہے کہ شادی جلدی ہوتی چاہے، کیونکہ اب وہ عفت و دیانت طہائع میں نہیں رہی جو پہلے تھی، اب زیادہ مضبوطی بہت نہیں ہوتی، فرض آج کل دولہا صاحب کو خود حفاظت کی ضرورت ہے، اگر نہیں چور یا ڈاکو چلا آئے تو پہلے دولہا صاحب ڈولے میں گھسیں گے، بعض دفعہ دولہا اور ولہن اور وہ چار عزیزوں نے ایک گاہکوں میں قیام کیا اور رات آگے چلی گئی، یہ لوگ حفاظت کے لیے تھے، لہذا اب رات کو چور و دینا چاہیے۔

(دعوات مہدیہ ص ۱۲۷، ملاحظہ الیابیت ص ۵۵)

زبردستی نکاح

مور انھیں سرتیپ پر پھینکے جن لوگوں کو مرنے سے تھیں۔ نانوہ میں ایک بیرو کا کھانا ہوا اور وہ بڑا بڑا
راحت ہوئی اور انھیں تھوڑی سی قوتیں کو تیرا ہوتے تھے مگر نہ زیادہ تھوڑے نہ کہ وہاں جان کر اس کو
واقعی کر لینا اور یہاں۔ ایک کھانا مدت میں وہاں میں نے پہنچا کہ یہاں وہاں سے لیا گیا تو جیسے
لگے کہ کھانا کئی تھوڑے سے نہیں لیا۔ اور امانہ دھکا دینی تاکہ کسی اور جگہ کھانا نہ لائے مگر اس نام نہایت
نے بعد مدت سے بھر بھی کھانا نہیں لیا۔ اس پانچویں جگہ سے لڑتے ہیں تو دیا آگئی۔ یہاں وہاں
آئی۔ وہاں لوگوں میں حیرت مچا دی کہ یہاں میں تمام غرضی کر لیں تو کھانا نہ لائے تو

U.S. 100 100 100 100 100 100

ماضی ہنس قورہوں سے بھی نہیں کہو تے اور بعض لوگ، ہوں سے واسطوئے میں نظر پر بھی اس پر ملاحظہ ہو۔ کوئی ہنس لوگ اپنے آپ سے مانگے سمجھ کر کہتا ہے کہ میں کوئی نرانی اس میں یہ ہوتی کہ اس پر قورہ ملک نہیں سمجھتے کہ انکے غلاموں سے بعد اس سے کافی ہے۔ ادا ہے۔ ۱۰

{ 2000-2001 }

اشعار ہواں اعتراض ... مانیوں بٹھانے کی زعم ناچ ہے!

[illegible]

ایک کو جرگہ واقعہ

[illegible]

ایک رنجش زاء سے ہی حکایت

[illegible]

حاصل کریم

حقیقت میں اگر خود راہِ آریہ سر۔۔۔ اُٹھائے جو براہِ آریہ کو کھانے سے ہم سے جیس ویں تمہارے ہیں ان سے اُٹھائے وہاں کو چھوڑ کر اپنے اُٹھانے کو کھانے والوں کو۔۔۔ جس کی راہ کو کھانے سے جس جس ہوگا۔ اب ہمیں ایک مولوی نے کہہ دیا ہے کہ یہ یہ اصلِ ثواب ہے قطعاً سچ ہے۔ یہ ہے۔ بعد ہوا یہاں ثواب سے کوئی کیا نہیں مگر۔۔۔ اہل بیت سے قطعاً یہ جانا ثواب۔۔۔ کھانے کو کوئی قبولی طرف پیش کرتے نہ کرتے چھوڑ دے۔ اہل نوعِ انسانی سے یہ نہیں انہیں شریعت۔۔۔ اُٹھائے قطعاً نہیں ہوتا کچھ وہ کھانے کو ان سے اُٹھائے انہیں کوئی قبولی شرط یہ ہے۔ اہل انسانی کے کس کس کو کھانے سے یہاں سے۔۔۔ (معاذ اللہ میں اس میں سبب ہے)

جیسواں اعتراض۔ تبرکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

[illegible]

سوئے مبارک

کہیں کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوئے مبارک اس وقت تک موجود ہیں، عید فطران کی بھی جائز نہیں، کیونکہ اگرچہ ظاہر یہ خیال کر کے کہ سوئے مبارک جزو بدن ہے قبر سے بغض معلوم ہوتا ہے، مگر قبر میں اتالی اور تقاس کی ایسی فضیلت موجود ہے، اگر سوئے مبارک کو ہاتھس حاصل نہیں، اس لیے دونوں غیر مساوی ہوئے، سوئے مبارک جزو ہے، مگر اب تمنا نہیں اور قبر شریف جزو نہیں، مگر تمنا (ظاہر) کہ ہے، خود دونوں برابر ہونے اور ایک مساوی سے دوسرے مساوی کا حکم معلوم ہو سکتا ہے، ایسی حدیث: "لا تملحوا قبری عیدنا" سے سوئے مبارک کو نہ ملنا حرام ہو گیا، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت باغث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو ذکر میں اختیار فرمایا، جس سے ملیں اور ہر وغیرہ سب کے احکام خود بخود معلوم ہو گئے، علاوہ ازیں صحابہ اور سلف صالحین نے عید منانے کو بھی اختیار نہیں کیا، مادانکہ ان کے پاس ہم سے زیادہ تمکات ہو یہ سوچو تھے اور ان کو ہم سے زیادہ ثواب کے کاموں میں سبقت تھی، اگر یہ کوئی خیر ہوتی تو سلف میں اس کی کوئی کوتاہی نہ ہوتی، اب صرف یہ سوال رہ گیا تھا کہ صبیح میں عید کی طرح اختراع نہ تھا، تو آخر تمکات کے ساتھ ان کا برتاؤ کیا تھا، تو اس کے لیے میں چند احادیث ایک پرچہ پر لکھ لی ہیں، کیونکہ ان کا تلفظ یاد رکھا ہو ضرور تھا، اس وقت ان کا نقل کیے دو جاویں۔

تبرکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں احادیث

"عن عثمان بن عبد اللہ بن وہب قال قال فارسلنی اہل ام سلمہ رخصی اللہ عنہا یفدح من ماء وکفن ذالھما بالامعان عین او ششی بھٹ، لایھا مخطیة لھا فاعرجت من شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تمسک فی الجھل من فضة عنہ حضرت نے فشر منہ قال فاطمت فی الجھل قرولت شعرات حمراء" (رواہ البخاری)

"عثمان بن محمد بن وہب سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے گھر والوں نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک چال پائی کہ وہ گریہ کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ جب کسی نے ان کو نظر وغیرہ کی تکلیف دینی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پانی کا پتلا بھیج دیتا، ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال تھے، ان کو انہوں نے پانی میں ڈال کر رکھ رکھا تھا، پانی میں ان بالوں کو پلا، اگر قی تمہیں ضرور پانی چاہو، پانی دیا جاوے گا، راہ میں کہتے ہیں کہ میں نے جو جملہ کہہ لکھی، یہ سچا تو میں میں چننا، بی بیال تھے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص نے کسی اور کو قتل کر دیا ہے تو اس کا جہنم کا مقام ایسا ہے جہاں وہ اپنے قاتل کے ساتھ ہوگا۔ یہ حدیث اس قدر مضبوط ہے کہ اس سے کسی شخص کے لئے بھی شک و شبہ نہیں رہتا۔

پرمہنوی کا تذکرہ

تس اسماء بنت أبي بكر رضي الله عنها. لها عرض جبهة طرية تكسروا بنقلها
لبنة دجاج. و فرجها مكحولين بالدهاج. و قالت عنه حبة رمول. نقله صلى الله عليه
و سلم كانت عمة عترة ولد خديجة قبضها و كانه انبي. صلى الله عليه و سلم
لمس بها فتحيه. و اذ مرضي يمشي بها. (رواه مسلم)

حضرت امیر مومنین حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو خدا کا رسول سمجھے اور کہے کہ میں خدا کا رسول ہوں، تو اللہ تعالیٰ اس کو لعنت کرے۔ اور جو شخص اپنے آپ کو خدا کا رسول نہ سمجھے اور کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم بھیجے۔

۴۰ نئے مہارک سے متعلق حدیث

”عسى أنيس رضى الله عنه قال النبي صلى الله عليه وسلم أتى منى فأتى المحبرة
فوجد بها ثوبا من ثيابي وحر نسكته ثم دعا رجلا وحلفاء ونزلوا أحضض خلفه الأجر
فحلفوه ثم دعا الأاطمحة الإنصارين فاعطوا إياهم ثم قالوا أشك الأجر فقال: احلفوا
فحلفوه واعطوا رجلا منهم فقال: افسدوا من الثياب“

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وارثین میں
میراث سے سنی میں بقرہ آیت کے مطابق پچھلے وارثین میں سنی بی بی کے لئے مٹی جھڑ بکھان
آپ کے لئے تھرو تھرا میں بکھڑکھڑا کر دیا اور قرآن کے ہاتھوں میں کوئی شے نہ بکھا (معلق لکھی)
نہ لکھی اور اس کو رکھ دیا۔ جس کو اس نے دیا ہے جسے دیا ہے۔ جسے دیا ہے جسے دیا ہے۔ جسے دیا ہے
اور علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہاں سے نہ لکھئے۔ لکھئے تو سزا دیں۔ لکھئے تو سزا دیں۔

”سوئے واس نے، میں جس کو بھی مومن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی بڑھایا تھا وہاں کی طرف
اللہ تعالیٰ عز و جل یہ اور فرما کر اس کو توں میں سے تیار کرے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت مقدور اور سچے سونے
مبارک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تقسیم کرنے کے لیے ارادہ کیا کہ سوچا تمام رضی اللہ تعالیٰ
عنہم شرف و قدر باقی بقیہ ہو گئے تھے اور انہیں سونے مبارک پانچ پانچ جلدی سے اس کا انکسار
کر دیا جائے گا۔ اگر سند سے اس کا پتہ معلوم ہو جائے۔ تب تو اس کی تفسیر کی جائے۔ اور اگر تفسیر
بالکل مفقود و اختراع کی نہ ہو تو سکوت کیا جائے حتیٰ کہ تصدیق کی جائے نہ مذہب مشیر ام میں
شریعت نے ایسی کوئی نئی نئی شریعت نہیں دینی ہے۔

لیا میں مبارک

و عن ام عطیہ فی قصہ غسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تکفیفہا
انہا خاست فالتی حقوہ فقال اللہ عز وجل اباہا عقاب الشیخ فی الصدقات و ہذا الحدیث
اصل فی الترمذی، الآثار الصالحین و لیاہم

”حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا حضرت زینبؓ سے روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہ بندہ اس کے پاس ڈال دیا کہ اس کو
مردود کے بدن سے محاسن کر کے پرانا، یعنی سب سے نیچے اس کو رکھو کہ اس کی برکت بدن
سے متصل رہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی وحید اللہ تعالیٰ شرف منکوحہ میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے
ہیں کہ یہ حدیث چار روایات سے ماہرین سے برکت لینے سے اصل ہے۔“

معلوم ہوا کہ تہ کا سہ سے برکت حاصل کرنے کا ایک یہ بھی طریقہ ہے کہ یہ تہ سوٹ کے اس کو
آٹھن میں رکھ دیا جائے، پھر اس سے قرآن اور احادیث کی کتابوں کا کفن میں رکھنا جائز نہ ہوگا،
کیونکہ اس میں ان کا احترام باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ قرآن کے ساتھ پاکی کا تعین حرام ہے اور
بدن سے چھ روز کے بعد محو سے پہلے کا، وہ نجاست قرآن کو بھی لگے گی، اسی طرح وہ کتابیں
جن میں وعظیں اور نبی اللہ و رسولی کا نام یاد ہوا ہے، قابل احترام ہیں، بلکہ الفاظ و حروف محفوظ
قابل احترام ہیں، بلکہ مراد کا تہ بھی بوجہ علم ہونے کے قابل احترام ہے، بعض لوگ فرمیں کہ
ایمان کا نام رکھ کر اس پر ڈرتے دہرتے ہیں یہ بالکل لغو و مکمل شکست ہے، اس پر تو جس نہ چلا، الفاظ
کی ہی بے حرکتی پر بہار کی دھواں، مگر ان سب کے ساتھ ان کو سید نہ بنانا چاہیے، کیونکہ یہ سمجھنے کی
جگہ ہے کہ کفن پنجوں کی قدر کس سے ہے؟ اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چیزیں ہیں۔

بچے، باپ، مائیں تو مضبوطی سے دھریں۔ ان کی بھی تو قدر کرنی چاہئے، ان میں بھی تو رشتے ہیں۔ اس پر کہتے تو ہیں یہ اپنے گھر سے باہر نہیں گئے، یہ تو گھر کے لیے گھر سے باہر نہیں گئے، یہ تو گھر کے لیے گھر سے باہر نہیں گئے۔

تبرکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

خاص لوگ یہیں تک پہنچتے ہیں۔ جب شریک کے لیے غار ہیں۔ مگر میں اکتاہٹ سے سب کو
جراہ لگتا ہے۔ یہ کنگ غار صحت ہے اور ہمارے حقوق کے لیے نہیں جو حق ہمارے ہاں مل رہا ہے
کے لیے خاص ہے۔ جو ان لوگوں میں اس بات پر اجماع حاصل کیا ہے کہ غار ہمارا حقوق کے لیے سب
کے نزدیک ہے۔ ان کے ساتھ رہے۔ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ ہم اس میں کسی قسم کا تصرف کرنا چاہتے ہیں۔

[illegible]

حجرات کا نہیں ہے۔

[illegible]

شرعی نی مگر یہ نیکو آپ تک پہنچا میں رہتا، تھے علم نہیں تھا، اس لیے امید ہے کہ تنبیہ نہیں ہو سکے ہوں
تھے، ہاں! آپ جو لوگ دنیا کو پس گئے وہ تنبیہ رہیں گے، کیونکہ آپ مصلح صاف ہو گیا۔
(تفصیل المصائب ص ۳۰)

پاکیسواں اعتراض... عید میلاد النبیؐ کی دلائل اور بعد سے تردید!
جا کا جائز ہے کہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام جو ایک، ہم شائع ہوئی ہے اس کے متعلق
دو کلام ہیں۔ ایک تو اس کے نام شروع ہونے کے متعلق دلائل، دوسرے خاتمین نے دلائل کا
جواب اس کے بعد سمجھنے شریعت کے دلائل چاہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول و ائمہ، قیاس اور
شواہد چاروں سے گفتگو کی جائیگی۔

میلاد کی تردید قرآن میں

اول کتاب اللہ کو لیجئے احسن توحائی کا ارشاد فرماتے ہیں: اَلَمْ نَكْمِمْ سُبْحًا سَبِّحُوا اسْمَ رَبِّكُمْ بِمَا هُمْ
فِيهِ يَذْكُرُونَ مَاذَىٰ يَوْمَ اللّٰهِ

”جیسا کیا ان کے شرک، کے لیے ہیں کہ انہوں نے ان کے لیے دین کی روایات مقرر کر دی۔
جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی، یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ دین کی بات بدوین اذان النبی،
یعنی بدوین انہیں شرعی کسی کو مقرر کرنا مذہب (بدعت) مستحکم (مکروہ) ہے، یہ تو کبھی ہے اور مقرر یہ
ہے کہ عید میلاد النبی دین کی بات سمجھ کر یا دلیل ستر کی گئی ہے اور دلیل نہ دونا چاہتا تو ظاہر
ہے کہ یہ امر شریعت میں نہیں، اور مستحکم (تیا گزرا ہوا) ہے، اگر احتمال ہے تو اس کا ہے کہ کسی
کلی میں داخل کرتے ہوں گے، مفصل گفتگو تو ان کلیات کی نہیں میں یہ داخل ہو سکتی ہے، تو اسے
آئے نئی باقی جملہ یہ سمجھ لیتا چاہئے کہ سبب واقعی اس کا قدیم ہے، خواہ وہ قرآن، یا اہلبار شریعت
اسلام ہو کہ وہ بھی قدیم ہے، بہر حال ان میں سے جو بھی سبب ہو تو ہم یہ کہتے ہیں کہ سبب کہ یہ
سبب مقرر صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ و ائمہ القرون کے زمانہ میں موجود تھا اور وہ حضرات قرآن و
حدیث کو خوب سمجھنے والے تھے اور ایسا سمجھتے تھے کہ اس کو دیکھ کر آپ اجتہاد نہ جانتے تھے رکھا گیا،
پس سبب مسلم ہو چکا کہ وہ کتاب و سنت کو ہم سے زیادہ سمجھنے والے تھے اور یہ سبب بھی اس
وقت نہ جو تھے، یعنی اہلبار قرآن و حدیث اسلام کی اس وقت بھی نہ، اس وقت بھی، لہذا اس وقت
سے زیادہ بدعت تھی، تین حضرات نے اس پر عمل نہیں کیا، پس معلوم ہوا کہ کسی کلیہ میں اس کا
داخل ہونا صحیح نہیں اور یہ امر بالکل مستحکم ہے اور یہ ہے کہ جس کی تہمید اصل نہیں اور بدعت کی

حقیقت یہی ہے کہ غیر دین کو دین سمجھ کر کیا جائے اور اس کو پلٹ کر دین سمجھتے ہیں۔ پس یہ بدعت واجبہ و ترک ہیں یہ تو قرآن مجید سے متعلق کلام تھا۔

عیسا کی تردید حدیث میں

اب حدیث پہنچے، منصور رضی اللہ عنہ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "مَنْ أَخَذَ مِنْ بَنِي إِسْرَافَ هَذَا مِثْلَ يَوْمِ نَجْدٍ فَهُوَ رَدٌّ" یعنی جو شخص ہمارے اس دین میں وہ شخص کو لے جو اس میں سے نکلیں پس وہ واجبہ و ترک ہے۔ جو تقریرات آیت کے ذیل میں کی گئی ہیں۔ وہی یہاں بھی ہے اور مراد نفی شے سے وہ ہے جس کا سبب قدم اور پھر اس وقت مسموم نہ ہوئی ہو یا قیام بعد یہ اور نیز وہ سو قوف علیہ کی مامور ہو، وہ امامت میں داخل ہو کر واجب ہے اور وہ سرحد حدیث پہنچے یا مسلم کی روایت ہے: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَخْتَصِمُوا لِهَيْلَةَ الْحَمَةِ نَقَامًا مِنْ بَنِي قُلَيْبٍ وَلَا نَخْتَصِمُوا يَوْمَ الْحَمَةِ بَصِيحًا مِنْ بَيْنِ الْأَنْجَمِ إِذَا هِيَ يَكُونُ فِي يَوْمٍ يَصُومُهُ اسْحَدُكُمْ" "یعنی بنی سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب جمعہ تو وہ روز راتوں میں سے شب بیادینی کے ساتھ خاصیت مت کر۔ وریم جمعہ کو یا ہم جس سے روزہ کے ساتھ خاصیت مت کر۔ مگر یہ کہ میں دن میں کوئی تم میں سے پہلے سے روزہ رکھتا ہوں۔"

اس حدیث سے یہ قاعدہ کلی نکلا کہ جو شخص منقول نہ ہو وہ منعی منہ (یعنی جس سے روکا گیا ہو) ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ جو کے روزہ روزہ رکھنا کیسا ہے؟ ۱۸۹۷ء کے علماء نے دوسری۔ کیا مستقل سے جواز کا غم دیا ہے اور منعی کو عارضی کہا ہے، اس وجہ سے کہ روزہ رکھ کر وہ ایک جمعہ سے ضعیف نہ ہو جائے۔ یہ فرقی محسوس ہے۔ یہاں تو صرف اس قدر کہ یہ کام مستحب کرنا مقصود ہے۔ سو قاعدہ کی محبت میں بکریں صوم جمعہ کو بھی کام نہیں ہے، غرض یہ قاعدہ کلیہ کو تخصیص غیر منقول دین کے اندر جائز نہیں سمجھتا ہے یہ تو کبریٰ ہے۔ اب خاص یوم و عادت کی غیر مناسبت کی تخصیص دیکھئے کہ یہ تخصیص کیسی ہے؟ ظاہر ہے کہ منقول نہیں اور نہ تخصیص عادی سے۔ اس کو دین کی بات سمجھتے ہیں، چنانچہ منعی کے ترک کو ممانعت کرتے ہیں اور یہ دین سمجھتے ہیں، مگر تخصیص عادی ہوئی تو ممانعت نہ کرتے اور نہ ان کو بدین جانتے۔ جیسے کسی کو عادت عمل پہننے کی ہو تو اس کے ترک کو عادت نہیں کرتے، بہر حال اس کو دین سمجھتے ہیں۔ پس یہ تخصیص دین میں ہوئی اور غیر منقول ہوئی یہ معنی ہوگا اور کبریٰ اول سبب ہے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ یہ تخصیص چاہئے۔ مگر غور کیا جائے تو متکس علیہ جی یوم جمعہ سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس لیے کہ یوم جمعہ کے نکاح کی وجہ حدیث میں صریحہ بھی وارد ہیں اور یوم و ناسبت کی کوئی تفصیلات صریحہ وارد نہیں۔ کو قاعدہ سے فی نفسہ یوم و ناسبت میں برکت کا قائل نہ ہو؟ چنانچہ

سید علی رضا علیہ السلام کا روزِ ولادت اہلِ باطن کی فطرت میں فرماتے ہیں۔

هذا الشهر من الايام فصل

و مسبقه تفوق على الشهر

ربيع ربي ربيع ربيع ربيع

و ربيع ربيع ربيع ربيع

اور میں اس پر اضافہ کر کے لکھا ہوں

طلوع ربيع ربيع ربيع ربيع

و ربيع ربيع ربيع ربيع

فضلِ یوم ولادت کی صراحت نہیں

جس شخص پر گنت اور فضیلت کا انکار نہیں، محققوں میں ہے کہ جیسے جو کچھ فضائلِ مصریہ ۱۰۱۰ء میں آئے یوم ولادت کے نہیں، ان میں سے کچھ فضائلِ مخصوصہ نہ ہوں، اس کی قطعاً یہ کہہ سکتے ہیں کہ بعض لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ یوم ولادت کی فضیلت بھی مدیٹ میں آئی ہے، چنانچہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو شبہ کے روز بروز کو گنت کرتے تھے، کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ اس روز کو گنت کرتے ہیں، فرمایا: "ولدت يوم النهر" یعنی میں میرے گنت پیرے دن پیرے دن کرتا ہوں، ان کا کتاب اللہ تعالیٰ تعالیٰ تعالیٰ کے دنوں کے آئے گا۔

روئے مبارک کی زیارت

اور تیسری حدیث میں آیا ہے: "عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحبوا خبری عہداً و عہداً و ان صلواتکم نفعی حیث تکتب" "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کی قبر پر عید مت بناؤ، جو پورا ہو، لکھو، یہ کہ تمہارا دور میرے پاس پہنچے گا جہاں تم کا نام ہو گا۔"

اس حدیث میں غمِ عید و غمِ بدلتے کی شخصیات سماج سے شاپاؤں میں آتی ہیں، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر سب سے پہلے ہیں، ان میں سے کچھ ہیں جو کہ اس صحنہ کی قبر پر استماعِ دعا و تہجد میں آتے ہیں، جس کے اس کی تاریخِ مہینہ ہوتی ہے اور یہ اس میں کافی کافی اہل کا اجتماع ہوتا ہے، ان میں سے کچھ ہوتے ہیں کہ یہ

پایا جاتا ہے، پس اس طرح جمع ہونے کی ممانعت ہے اور اتفاقی اجتماع سے ممانعت نہیں ہے، چنانچہ روضہ اقدس کی زیارت کے لیے جو جاتے ہیں اس میں یہ دونوں امر نہیں ہیں، اس کو کوئی خاص تاریخ مقرر نہیں ہے، بلکہ آگے پیچھے کیف ما اتفقوا قلے جاتے ہیں اور زیارت کر کے پلٹ آتے ہیں اور نہ کچھ اہتمام ہے کہ سب کا اجتماع ضروری سمجھا جاتا ہو، بہر حال اس حدیث سے امرائے عبادت ہوتا ہے کہ قبر شریف پر بطور عید کے جمع ہونا ناجائز ہے، پس جس طرح عید مکانی ممنوع عند (جس سے روکا گیا ہو) ہے، اسی طرح عید زمانی بھی منہی عنہ ہوگی، اب روکنی یہ بات کہ اس کے بعد "صلو علی صلاتکم تبلیغی حیث کنتم" اس پر دل سے، سو شرانے مختلف توجیہات اس کی کی ہیں، میرے ذہن میں سب سے اقرب توجیہ اس کی یہ آتی ہے کہ اس سے مقصود یہ ہے کہ اس ٹی (لا تجعلوا) میں اہل بدعات یہ نظر کر سکتے تھے کہ ہم تو صلوٰۃ یعنی درود شریف پڑھنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر جمع ہوتے ہیں اور صلوٰۃ مامور بہ ہے تو ہمارا اجتماع جائز ہوگا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس شبہ کا جواب دیتے ہیں اور اس احتمال کا استیصال فرماتے ہیں کہ درود شریف یہاں آنے پر موقوف نہیں ہے جہاں کہیں تم ہو گے درود شریف میرے پاس پہنچتا ہے، اس لیے یہ عذر بغیر معیہ ہے اور اس سے ایک بہت بڑی بات مستحکم ہوتی ہے کہ صلوٰۃ جس کے بعض افراد مندوب اور بعض واجب اور بعض فرض ہیں جب اس کے لیے عید کے طرز پر جمع ہونا جائز نہیں تو کسی اور فرض مختار کے لیے جمع ہونا کیسے جائز ہوگا؟ لیکن اس سے کوئی شبہ نہ کرے کہ خود زیارت کے لیے جانا بھی جائز نہیں، اس لیے کہ وہاں جو جاتے ہیں تو مقصود اصلی صلوٰۃ نہیں ہے، بلکہ زیارت مقصود ہے اور وہ دونوں قبر پر جگہ ممکن نہیں۔

چوتھی حدیث سے استدلال

چوتھی حدیث یہ ہے کہ عید کے روز کچھ لڑکیاں کھیل رہی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، انہوں نے لڑکیوں کو ڈانٹا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان لکل قوم عیدوا و هذا عیدنا" یعنی اسے عمرائے منع نہ کرو ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے، اس حدیث میں علت ان کے کھیلنے کی ایسا مت کی یہ فرمائی کہ یہ ہماری عید ہے، اس میں جو ازواج کو یوم عید ہونے پر محفل فرمایا گیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ عید کے ساتھ خاص ہے، سو اگر ہر شخص کو عید منانا جائز ہو تو ہر روز ایسا عید جائز ہو جائے گا اور تخصیص مخصوص باطل ہو جائے گا جس سے مختار ثابت ہوئی۔

عدم جواز پر اجماع سے ثبوت

اب رہا اجماع، سو اس سے بھی ثابت ہے، مقرر یہ اس کی یہ ہے کہ قاعدہ اصولیہ ہے کہ اگر کسی امر کے ترک پر متفق ہو جاتا یہ اجماع ہوتا ہے کہ اس کے عدم جواز پر، چنانچہ فقہاء نے جابجاء اس کے قاعدے سے استدلال کیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کو ہمیشہ ترک کرنے سے استدلال کرتے تھے، مثلاً فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز پڑھی، لیکن اس میں اذان اور تکبیر نہیں تھی، اسی طرح جس شے کو تمام امت نے ترک کر دیا ہو، وہ واجب الترتک ہے، اسی بناء پر فقہاء نے صلوات عیدین میں بلا اذان و تکبیر کہا ہے، پس اگر یہ قاعدہ مسلم نہ ہوتا تو آج سے ہی عیدین میں اذان اور تکبیر کا بھی اضافہ کر دینا چاہئے اور اگر مسلم ہے تو اس قاعدے سے اور جگہ بھی کام لو۔

ایک شبہ کا جواب

اس پر ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ تمام امت نے عید میلاد النبی کو ترک نہیں کیا، اس لیے کہ امتی تو آخر ہم بھی ہیں سو ہم اس کو کرتے ہیں، پس اجماع کہاں رہا؟ جواب اس کا یہ ہے کہ اصول فقہ کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ اختلاف متاخر اتفاق مقدم کا رافع نہیں ہے، یعنی جس امر پر تمام امت کا اتفاق زمان سابق میں متحقق ہو چکا ہو اب اس اتفاق کو بعد کا اختلاف نہ اٹھائے گا جب تک ہم لوگوں نے ایسا نہیں کیا تھا، اس وقت تک تو امت کا اس کے ترک پر اتفاق تھا، اب وہ اتفاق مرتفع نہیں ہو سکتا، اس قاعدہ کی ایک جزئی اور ہے کہ علماء حنفیہ نے نماز جنازہ کا حکم جاری نہیں رکھا اور دلیل یہی لکھی ہے کہ صحابہ اور تابعین سے ثابت نہیں فرض یہ قاعدہ مسلم ہے کہ امت کا کسی امر کو ترک کرنا اس کے عدم جواز کی دلیل ہے، پس بفضل تعالیٰ اجماع امت سے بھی ثابت ہو گیا کہ یہ عید بدعت اور امر مخترع واجب الترتک ہے۔

عید میلاد کا عدم جواز قیاس سے

اب رہا قیاس تو قیاس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ قیاس جو مجتہد سے منقول ہو اور ایک وہ جو مجتہد سے منقول نہیں اور یہ قاعدہ کہ غیر مجتہد کا قیاس معتبر نہیں ہے، ان واقعات میں ہے کہ جو مجتہدین کے زمانے میں پائے گئے ہیں اور جو نئے واقعات پیش آئیں ان میں قیاس غیر مجتہد کا معتبر ہے، چنانچہ جس قدر نئی تجاویز اور ایجادات اس زمانے میں ہوئی ہیں، سب کا حکم قیاس سے ہی ثابت

ہوتا ہے جسے بدقسمت تو قیاس نہیں کرتے اس لیے معقول قیاس کرنے کی ضرورت ہے تو جب کسی جب سلف کے کام میں اس سے تعرض نہ ہوتا اس لیے کہ ان حضرات کا قیاس ہمارے قیاس سے مقدم ہے اور ان کے کام میں اس سے تعرض ہے چنانچہ معبود الخیالان و صراط المستقیم میں بہت زور شور سے اس امر پر گفتگو کی ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ کسی زمانہ و مکان کو معبود مانا ممنوع ہے جس قیاس سے بھی اس عید کا نام نہ سونا بہت ہوا یہ قرآن و حدیث میں ہے۔

موجدین کے دلائل اور ان کا جواب

موجدین عید کے دلائل کی تقریر اور اس کا جواب نیچے اور ان کی طرف نسبت و دلائل کی میں نے ان مثال سے کر دی ہے کہ شاید ان میں سے بھی کوئی ان سے استدلال کرنے لگے اور نہ میں نے یہ دلائل ان سے منقول نہیں کیے، بلکہ جو دلائل اس میں بھی کوشش کریں تو ان کو ایک دلیل بھی ميسر نہ ہو گی واسطے کی تو نہیں چاہتا تو ان کو دلائل دیے جائیں لیکن صرف اس حد سے کہ کسی کو کوئی گنجائش نہ رہے اس لیے میں ان دلائل کو بھی مع جواب نقل کیے ہیں۔

پہلا استدلال اور اس کا جواب

اس آیت یہ ہے: "قُلْ يَغْفِرُ اللَّهُ ذُنُوبَكُمْ فَمَنْ يَعْلَمْ مِثْلَ خَيْرٍ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" اس آیت سے فرحت کا تصور ہونا ثابت ہوا اور عید بھی انکار فرحت سے، لہذا چاہئے کہ جو اس ظاہر سے کہ اس آیت سے منکر فرحت کا تصور ہونا نکلا اور انکار اس وقت خاص میں ہے، لہذا اس آیت سے اس کو کوئی منکر نہیں اور اگر اس کا یہ میں اس کا داخل کرنا صحیح ہو تو غیبی، نے سب نقد میں ہمیں بدعت کو روکا ہے، ابھی کسی نہ کسی ایسے ہی کلیہ میں داخل ہو سکتی ہیں، چاہے کہ وہ بھی جائز ہو جائیں، حالانکہ کتب فقہ جو مسلمہ و الفریعین ہیں، ان میں ان کی ممانعت مبرہانہ طور سے اور ان میں زنجیر ہمیشہ یہ دھوکا ہوتا ہے اور یا تجاویز ہے کہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے اور اہل حق کے آئینہ کا موضوع ایک ہی ہے، کی بنا پر اہل حق پر اعتراض کر دیتے ہیں، چنانچہ یہاں بھی ملاحظہ ہے کہ ہم جس بات کو ناجائز سمجھتے ہیں وہ وہی بات ہے اور فرحت کا یہ آیت "قُلْ يَغْفِرُ اللَّهُ ذُنُوبَكُمْ" سے ثابت ہوئی ہے ورنہ اسے مطلق ہے، اس میں وہی سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ فرحت کو منکر کرتے ہیں، حالانکہ یہ صحیح نہیں، بلکہ ان کو فرحت کا منکر ہے تو ہم اس فرحت پر زیادہ عمل کرتے ہیں، اس لیے یہ موجدین تو سال بھر میں ایک مرتبہ خوش ہوتے ہیں اور دوسرے دن میں ان کی فرحت منقطع ہو جاتی ہے اور ہم ہر وقت خوش ہیں (اس لیے کہ نسبت ایمان کی بشارت اور اس کے افاق سے ہر وقت بخیر

نوعت منظور ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات و کلمات کو میرے دل پر جاری کر دوں گا۔ جواب میں گالی
 دی کہ یہ ضرور ہی نہیں کہ اس دم پر انکا راسی چند ہو۔ یہاں وہ بتولیت رہ گئے۔ "وَأَذِّنْ لَنَا
 لِمَا نَسْأَلُكَ اسْتَعِظُوا وَلَا تَقْرَبُوا" جس میں ذکر کرتے ہوئے بتولیت ہے اور بعد ازاں نفسی بیماری ثابت ہو جس میں مضموع
 ہو چکا لیکن یہاں پر اس پر مجبور متقل نہیں، اس کے لیے دوسرے دلائل ہیں، اسی طرح یہاں بھیجے
 کہ جو آیات و احادیث میرے حیرت انگیز کی ضمانت میں آئے ہیں وہاں میں یوں کی ہیں وہ دلائل پر
 "کلام" کے لیے کافی ہیں، یہ جواب تو اس فقیر پر بہت پسند ہے۔ "بیت کے معنی ہیں بول و مشعر نے
 بیان کیے ہیں اور نہ اس بیت سے یہ بات لی گئی کہ بتولیت میں علی السلام پر مطلب یہ ہے کہ ناول
 و حدیث کا روح کو میرے دل میں اس لیے کہ شہن میں ظہیر مانا دینی طرف دانی ہے، اس میں سے جو
 ناول الفاظ و الیہ کا یہ زہر کا اور یہ کلام ہے کہ وہ سب تک حقیقی معنی میں نہیں، مجاہد کی طرف رجوع کیا
 جانے لگا، ان میں معنی یہ ہے کہ لیکن الفاظ و دہرا اور تاملی و دہرا کے لیے مراد کو حشر نہ ہائے میر
 کے معنی محدود نہیں ہیں، ملک علیہ السلام "مطلق" پر بھی آتا ہے، لیکن اس میں کہ یہاں
 نہیں فقط میرے اس سے میرے دل، انہی کی مراد وہاں "میں" میرے شیعہ نے نزدیک چاہا جس
 مراد سے آتا ہے اس سے حشرہ جو تاملی نکال لیتے ہیں، ان کے نزدیک جہاں کوئی شیعہ
 دہرا کے شاعر "میں" کو "میں" سے "میں" تھا، "آیت" "وَأَذِّنْ لَنَا لِمَا نَسْأَلُكَ اسْتَعِظُوا وَلَا تَقْرَبُوا"
 نسخہ "کے بھیجی گئی معنی ہیں کہ اسے دہرا کے معنی نے لفظ سے "میں" لیا ہے، پتہ ہی
 ان عبارت کے نزدیک جہاں نہیں آتی، آئے اس سے میرے دل، انہی کو مراد بہت ہو رہے۔

چوتھا استدلال اور اس کا جواب

چوتھا استدلال اس قدر ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ وہ آیت "تَنْبِذُوا أَيْدِيَكُمْ
 لِمَا تَعْمَلُونَ" اس کا مطلب ہوئی تو ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میرے
 آیت اور چاروں ہوئی تو ہم اس دن کو میرے ہاتھ لپیٹے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ یہ
 آیت تو میرے عید کے دن ہی نہیں ہوئی ہے، بلکہ یوم بوعمر اور یوم حرا کو نازل ہوئی ہے اور تفسیر
 میں ہے "انقرت ان عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کو پوری تفسیر میں فرمایا ہے۔ "وَأَذِّنْ لَنَا
 لِمَا نَسْأَلُكَ اسْتَعِظُوا وَلَا تَقْرَبُوا" یہ کلموں سے فقیر کا استدلال کی اس آیت سے یہ ہے کہ حضرت
 عمر رضی اللہ عنہما جس جہاں میرے حیرت انگیز نے لفظ "میں" کو دہرا دیا ہے۔ اس کے معنی کی
 تاریخ کو میرے دل میں ہے، یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے کہ "وَأَذِّنْ لَنَا لِمَا نَسْأَلُكَ اسْتَعِظُوا وَلَا تَقْرَبُوا"
 ہے کہ اس میں بھی کلمہ "میں" ہے، اس کے جواب میں ایک جواب تو یہ ہے کہ تم جو یہ

کہ ۴ رات لاول ہے، روزہ رکھنا چاہئے، دوسرے پہ نہ نعتیں اور بھی ہیں، مثلاً ہجرت، اس کے معراج وغیرہ، آپ نے ان کی صحت سے کیوں کوئی عبارت نہ فرمائی؟ ایسے اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ اگر ہے تو عام ہے، بلکہ اسی مقام سے ساتھ دھس ہے اور اصل حد اور روزہ رکھنے کا وجہ ہے۔ باقی حکمت کے طور پر دو دلت کو ذکر فرمایا، دو دن دوسرے ہفتوں کے وہ بھی روزہ دو تعہید چاہئے اور اگر اس پر کہا جائے کہ تخصیص یوم ۱۱ دلت کی ہے یہ ہے کہ یہ اصل ہے، تمام نعمتوں کی، پس ولادت اور ہجرت وغیرہ میں یہ فرق ہے، اس فرق کی وجہ سے یہ تخصیص کی گئی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ حمل اس کی بھی اصل ہے اس کو اصل نظم انا ہے، ہجرت یہ ہے کہ یوم ولادت دو شنبہ کے روزہ عید نہ کرے اور تاریخ ولادت یعنی ۱۲ رات لاول کو عید مناسکین، یوم الاثین میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہات بھی کی ہے اور تاریخ ولادت میں تو کچھ بھی منقول نہیں ہے، اگر اس دلیل کا متفق ہو یہ تھا کہ ہر برہنہ کو عید کیا کریں، فرض اس حد سے بھی مدعا موجود ہے، کا ثابت نہیں ہو تا، یہ تو ان حضرات کے نقلی دلائل تھے۔

عقلی دلائل کا جواب

اب ہم اس بات میں عقلی معقول کرتے ہیں، ان لیے کہ ان دوگون میں بعض عقل پرست بھی ہیں اور وہ اس عید میں کچھ عقلی معقولیتیں پیش کیا کرتے ہیں، جو مانع ہیں۔ ملک اور قوم کی طرف اس لیے ہم اس طرح پر بھی اس مسئلہ کو جان کیے دیتے ہیں، چنانچہ یہ ہے کہ جس قدر مہات شداد علیہ السلام نے مقرر فرمائی ہے، ان کے سبب بھی مقرر فرمائے ہیں اور اس اعتبار سے، صورت پر کی چند قسمیں نکلتی ہیں، اول تو یہ کہ سبب میں ٹکرا رہو، یعنی سبب بار بار پانا جاتا ہو، سبب کے ٹکراؤ نے سے سبب بھی پانی جائے گا، مثلاً وقت مملوۃ کے لیے سبب ہے، یہی جب وقت آئے گا، عید تو بھی واجب ہوگا، اسی طرح پیام رمضان کے لیے شہر، شہر سبب ہے جب شہر، شہر کا موسم، واجب ہوگا، اور عید کے لیے فطر اور احیاء کے لیے یوم اضحیٰ بھی اسی سبب سے ہے، اور یہی بات یہ ہے کہ سبب بھی ایک اور سبب بھی ایک، جیسے بیت اللہ شریف حج کے لیے، چونکہ سبب ایک ہے، اس لیے صورت یعنی حج بھی ہر جہ میں ایک ہی فرض ہے، یہ دونوں قسمیں تو مذکور بالحق ہیں، یہی لیے کہ عقل بھی اسی کو متفق ہے کہ سبب کے ٹکراؤ اور توحید (ایک ہو)، اسے سبب مقرر (تکرار نہ کرنا) اور مترادف (ایک ہونا) ہو، نیز یہ قسم یہ ہے کہ سبب ایک اور سبب سے اندر تکرار ہو، جیسے حج کے لہووف میں سبب کا سبب ارادۃ قوت بھی، اب ارادۃ قوت تو ہے نہیں، ان لیے کہ قہر ان کا یہ ہوا تھا کہ جب یہ یہ سبب سے مسلمان حج کے لیے کہ عظمۃ کے تو شریکین نے نبا تھا کہ ان کو دلوں کو

شراب نے بخار کے ضعیف اور بوجھ کر دیا ہے، تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ پر مٹی، گندہ منہم کے قرنا کر خوف میں دل کر کے، چٹائی ملنے بدلے۔ تمہارے کڑکڑاواں انداز کے ان کو تو سہل سہل کی مٹھ پر بوجھ دوسب تو بے نیکی، لیکن مامور پہنچ رہی تھی، ان کو خوف تھا، ہاں ہاں ہے، یہ غیر بارے بالفضل ہے اور جو شخص خلاف قیاس ہوگا ہے، اس کے لیے نقل اور مٹی کی ضرورت ہوتی ہے، یہ سب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ ترغیب ترغیب کی، یا نہ بارہائی ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر دشمن ہوگئی، تو تکلیف جو ہمارے شیخ زادوں کی پرستش آتی ہے، اہل خانہ میں وہ اولاد کی مثل ہوتی ہے، یہ سب کی میں اور یہ لگا ہے۔ جس شخص نے لیے وہی علم کا مرتبہ، وہ کسی دخل فنی کا جتنا ہوگا، وہی غیر مدد کے وہی مشکل ہونے کے، قیاس میں اس میں بحث نہیں ہوگا، لیکن یہ سب یہ شہر ہو سکتا ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مامورین میں روئے ہوئے کی جدوجہد تھی، سے لڑائی ہے، تو اس میں بھی یہ کام ہو سکتا ہے، کہ یوم الاحد سے تو کڑا رہا ہے، اب یہ اتنی ہی مثل ہے، اس کو کم و کم کا کیوں ہوا؟ جواب یہ ہے کہ یہ صوم کو خود استعمال ہے اور آپ نے اسی سے روزہ رکھا ہے، اس لیے اس پر قیاس نہیں ہو سکتا، اب ہم تو ان حضرات کو بھی ایک ایسی عقلی نگاہ اور اس کا جواب دے کر منہ بولنا چاہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ مقتدا ہے ان کتاب کا یہ وہاں ہے، اس طرح جیسے اس میں یہ فرماتے ہیں، تاکہ ماضی میں سے ظاہر ہو، جواب یہ ہے کہ یہ قیاس و سنت میں کچھ بھی ہے، جواب یہ ہے، یہاں کھانا شامت کے لیے لڑائی تھی، نہ خود اور یہ یہاں بعد میں بن سب کھانا شامہ اسلام کے لیے ہیں، دوسرے یہاں ان کا مقابلہ ہی کرنا مقصود، بعد ازاں کے یہاں اور دونوں میں بھی عید بن امر میں ہونے ہیں، مگر کوئی بھی ہے کہ یہ ہونے کے مقابلے میں ہم بھی عید کیا کرو، وہی طریقہ، شہرہ کے ان تعزیر ہادی بھی کیا کرو، تاکہ اہل تشیع کا کتاب ہو، چنانچہ بعض یا اہل بھل مقبلہ کے لیے ایسا کر۔ جو بھی ہیں اور جناب امر کی مصلحت ہے تو ہندوؤں کے یہاں بولی، دیوی لی ہوتی ہے، ان کے مقابلہ کے لیے بولی، دیوی لی کیا کر۔

ایک قصہ

میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ وہاں اور کادو آپ کا بھائی ہے اصل ہے، حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایک سفر میں تھے کفار نے ایک اور گت بنا رکھا، اس پر تھپتھپا رکھے تھے اور اس کا تاثر ڈالتے انہوں نے لکھا تھا، بعض صحابہ کو یہ بھی نہ سمجھ، تو عرض کیا، اب اس زمانہ میں اصل ذات ابوطالب صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ بھی آپ کی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ذات انعام ترغیب دینے میں کوئی نہ درست ہمارے لیے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقرر فرما، سچے کہ اس پر ہم تھپتھپا اور نپا۔ وغیرہ لکھا، یہ تو میں دیکھتے ہیں، اس میں کوئی حرج معلوم

کے نام سے بھی کوئی آٹھ نہیں، تو کیا پختہ قبریں بنانا بلا مذکور بعد ہے؟ ہرگز نہیں! اپنی اصل کھنڈ والی حج اہل اللہ و اہل بیت اور ان کے کمالات معجزات و محبت پر، نہیں! آپ کی ایفہ کے مطابق نہیں، عارف رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ہرگز نہیں! آٹھ دہائی زائد شد عشق

حسرت است بر جریدہ عالم ۱۲۷۱ھ

اور مولانا یاز فرماتے ہیں

طبع دھجی از عشق ندامت نیوز

عشق سن از پس من قاتح خواہم باقی است

سچی قبریں

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ نشان ہائی، کھنڈ کی یہ بھی صورت ہے کہ قبر بھی دھجی ہو اور ہر سال اس کی ایسے پتے نہ آتے، یہ مٹی، لواتے، یہ وہ ایک عجیب تر شاخ ہے کہ یہ اہل دنیا کی قبر اس بزرگ کی عزت ہے جس کو اپنے دہم میں پورا قبیح سمجھتے اور جس کو قبیح سمجھتے ہیں، اس کی قبر بھی بنی جاتی ہے، چنانچہ حضرت شیخ قطب الدین عتیق رحا کی رحا اللہ کی قبر بھی ہے اور وہاں عورتیں بھی حاضر نہیں ہوتیں، ان کے مجرہاں سے مٹی نے اس کی چپ پر بھی تو کہا "حضرت رحا اللہ تعالیٰ شریعت بہت تھے، اس لیے ان امور کو جائز نہیں رکھا گیا، گویا خود باہد، دوسرے ارباب اللہ تعالیٰ شریعت نہ تھے تو اس فعل سے اپنے بزرگوں پر ایک سخت الزام لگانا ہے کہ یہ قبیح شریعت نہ تھے، اس وجہ سے بھی یہ فعل قابل مذکر ہے۔"

پختہ قبر ممنون

قبر پختہ بنا کر میت میں ممنوع ہے اور اس کے ممنوع ہونے کی ایک اور علت سمجھو! وہ یہ کہ کئی قبر بنانے سے جو شریعت کے منع کیا ہے، حقیقت میں یہ ہم پر بڑا اصرار کیا، کہ نکند اگر ابداء سے اس وقت تک سب قبریں پختہ ہی ہوتیں، تو آدمیوں کو تو رہنے کے لیے بگ بھی نہ ملتی، نہ ذراعت کے لیے زمین ملتی، کیونکہ سروے اس قدر گھڑ چکے ہیں کہ کوئی حصہ زمین کمروں سے خالی نہیں، چلائے اگر سب کی قبریں پختہ ہوتیں تو ہمارے لیے یہاں کھانا کھانا ہو؟ پس قبروں کے اوپر دو منزلہ منزل مکان بناتے جو ایک پہاڑ سا ہو، تاہم کچھ قبریں تو یہ بات ہے کہ جب نشان ملے، تو اب وہاں دوسری قبر بنا سکتے ہیں اور اگر زمین وقت نہ ہو تو اس پر اتنی

ہاتھ لے کر بے حد زحمت لگائی کرتے تھے ہیں۔ ان میں یہ یقین بھی رہا ہے کہ مراد کا مقصد ان کے غم و رنج کو دور کرنا ہے۔ ہاتھ لگاتے کہ ہر تھک مراد میں ان کے دل میں فرح و شادی پھیلنے لگتی تھی۔ ان کے دل میں جو پرہیزگار و سادہ دل لڑکی تھی اس نے ان کی ہر بات پر جواب دیا کہ ”اور میں تمہاری جہیز سے تیار ہوں۔“ اس نے ان کی ہر بات پر جواب دیا کہ ”اور میں تمہاری جہیز سے تیار ہوں۔“ اس نے ان کی ہر بات پر جواب دیا کہ ”اور میں تمہاری جہیز سے تیار ہوں۔“

قبروں پر فتنے کا سوال

میں پر ان کو کوئی کے قبر سے نہیں جاتا ہے اس لیے قبر دور کی بنے لی نہ اورت ہے تو میں اس کے بقا کا اندیشہ نہیں کرنا، مگر اس وقت بھی خدا پر نہیں، کیونکہ قبر میں تو قیامت آتا ہے، وہ یہ نہیں جس سے تجھ کو مجھے یا کوئی ملے ہو سکے، بلکہ اس کا وجہ اس کا ہے کہ صاحبِ نبوت کی نسبت کو اس سے کسی قدر توفیق ہو جاتی ہے، لیکن صاحبِ نبوت تو تمام کچھ نہیں نہیں سزا، صرف صاحبِ نبوت کو ان کا نہیں دیا ہے کہ تم کوئی دیر کے لیے نبوت توفیق اور احاطہ میں نہ اورت ہو جاتی ہے مگر وہ بھی میرا نہیں ہوتی، بلکہ میری ایک مثال ہے، جیسے تیرے کے پاس ایک کچھ اور میرے پاس کچھ اور احاطہ میں ہے، اس کی اپنی مثال ہے، جیسے کوئی صفی و رواہ نہ توفیق نہ اورت نہ مل سکتی ہے کہ وہ تمام کچھ میرے پاس ہو، یہ ہو جاتی ہے اس صاحبِ نبوت کو ازل سے اورت بھی ان کو صاحبِ نبوت کے لیے قبر کا چھتہ نہ ہو سکتی ہے، ورنہ تو اس کے مطلوبہ کے کا یہاں دلی صاحبِ مائیں ملتی ہے، جس کا چھتہ میرے پاس ہو سکتی۔

(الفاظ: اس نے سن کر ۱۵۲)

چونکہ یہ سب اعتراضات رابع الاول کی مخصوص تاریخ میں ادا کیے گئے تھے۔

انجیل کے پیروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ خیال کہ جو کہ پڑھتا ہے وہ
یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انجیل کے پیروں کا ہے اور انجیل کے پیروں کے یہ خیال کہ

یا دتھندہ کے ساتھ دس برس پیدا ہوئی وہ ایک خاص تحریک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی ہوئی ہے، اگر اس کے ساتھ منکرات منقسم نہ ہوتے تو اس بار میں یہ حالت اور اس حالت میں آپ کا ذکر کرنا غلامت محبت ہوئی، مگر افسوس ہے کہ معمرات کی وجہ سے نہ فتویٰ کو اس ذکر کی نسبت مخصوص سے رہ گئے کی ضرورت ہوئی ورنہ یہ مسئلہ فی قلب و فکری ہونے کے لائق نہ تھا، مگر اعلیٰ قوتی کو راہ کی ضرورت سے اس لیے ہوئی کہ یہ مسئلہ نے شد و ہے کہ فی معمرات جلب نفع سے مقدم ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت حاصل ہے، اس لیے اس کی تسبیح و تہلیل کے درجے میں نہیں ہے، ہر طرف مستحب اور احب المستحب ہے اور منکرات سے بچنا واجب ہے تو اس حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اسی وقت مستحب ہو سکتا ہے جب کہ منکرات سے خالی ہو ملتا، جیسے ہیں کہ بعض احوال میں منکرات کی اصلاح اس وقت نہ ہو سکتی ہو سکتی ہے، جب تک کہ خود بھی اس کو ترک نہ کرے، اس لیے شیوع منکرات کے وقت وہ اس مستحب ہی کے ترک کا امر کرتے ہیں جس سے ساتھ منکرات کا انجام ہوا ہے اور اس بار سے میں رائے علماء کی دینی ہے مگر اگر یہ سو فیصد ہی شوق میں ان کو دس برس کے فتنہ میں ہی رہا ہو تو جو صوفی کہ محض صوفی ہوں نہ علم محقق نہ ہوں اور نہ علم متکلم نہ ہوں اس لیے متکلم سے مقدم ہوتی ہے۔

صوفیہ اور علماء کے ذہنی کافرق

اب اس میں صوفی کی اور علماء کی رائے مختلف ہے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ نفس مستحب کو کسی حال میں ترک نہ کیا جائے۔

صوفیہ اور علماء کی رائے کافرق ایک مثال سے

دونوں کی حالت کافرق ایک مثال سے سمجھئے مثلاً سو سو باس اسیہ، بکا اس پر غلامی ہو گیا ہے کہ آج بھی سو سو کہ غلامی رہا ہو مگر ہے، اس کے بعد ایک طیب نے تو یہ کیا کہ امر و نہی انہیں چھوڑا بلکہ قلیل مقدار میں مصروفات کے ساتھ تھا، رہا اور آپ طیبیہ وہ ہے جس نے خود بھی امر و نہی کا جھوڑ دیا ان خیال سے کہ میں قلیل مقدار میں مصروفات کے ساتھ کیا دوں گا تو مجھے کھانا پانا، وہ کچھ کر دوسرے بھی کھائیں گے اور وہ ان امور کی رعایت نہ کریں گے ان کی میں رعایت کرتا ہوں، یہ نہ اندھا غلام نہ لگاؤں گے اور بلا کہ ہوں گے اس لیے وہ بالکل ایسے امر و نہی چھوڑ دیتے ہیں، دوسرا ان کو بھی علی الاطلاق منع رہتا ہے بلکہ نہ کرنے کے تو کرے مجھ تک اور نہ ہے اور اجاڑتا ہے اس کی اس حالت کو دیکھ کر بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو امر و نہی سے نسبت نہیں اور جو طیب امر و نہی

وہ جسے میں "ان کا امرو" سے بہت رغبت ہے دیکھ چکے، اسے جانتے ہیں کہ قیمت میں ان کے بربریاں سن چکی تھیں، وہ نہ مگر تھیں اور ہر قسم کی حمایت سے ترک کردہ تھے۔ ان کے لیے ان کو ہوس میں سے کون سا حلیہ لاکھ اتوار ہے؟ "یقیناً یہ دوسرے طریقے ہیں، تو جی اقدار ہے۔ کیونکہ اس کی روانہ انتظام پر مبنی ہے، سبب اس کی رائے کو توڑنے میں ہے، جس میں حال حالہ صوفیہ کا ہے، صوفیہ اپنے تلبیہ شوق کا ضبط نہیں کرتے، بلکہ مستحب کو برز کرتے رہتے ہیں اور اس کے ساتھ صالح منکر اس کا قصد کرتے ہیں اور غنا، بشرطیکہ غنا میں اتھم مٹی ہو، اپنے شوق کو بند کر دیتے اور ظاہر میں اس مستحب کی توڑ کر دیتے ہیں، اگر نگاہ چاہتے ہیں کہ عروہ یہ ان توڑ کر مستحب کے منکر اسے کوڑ کر نہیں کر سکتے۔

سنا دیا، ہمارے دل میں یہ دیکھ کر کہ کئی عین حق یہ طرف میں مصلحت ہو، یہ بہتر عقل انتظام ہو امر کی ہے۔ ہم اپنے شوق کو دیکھنے سے چھوڑتے ہیں۔ (نور ابو سلیمان)

حسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجہ

اس پر غور ہم کو بہ نام کرتے ہیں کہ یہ لوگ ذمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے کرتے ہیں، استعصر اللہ، اسے ذکر دل و حسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ وہاں میں ہیں ایمان ہے، چھوٹا، میں ایمان سے بھی ملتا، میں اسے کر سکتا ہے، بلکہ دراصل ہمارے ایمان منکرات سے رہتے ہیں، جو اس ذکر کے ساتھ جوہر سے متعلق ہو، میں دیکھ چکے ہیں منکرات کی اصلاح اس ذکر کو دیتی رہتی نہیں، ہوسنی اور یہ نامہ میں ایام میں واجب نہیں مانتے، یہ منکرات کی اصلاح نے لیے توبہ کے ساتھ انکری سے منع کرتے ہیں۔ ہر چہ مصلحت ان منکرات کے لیے قیام بھی ہے، جس میں عموماً کے احتیاجات حد و شرع سے بچاؤ ہیں، ان میں بھی جس لوگ ہمارے علم کو بدل سکتے ہیں کہ قیام تو انکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے لیے ہے اور یہ صوفی جنس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے نہیں رکتے بلکہ انکار اللہ کی ہے، انہیں سے روکتے ہیں، یہ تاکہ توبہ انکار اللہ کے وقت قیام نہیں کرتے، پس اگر سارا کہہ دو، قیام ہی سے رو کر ہمیں بھی سارا ذکر کرنا۔ نہ ہر قسم میں قیام سے بھی منع نہ کرے، اسے ادا ہے کہ ان قسم کے احتیاجات سے رو کر ہوس ہی پر سب جانتے ہیں، صوفیوں نے کوئی احتیاج نہیں ہوتا، وہ ان کی اصل دفعہ و مریضوں سے بھی نہ رو کر احتیاجات نہیں سمجھتے ہیں۔

واقعہ خولید باقی باللہ

چنانچہ حضرت خولید باقی باللہ رحمہ اللہ کی مجلس میں ایک شخص کی زبان سے جبرائیلؑ کے سامنے غلام
اندھنگل ٹہر چلا کہ اللہ تعالیٰ ہی تھے، جن کے یہاں صفہ احوال فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر بھی
فنی بناتے ہیں، جبری نہیں بناتے، اس لیے آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نکال دو اس کو، خواہ
میں یہ علم بہت وحشت تک تھا کہ اللہ کے کہنے پر مجھ سے نکال، یا نہ کوئی معمولی ایسا مرد تو
اسی وقت سفر کا فتویٰ دیا جو تاکہ ذکر اللہ سے منع کرتے ہیں، انہر صوفیوں پر کوئی اعتراض نہیں کرے،
یہ سب بڑی جلدی حقیقت کا سمجھ لیتے ہیں۔ کہ ذکر اللہ پر نہیں نکالا۔ جس قدر منہ طلب و نکالا، اتنا ضبط
انہی نہ ہو۔ چنانچہ مضبوط رہتا ہے کوئی کافر ان سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس مضبوطی طقت بھی
بوجود طاقت نہ ہو کہ بحر ضبط نہیں کرے، اگر واقعی نہ غلطی سے نکلے، جان تو پھر ماست نہ فرماتے،
اسی کو شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

دور شراب و لم دور نشہ

دور حق سینہ ام دور لہو

یہ شمیم سرور شریعت

جو طاقت نہایت شریعت دور

اسی طرح سوچیں بھی تو یہ شخصیں کوئی نہیں کرتے بلکہ قیام علیہ انہیں سے روکتے ہیں، جس میں
ادکام شریعت کی مخالفت کی جاتی اور شریعت میں ایک حدت تراشی جاتی ہے، انہیں دور شراب دیا
میں بدنام ہیں، ان کے اقوال کی حقیقت سمجھنے کی کوئی بھی کوشش نہیں کرنا، انہر مولہ میں کوشش کی
حقانیت نے سامنے لائی بدنامی کی بھی پروا نہیں جو ہے، کوئی جانے سے، ان سے ایک خارجی
یہ دینی مولہ میں کلام سے کہنے لگے کہ جماعت دہلی کے فتویٰ اور سند کی تمام دنیا معتقد
ہے، صرف یہ بات لوگوں کو محقق ہے کہ آپ حضرت قیام نہیں کرتے، آپ تو کم کرنے لگے
تو تمام دنیا آپ کی غلام ہو جائے، سامنے ہوا، اے آقا میں جانیں انہیں بھی، ہاں تو ہم جہل
انہیں نہ تھے، آپ پیارے دنیا معتقد ہو رہے، اللہ و ہو۔

(ایضاً صفحہ ۵۰)

پچھیں اس اعتراض..... نماز پنجگانہ یا فجر و عصر کے بعد مل کر بلند آواز

سے ذکر کرنا بدعت ہے!

ہر نماز کے بعد فجر و عصر کے بعد سارے نمازی مل کر جبراً "لا الہ الا اللہ" کہتے ہیں اور اس کا حق کے ساتھ التزام کرتے ہیں، حالانکہ سب کے واسطے بزرگوں نے نہیں کہا تھا، بلکہ خاص لوگوں کو بتلایا تھا، مگر جاہلوں نے اس کو حکم عام ہی بنالیا، اور التزام کر لیا، اسی واسطے علماء نے اس کو بدعت کہا، اب ان پر آواز سے کہے جاتے ہیں کہ لو بھائی! ذرا اللہ بھی بدعت ہو گیا، پائے! علماء کی بھی معیشت ہے، ان سے بھی کوئی جماعت خوش نہیں، مگر تحقیق صوفیہ ان سے خوش ہیں، وہ ان کی قدر کرتے ہیں، چنانچہ طرہ شہرانی رحمہ اللہ جو بہت بڑے محقق صوفی ہیں، فرماتے ہیں کہ شرع صوفیہ: حق ہے، جو عوام کی فہم سے بالا ہے، اس لیے عوام کو بھی لازم ہے کہ علوم میں صوفیہ کا اتباع نہ کریں، بلکہ علماء اور مسجود کا اتباع کریں، کیونکہ یہ لوگ متکلم ہیں۔

علماء کی مثل

فقہ شریعت بلکہ عالم علماء ہی کے اتباع سے قائم رہنا ہے، ہمارے ماسوں صاحب کہتے تھے کہ اگر علماء یا عامی نہ ہوتے تو ہم سب فوہوں کو کافر ہی بنا دیتے کیونکہ ہماری باتیں عوام کی فہم سے خارج ہیں، نہ معقولہ نہ کیا سے کیا کہنے؟ اور انہیں ان کو برباد کر دیتے، مولویوں کا بڑا احسان ہے کہ انہیں نے مخلوق کا ایمان سنبھال رکھا ہے، تو اسے ادا دھونی جو مولویوں سے ناخوش ہے اور ان پر آواز سے کسا کرتا ہے، تو ان کا احسان مان کر تو انہیں کی بدولت جہنم سے بچنا، واللہ اعلم کہ یہاں ہے، ہر گز عاقبت میں پینہ ہوا ہے کہ قدرت جب ہی ہوئی جب کہ حالت کو راحت نہ کر سوتے، ہاں، پس یہ نماز متکلم پر لیس ہیں کہ مخلوق کے ایمان کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر یہ اپنا کام چھوڑ دیں تو پھر صوفی صاحب کو مجرم سے نکل کر یہ کام کرنا پڑتا اور سارا قصوف اور حال اکلے دکھا رہ جاتا، کیونکہ اصلاح حق کا کام فرض کفی ہے۔ اگر مولوی اس کو چھوڑ دیں تو پھر صوفیوں پر ملنا جتنا فرض ہو چکا ہے، جس تیری مخلوق کی فہم اسی وقت تک ہے جب تک یہ متکلم جماعت، نیا ملک ہو چکا ہے، تم تو اسے تو بدکار اور ام کرتے ہو، اور آئندہ کچھ عجبی تو نماز اور ذکر میں مشغول ہو جاتے ہو۔

مولانا مفتاح شہید رحمہ اللہ کا حال

اور مولویوں کی یہ حالت ہے کہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ راستہ کو سفر سے سید صاحب

رحمۃ اللہ کے مہمانوں کے طور پر رہا کرتے تھے اور کوئی پوچھتا تو ان کے لئے فرما دیتے ہیں۔ میں ہوں میرے صاحب کا تو کہ یہ ہیں مہمان خاصہ ہیں جو جتنے بہت عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ مولانا اس میں تھے یہ صاحب پر رہائے آیا کرتے ہیں۔

شیخ الہند رحمۃ اللہ کا واقعہ

یہ تو پہلے بزرگوں کا تھمہ ہے اور میں نے اپنے استاد مولانا محمد حسن صاحب قدس سرہ کی ایک حکایت اس سے بڑھ کر سنی ہے۔ مجھے تو یہ حکایت سن کر یہ بت آگیا کہ حضرت نے اپنے کو کس وجہ سے مٹا دیا تھا؟ وہ یہ کہ حضرت کے یہاں ایک مہمان آئے جن کے ساتھ ایک کافر بھی تھا۔ کفر کی وجہ سے ہرگز نہیں چھوڑا۔ وہ ۲۷ برس تو مولانا کے پاس ٹھہر گیا۔ کفر کے پانچوں دینوں کا شروع ہو گیا۔ وہ اسی کی جان ہے کہ اس وقت میں اتفاق سے جاؤں گا۔ ہاتھ میں ٹھہر کر پہنچا اور عرض کیا کہ حضرت آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا یہ ہے کہ چاروں طرف سے اس کی ٹھکن چر رہی ہیں۔ میں نے کہا کہ حضرت! پھر میں یہ بھی گا۔ آپ اللہ بہت جانیں فرمایا ٹھکن! تم تو خود ٹھکنے ہوئے ہو اور مہمان بھی ہو اس تم پر ہے رہو۔ عرض نہ معلوم کتنی دیر تک اس کافر کے چر دیا گئے اور وہ بے پروا ہو گیا۔ یہ کہہ کر کافروں کی آکھ تو مرنے لگی پھٹکی۔ یہ بے غلاب کے فرشتے ٹھکر آئیں گے تو بیدار ہوئی میں بھی سوتے ہی ہیں اور مولانا پر غصہ ہوا تھا کہ قیدی ہو کر آیا کہ نہ تھا آج کل کی صوفی نے بھی ایسا کیا ہے۔ ”بھرتے تو کسی کو بھی نہیں سنا۔ پھر وہ کس انداز سے ملتا ہے اور آواز کتنے ہیں۔“ (ازریہ الرغوبہ صفحہ ۳۰)

چھبیسواں اعتراض..... سجادہ نشین محل میراث نہیں، بلکہ محض رسم ہے!

سجادہ نشین محلی میراث ہوئی ہے، چاہے کدی پر کدی سے ہی شخصیں اور شاہ ہے کہ بھی تو مستحق خیرہوں کے سر پر عداوت کی بجائی جائے جتنے سے۔ آج کل سر پر عداوت کی بجائی دیتے ہیں کہ جہاں عید کا نکال ہوا۔ سر پر اس نے اس کے بیٹے کو کدی پر عداوت کی عداوت سے اپنی نہیں۔ اب وہ سب کے سب ہو گئے ہمارے عداوتی صاحب دہانہ نے اس کدی نشینی کی رسم کو انھیں مٹا دیا۔ وہ چاہے عداوتی صاحب دہانہ کی کدی پر کوئی نہیں ہے، بلکہ ان کی کدی ایک تشدد میں بھی مالک دیکھ رہے ہیں۔ (جنی مولانا قاسم رحمہ اللہ اور ایک کہیں۔ ایک کہیں میں جتا ہوا کہ میں نے زیادہ مشاہدہ ہے کہ ایک شخص کی کدی پر عداوتی ہے۔ یہاں سے ایک شخص کدی ہوا وہ خوب سمجھتا کہ یہ چیزیں میراث کے محل نہیں۔

حکیم الامت رحمہ اللہ کا ایک واقعہ

مجھ سے میرے تہذیب والوں نے ایک بار جمعہ کی مستقل امامت قبول کرنے کے لیے کہا تھا، تو میں نے چند شرطوں کے بعد قبول کیا تھا ایک یہ کہ امامت میرا حق نہ ہوگی، دوسرے میں پابند نہ ہوں گا، جب چاہوں گا چھوڑ دوں گا اس کے بعد میں نے اعلان کروایا کہ لوگوں کے اسرار پر امامت کرنا ہو اور صاف کہتا ہوں کہ یہ میرا حق نہ ہو گا، نہ اس میں وراثت ملے گی، جس وقت کسی ایک شخص کو بھی میری امامت کا گوارہ ہو، چاہے وہ جولاہا یا قلعائی کہیں ہو وہ ڈانگ میں ایک کارڈ پر لٹکا لکھ کر میرے نام ڈال دے کہ ہم کو تیری امامت کا گوارہ ہے، اس قسم کا کرہتا ہوں کہ ایک ہوا یا بھی منع کر دے گا تو میں اسی روز سے امامت چھوڑ دوں گا یہ انتظام کر کے پھر میں نے امامت کی کیونکہ اب وراثت کا خضر و نہ ہا تھا، پھر کچھ دنوں کے بعد میں نے خود بھی چھوڑ دی۔

گمادی نشینی

غرض آٹھ کل امامت کی طرح گمادی نشینی بھی میرا حق ہوئی اور بعض لوگ ایسی گمادی کی تعظیم کرتے ہیں، کہاں جوں سمجھتے ہیں کہ اسی میں سب کچھ ہے، یہ سب رسم پرستی ہے، ان لوگوں میں ایک اور رسم دیکھی گئی کہ گمادی نشینی کے بعد خانقاہ سے باہر نہیں نکلتے، جس جہاں پھیر کیا تو ایک سجادہ نشین کی بہت سزا کہ وہ چالیس سال سے خانقاہ سے بیٹھ انھیں سوئے اور ان کے مریوں بات کو فخر کے طور پر بیان کرتے تھے، میں نے کہا کیا وہ مستورات ہیں؟ مرد و تودہ ہے جو غمخیز رہنے کے لیے پھر ایک جگہ جم کر بیٹھ جانا مراؤنگی نہیں الودہ کوئی معذور ہوا یا کوئی ضرورت سے ملنے ہو تو اور بات ہے، پھر اس واقعہ کی سبب سے بعد اگر سجادہ نشین صاحب کو بھی حاضر کی حالت میں ملنی ہوگی تو اس کی خوشحالی کی جاتی ہے کہ کسی طرح سجادہ صاحب کو یہ ضروری عدالت سے مستثنیٰ کر دیا جائے، کیونکہ آٹھ کل کے مشاعرے عدالت کی حاضری کو بھی عیب سمجھتے ہیں، ورنہ میں سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں عیب و عدالت کی کیا بات ہے؟

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ

کانپور میں ایک مقدمہ چل رہا تھا، جس حرمات ملے ہوئے نہ ہوتا تھا، حاکم نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم کسی کو حکم بنا کر فیصلہ نہ کریں، پھر اس فیصلہ کو عدالت کی طرف سے نافذ کر دیا جائے، اگر فرقہ خیز بنانے پر راضی ہو گئے اس سے بعد عدالت کی طرف سے کسی ملازم کا نام لیا گیا مگر کسی نے دونوں

فریق کا اتفاق نہ ہوا۔ پھر میری تمام لڑائیاں تو دونوں ماضی ہو گئیں۔ اب خیریت ہو گئی ہے۔ شہادت کے لیے عدالت میں لایا گیا۔ تو اس وقت بعض دوستوں کا یہ خیال تھا کہ عدالت میں جانا درست ہے۔ لیکن اے بہاؤ میں اس کی ذمت کی کیا بات ہے؟ بلکہ یہ تو ذمت کی بات ہے کہ وہ دی شہادت پر ایک مقدمہ کو قیام دے گا۔ چنانچہ میں نے اس اور میرا بیان ہو اور میری شہادت پر مقدمہ منال کا مقدمہ لے لیا۔ اسی حرم ایک دفعہ میں بریلی میں تو اہل کے بیٹ نے مجھے سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ یہ تھا کہ ان کو اہل طہ سے ملنے کا شوق تھا۔ اسی وقت بھی بعض دوستوں کی یہ رائے تھی کہ صنت صاحب دکان پر آئیں۔ اس میں عزت ہے۔ یہ وہ قرار جائے جس ذمت ہے۔ پھر میں نے سوچا کہ اگر وہ یہاں آئے تو ہم کو اس کی تعظیم و استقبال کرنا پڑے گا اور اگر میں نہ اس کا تو او میری تعظیم و استقبال کرنے کا۔ پھر میں خود آیا اور ہاتھ نے سر پر عزت سے تعظیم و استقبال کیا۔ یہ جواب تھا۔ دوستوں کے مذاق پر قہار و رت اسلئے کہ یہ ہے کہ خدا نے ان کو سلطنت عطا ہے۔ ہمارے اوپر حاکم بنا ہے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ ہم کو تعظیم و احترام اس واسطے یہاں بلاؤں۔ جب خدا نے ایک شخص کو ہم پر حاکم بنا دیا ہے تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ ہم اس کے ساتھ وہی معاملہ کریں۔ جو حکومت و حاکم کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس لیے جب کوئی حاکم مجھ سے ملے تو یہ بتا ہے تو میں نے وہ چار پندرہ تہہ ہوں۔ لہذا آج کل رسم کا خلیفہ ہے۔ سو کہ اس کو ذلت سمجھتے ہیں۔

ایک حکایت

میں مضمون نندی تھیں اور لکھنؤ، پھر اٹ ملنے کے متعلق تھا۔ ایک خرابی یہ ہے۔ بنو اور بہت سے ایک مقام پر کوئی قاضی نہ جب ایک بھائی کے قرائن ہو گئے اس نے ہاشم کردی جہاں قاضی صاحب کی زمین قرق ہوئی وہاں قضاہ کی آمدنی بھی قرق ہوئی۔ کیونکہ میرا قریبی قاضی صاحب نے آمدنی کوئی تھی۔ آمدنی نہ تھی۔ تھے کہ انہوں نے ایک سال دینے کہ سب لوگ کپڑے بدل کر میری گاؤں میں تلپتے رہے اور اہم نہ جب کے نظر میں تھوڑی دیر میں دیکھا کہ ایک الہ صاحب دعویٰ کے آگے آئے ہیں۔ اس نے آگے ہی دعوے میں شروع ہوئے وہ دعوے صاحب آگے۔ میں نے امیدان ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کبہ انیم ہے؟ کیا یہ میری امیدوں نماز پڑھنے کا سبب ہو گیا؟ اگر صاحب کے منبر پر کھڑے ہو گیا اور کہا "معاذ اللہ! اجازت ہے؟" تو کوئی نے کہا۔ "اگر صاحب نے اپنے بچہ دیا اور لوگوں نے روپیہ دیا۔ اللہ تعالیٰ جب سب سے نیچے تو اس نے رقم کو دیا اور میں (اور نامی) میں ملے گیا کہ اس میں میری کوئی آمدنی ہوئی۔ پھر پھر لوگوں پر دیکھا اور کہا "معاذ اللہ! اجازت ہے؟" تو کوئی نے کہا۔ "اگر صاحب نے اپنے بچہ

[illegible]

۱۰۲. *سورة الاحقاف* = ۱۰۲ احقاف

ستائیسواں، عترانض، غیدگاد میں بیچوں کے رنے کی ممانعت

[illegible][illegible]

اٹھا کیسواں اعتراض..... حضور ﷺ کی تعریف میں ایسا مبالغہ کہ جس

سے دیگر انبیاء علیہم السلام کی توہین ہو، جائز نہیں!

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی کوٹھ میں انگلی چھو دی، انہوں نے کہا کہ میں تو بدلتوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً فرمایا کہ بدالے لو اور اپنی کوٹھ اپنی کے سامنے کر دی، انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا بدن تو کھلا تھا اور آپ تو پہرا پہنے ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً کھڑا ہوا یا دو صحابی رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو سے مہارنگ سے چمت کئے اور بڑے دینے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا تو یہ مقصود تھا لوگوں نے وفات نامہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم کی حکایت لکھ لی ہے، وہ صحیح نہیں اس صحیح حکایت یہ ہے جو میں نے اس وقت بیان کی ہے۔

غلط کتابیں

ہمارے اطراف میں چھٹی کتابیں جو دلوں میں رائج ہیں، سب لغوی ہوتی ہیں، جیسے ساکن نامہ، معجزہ آل نبی، وفات نامہ، نور نامہ، معراج نامہ، اعلیٰ تہذیب، معجزہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اس کے علاوہ چھٹی کتابیں قصوں کی ہیں، بالخصوص جن کا میں نے نام گنوا دیا ہے، سب لغوی ہیں اور چھڑا دیے گئے قابل ہیں، ایک وہ مسدس ہے جس کا ٹیپ آپ کا سربراہ یہ ہے

”امری یاد کنیں میری اتنی کرتی“

یہ مسدس بھی نہایت مفید ہے، اس کو بھی ہنگوڑ پر مٹا جائے اس ظالم نے ابتدا سے وجہ انک خدا کے تعالیٰ سے لڑائی کی ہے، کہیں انبیاء کے نبوت کے مل جائے یا مسد ہے، کہیں عظیمی کی بادشاہت پر رشک ہے اور پھر حسد کے بعد یہ شکایت ہے مجھے یوں نہیں ملی؟ یہ کتابیں میرے بڑے پاس داپنے گھر میں رکھنے کے قابل نہیں، یہ وہ قابل ہے کہ اس کو جلاتی آگ میں تھوڑا سا جاتے، پھر دال نی جس میں یہ تھوڑا سا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے کو کسی مسائل کو دے دیا اور اس نے بیچ دیا، بالکل ہی ملکہ میں اور ان کو، اسی طرح حضرت عیسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکایت جو شیور ہے بالکل غلط ہے۔ (امری تہذیب ص ۱۶)

انہی علیہم: سلامتی شایع نہیں ہوتا ہے

جنس معتدلیں اور انھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت پہنچانی تھی۔ ان کے لئے یہ ہے کہ ان کے لئے یہ ہے۔

۱) الف (ا) اور د (د) مایا ہے کہ ہر بعض مسئلہ میں ان دونوں کے درمیان سے صحیح فیہ السلام کی نصیحت اور نوحہ کا فیہ السلام چنا کر لے لے ہے۔ یہ خوشتر کرتے ہیں کہ ایک نصیحت ہونی چاہی بھی ان نصیحت میں اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نصیحت کا بہت کم ہے۔ تو اس کی بجائے کوئی نکتہ انصاف سے کہہ کر پہنچ سکے یا نہ خواہ وہ ایک شخص اس اثبات کے لیے معاشی ہی کیوں نہ ہوں اور خواہ دوسرے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کی ہو یا نہ۔ ہر نصیحت الہی بھی ثابت ہو جائے یہ خوشتر پسند یہ نہیں۔ کیونکہ نصیحت کمال آس نصیحت میں اللہ علیہ وسلم کی نصیحت ہے اور ہی جزئی نصیحت و نکات نہ ہوں تو ان نصیحت میں جیسا کہ کسی شخص البصر کی آنکھ کا کاش دکانا یا اس کی کھنکھ اور حقارت کا خوب علیہ السلام سے افضل ہو۔ یہ خود حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی برائی کی نصیحت خود اس نصیحت میں اللہ علیہ وسلم نے ارشاد "وہو قد عسى شغل العبد" سے ثابت ہے اب اس میں نصیحت ثابت کرنے کی کوشش نہ کریں۔ عارف نے خود ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور زیورہؓ سے ہے حال واقعی خیر اسلام کا ثابت ہونے سے حال شک۔

دست کی دوختیں

[illegible]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ادامہ : _____

اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے دل میں جو خیرات پونے علیہ السلام کو افضل انھیں
کہہ پنے کے اور ہم انھیں جس شمار کے اندر رکھیں انہیں علیہ السلام کو اس قدر اعلیٰ مرتبہ سے

نبی کی یہی تعریف جس سے دوسرے فضائل پر عمل ہو

(ب) آج کل کے فلسفے کے تحت سبھی کے لیے سب سے زیادہ قابلِ توجہ مسئلہ ہے کہ

اللہ علیہ السلام سے (موتی بجلی آسمانی و حمد اللہ کی تصنیف) اور آپ کو جامع و مضاف کلمات قرار دے کر اس کو آٹھ بنایا ہے دوسرے نبی و کرام علیہم السلام کی توہین کا آپ کے تو کلمات کا ظاہر کیے ہیں اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام پر حملہ کیا ہے، ان کی شخصیت کی بے لگت تیرا کہ

”حضرت علی علیہ السلام میں سیاست تھی، حکومت تھی، مزار تھی، دفن اور انبیاء علیہم السلام میں سے کسی میں سیاست تھی، کسی میں رحم نہ تھا، کسی میں یہ وقت نہ تھی، کسی میں وہ صفت نہ تھی، مویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اپنے نزدیک مدح کر کے اور دوسرے انبیاء کی شخصیت کی، ان لوگوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھائیوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ تم باپ کی تو تعلیم کریں اور اس کو راضی کریں اور اس کے بھائی کی توہین کریں، تو ایسی مدح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کب خوش ہو سکتے ہیں؟ اپنے دعوے کی شہادت پیش کی ہے کہ دیکھئے حضرت نوح علیہ السلام میں بڑے نہیں تھا، رحم کا مادہ کم تھا، حضرت یحییٰ علیہ السلام میں سیاست کا مادہ کم تھا، اور یثمد بن زید کی تھی۔

میرے سامنے یہ کتاب آئی تھی، کاغذ اس کا تہایت مہذب و قیمتی خط تہایت نفیس پر رونق ظاہر تو اس کا ایسا اور اندر اس میں یہ خرافات بھری ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام میں رحم نہ تھا، حضرت یحییٰ علیہ السلام میں سیاست نہ تھی، کس قدر بے ادبی کی انبیاء علیہم السلام کی شان میں؟

ہر خوبی کا ہر وقت ظہور لازم نہیں

اے صاحبو! یہ کیسے معلوم ہوا کہ ان انبیاء میں یہ بات نہ تھی آپ کا دوسرے ایسے ظہور بھی لازم ہے؟ اگر ایک شخص کی بہت معلوم ہو کہ بڑا اچھا ہے، آپ اس کے پاس گئے، اس وقت دیکھ کہ وہ خرچ بھی نہیں کر رہا تھا، آپ نے غم لگا دیا کہ یہ جوٹ ہے کہ دو بڑا اچھا ہے، اس کو ملکا کیا کہنے کا کہ جس وقت آپ گئے، اس وقت ظہور کا موقع نہ ہوگا، ظہور سقاوت کے موقع پر چکر رہا تو معلوم ہو گا کہ کتنا بڑا اچھا ہے؟ ایسے نبی و علیہم السلام میں سب کمالات موجود ہوتے ہیں، مگر خدا نے تعالیٰ ہمیں کسے ظہور کا شمع فرماتے ہیں، اسے کا ظہور ہوتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام تو ایسے زہیم تھے کہ سو بچاں ہر تک قوم کے باقاعدہ مصائب ٹھٹھاتے رہے، مگر بدعا نہیں کی، اس سے زیادہ کیا رحم ہوگا؟ یا اچھے ہو سکتی ہے اس رحم کی؟ اچھے اس وقت برحق فرمائی جب کہ حق تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم آیا ”لَقَدْ كُنْتُمْ يٰۤاٰمِلُوْنَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا مِنْ قَبْلُ فَذٰلِكُمْ“ تمہاری قوم میں سے آپ لوگو! اور میں نہیں اسے کہ معلوم ہوا کہ ان میں دونوں شخصیتیں تھیں، نہ بچاں ہیں نہ تک ترہمئی مشین چلائی گئی، بعد حق تعالیٰ نے مشن دیا کہ دوسری مشین کو بھی

اچھے ذکر کو خدا تعالیٰ کے ذکر سے مقدم فرما یعنی غفلت مہم کو مہم سے پہلے نہ کرنا۔ گویا یہ حضرت مصنف سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو یاد دلاتے ہیں کہ حضرت! آپ کو خدا کا ذکر اپنے ذکر سے پہلے کرنا چاہیے تو گویا ان کو آداب کلام بھی لغو نہ پانڈ! معلوم نہ تھے، پھر یہ بھی وجہ غفلت بیان کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے موسیٰ جیسے معروفین فرمایا، جس میں معیت انبیاء کو اپنے ساتھ خاص کیا تو مکرر اپنے ساتھ اس دولت میں شریک نہ کیا، جیسے اس مصنف صاحب پر تعجب ہوتا ہے کہ ان کے قلم سے یہ مضمون نکلا ہو گا؟ بس میں تو یہ کہوں گا کہ:

حق شناس اس را ہر خطا اجزا است

اول تو ان بزرگات میں یکدم کرنے کی کچھ ضرورت نہ تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فضائل کلیہ مضمومہ کیے کیونکہ میں جو بزرگات غیر مضمومہ سے آپ کا افضل ہونا ثابت کیا جائے، اگر ان کا ایسا ہی شوق تھا تو یہ غور کر رہا ہے تو اک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مخاطب کون ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخاطب کون ہے؟ یہ تک بلاغت کا مسئلہ ہے کہ ہر حال، ہر موقع محل کے لیے ایک ہی طرز کلام نہیں ہوتا، بلکہ ہر موقع کے لیے جدا طرز ہوتا ہے۔

بر حق نکت و ہر گفت مقامی دارد

میں بطور مثال کے کہتا ہوں، اور مانع کے لیے ہر قابل متبادل سے امثال کافی ہے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صاحبِ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ جیسے لوگ ہوتے تو وہ بھی وحی فرماتے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب وہ لوگ ہوتے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخاطب تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وحی فرماتے جو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جان نثاری

تفصیل اس کی یہ ہے کہ آپ کے ساتھ غار ثور میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تھے، جن کی جیاں نثار کی یہ حالت تھی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور پہنچے جس تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی جادہ اٹگی چھو کر غار کے تمام سوراخ بند کیے، تاکہ کوئی حواری جانور بھی نہ داخل ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اندر سے سارے سوراخ تو بند ہو گئے مگر رسیب وہ گیا، اس سے لیے کچھ اندر رہا تھا۔ اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اجاتر لگا لیا کہ تو یہ جاننا تو میری ہی چیز میں کات لے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچے تھے، اس حالت میں جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو غار سے آ جانے سے پریشانی ہوئی ظاہر ہے کہ وہ پریشانی اپنی جان کے خوف سے تھی۔ کیا مجلس حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کے خیال سے پریشانی، ہوشیاری، غمی، کہ ایسا نہ ہو کہ دشمن آپ کو، کیے پاس میں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائیں جو شخص اتنا عاشق ہو جس نے صاحب کے بل میں اپنے بچے رکھ دیے جس میں صاحب نے گت لیا تھا، اس کو بھلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے اپنی جان کا خیال ہو سکتا ہے ہرگز نہیں ان کو جو کہ قطرہ تھا وہ محض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت کا تھا اور اس کا ہر کا قضا بھی شخص یہ تھا

مشق است - چار پریمانی

دو حضرت صدیق رضی اللہ عنہما دولت توکل سے چوری طریق مانا مال تھے ایسے شخص کی تسلی کے لیے دینا کام مناسب تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استہل فرمایا کہ اہل ان کے فم کو چکا کرنے کے لیے لا حزن فرمایا پھر معیت حق میں ان کو بھی شریک لیا اور چٹنڈ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھرم مقصود تھا، اس لیے بالکل اصل وضع کے ذکر کرنا نہ کرنا ہے ذکر سے مقدم فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو لوگ تھے، وہ حضرت صدیق اکبر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر ہو سکتے تھے۔ دیکھتے ہیں اشارت تھے کہ ان کو اپنی جان کا خطرہ، اٹھ نہ تھا، محض حضرت موسیٰ خلیہ السلام کی اذیت کا خطرہ تھا، بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ان کو اپنی جان کا خطرہ تھا، پھر ظہور ہی نہیں، بلکہ انہوں نے اس کو جزم و یقین کے ساتھ ظاہر کیا: "قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا نَنصُرُكَ نُونًا" جس میں ان جملہ اسیادہ لاس تاکید، تین مکتوبات موجود ہیں یعنی اس ہم و یقین کا پڑے ہوئے، حالانکہ باہر پارہ کچھ چھتے تھے کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کے مقابلہ میں کس طرح مدد فرمائی اور اس وقت بھی خدا کے قسم سے اور اس کے وعدہ نسر کو سن کر چلے تھے وہ ان تمام امور کے ہوتے ہوئے اتنی پر یقینی کہ اپنے پکارے جانے کا ایسا جزم ہو گیا، صاف ان کے فہم متوکل اور غیر کامل الحکین ہو کر رہی، بلکہ یہ دلیلیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دھماکا کر فرمایا: "إِنِّي لَأَكُونُ بِهِت لَكَ يَا كَإِيَّامٍ كُنْزٍ هُوَ سَكَنٌ" جس کا کہیے سے ان لوگوں نے اپنے پکارے جانے کو ظاہر کیا تھا، اس کا جواب ایسی ہی تاکید سے ہو سکتا تھا بولنا نکلا میں ہے، چونکہ یہ لوگ نبی کاں الحکین نہ ہونے کے معیت حق سے محروم تھے، اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے لیے حاقو کو مقدم کیا اور مقدمہ کو مقرر کیا: "يُكُونُ هُوَ" "أَفْعَلَيْكُمْ مَا خَفَقْنَا جَيْدًا يُهَيِّدُ أَنْ خَفَضَ" اور اس وجہ سے صحتی اسیدہ مقرر فرمایا، یہی مدعی استعمال نہیں فرمایا: "مطلب یہ کہ میرے ہی ساتھ میرا"

یہ دو گنا ہے کہ یہی حدیث ائمہین کو نے کے معیت میں سے حکوم و وہاب بتائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مقصود کو قرار دیا جاتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اور فرمایا کہ اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے ہوئے کہ جو لوگ جہالت سے بچو بھی ذوق رکھتے ہیں وہ بھی اس کے قائل نہ ہوں گے۔ بلکہ وہ کہنے پر پیکار جو اس مقصود سے رائے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہی طرز اختیار فرماتے جو موسیٰ علیہ السلام نے اختیار فرمایا۔ لیکن وہ کتنی جزئیات میں حکوم ایسا ہوتا ہے کہ اس کو ایک اہل حق طالب علم بھی اقبال کمال پر اعلیٰ قرار دیتا ہے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قصاص میں بیحد وسالی منظور فرمایا گئے۔ یہ عمل کام بھی نہ کر رہے تھے۔

(۱) دفعہ اولیٰ: ۱۰ مئی ۱۹۷۹ء

انہی سوال اعتراض... حضور ﷺ کو خدا تعالیٰ کا معشوق قرار دینا سخت

بے ادبی اور گستاخی ہے!

بعض لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا معشوق کہتے ہیں چنانچہ انہما اشعار فقیر نے اس مضمون کو باندھتے ہیں، معشوق کا خاصہ ہے ماسبق کو معطر کر دینا اور حق تعالیٰ اس سے منزہ ہے، مگر غیب یہ ہے کہ بعض نے انہوں نے اس شعر پر کوئی نودہ باللہ! خدا تعالیٰ کے لیے ان کو چنانچہ ایک شعر کہا ہے

بچے تھیں، صورتِ خاطر پر انہیں بے خوف

محمدؐ کو پہنچا تھا کہ اس نے کہا: یہ لپا تھا کہ:

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خود نیاس بھیج دیا اور چونکہ وہ مشرق تھے اور
جاشق کو وہ دین مشرق کے قرار نہیں ہوتا اس لیے تسلی کے واسطے سایہ ان کا وہاں دکھایا کہ یہی ہے
محمد کو تسلی دے گی ویسے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے سے تسلی
دینی تھی۔ یہ نکتہ نہیں۔ یہ حد درجہ کیا ہے ادبی ہے۔ واری علامہ کیا بنا ہے میں وہ نیز حضرت
وسامت بنیاد صلی اللہ علیہ وسلم کی قرب میں بھی ایسے اشعار سنئے ہیں۔ چارہ مکرر ہیں۔ اللہ ازہد و حق
ہے۔ بعض یہ یاد رکھیں قبط ہوتا ہے کہ اشعار لغویہ و ان کا مقصود شایعیت پر متعلق ہوتا ہوا یا نہ ہوتا
وہ ذوق شوق سے پڑھتے ہیں۔ بعض اشعار نعت کے ایسے ہیں کہ ان میں دیگر مضامین انبیاء و علیہم

[illegible]

تجسوس، اعتراض، انقلاب، اجتماع، ویرشیکا، جواب!

[illegible]

نہایت ضروری ہے!

[illegible]

شعبہ فزنی کے آئیے و واقعہ

[illegible]

مل گئے جیسے اس وقت ان پر غصہ کرنا منظور نہیں ہے بلکہ اس شخص کی غرض پر غصہ نہ کرنا چاہئے۔ غرض حاصل کرنے کے لیے عدلیہ یا لجنہ ریٹ کے پاس گیا کہ شاید یہاں کوئی بات مل جائے۔ اس نے کہا: "اگر پانچ گھنٹہ سے سمیٹا ہے تو حرمت ثابت نہیں ہوگی، پس آپ نے ایک اشتہار تیار کیا کہ ایک لڑکے نے ایک عورت کا دل دیا، دو گھنٹہ چارہ حرمت ثابت ہوگی یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ: "لا تصحروا لصلاة ولا للصنن" آپ بہت خوش ہوئے اور ان میں سے کسی کو وہ فتویٰ ملا۔ وہ دیا کہ یہ بھی تو عالم ہی کا فتویٰ ہے، اس پر کس نے کیا جانے گا تو کون سی خرابی ہے؟ آج کل لوگوں میں ایسی غرض پختی ہے۔ بھلا اس سے کوئی پوچھے کہ بدو خدا تعالیٰ کی بات کیا کہ اس نے کتنے گھنٹہ پہلے ۱۲ گھنٹہ یا غرض اگر اس کی تعداد معلوم بھی تھی تو اس کی وجہ ان کے فتویٰ کو تو مانا جنہوں نے طلال تیار کرانے کے فتویٰ کو نہ مانا۔ جنہوں نے سراسر تیار طلال تیار جنہوں نے طلال تیار یہ شخص ان کا ہم مذہب بھی تھا۔ ہاں! اگر اول ہی سے اس کا دینی مذہب ہوتا تو منہ خدا سے تھا مگر وہی تو یہ شخص ان کے مذہب پر تھا مذہب دیکھ کر ان کے مذہب سے اتنا کام نکلتا ہے تو ان کا مذہب لے لیا، سو انہوں نے دین پر دنیا کو ترجیح دی اور انہوں نے بعض منظم کو بھی اس میں شہرہ ہو گیا کہ اس میں کیا حرج ہے۔ ایک جھٹکا فی مسئلہ میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کر لیا جائے؟ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ فرمادیا ہے کہ: "انما الاعمال بالنيات" کہ نیت کا اہم رہے۔ سو آج کل دوسرے امام کے مذہب پر نیت کو نہ کی حیثیت سے عمل نہیں کیا جاتا ہے، بلکہ ایسی ایسی غرض کے حاصل کرنے کے لیے ایسا کر لیتے ہیں۔

ایک حکایت

علامہ شاہ رحمہ اللہ نے ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک فقیر نے ایک محدث کے یہاں اس کی بزرگی کے لیے پیغام بھیجا۔ اس نے کہا کہ یہ شرط ہے کہ ان کو کہہ دو کہ میں فوراً تین یا چار گنا کر پڑھنے سے اس شرط کو منظور کر لیا اور نکاح ہو گیا۔ اس واقعہ کو ایک بزرگ کے پاس لے کر گیا تو انہوں نے اس کو سن کر مہلکا لیا اور فتویٰ دیا کہ سوچ کر فرمایا کہ مجھے اس شخص سے بھلا جانتے رہنے کا خوف ہے، اس واسطے کہ جس بات کو وہ حدیث سمجھ کر کہہ رہا تھا وہ ان کے اس کی رائے کسی دلیل شرعی سے ملتی ہو صرف وہی کے لیے کی گئی ہو، وہ لوگوں کی یہ حالت دیکھنی کے لیے ہوئی ہے۔

تخلیہ شخصی کی ضرورت

ایسے وقت میں اگر تخلیہ شخصی نہ ہو تو یہ ہوگا کہ ہر مذہب میں سے جو صورت اپنا مطلب کی

پاویں گئے، اختیار کریں گے، مثلاً اگر وضو کرنے کے بعد اس کے خون نکل آیا تو ب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب پر تو وضو ٹوٹ گیا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب پر نہیں ٹوٹا، سو یہاں تو یہ شخص شافعی مذہب اختیار کر لے گا اور پھر اس نے بیوی کو بھی ہاتھ لگایا، تو اب شافعی، مسلمانہ کے مذہب پر وضو ٹوٹ گیا اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب پر نہیں ٹوٹا تو یہاں حنفیہ کا مذہب لے لے گا، حالانکہ اس صورت میں کسی امام کے نزدیک وضو نہیں رہا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تو خون جھینے کی وجہ سے ٹوٹ گیا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کے چھوئے کی وجہ سے، مگر اس شخص کو ذرا پروا نہیں ہوگی، ہر امام کی رائے کو وہ اسی میں قبول کرے گا، جو اس کے مطلب کے موافق ہے اور جو اس کے مطلب کے خلاف ہے اس کو نہ مانے گا، سو زین توراہ کا نہیں، غرض پرستی رو جائے گی۔

یہی یہ فرق ہے، ہم میں اور سلف میں، ان کو تقلید شخصی کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ ان میں نہ بین مالم تھا اور نہ سہلت اور غرض کے طالب نہ تھے، خلافت ہمارے کہ ہم میں غرض پرستی غالب ہے اور ہم سہلت پسند اور غرض کے بندے ہیں، اس لیے ہم کو اس کی ضرورت ہے کہ کسی خاص ایک شخص کی تقلید کریں کہ ہم تقلید شخصی کوئی نفسہ اسب یا غرض نہیں کہتے، بلکہ یوں کہتے ہیں کہ تقلید شخصی میں اس کا انتظام ہوتا ہے اور ترک تقلید میں بے انتظامی ہوتی ہے، ترک تقلید کی حالت میں اگر تمام مذہب اس سے احوط کو تلاش کر کے پس کرے گا تو مصیبت میں رہے گا اور اگر مادی کوتاہی کرے گا تو غرض پرستی میں مبتلا ہو جائے گا، پس تقلید شخصی میراث بھی اور نفس کی حفاظت بھی ہے اور جیسے کہ مجتہدین کی تقلید شخصی میں یہ حکمت ہے، وہی طریقہ ان مذہب کے علماء اختیار میں سے ایک مذہب کے علماء میں بھی آپس میں مسائل کے اندر اختلاف ہے، پس اگر ایک نہ لے کر کو حسین نہ لیا جائے گا تو اس کے اندر بھی نہایت ہے کہ ہمیں غرض پرستی میں نہ پڑ جائے کہ جس عالم کی رائے نفس کے موافق ہوگی، اس کو مان بھی یا اور جس کی رائے نفس کے خلاف ہوگی اس کو نہ مانا۔ (ایضاح المسبب صفحہ ۲۴)

چوتھوں نے اعتراض کیا۔ اس اعتراض کا جواب کہ مقلدین حدیث

چھوڑ کر اقوال ائمہ پر عمل کرتے ہیں!

بعض اہل تعصب کو اندہ کی تقلید میں، یہ تصور ہوتا ہے کہ وہ اسے قول کے ساتھ احادیث صحیحہ نے معارف کو بے دھڑک رد کر دیتے ہیں، مگر تو اس سے روٹنے کفر ہے جوتے ہیں، چنانچہ ایک ایسے شخص کا قول ہے:

قال قال سید

مرأ قال ابو حنیفہ ویرکاد مست

اگر جملہ میں احادیث نبویہ کے ساتھ نہیں لے کر آتی اور سخت نفی ہے؟ خدا تعالیٰ جیسے وجود ہے، ان لوگوں کے علم و عمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو مفسر، باخداات سمجھتے ہیں، اب اس تقلید کو کوئی شرک فی النہی سے کہہ دے تو اس کی کیا خطا ہے؟ اگر یہ بھی غلطی ہے کہ ایک دوچار بڑوں کی حالت دیکھ کر سراسر تقلید بن کر شرک فی النہی سے معذور و مستمک ہو گئے، خدا نکرے، سب مقلد بنے کیوں ہوتے، امیر۔ اس میں تقلید کی تفسیر یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، ارشادات پر عمل کرتے ہیں، مقلد یہ جو نام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بیان کی ہے۔ یہ تقلید وہ تارک ہے نزدیک و غایت و نقد میں اپنی پایہ میں اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا، کیونکہ امام صاحب کا فقیہ الامت ہونا تمام امت کو تعلیم دے اور ان کے علوم میں شاہ نعل میں ہے، امامیہ، اس تائید کی بنا پر تقلید میں شرک فی النہی سے کیونکر ہو گیا؟ اس لیے کہ اس کے نزدیک تقلید کا یہ درجہ نہ گا، اس کے نزدیک اتباع حدیث مفسرہ بالغت سے ہوگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مقلد و اسطریٰ الفکر ہوں گے، جو مقلد یا اسطریٰ عمل یا حدیث کا معنی کرتا ہے، وہ حدیث کا اتباع اپنی فہم سے فریب سے کرتا ہے اور یقیناً مقلد حدیث کی فہم و عقل اور روح تقویٰ و ریاضات، مات و نشیت اور حقیر و عظام سے دور ہے اور آپ سے یاد رہے، تقلید کے عمل یا حدیث کس کا قائل ہوگا؟ آپ جو احادیث فہم سے اور آپ سے حدیث پر عمل کرتے ہیں، آپ مقلد حریف کے ذریعہ سے حدیث پر عمل کرتے ہیں، اس کا فیصلہ اس انصاف خود راہیں گے، میرے تقلید کی تفسیر میں نے بیان کی ہے، آپ فہم کا ہے، اس کو یاد کیجیے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

رباعیان عمل یا حدیث کا یہ اعتراض کہ تہمید سے سامنے ایک حدیث پیش کی جائے اور قرآن کو نہیں، سنئے، سمجھیں اس وجہ سے کہ تہمید سے امام کا قول اس کے خلاف ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم یا تقلید حدیث مفسرہ بالذات نہیں، بلکہ تقلید قول امام مفسرہ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ میں مسند میں اختلاف ہوتا ہے، اس میں احادیث مختلف ہوتی ہیں، جس حدیث کو تہمید سے سامنے پیش کرتے ہو، چارہ عمل اس حدیث پر نہیں تو میں مسند میں دوسری حدیث پر تار راقل ہوتا ہے، اور تم اس حدیث کو نہیں، سنئے، میں کہہ رہا ہوں، مگر یہ کہ میں نے تو اس سے کہہ دیا، تم نے بھی تو اس سے کہہ دیا، یہ تمنا کہ تماری حدیث راسخ ہے، تہمید پر مبنی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اہل حق و باطل ہوں تو اس پر ہے، تمہارے ذوق میں ایک حدیث راسخ ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ذوق

دوسری رائے ہے اور ہمارے نزدیک امام کا فوق تہرہ سے ذوق سے اسلحہ وارنہ پھر مجاہدانہ اپنے آپ کو عامل بلکہ بیٹ کہتا اور متقدمین کو عامل بلکہ بیٹ نہ کہتا، محض بہت وحشی ہے، اسی کو دوسرے علماء نے کہا ہوں کہ محض ہالہ بیٹ کے معنی تو پائل بلکہ ااحادیث ہے یا محض بعض الاحادیث اور کہو کہ محض بلکہ ااحادیث مراد ہے، یہ تو بھی نہیں کرتے اور یہ محض بھی نہیں، یہ تھکے تار ٹھکانے، ااحادیث متعارضہ میں سب احادیث پر عمل نہیں ہو سکتا یقیناً بعض پر عمل ہوگا اور بعض کا ترک ہوگا اور اگر محض بعض الاحادیث مراد ہے تو اس معنی کو ہم بھی عامل بلکہ بیٹ میں، بالجمہر اپنے ہی کو عامل بلکہ بیٹ کہہ کر سے کہتے ہیں؟

مسائل اجتہاد

دوسری بات یہ ہے کہ مسائل مخصوصہ تو بہت کم ہیں، زیادہ مسائل اجتہاد یہ ہیں اور ان میں مہذہبیان عمل بلکہ بیٹ بھی حنفیہ کی کتابوں سے فتوے دیتے اور ان پر عمل کرتے ہیں، یا اور کسی امام کے قول کو لیتے ہیں، تو یہ وہ مسائل ہیں، آپ بھی مقلد ہونے تو یہ کیا بات کہ تقلید کرنا تو حرام نہیں صرف تقلید کا نام لینا ہی ناجائز اور شرک ہے؟ اور اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ وہ تمام مسائل میں ااحادیث مخصوصہ پر عمل کرتا اور فتویٰ دیتا ہے تو وہ ہم کو جانستہ ہیں کہ معاملات وقت و مکان و شعبہ و زمین وغیرہ کے چند حالات میں ان سے گریں اور ان کا جواب وہ ہم کو ااحادیث مخصوصہ میں ہی سمجھ سے دینے، قیامت آجائے گی اور ااحادیث سے اونہی جواب نہ دے سکیں گے اب یا تو وہ کسی امام کے قول سے جواب دینے کے، تو یہ تقلید ہوئی، یا یہ کہیں کے کہ شریعت میں ان کا مسئلہ کا کوئی حکم نہیں، ”الکونہ الخلفہ لکھنؤ“ کے خلاف ہوگا اور ہمیں سے قیاس و استنباط کا جواز بھی معلوم ہو گیا، کیونکہ یہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دین کو کامل کرو یا غیر تو چاہئے کہ کوئی مسرت ایسا نہ ہو جس کا حکم شریعت میں نہ ہو اور ظاہر ہے کہ احکام مخصوصہ بہت کم ہیں، تو اب تکمیل دین کی مسودت ہو جس کے اور کیا ہے کہ قیاس و استنباط کی اجازت ہوگا ان ہی مسائل مخصوصہ پر غیر مخصوصہ کو قیاس کر کے ان کا حکم معلوم کر برس بیابا سے ان مدعیان سم و لالہ ااحادیث کی طلسمی بھی ظاہر ہوئی جو قیاس و استنباط کو مطلقاً رد کرتے ہیں، اور بعض ااحادیث میں جو قیاس کی خدمت ہے وہ قیاس ہے جو اصول شریعت کے خلاف ہو، شیخ جس کی اصل نفس میں موجود نہ ہو جس کی خدمت میں قیاس کی خدمت ہے اور جس قیاس کی اصل نفس میں موجود ہو اس کی خدمت میں قیاس نہیں، اور دین کا نقص لازم آئے گا۔

(رضہ الحق مدہ ول ۴۵)

جنتیسیواں اعتراض۔۔۔۔۔ اس شیعہ کا جواب کہ تو سب میں بزرگ کی

بزرگی کو رحمت حق میں یہ دخل ہے!

فوق علی و الصالحی، لیٰ ہر صورت میں آپ کے بزرگ کے شخص سے ہمارے حال پر رنج و غصہ کی تحقیقات یہ ہے کہ نے اعدا کیا۔ غصہ میرے نزدیک آپ کا تقویٰ ہے اور تقویٰ لینے سے بہت رکھنے پر اس کے بعد میں نے آپ کا وعدہ سخت چھوڑا آپ نے اس وقت وہ شخصوں، اولاد تو اس میں نے شخص اپنی محبت کو اپنے ماتہ کے لئے اٹھایا تھا۔ یہ کہ اس شخص پر رحمہ اللہ اور وہ تم سے اور محبت اور ایسا اعدا کا موجب راستہ اور آپ کے لئے مخصوص ہے۔ چنانچہ تقویٰ لینے کی وجہ سے غصہ میں نے بہت بھری پڑی ہیں۔ آپ کو نکال دے تاہم ہاں بزرگ کی بزرگی اور بڑے کی محبت میں یہ شخص آپ کے شخص پر ہوا کہ اس بزرگ سے محبت رکھ کر سب فی اللہ فی اللہ پر تو آپ کا وعدہ ہے۔ اب اس شخص کے بعد کہ اس شخص سے مل کر لکھتے ہیں "اپنی محبت کر کے کہہ دے کہ ہم نے اس شخص پر جو وعدہ کیا ہے اس پر عمل کر رہے ہیں۔ یہ تو اس کے لئے ہے جو اس کا بڑا نکال دے کر کہتے ہیں کہ اس نے سب وعدہ راستہ میں جس میں میں نے لکھا ہے کہ اس نے وعدہ کیا ہے کہ اس نے وعدہ کیا ہے۔

پچھتیاواں اعتراض... اس شبہ کا حل کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام

اؤڭار پدخت ڀڙا

[illegible]

[illegible][illegible]

سفتی سوالاں اعتراضی خفی کی! نے یرا اعتراض کا جواب!

مقبول صرف حق تعالیٰ ہیں اور وہ ان کے صلیقہ علیہ السلام اور ان کے خرم شخص کے حق تعالیٰ کے ہر امر و نہی پر کھڑے ہیں۔ ان کے حق تعالیٰ کے احکامات سے ان کے دل و جان کا ہر ذرہ متاثر ہوتا ہے۔ ان کے حق تعالیٰ کے احکامات سے ان کے دل و جان کا ہر ذرہ متاثر ہوتا ہے۔ ان کے حق تعالیٰ کے احکامات سے ان کے دل و جان کا ہر ذرہ متاثر ہوتا ہے۔

خود کی نکتہ نگار کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اس معنی کے اعتبار سے دونوں کی نسبت صحیح ہے۔ چونکہ کیا جاتا ہے۔
 کیا ایک کی نسبت کو چار کیا جاتا ہے اور دوسرے کی نسبت کو چار سے اس کا علوم ہونی کو اس کی نکتہ نگار
 کی قیادت نہیں۔ اس نسبت کو صرف اثرات پر مبنی ہے۔ یہ نہیں ان نسبت سے یہ ہم انہیں ہے کہ یہ
 متبوع و متعلق ہیں۔ بلکہ یہی معنی ہیں ان کی تحقیق کے معنی میں حق تعالیٰ کے اہم کا جو ان کرتے
 ہیں اور احکامات نامہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے یہ لوگ مع اختیار کیے ہیں۔ ہم کو ان کے تحقیق احکامات پر ہر
 علوم کے نام و نام سے زیادہ صحیح سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے ہم ان کی شہرت کے کیا جاتا ہے کہ یہ ہم
 جیسے مشہور متبوع و متعلق کے نام کا جو ان نہیں کرتے تو یہی نسبت ہم ملتا ہے ابو حنیفہ رحمہ اللہ
 کی طرف کرتے ہیں۔ انکی نسبت خدا کا حکام میں بھی وہ ہے۔ ان کی طرف سے ہے۔ ان کا نام ہے۔

تَوَاتُجِ سَبِيلِ حُرِّ اَدَابِ الٰہِیِّ "قُلْ هَبْنِی سَبِیْلَیْ تُدْعَوُ اِلَیْہِ
سَوِیًّا" جو مکمل کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو حق جان و طاعت و جود و غور ہے
ہیں۔ "وَبَصَّوْہُ عَنِ سَبِیْلِ الْمَلٰہِ" میں مکمل کی نسبت اللہ کی طرف سے ہے۔

"عزائي، انا في حبك واحد"

برای مطالعه بیشتر در این زمینه، به کتابخانه مراجعه کنید.

من الامام محمد بن ابي اسحاق

ذات یہ ہے جس کو محبت ہوئی ہے۔ دیکھو یہ کون سا مذہب ہے جس میں کچھ جان لینے کی اس طرح ضرورت
 نہ تھی تو کچھ ہے، ان کے مانتے ہوئے قرآن کتاب میں ہے۔ بعد میں کچھ ہے، ان کے مانتے ہوئے
 شعر چڑھ دیتے ہیں۔ بعض نے حدیث کو اور بعضوں نے فقہ کو صرف عنوان حدیث سے قرآن سے
 لکھ کر دیا، اور انکو وہ مذہب اصل میں ایک چیز ہیں اور اس کی مثال یہی ہے جیسے ایک مذہب کا
 بننا ہے اور ایک دلیل کا، مگر میں انکو مذہب چنانچی اس طرح قرآن و حدیث و فقہ کو
 عبادت کے اندر مختلف ہیں مگر میں سب ان کی اہم اور اعلیٰ میں تھوڑا سا اختلاف ہو گیا تو یہ وہ
 مذہب نہیں رہا، جیسے مذہب کی اصول کا جو بتو ایسا لکھو کہ مذہب اور مذہب کا مطلب یہاں
 کے اندر مختلف ہونے سے مذہب وہی نہیں رہا۔

۲۰۔ تمہارا تیار اہی ہے

معاشرہ کے بے اثر موملے نے اس کو سبھی "فریاد خوار" اور "سبھی سے زیادہ غلام" بنایا۔

حاصل کرنا چاہیے، جن کے اندر صاحب وحی کا فیض موجود ہے، کیونکہ اس وقت تک بھی جو کچھ فیوض ہیں، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے تو ہیں، جو مجتہدین اور علماء کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئے ہیں اور ان کے ذریعے سے ہم تک پہنچے ہیں، پس بغیر ان کی اتباع کیے چارہ نہیں اور علماء کا اتباع نہیں، بلکہ خدا اور رسول کا اتباع ہے جس کا طریقہ ان سے معلوم کر لیا جاتا ہے اور کو یہ "مَسْبِلٌ مِّنْ آثَابٍ" کہلاتا ہے، مگر واقع میں کبیل اللہ اور کبیل اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، علماء چونکہ اسے نہیں سمجھتے ہیں اس معنی سے وہ واسطہ ہیں، صرف اس مناسبت سے ان کی طرف منسوب کر کے "مَسْبِلٌ مِّنْ آثَابٍ" کہا گیا۔ (وعدۃ اتباع المصیب صفحہ ۲۳)

اڑتیسواں اعتراض..... روضہ نبوی ﷺ کی زیارت کے لیے سفر کرنے

پر شبہ کا جواب، نیز یہ کہ زیارت حقوق محبت نبوی سے ہے!

(الف) فرمایا: کہ ایک بار حضرت حاجی صاحب نور اللہ رحمہ اللہ کا ایک مشہور غیر مقلد سے مناظرہ ہوا اور غیر مقلد مدینہ منورہ جانے سے منع کرتا تھا "و لا تشدوا الرحال الا الی ثلثة مساجد" سے استدلال تھا، حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: کیا زیارت ابورین، الطیب، علم وغیرہ کے لیے سڑ جائز نہیں؟ اس کا جواب نہیں دیا، پھر کہنے لگا: اگر جانا جائز بھی ہو تو کوئی فرض و واجب تو ہوگا نہیں کہ خواہ تو ادا جائے! حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: شرعاً تو فرض نہیں، لیکن طریق عشق میں تو ہے، خیال کیجئے۔ سلیمان علیہ السلام بیت المقدس بنائیں اور قبلہ بن جائے، حضرت امیر الائم علیہ السلام مسجد بنائیں تو قبلہ قرار پائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنائیں تو کیا اتفاقاً بھی نہ ہو کہ وہاں لوگ زیارت کو جایا کریں؟ چونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عبودیت کی تھی اور شہرت ناپسند تھی، اس لیے آپ کی مسجد قبلہ نہیں ہوئی، اس شخص نے کہا: مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو جانا جائز ہے، مگر روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قصد سے نہ جانا چاہیے، حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: "مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فضیلت آئی کہاں سے ہے؟" وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے، تو مسجد کے لیے تو جانا جائز ہوا اور صاحب مسجد جن کی وجہ سے اس میں فضیلت آئی، ان کی زیارت کے لیے جانا نا جائز ہو؟ جب تمنا ہے! دو لا جواب ہوئے اور اگر کوئی کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کہاں ہوتی ہے؟ صرف قبر کی ہوتی ہے، جواب یہ ہے کہ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو مساوی فرمایا: "مَنْ ذَارَسِي بَعْدَ مَعَالِي لَكَ اَنَا وَارَسِي قَبِي

[illegible]

امام، ملک زمانہ، زمانہ، برائے، بے، بول

لڑتے ہیں، لیکن اللہ ہم کو اپنی امانت سے محفوظ رکھے گا۔ یہ بات ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ کے لیے جہاد کرتے ہیں۔ اللہ کے لیے جہاد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ جہاد کا اجر دے گا۔ جہاد کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جہاد کرنے والوں کو جہاد کا اجر دے گا۔ جہاد کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جہاد کرنے والوں کو جہاد کا اجر دے گا۔ جہاد کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

سید انور قاسمی رحمہ اللہ کا القہر

[illegible]

انتہائی ریاضی و زبان پر پڑائی میں نے

۱۰۰ حالت السعد و وحی کتبہ ارمادہ

تقبل الارض عسی وحی نائینی

فہدہ دولۃ الاشباہ و حضرت

فہدہ مسینٹ کی نحطی مودا شفتی

میں فوراً قیڑ ٹریک سے ایک منورہ تھیں جس سے دروازہ آفتاب بھی مائل تھا، باہر نکلا، انہوں نے
بے ساختہ دھڑکائی کا دھڑکا اور دھڑکی کر گئے ایک بڑے ٹک سے جو اس واقعہ میں حاضر تھے کسی
نے پوچھا کہ آپ کون، وقت پتھر ٹک دو، تیرا؟ فرمایا، ہم تو کیا تھے؟ اس وقت لاکھ کورنگ تھا!
(اشرف جلد ۱ صفحہ ۱۰۳)

انتہا لیسواں! حضرت اخص ... تراویح میں رکعت سنت ہیں!

وقت نماز میں نے ایک خطا کا براہ اپنکھا ہے، قیاس تو یہ ہے کہ وہ حضرت براھے میں ہیں، اگر کوئی
جاہل جو قرآن سمجھتا نہیں ہے، قرآن پڑھے جن بہت مشکل سمجھتے ہیں، اس خط میں لکھا تھا کہ قرآن
کل نسل کا ماب ہے، اگر ان کا دیکھنا چاہیں تو کیا جانتے ہیں؟ میں آٹھ یا نو رکعت کی تعداد ہے، تو
کیا کہہ رہے ہیں؟ مجھے بھی لگ رہی کہ اس کا جواب ایسے لکھوں؟ پھر میں نے مذکورہ سے دعا کی کہ اس
اللہ "اتر" ہوگی کا کوئی جواب نہ دے، پتا چلتا تھا توئی نے جگہ بگھڑائی، میں نے یہ لکھا کہ میری
کھاوت ہے کہ میں رکعت کے تحت "مکرہ" دے رہا ہوں، جہاں مقدمہ ہو چکا ہے اور ایمان کی مخالفت
کا جائز ہے اور یہ انداز عدم مت ہے، ان ایڈیٹ کے منسوب ہونے کی اور مکرر انداز میں تیرے
کہ بعض "و" نہ صرف آٹھ کو تحت مکرہ لکھا ہے، تو جواب یہ ہے کہ اس قوس سے پہلے منع ہے،
پس اس کے مقابلہ میں ان قول قابل استناد نہیں ہوگا۔ جب تا کہ ثابت ہوگی کہ اس کے تحت
کر رہے ہیں، وہ وہ جب ہوجا، انہوں نے ایک روایت لکھی تھی کہ صاحب فتح عقد برکے رائے ہے
مکرہ آٹھ رکعتیں پڑھنا چاہیے، میں نے لکھا کہ "مکرہ" کے مقابلہ میں ایک صاحب فتح عقد برکے
رائے نہیں جلتی، خصوصاً اس کے ان کا عمل خود اس سے خلاف ہو، کیونکہ صاحب فتح عقد برکے کی بھی
تحقیق ہے، مگر پڑھیں انہوں نے بھی بیحد میں ہی، لہذا ان کی تحقیق قابل عمل نہیں۔

ایک واقعہ

وفاقی شخص دہلی سے بے بہہ ہیں، آٹھ دنوں میں کریمہ، شیخ محمد صاحب رحمہ اللہ کے

عبدالرحمن بن عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی قرآن کو دیکھا۔

[illegible]

اس لیے میں نے اپنے دوست کا ایک ٹکڑا کھول کر اسے اترنا دیا۔ وہ بھی ان جیسے ہی گم ہو گیا۔

مردمان کے ساتھ شکوک ہے اور اعلانِ کثرت میں ان بوقی مرصفاں سے تکیج کرکاس کی۔ نیکل ہے۔
 فراہم تہجد سے لنگ کوئی تہجد ہے۔ نیکل تہجد مرصفاں سے ساتھ تہجد میں شکوک اور اس کے طوار
 اس کے وہی دالہ تہجد ہے۔ یہ دالہ اولیٰ نیکل تہجد میں ہے۔

(تفصیلاً از کتاب: نجوم و عقاید، ص ۱۰۰، ۱۰۱)

حالیہ سبب اعتراض .. حضرت ام مایہ رضی اللہ عنہا سے روایت میں

میں! کہہ میں بڑا شے ہوتے ہیں!

[illegible]

اور نے جنہو۔ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو تین فرمایا، جن قرآن بھی اور حق خالق بھی اور دونوں کو ادا فرمایا اور بعض ویسا ہر دم میں کہیں کہ ایک حق ان سے دیا ہو اور دوسرا ہو اسی طریقہ حدیث میں ہے کہ قیامت میں بعض انبیاء پیش الیاء پر رشتہ کریں گے، لہذا اس پر بھی شبہ ہوتا ہے کہ بعض کو معضال پر غلبہ کریں ہوگا ۲۴۔ یہ ہے کہ غلبہ کی قسم کا یہ ہے، لہذا بھی تو کہاں کے فقہ ان سے، سو یہ تو ہوگا نہیں، اور انکی سبب ایک خاص قسم کی غلبت کے مشابہت کی ہے، وہ وہاں پھر دوسرے داروں کی کثرت سے یہ کہے کہ پانچ روپے دے لے مجھ سے اٹھنے دینا کہ ۲۵۔ یہ تو ہیں ان قدر حساب کہ جو جہاں نہیں، حضرت خیر متکمیل امام کا، تنہا کو لایا ہی رہا ہے، یہ تو خدا انبیاء علیہم السلام کا یہ امر ہے، جس کی فکر میں مشغول ہوں مے اور بعض ہوں، لہذا ایسی مشغولی سے آزاد ہوں گے، ان کی غلبہ ہو چکا ہے (نہایت سے حدیث سنو ۲۶)

یہاں اس امر پر غور فرمائیے۔ لڑکا لڑکی کی عمر بوقت شادی برابر ہی ہونی چاہیے!

بعض لوگ غلبہ کرتے ہیں کہ بلی کے آئی میں ہر دم سے نکاح کر۔ یہ تو ہیں انکس میں ایک لڑکی اپنی ساتھیوں سے کہا کرتی تھی کہ جب میں گھر میں آتی ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ۲۷۔ ان آگے امام صاحب رحمہ اللہ کی ۲۸۔ پھر اور اس قسم ہوں کہ وہ کہتے ہیں کہ جب لڑکی بالغ ہو جائے تو اس پر کسی کا اختیار نہیں رہتا، یہ مسئلہ مختلف ہے، لہذا اتفاق سے امام صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ ہافکس مصحف کے موافق آئے پڑا، آج کل اس کو بے شری سمجھتے ہیں کہ وہاں وہ نکاح کر دیتے ہیں اور وہی انکار کر دے، حالانکہ امام صاحب شری ہے، انکار بے شری نہیں، بلکہ یہ تو ہیں جہاں ہے کہ عیہ کے نام کو بھی پتہ نہیں لگتی۔ وہ تو لوہ عقل کی بات ہے، لہذا ایسے مواقع میں لڑکیوں کو بھروسہ دینا چاہیے، بعض وقت اس غرابی سے جو یہ ہیں کہ لڑکی کو سن اور مراد سے نہ سمجھتے، امام صاحب یہ ہے کہ وہ بچہ کی بہت جلد چودہ کی دیوں کہا کرتے ہیں کہ جی ایہ تو خیر نہیں کہ پیسے کو نہ دے گا، اس نے کیا تہیب ہے کہ لڑکی پیسے کو نہ دے، لہذا مراد میں ہے کہ پہلے اسے اسرار مرید کے اور چھڑائی کی مٹی غراب ہوتی ہے۔

ہم عمر کا خیال

لوگ ہر عمر کا خیال نہیں کرتے، یہ خصوص بعض قوموں میں اس سے بڑھ کر ہے، یعنی بڑا چھوٹا ہوتا ہے اور بڑی بڑی، لہذا اس کے فکر کی غرابی ہر دماغی بات ہوتی، بات یہ ہے کہ خواہ مخواہ لے لیا ہے کہ اگر مراد سے چھو چھوٹی ہو تو مطلقاً کبھی وہ اس میں راز نہ پے کہ مراد سے

عبادت تہ شنی و حنک و حد

و کذلک السی ذلک السیال بہر

ایک محبوب ہے جس نے شنی کو اپنی جوڑا پہنا، شام کو دوسرا جوڑا پہنا تو جوہ شنی نہیں وہ تو نہیں پہچانے گا، مگر عاشق کہے گا

بہر رنگی کہ خدائی جامہ می پوش

منی بہر نغز قدر فی شام

کہ جو لباس چاہے بہن لے، میں تو چال پہچان جتا ہوں، تو قرآن کا جو عاشق ہے، اس کو حدیث، اللہ میں بھی قرآن نظر آتا ہے، مولانا محمد مغیر صاحب کا فتویٰ رحمہ اللہ حضرت مولانا مشکوی رحمہ اللہ سے فرمایا کرتے تھے کہ حدیث تو آپ کے سر سے آکر نکل رہی ہے، ان حضرات کو حدیث میں قدر نظر آتی تھی اور ان اہل فکر کی یہ حالت ہوتی ہے کہ:

ہنگ در بان نگار و چشم بیدارم توئی

ہر چ بیداری شود از دور پندارم توئی

جیسا کہ اہل اللہ کورے میں خدا نظر آتا ہے، مگر محض اللہ، یہ معنی نہیں کہ یہ سب خدا کی چیز ہے، اشتہار اللہ اللہ و بندہ ہے، خدا خدا ہے، جیسا کہ قرآن قرآن ہے اور حدیث حدیث مولانا جامی رحمہ اللہ کا قصہ ہے کہ ایک وفد حال میں فرما رہے تھے کہ:

ہر چ بیداری شود از دور پندارم توئی

کسی منکر نے سنا، چین سے کہا کہ "مولانا اُن فرخ پیدا شود؟ تو آپ نے کیا حوالہ کا جواب دیا کہ "پندارم توئی" (اعمال اہل بیت صفحہ ۱۰۰)

پینتالیسواں اعتراض آج کل مستحبات کی پروا نہیں کی جاتی نہ

ہی ان کی تعلیم کا اہتمام کیا جاتا ہے!

آج کل مستحبات ضروری نہیں سمجھا جاتا، اہل عمل کے درجے میں وہ واجبات و اہل نفس کے ہاں نہ رہتی ہیں، بھی نہیں، نہ تعلیم ان کی بھی ضروری ہے، وہ مدت ایک اس لیے کہ ان کو اس کا "مشابہ روز" صبر و ایمنی کا فتویٰ ان کو نہ ہائز نہ سمجھے گا، یا فرض لایا، سب نے خیاں لے گا، یہ تو ایسا ہی ہے، نہ لیکھتے ضروری ہے، اور اس درجے میں بہت سی تعلیم بھی ضروری ہے۔

[illegible]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ

صہبہ بھائیوں کی طرف سے

[illegible]

میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے

سب سے پہلے تعلق ہے باقربان نہیں

انہیں چھوٹی چھوٹی چیزوں سے جو انیس سو تالیس تک نکلے، معلوم نہ تھی۔ انہیں یہ
 کیا، ان کی چیزوں کے ساتھ کچھ حقیقی نعمتیں بھی مل رہی تھیں، مگر وہ ان کی طرف متوجہ نہ تھے۔

رہے۔ رومانی نہیں دیکھیں، پس کوئی تہذیب کے ساتھ نہیں تعلق بھی نہیں ہوتا ہے، صرف ایک تہذیب پر
 حق است کر لینا بھی بڑا علم ہے، بعض اوقات تو بے تعلقی ہی پر عمل ہیں، یہ تو کفار ہیں، ان سے اس
 وقت خطاب نہیں، یہ ہم آق کل کے مسلمان ہیں، حیرت ہے کہ ہم کو خدا تعالیٰ کے ساتھ عقیدہ
 تعلق رکھنے پر مجبور کیے آتے ہیں، ای کا یہ اثر ہے کہ آق کل ہم کو سنبھالتے ہیں کہ ہم کو اپنے
 ضروری سمجھا جاتا ہے، جس اپنی کشتیوں کے بچپن میں بہت سے لوگوں کا پابند رہا، مگر میں نے کھلی
 پر سے علی جب معلوم ہوا کہ یہ تو سنبھالتے ہیں، جنہا نے نہ کرنے میں کچھ کھا نہیں، ای وقت سے
 لوگوں کو مجبور کیا، اس وقت تو سنبھالتے ہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں، شراب معلوم ہوتا ہے کہ وہ حالت
 بہت زنی تھی، اس کا تو میں حاصل ہوا کہ ہم حق تعالیٰ کے ساتھ نہ ہلکا کا قطع رابطہ چاہتے ہیں کہ
 ضروریات کو بھلا دیں، تو کیا دنیا میں ہم اپنے ہم زبانوں کے ساتھ ہیں یہ بڑا تو ترکتے ہیں خدمت
 مادی کے سوا کچھ نہ کریں، ہرگز نہیں دیکھیں بعض اوقات کسی جمع کی چیز سے یا محبت کی وجہ سے ہم
 اپنے ہم زبانوں کی خدمت غیر مادی بھی بہت کرتے ہیں تو یہ خدا تعالیٰ کا ہونا بھی حق نہیں جتنا
 مریدوں اور بزرگوں کا حق ہو کر رہا ہے اور کچھ تو مصالح سے کام لیتا چاہیے، پھر یہ کیا بات ہے کہ
 ہم حق تعالیٰ کی اطاعت میں اس قدر اکتفا کرتے ہیں، جو فرض و واجب ہے اور عادت قیود دیکھو
 کسی۔ یہ میں بھی ضروری نہیں سمجھتا۔ "

ہمارا فرض کیا ہے؟

یہ مسئلہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی شان نے اس حق ہم سے اس کی اطاعت کا حق ہوا نہیں، دوست اور ہم
 جتنا بھی تہذیب کریں، وہ اس کے حق کے مقابلے میں بہت کم ہے اور یہ بھی دیکھ سبب ہے سستی
 میں تاریکی ۲۰۱۱ء کی کہ تو اس سے ہم لوہہ بھر کر دیا جائے کہ جب حق اور جہت میں ملتا تو پھر
 اس لیے زور دیا کہ اس کو ہم یہ سنت مطلق ہے اور میں شک نہیں کہ ہم اس کی شان سے
 مبالغہ حق نہیں کرتے، بغیر اپنے شخصی حالی کے مبالغہ تو کر سکتے ہیں، یہ میں راستہ ان میں
 جاتا ہے کہ وہ مبالغہ کے ساتھ ہوا، جس طرح لے جاتے اور جاتے ہیں کہ باوجود ان کی شان
 سے مبالغہ کو راہ نہیں ہو سکتی، ان کا یہ اثر بھی نہیں ہو سکتا کہ حویہ نہ ہو تو کفر ہے، ہلا
 جتنا اپنے سے زیادہ ہے، جو شخص اس کے ساتھ اسے تہذیب پر پیش کرتے ہیں وہی اپنے حق
 سمجھتا ہے کہ یہ تو دوسرے کی شان ہے، مبالغہ، یا کم از کم اپنی ہی شان کے مبالغہ،
 پس ہم اپنی سے مبالغہ سے مبالغہ عمل کرتے ہیں، یہ اور ہیں اطمینان، اس میں کو حق تعالیٰ
 نے خبر دیا ہے، یہ کامی عمل نہیں ہے، بلکہ اس سے زیادہ اس کی عادت سے زیادہ

کیجئے جن تعالیٰ نے بندہ کو اس کا منقلب نہیں کیا کہ وہ جن تعالیٰ کی شان سے سوا حق عمل کرے۔ بلکہ اس تہ کو کا منقلب کیا ہے کہ وہ اپنی طاقت و دست سے سوا حق عمل کرے تو اب یہ کتنی بڑی غلطی ہے۔ کہ ہم تقیبات کو اس لیے ترک کر دیں کہ جن تعالیٰ کا حق تو ہوا ہو نہ نہیں نکلتا؟

کسی مصلحت سے ترک مستحبات

یہ اور بات ہے کہ کسی اللہ مستحب کو کسی مصلحت شرعی کی وجہ سے ترک کر دیا جائے، اشعار لوگوں کو یہ بتانے کے لیے کہ یہ نفس واجب نہیں۔ یا سفر میں، یا نماز کی رعایت کی وجہ سے ٹوٹاؤں وغیرہ کو چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ انتقام سے پریشان نہ ہوں۔ یہ کسی وقت تعجب کی وجہ سے ایسا راجح کے لیے ترک کر دیا جائے کہ شرعاً اس وقت مستحبات پر مزاحمت نہیں چنانچہ راجح حاصل کرنے کے لیے اتحدیت میں وارد ہے: "ان لا یؤکد علیک عبادا لعینک عینک حقا۔۔۔" (یعنی وہ کسی فانی) (یعنی تجھ پر تیرے نفس کا حق ہے اور تیری آنکھوں کا حق ہے) مگر واجب ترک نہ اس سے حدیث میں پناہ آتی ہے، اگرچہ یہ سستی اور کاہلی ہے جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "السلوب النسی اور ذلک من العجز و النکسل" (اب نہ عجیوری اور کاہلی سے تیری پناہ چاہتا ہوں) کو خوب سمجھ لیجئے کہ طلب راحت اور چیز ہے اور سستی اور چڑ ہے، دونوں کو ایک جہت غشی سے طلب راحت کا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس فرمایا ہے اور اس کے لیے بعض صحابہؓ کو ترک مستحبات و تعلیل و تاخیر کی ترغیب دی ہے اور سستی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے۔ اب سمجھئے کہ طلب راحت اور سستی میں کیا فرق ہے؟ طلب راحت اس وقت تاخیر کوئی ہے جب وہی اپنی طاقت کے سوا حق عمل کر چکا ہو اس کو ختم ہے کہ میں طاقت سے زیادہ نہ کروں، جا کر تمام کروں اور سستی یہ ہے کہ اپنی طاقت و دست کے سوا حق بھی کام نہ کرے، بلکہ حضور اسامیٰؓ فرمے چھوڑ دے اس سے پناہ آتی ہے۔

مستحبات بھی ضروری ہیں

ترغیب حق تعالیٰ کے ساتھ، ہمارا باطن ہے، اس لحاظ سے مستحبات بھی ضروری ہیں، یہ میں اس شبہ کا جواب دے رہا ہوں جو بعض علماء کو اس پر ہوا تھا کہ خدا تعالیٰ کے حکام و ہر ہر بندہ و حق سے جو کہ قرآن میں مستحبات کا ذکر بھی ہے اور ان کو نیز ضروری مصلحتات سے ہمیں نے ہوا، ان کے تعلیم ان کی بھی ضروری ہے، کیونکہ اس نے نکات و غمراہ ہے شمار ہیں، نہ پناہ دیتا ہے۔ بعض اوقات مصلحت سے مانع ہوتا ہے۔ کیونکہ جو شخص تہیہ، اذان، اقامت، دعا، اور پابست اس شخص کے معاش سے زیادہ رکھے گا، جو شخص پانچ وقت کے فرائض ہی اور اگر سے اور اس میں

ملانہ نہ سمجھتا تھا کہ یہ سچا ہے کہ سسٹم کی پابندی سے یہ شخص و پند و نیکو پند ہو گا۔
یہ تو اس لقب کے ساتھ کہ وہ ان کے ہاں تھا۔ یہ وہ خود کو بھی شرمائے لگتا ہے اور ان کے اوقات کو بھی
میں اس کے حق اٹھانے کا پتہ چلتا ہے کہ وہ ان کے اوقات کو بھی شرمائے لگتا ہے۔ (دوسرا باب ستر -)

چھایا یہ سواں اعتراف... عوام کے لیے ترجمہ قرآن شریف: یحنا مضر ہے!

[illegible]

آپ بڑے میاں کا واقعہ

[illegible]

— ۱۲۷ —

میں سمجھا رہا ہوں کہ قسموں کو آپ کو بھرنے نہیں سنا، جواب تو یہ ہوتا ہے کہ میرے لئے تو ان کو اس کی سمجھنے والی کہیں ہے؟

میراث حیات: ذیل الہامی سے غیب الہام

موضوعات و لکچر اس سہ ماہی

صاحبزادہ آپ یہ اعتراض کیا کر رہے ہیں؟ خود کو اپنی مجلسِ اعتراضِ خیر سے قیاس کرنا چاہیے؟

حلہ کے طور پر ہے ، یہ سہو سہو

مجلس شورای اسلامی

[illegible]

اپنے فرشتوں کوئی کس طرح بھیجے گا کہ "اگر تم کو حق تعالیٰ سے جو حکم و ایام ملے گا۔" اسے یہ منصوبہ یہ معہوف ہے اور اگر یہ غلطی نہیں ہے، اس شخص کو خداوند تعالیٰ سے کچھ بھی ملے گا۔ وہ اس کو یہ کوئی نہیں بھیجے گا۔ اس لیے شخص کا جواب بھی ہے کہ تم، اس طریقہ سے قرآن کو قرآن ہوتا معلوم ہوا وہی طریقہ سے اس کے احکام بھی معلوم کرو، تم کو خود بخود ہی سمجھنے کا کوئی حق نہیں، یہ تفصیل میں نے نہ لے لی تاکہ وہ آپ پر مزہ قرآن و کلمہ کرے تو پھر نہ سمجھیں جو لوگوں میں ہوا ہے۔

(تم میں انکو خدا مال)

سینٹا یسواں اعتراض۔۔۔ قبولیت دعا پر شب کا جواب!

جو یہ یہ کہ منظور اور اجازت اور قبول کے دور ہے جس وقت یہ کہہ رہا ہو۔ اس کے لیے چاہا اور اس پر توجہ کی جائے۔ دوسرے یہ کہ درخواست کے موافق فیصلہ بھی کر دیا جائے۔

صدا اور درخواست کے لیے پکارنا بھی ایک قسم کی منظوری اور بڑی کامیابی ہے آپ نے امتدات میں دیکھا ہو گا کہ اب کسی مقدمہ کی واپسی نہ جاتی ہے تو وہاں بھی دروازے ہیں ایک سے کہ ایک لے لی جائے اور اس میں ٹھہر گیا ہو اسے اور یہ بھی بڑی کامیابی ہے۔ بڑی ناکامی ہے اس شخص کی جس کی اپیل لی جاتی ہے اس کے بعد دوسرے درجہ کا یہ نہ دیا جائے کہ اپیل منظور کر لینے کے بعد درخواست کے موافق فیصلہ کر دیا جائے اور یہ فیصلہ کو منظور کر دیا جائے جب بات سمجھ میں آتی، جواب سمجھ کر: "انجیل و غفران و دفاع" وغیرہ کی قسم جو اس پر معمول ہے، قسم مانی پر معمول نہیں جس کی دلیل خود نفس سے ملتا ہے ہی نہیں، یہ کہ اس کو مرتبہ لیا جائے "اسی فرس"۔ اسے اور اس جملہ میں قرب تعقیق کو بیان فرمایا اور قرب تعقیق کا معنی یہ ہے کہ درخواست کو اسے نہ مانا جائے۔ اس پر جواب کی جائے خداوند تعالیٰ میں جو یہ جہدی ہو، موافق ہو یا نہ ہو بخداوند تعالیٰ تو قانون کے موافق ہو گا و مسائل کی مصالحت پر نظر کرنے اور مقدمہ کی درخواست کیلئے کہ حاکم سے تعقیق اور کا تقاضا صرف وقت ہے کہ سال کی درخواست دیا جائے کہ اسے بدلہ اس کی درخواست کو قبول کے ساتھ اسے دیا جائے۔ اس کے معنی یہ کہ اس پر ہر دعا مانگے اسے کی درخواست لے لیتے ہیں، اس پر توجہ کی جاتی ہے کہ یہ تو جی نہیں دے رہا، تو یہ کیا تعویذی بات ہے کہ "خداوند تعالیٰ تو ہماری سرشتی کے موافق ہو گا اور نہ نہیں۔"

دعا کی قبولیت کی شکلیں

ایسے ہی ہیں جن کو سمجھا جائے کہ یہ درخواست سے لے کر اس کو پورا کرنا

[illegible]

اجنبیت و خاکامعنی

[illegible]

ہے، وہ عمل کو بہتم با اشان ہی نہیں سمجھتے، اس لیے ان کو اصلاح عمل اور تکمیل اعمال کا اہتمام ہی نہیں، اگر یہ لوگ یوں کہتے کہ عقیدہ کا درجہ عمل سے زیادہ ہے، تو ہم کو ان سے منازعہ (لڑائی) کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ اس کا ہم کو بھی انکار نہیں، واقعی یہ درست ہے کہ عمل کا درجہ عقیدے سے زیادہ ضروری ہے، مگر اس سے یہ کیوں کہ لازم آیا کہ عمل فضول و بے کار ہے؟ کیا جو چیز کسی سے مؤخر ہو وہ بے کار ہو کر رہتی ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ شاخوں کا مرتبہ جڑ سے مؤخر ہے، مگر بایں ہمہ کوئی بھی شاخوں کو بیکار نہیں کہہ سکتا، کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ وہ درخت بار آور نہیں ہو سکتا جس کی شاخیں نہ ہوں، اگرچہ اس کی جڑ کسی ہی مضبوط ہو، ایسے ہی یہاں سمجھئے کہ خالی عقیدہ جس میں عمل نہ ہوں بار آور نہ ہوگا، مجرد عقائد سے بغیر عمل کے وہ قائمہ حاصل نہیں ہو سکتا، جو مطلوب شارع ہے، گو کبھی بعض کیفیات بغیر اعمال کے حاصل ہو جائیں، مگر کیفیات خود مطلوب نہیں، باقی جو شرعہ شارع کے نزدیک مقصود ہے، وہ بغیر اعمال کے حاصل نہیں ہو سکتا، کیونکہ ہم کو اخبار شارع سے یہی معلوم ہوا ہے کہ بدون عقیدہ و عمل دونوں کی درستی کے شرعہ مقصودہ کے وصول کا یقین نہیں ہو سکتا، گو یہ ممکن ہے کہ بعض کو صرف اصل کی درستی سے بھی حاصل ہو جائے، مگر یوں وعدہ نہ ہونے کے اس کا یقین نہیں، ان لوگوں نے قرآن کی صرف ایک آیت یاد کر لی ہے "قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ" جس سے یہ سمجھ لیا کہ محض علم کافی ہے، یعنی اصلاح عقیدہ اور یہ نہ دیکھا کہ قرآن میں بہت جگہ یہ بات مصرح ہے کہ عمل کرنے والے اور عمل نہ کرنے والے بھی برابر نہیں ہو سکتے، سنئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں "أَمْ عِندَ الَّذِينَ الْيَقِينُ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ نَفْسٍ لَّا تَعْلَمُونَ" ایک مقام پر ارشاد ہے "أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ صَوَاءً مِّمَّنْ لَّا يَعْلَمُونَ" ایک مقام پر ارشاد ہے "أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُحَّارِ" ایک جگہ ارشاد ہے "أَفَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتٌ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ" بہر حال ثابت ہو گیا کہ عادت اللہ یہ ہے کہ دین سے جو خاص شرعہ مطلوب ہے وہ بغیر عمل کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

(الجاہدہ صفحہ ۳)

انتہا سوال اعتراض..... مجاہدہ کو ضروری نہ سمجھنا غلطی ہے!

بعض لوگ اعمال کو تو ضروری سمجھتے ہیں، مگر اعمال کے ساتھ اور کسی شے کی ضرورت نہیں سمجھتے، ظاہر میں ان کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ انہیوں نے عقیدہ اور عمل دونوں کو ضروری سمجھا، مگر اس میں بھی ایک نقص ہے، وہ یہ کہ صحیح عقائد کے بعد اصلاح اعمال اور تکمیل اعمال و مواندیت (محنتی) اعمال کے لیے صرف ارادہ کو کافی سمجھا، حالانکہ تجربہ اور مشاہدہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اصلاح

اقبال کی سہولت کے لیے ایک اور شے کی بھی ضرورت ہے۔ اگرچہ نفس و سلطان ممکن ہے، مگر وہ امر و نہی کا موقوف علیہ عقلاً نہیں ہے اور نہ وہ جاس معنی پر موقوف علیہ ہے۔ بدون ان کے عمل بموجب نہیں ہو سکتا، پس وہ سہولت میں موقوف نہ ہے، بلکہ وہ ضرور عمل بالغ میں کے ہو سکتا ہے۔ اس کی مثال ریل کی ہے کہ مسافت صلیبہ دونوں میں کے سہولت طے نہیں ہو سکتی، اگرچہ بدلتے ہو سکتی ہے، ایسے ہی یہاں تک کہ اس حد تک کے بعد کو ضرور عمل بہ تکلیف دونوں اس خاص شے کے ہو سکتا ہے، مگر سہولت نہیں ہو سکتا، بلکہ سہولت و عمل کے لیے اس خاص شے کی ضرورت ہے، مجھے اس وقت اس کا بیان کرنا مقصود ہے اور میں وہ مسئلہ ہے جس کے معنی معلوم نہ ہونے سے اب عمل میں بہت لوگ غلطی کر رہے ہیں، جس میں اس شے کا یہ ہے کہ صدور و افعال بعد افعال عقائد کے تواتر سے ہو سکتا ہے، لیکن اس تواتر سے کچھ موانع مزام ہو جاتے ہیں جس سے صدور و افعال تواتر ہو جاتا ہے اور اس تواتر سے نفس امارت کا عدم صدور و عمل کی قوت نہ جاتی ہے، تو سہولت کے لیے اس شے کی ضرورت ہوتی، اس شے کے حصول کے بعد صدور و افعال باطل سبب نہ جاتے ہیں اور میں اس کو تجربہ سے ثابت کرتا ہوں، یعنی آیات سے استدلال نہیں کرتا، کیونکہ آیات میں دوسرے معنی بھی ممکن ہیں، اس لیے اہل مذاہب نے یہ سے زیادہ ثبوت دینا ہوں اور پھر بعد میں جمہور (اسان کے طور پر) آیات سے تائید کر دیں گے، سنئے اس شے کا نام ہے مسجد و دشمن اور "فی وقت عمر" یہ بات بہت کامل قرار ہے، اس کو معمولی نہ سمجھئے۔ یہ تجربہ سے اس کی ضرورت معلوم کیجئے کہ یہ قوسب مسلمان جانتے ہیں کہ نماز فرض ہے اور نماز پڑھنے کو سب لوگوں کو بھی پڑھنا ہے، ترک (مسنوۃ) (یعنی ورنہ) اسے ان کا دل بھی پڑا ہوتا ہے، مگر پھر بھی بہت جگہ نماز نہیں پڑھتے، اور جو کہ سب کو عقیدہ فرضیت مسنوۃ کا حاصل ہے وہی طریق یعنی ارادہ کر کے پڑھتے ہیں، مگر ارادہ بعض عواقب (دکارائش) سے متحمل ہو کر بدوش نہیں رہتا، اور اس وجہ سے نماز پر دوم (پابندی) نہیں رہتا، اس سے معلوم ہوا کہ صدور و افعال کے لیے صرف اصلاح عقائد یا ارادہ شریعت کافی نہیں ہے، بلکہ کسی اور شے کی ضرورت ہے جس کے بعد صدور و دوم، دونوں افعال ضروری ہیں اور انکس افعال کا موقوف علیہ ہے، اور وہ شے مجاہدہ نفس اور مخالفت نفس ہے، چنانچہ بے نمازی اس واسطے بے نمازی ہے کہ وہ اپنے نفس کا اجتناب کرتا ہے اور اس کو آرام دیتا ہے، اور وہ مجاہدہ نفس کرتا تو بے نمازی نہ ہوتا۔

(المجاہدہ صفحہ ۱۲)

بیچا سوال اعتراض ... اتیہا علیہم السلام پر میکالیف سے کی وجہ!

اہل حق کا تو یہ سبب ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں، انہوں نے پاک چیزیں (مشوہ) ایک

فرقہ ہے (مٹے نبیاء کی قدر نہیں کی، وہ ان کو محصور نہیں مانتے۔ ستر تہذیبوں میں مشابہت کا یہ قول نقل
 ہے۔ منافقہ تو ہے ہی عقل کے بھی خلاف ہے، کیونکہ یہ کہے کہ مجھ بھی جس کے سپرد کوئی عہدہ توڑنے
 میں اور انتخاب کر کے اس کو نہ تم مانتے ہیں، تو یہ خدا تعالیٰ کے سپرد عہدہ و نبوت کے لیے انتخاب
 نہیں، بلکہ ان کا انتخاب ایسا غلط ہے کہ اپنے نفس کو نبوت کا مہمہ دے دیا ہے تاکہ اس کو وہ
 قانون کا یہ بند باندھیں اور خود ان کو ان کے خلاف کر دیں؟ مگر بھی اس کو یاد نہیں کہ کتنی؟ میں جواب
 مشکل کا یہ ہے کہ انبیاء کو جو یہ کہہ چکے ہیں، انہوں نے مصیبت زخمی، بلکہ صورت مصیبت تھی، یہ نفس جوں ہی ہی
 نہیں بلکہ اس کی ایک دلیل ہے، میں آپ کو ایک وہ یاد دلاتا ہوں، جس سے حقیقت مصیبت اور
 صورت مصیبت میں فرق معلوم ہوں گے۔ یہ کہ جس مصیبت سے انبیاء اور پریشانی پر جسے وہ
 تو کہیں ہوں گی، یہ ہے اور جس سے نفس کا اللہ میں ترقی ہو، تسخیم، فساد، یہ وہ حقیقت ہے کہ مصیبت
 نہیں تو صورت اس کے ہے اب ہر شخص اپنے گریبان میں یہ بات ڈال کر خود بخود کہ مصیبت کے
 وقت و ترقی یا اجانت ہوئی ہے کہ اس میں یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرات انبیاء وہ ایسا اور ان واقعات سے یہ اثر ہوتا
 مصائب میں موازنہ کرے تو اس کو معلوم ہو گا کہ حضرات انبیاء وہ ایسا اور ان واقعات سے یہ اثر ہوتا
 تھا کہ پیچھے سے یہ وہ عقیدہ ملی کے ساتھ مطلق جرح اور فساد تسخیم میں ترقی ہوتی تھی، اور یہ بات
 اخیر وہ عقیدہ جس سے ہوں کہتے تھے۔

اے عربیہ اسطی ۱۰ ہر ۱۰
 آج ہر ۱۰ شہر ۱۰
 غیر تسخیم ۱۰
 ہر کتب ۱۰ شہر ۱۰

اور اس کی کہتے:

ہر خوش ہو ۱۰ جان ۱۰
 دل فدائے ۱۰ دل راجات ۱۰

فرقہ مشابہت کی سمت

یہ مشابہت کی سمت ہے کہ انہوں نے نبیاء علیہم السلام کو اپنے آپ کیا کر دیا اور کہا کہ وہ بھی
 ہم جیسے بشر ہیں، ان کے بھی من ہو جاتے ہیں، ان پر بھی مصائب آتے ہیں اور یہ کہ انہوں نے
 ہمارے دین کے مصائب میں کشادگی نہ تھی، ان کا فرق ہے؟ اس قیاس کا سہی کے مخلوق کو کیا
 کیا ہے اور یہی تو وہ بات ہے کہ جس کی وجہ سے بہت سے گناہ گوارانہ مصیبت ہوئے کہ یہ تک نہیں

نے میاں کا خطاب لکھ کر اس کو اپنے بیدار ہونے کا قریب آ کر دیا۔

ہلے عالم زینت سب کچھ دیکھ
کچھ کچھ نہ دیکھیں تو ہواں ہی نہ
مستحق ایک ماہر پیشا نہ
وہو اپناں ہی نہ خواہم و خود
ایں مہر مستحق پیشا از علی
در میان فرستے ہو یہ منجا
کے پاؤں را قیاس از خود مسیم
فرستے مانہ در خوشن شیر و شیر

ایں شعر نے اس میں اضافہ کیا ہے

شیر آں باشد کہ آدمی خود
شیر آں باشد کہ قوم را خود

ساحبہ ام قوش میں ایمر و وطن ہے ایک جہاز کچھ نہیں میں دیکھتا ہوں نے وہاں مسیحین محبوب
یہ وہ مگر یہ اس دین کے خوش نہ ہوگا یہ نہ وہاں مسیحین میں ہے وہ کہ دین کے برائے
ہوگا یہ نہ چاہے نہ اور ایک آغوش میں لیتا ہے محبوب اپنے مہر کو لے کر ان میں دینے
اور نہ ہوتے دینے اب نہیں لے سکتے چھوڑ دینا کہ ہے کیا وہاں تکلف کی وجہ سے
آن خوش محبوب سے نکلتا ہے یا نہ لے سکتا ایک میں کہے کہ

نہ شہر نہیں دینے کہ خود ہاں ہی
سر دینے ملامت کہ تو شہر نہ دینا

اسی طرح حق تعالیٰ در وطن کے کوئی نہیں دینے ایک تو کہ کوئی چہ چہ دینے ایک ان کو دینا
تو ہی ہے۔ حق میں یہ جو خدا کی بندگی سے میرا تاب اور ہر حق کی یہ حالت ہے:

خوشا وقت شہر دینے نہ دینے
اگر حق دینے نہ دینے نہ دینے
تو دینے نہ دینے نہ دینے نہ دینے
بہر دینے نہ دینے نہ دینے نہ دینے
دینے نہ دینے نہ دینے نہ دینے
اگر حق دینے نہ دینے نہ دینے نہ دینے

اب تو آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ ایک صورت معصیت ہے، ایک حقیقت معصیت ہے، حقیقت معصیت تو واقعی گناہوں سے آتی ہے مگر صورت معصیت رنج و رجات اور امتحانِ محبت سے ملنے بھی آتی ہے۔
(تذکرہ عمالِ صفحہ ۱۳)

اکیا تو اس اعتراض..... جبلاء کی اس غلطی کا جواب کہ خیرات کی

ہوئی چیز بعینہ مردہ کو پہنچتی ہے:

بعض لوگ ہر موسم پر موسم کی چیزیں اپنے عزیزوں کے لیے خیرات کیا کرتے ہیں، انسانی مردہ چیزیں جن سے مرنے والوں کو رفیت تھی، اس میں پڑھے کچھ بھی جھکا ہیں اور وصیت اور پہنچے انہوں نے اس عمل کے لیے "لے نعلو البرحی تسفروا مساجدنا" سے استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ محبوب شرعاً مطلوب ہے، پھر اس میں کیا حرج ہے کہ مرنے والے کا محبوب مر غیب خیرات کیا جائے، میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے "مساجدنا" "قراہ" یا "مساجدنا" "شکس فرمایا، جس خیرات کرنے والے کو اپنا محبوب خیرات کرنا چاہیے نہ کہ مردہ کا محبوب اور نہ اس میں یہ ہے کہ اصل عار نصیبت کا وہاں ہے اور اپنے محبوب کے اتفاق میں اختلاف زیادہ ہوتا ہے نہ کہ دوسرے کے محبوب کے اتفاق میں، یہ تو ان کے استدلال کا جواب تھا۔

خیرات ہونے والی چیزوں کا ثواب پہنچتا ہے

اب وہ دلیل بیان کرتا ہوں جس سے یہ معلوم ہوگا کہ جو چیز ہم خیرات کرتے ہیں، مردہ وہاں کو وہ بعد نہیں پہنچتی، بلکہ اس کا ثواب پہنچتا ہے، "لن یشال اللہ لخواصنا ولا مساجدنا، لیکن یشالہ الفقوی بنسکنا" اس میں صاف تصریح ہے کہ قربانی کا گوشت و خون خدا کے یہاں نہیں پہنچتا، بلکہ تمہارا منوس و انکسار پہنچتا ہے، اور اس ہی کا تم کو ثواب پہنچتا ہے، اور وہی ثواب مردوں کو پہنچا دیا جاتا ہے، جب کہ ان کی طرف سے قربانی یا اور کوئی خیرات کی جائے اور اس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ محرم کے شربت میں بھی عوام کے مل کا حق بھی خیال ہے کہ شہداء کے راہِ چلنے سے شہید ہو گئے تھے، اس لیے شربت پہنچانا چاہیے کہ یس بھیجے۔ اور اس تو یہی سمجھنا تھا کہ ان کو یہ شربت پہنچتا ہے، مگر بہت بڑے گناہیں پہنچتے، دوسرے یہ عمل عقیدت کے بھی خلاف ہے، کیا آپ کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ حضرات ان کی تک پہنچتے ہیں یہ اعتقاد آپ ہی کو مبارک ہو، ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ ان کو شہادت کے وقت ہی انشاء اللہ تعالیٰ شرابِ عبود کا وہ جام مل

ہر جانکس و ہر ایک خوراک کی زمینیں ہیں کہ تر جودوں کے نیچے سے من کا بدن جھلکتا ہے، اینست کی
مٹی جو بہت امیر و ثلث کی ہے۔

حوض کوثر کا پانی

حوض کوثر کے پانی کی تعریف یہ ہے: "میں شرب مہ سیرنا لا یضعا بعدھا مداً" میں نے
میں سے ایک اندر پانی پی لیا۔ اس کو سگی پیاس کی نہ گھٹئی اور لطف یہ کہ بدن پیاس کے بھگا
میں ہی رہتے۔ دلی اور اس کا حلق حاصل، دیکھا دیتا کہ پانی میں پیس کے وقت تو عروا آتا ہے،
بدن پیاس کے عروا پس آتا، جنت کے پانی کی یہ شان ہے کہ ایک دفعہ پانی سر نہر کے لیے پیاس
کی گفت دلی ہو جائے گی اور بدن پیاس کے سر کا سرو حاصل ہوگا، مثلاً ذرا پیاس ایسا پانی
کہاں آجائے جس سے پیاس نہ ملے، اور بدن پیاس کے اس سبب سر آئے، اس پر ہی امتحان کو
قیاس کرنا کہ تمہارا جنت کو دنیا کی لذتوں سے مختار نام کی مشابہت و تشابہت ہے، واجب ہے حیرت کرنا
کہ وہ دے سر و عروج دینا میں دوتے اور پیاس کی نعمتوں سے محروم ہوتے، سر امر حاکم نہیں تو
اور کیا ہے؟ ارے ان نعمتوں کا ان کے سامنے رکھو تو شاید ان کو نے آنے لگے۔ (ایضاً صفحہ ۱۰۰)

باذنواں اعتراض۔ اس شبہ کا جواب کہ مشائخ بعض مرتبہ اہل کو

خليفة مردیے ہیں!

جواب یہ ہے کہ تمہیں بے گمراہی کے وقت میں ہو، میرا اہل ہوگی، ہوا دیا ہونا مستبعد نہیں،
وہی نیچے ملے گی، کتاب میں مذکور ہوا ہے: "ایک تو یہی کہ" "سعيد فہ دلفی" "قیس" دلی بھی شکی
نہی ہو جاتا۔ یہ وری اس حدت کے حق نہ میں دلی ہے۔ (امجد دہلوی صفحہ ۲۵)
تو یہ امر موجب اعتراض نہیں، کیونکہ تمہیں ہے اپنی رشت کے وقت اہل کی ہو، بعد میں شکی
ہو کہ وہی اور یہ ایک جہل و لا سرن کے خلاف نہیں، کیونکہ اس مسئلہ میں واصل فی الواقع سرو
ہے، فی زمرہ شیخ باقی نواصل اور کا قاعدہ واقع کے اعتبار سے اہل حلی ہے۔ حدیث اس کی
تائید ہوتی ہے، انکار کی ایک حدیث میں ہے جس کی قوی نہ دوسرے کو "تائید الایضاد" کو حاصل
طریقہ انظر لہ "کہ ان کی حدیث ہے قلب میں دوست ہو جاتی ہے بقاعدہ، لیکن تمہیں اس
قول کو اعتراض ہے کہ اس ضمن میں اہل حلی کے واقعہ نظر نہ آیا، یہ کہ اس نے اس پر کچھ نہیں
کہا، جس قدر کہ یہ پیش حدیث کے ضمن سے یہ مسئلہ بہت عجیب و غریب ہے، ابواب اس اعتراض کا اور

ہے جو لطیف بات ہے اور اس مقام پر اس کو ذکر نہ مسموع ہے، وہ یہ ہے کہ مشائخ کچھ وقت سے
 اہل میں دیا، اشرف کا مادہ، کچھ کرنا ہے اس میں پر غماز کر لیتے ہیں کہ وہ وہاں کی تربیت
 کر کے کا قرآن کی روش و شہ سے اپنی بھی اصلاح ہو رہے ہیں، یہاں تک کہ ایک دن کامل
 ہو جائے گا، پھر اگلے اہل شائستگی اس امید کو ملا کر دیتے ہیں، مگر ایسے کم ہوتے ہیں، غالب
 حالت یہی ہے کہ اس میں دیا، شرف کا مادہ ۲۵ ہے (۱۵۵) وہی تربیت کرتے ہوئے اپنی
 صلاح بھی ضرور ہی کرتا ہے۔ (زیٹا صفحہ ۲۶)

ترجیوں اعتراض ... اس اختلاف کی ترویج کی نجات آخرت ہمارے

اختیار سے باہر ہے!

یہ امتیاز یا کمال غلط اور صراحتہ نصوں کے خلاف ہے، مگر اس مخالفت نصوں پر جو جس کی وجہ
 سے ہے، اس میں ان لوگوں پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا، مگر نہیں شد یہ ضرور کہا جائے کہ قرآن میں انہیں
 بھری ہوئی ہیں، جن سے بعدت آخرت کا عقل اختیار ہو تا حد تک مناسب معلوم ہوتا ہے، عقل تعالیٰ
 فرماتے ہیں: "سَلَوُا إِلَيْكُمْ مَعَهُدٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَ مِنْ عَمَلِكُمْ تَحْرُفُونَ"۔ "و لا یسر"
 جس میں عبارت ان الفاظ کا مراد ہے اگر جنت میں جاؤ، ہمارے اختیار میں نہیں ہے تم حکم
 "مسبقاً" کیوں ہے "مضمونہ" اس بارے اختیار میں ہے کیونکہ حق تعالیٰ عطا فرمائی ہو رہی کا
 مقصد نہ دیا کرتے ہیں، پھر عطا فرمائی ہو، مگر مقصد نہیں فرمایا کرتے، نہیں موجود ہے، "لا یحکم"
 "سَلَوُا إِلَيْكُمْ مَعَهُدٌ" شاید یہ شہ ہو کہ جنت و دوزخ جو وہ نظر نہیں آتی، جو اس میں کوئی اثر
 پہنچیں، یا کوئی اثر ہو، ان کی جائیں، دوزخ ہو، مگر جائیں، پھر اس کی طرف سبقت کس طرف نہ
 جائے، "و دوزخ سے کچھ پہنچا ہے۔"

فعل اختیار کے دو معنی ہیں

ترجمہ کچھ رسمی فعل کے اختیار کی ہوتے کے دو معنی ہیں۔ پہلے یہ کہ یہ اختیار اختیار کر رہا ہے
 "عما، کما، اختیار کر رہا ہے، یعنی وہ اس سے یہ کہ ہر ایک اختیار کر رہا ہے، یعنی اس کے
 اسباب اختیار کر رہا ہے، جس کو وہ چاہتا ہے، وہی اختیار کر رہا ہے، "و لا یحکم" اس میں اختیار کر رہا ہے
 ہے، "و لا یحکم" یہاں ہے۔ پہلے کہ اس کو حق ملتا ہے، لیکن یہ اختیار کر رہا ہے، "و لا یحکم" اس میں اختیار کر رہا ہے
 کچھ معنی ہیں کہ اس کے اسباب اختیار کر رہا ہے، "و لا یحکم" اس میں اختیار کر رہا ہے، "و لا یحکم" اس میں اختیار کر رہا ہے

انہوں نے مسائل اور ایمان کے لیے سادہ اور ایمان بولانیا، ان کے لیے تو یہ افتاداریات کے متعلق ہیں۔
 پھر جب مال کو اخلاق سے منسلک کرنے کا سر ہے (یا محبت الہیہ میں) اس طرح کرنے کی ترغیب
 ہے (یا اس امر کا قلب کے متعلق ہے) پھر قسمت مصلوٰۃ کا سر ہے، یہ طاعت بدنیہ ہے، پھر ایمان،
 زکوٰۃ، یہ طاعت مالیہ ہے اور یہ جواب دہی کا سر ہے، وہ غنائی امور ہیں۔ جس کی حد ہر
 قدر کی میں تصریح ہے۔ "ان فی السعۃ السعۃ سوی الرکوکہ ثم یلا الایۃ" (لا، مطلب ہے سر کا
 قرب بھی ہے، کیونکہ اگر اس کو مرثیٰ مال ہے تو اس کے ان کے لیے فقہانہ موقوفاتی نہیں، کچھ
 زائد غنائی کرنا ہے اور اگر اندر مرثیٰ ہیں تو جب ان کا مقتضی بھی نہیں ہے کہ فرض سے ملے، کچھ
 اس شخص کی حد سے مرثیٰ کرنا ہے (اس نے بعد ایمان عید کا سر ہے جو معاشرت کے متعلق
 ہے، پھر ہر کا سر ہے، جو سوگ کے متعلق ہے، فرض میں تمام شعبہ فقہی کو اجازت دے کر، یا
 مکتبہ ہے، اس لیے "وہذا ملک"۔ "اس"۔ "پاس کو موقوف کیا ہے، تو اس کے لیے"۔ "خدا تعالیٰ نے
 یہ تہ لہج بنائی ہیں یا نہیں؟ اور یہ تہ لہج اختیار کی ہیں یا نہیں؟ تو اس میں جائز ہے کہ وہ
 یہ نہیں؟" اور یا کہ تہ لہج واقعہ میں نے جوئی ہیں مگر ان پر عمل نہ کر، اس کا بجا آنا محبت پر موقوف
 ہے، یہ ان محبت کے لیے نہیں، سو لہج تو ہے جب یہ ہمارا عقیدہ ہے، اگر اس میں ہر ایک اور اس
 کی کوئی تخصیص ہے؟ تو کیا ہے؟ سب کو یہ محبت ان پر موقوف ہے، کیونکہ اگر اس میں ہر ایک اور اس
 محبت پر موقوف ہے، لہذا ان کے لیے کہیں بھی کی جاتی ہے، ان کو یہ کہا جاتا ہے:

رأی : چند بیکار برسم

لیک : سدا است جنم از دہا

وہ نہ ان کی تو محبت پر موقوف ہے، پھر سادہ ہو، میرے سے اس شخص کی جاتی ہے، اس
 کے متعلق میں کہتے ہیں:

اگرچہ میں نے جس نے خواب میں

تو کل اور اس کی حقیقت

تو کل اور اس کی حقیقت
 یہ کیا ہے، اس کی اصل امور و خیرات ہی میں سے ہے، یہ جاتا ہے، ان کو تو اس کا دعویٰ ہے تو پس
 یہ دعویٰ اس میں بھی کیا ہو، میں تو کل و متعلق نہیں کرتا، ایک ایسی کی ماضی تمام لڑائیوں کو اس میں
 ہے تو کل سمجھا ہے، وہ تو کل نہیں ہے، تو کل کے لیے ماضی نہیں، یہ سبب ہے تو بعد از ان کے

ہائے، بلکہ طریقہ حد یہ ہے کہ جہاد و فتنہ برہنوں کو ملایا جائے، یعنی کام کر کے توکل کرنے چاہیے:

مگر توکل فی مکتبی دو کارکن

کسب کن ہنس مخفیہ جہاد نین

دنیا میں ہم بھی سمجھتے ہیں کہ کشتی کے کئے شرع کے متعلق خدا تعالیٰ پر غلط دیکھو، غلام یہ ہے کہ عمل میں تو اسباب کو اختیار کرو اور شرع میں توکل کرو۔ پتا چھو، یہی معاملات میں سب کا یہی طریقہ ہے مگر نہ معلوم یہ تجربہ کیا ہے کہ اسود انرا یہ میں عمل اور شرع دونوں میں توکل سے کام لیتے ہیں؟ حالانکہ ایمان بھی یہی طریقہ اختیار کرتے چاہیے جتنا جو معاملات دنیا میں اختیار کر رہا ہے، اور نہ دونوں میں فرق بلکہ یہ ہے 'بلکہ اگر نہ کیا جائے تو ایسا آخرت کا فرق اس کو نقصان سے کہ متہ حدود نبویہ میں تو ترک تدبیر تحلیل اسباب کی گنجائش ہے اور متہ حدود اخرویہ میں ترک تدبیر تحلیل اسباب کی مطلق گنجائش نہیں، کیونکہ توکل معنی ترک اسباب کی حقیقت ہے، ترک اسباب مخلوقات غیرہ، سو یہ معنی جن اسباب پر مصلوب کا ترک عادت تقنی و ظہری ہے اور شرعاً وہ سب بھی نہ ہوں، مان کو ترک کر دیا جائے، باقی جن اسباب پر یہ وہ مصیبات کا ترک تقنی ہے، ان کا ترک یہ عرضیں، اور ان کو توکل کیا جائے گا کہ بھوک کی حالت میں آپ ہاتھ پر ہاتھ نہ کھڑے نہ جائیں کہ خدایا کو انکسور ہوگا تو بہت خود بخود ہو جائے گا، اگر یہ شخص بھوکا ہو گیا تو حاسی ہوگا اور اسباب مخلوقات کا ترک بھی اس کو چاہئے جو خود بھی قوی الحس ہو اور اس کے ذہن و خیال بھی، یا اس کے اہل و عیال کی توفیق اور ضعیف حسرت ہو جس کے میں ضعیف ہوں، اس کو ان کا بھی ترک چاہئے نہیں، اسی طرح اسبابہ اور بہا کا ترک توکل نہیں۔

آخرت کے لیے سعی کرنا

ہم توکل کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اب سوچئے کہ قرأت آخرت کے لیے جو اسباب شریعت نے دیوں کی ہیں، ان کو کیسے ہیں؟ آیا وہ سب ہیں؟ نہیں؟ مونہ بہت کہ اسود پھر ان کے آوان پر مصلوب کا ترک کا شرعاً ضروری ہے یا ممکن (خیال)؟ تو انھوں نے معلوم ہوتا ہے کہ اسباب آخرت پر جب مصلوب لازم ہے، پناہی دشواریہ۔ یا دخل من فتنہ، جب تک کہ کسی دلوں کو اس وقت بدخلوں سے نہ دلا، فتنوں، اور انہا اور ارشاد ہے:

”حسن نفس منقذ من ذل، حیرت من فتن، مال من ذل، ذل من ذل“

اور بہت سے انھوں میں جن میں المال آخرت کے متعلق حیرت و غم ہے کہ جزائروں اور حیرت

برسات اور بارش میں انہیں میں ملی غصہ سے کہہ دیتے ہیں، یہاں کہ مکانات ہوتے تو ان میں سے کسی کا جو یہ یہ ہے کہ دوسری نفسانیت سے اس کا وقت گھٹی بہت ہو جائے کہ حق تعالیٰ یہ بھی کرتے ہیں کہ جو برکت ایک تاریخ میں سمجھ رہے ہوتے ہیں، وہی برکت دوسروں کے لیے دوسری تاریخ میں پیدا کر دیتے ہیں، جس کو اپنی تحقیق کے ذریعہ وہ حق پتہ دیکھتے ہیں خدا تعالیٰ نہ کہتے کہ ایک رات سے دوسری رات میں منتظر کر دیا گیا مشکل ہے؟ ان کی شان تو یہ ہے کہ "تولدت لیسلی اللہ سبتہ ماہیہ" خضدار "کہ حق تعالیٰ تم ہوں کو مسند عبادت میں اور جو کو عبادت کر دیتے ہیں، عہد میں ہے کہ حق میں اللہ تعالیٰ ایک بندہ سے درپردہ کرنا نہیں کہے کہ یہ تو نے کیا کیا تھا؟ تو نے قلوب کو کیا تھا؟ اور اللہ تعالیٰ اول چھوٹے چھوٹے بندوں کو گواہیں لے، بندہ سب کا اقرار کرے گا اور اپنے دل میں اسے کہے گا کہ: ابھی نہیں سمجھا ہوں گا تو ذریعہ نہیں ہوا، دیکھئے اللہ پر کسی حرکت ہو؟ حق تعالیٰ کہہ کر کے پہلے ہی فرما نہیں لے کہ چاہا کہ اس نے تم کو کہہ کر دے، عرض ایک سنگی اے اب بندہ خود اپنے بندہ کو کہہ کر لکھیں میں نے تو ارہی ہوں، بڑے آگاہ کیے ہیں، ان کا یہ سہ ڈکری نہیں آیا، دیکھئے میں کہہ عرض بھی نیکیاں لکھیں، یہ آخرت میں ہوگا اور دنیا میں "یسئل لہ ما ملکہم من عباد" کا مصداق ہے کہ مکات و نبات کو مہذب بہ حکمت احسان کر دیتے ہیں، عقل کو عبادت سے اور جبل کو علم سے ہاں، دیتے ہیں اور احسان میں یہ صورت ہے کہ پانی کو خون کر دیتے ہیں، کہ تو ہر خون پر خدا اب ہم سلا ہوا تھا، دونوں کو دودھ بنا دیتے ہیں جیسا کہ عورتوں اور گائے بکری کے پستان میں، شاہد درجہ اگر دیکھیں، درخت کی برکت دوسری تاریخ میں بھی رکھیں تو کب بعد ہے؟ "مولانا فرماتے ہیں:

گر نہ ہو عین غم شادی شاد

میں بندہ پائے توانوی شاد

کیا داری کہ تہدیش کنی

گرچہ جوئے خون بود تہدیش کنی

واقعی حق تعالیٰ سے زیادہ کیا جانے والا کون ہوگا؟ جب فکر کو کیا اور تدبیر سے جانے کو سوتا اور اچھ کو چاندنی بنا دیتے ہو تو وہ پتھر کو سونا بن دیتی تو کیا جید ہے؟ اور، تھی بھی یہی ہے کہ کد سونا چاندنی اور سب دھاتیں زمین میں سے نکلتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس میں ہی سے کیا کیا بنادیا !!!

جس کے یہاں جو تاریخ ثابت ہو وہی برکت ہے

راہیہ کیا ہوتا بھی ہے؟ شک؟ اس کے لیے دوسری نسخہیں موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نسخہ کے لیے اسی تاریخ میں برکت ہے، جو ان کے حساب سے پھر دہرائی ہے۔ حدیث میں ہے۔

”الصوم يوم تعب من الدنيا، والعطراء يوم فطرته، والاصحى يوم قضى حوائج“

”روزہ اسی دن کا ہے جس دن تم روزہ شروع کرو عید الفطر کا وہی دن ہے، جس دن تم عید الفطر منانا اور عید الاضحیٰ اسی تاریخ کو ہے جس دن تم قربانی کرو۔“

اس کا مطلب حضرت استاد نے فرمایا کہ جس تاریخ میں تم واقعی تحقیق کے موافق روزہ شروع کرو۔ یا تحقیق کو کے روزہ ختم کرو۔ تو وہ کے نزدیک وہی روزہ اور اضطراری تاریخ ہے۔ مگر جو خواب اور یہ کہ وہ رمضان میں عید الفطر عید الاضحیٰ کے دن میں آگئی مٹی ہے، ہر شہر کے مسلمانوں کو ان ایام میں نہ صل ہوگی جو ان کے نزدیک رمضان و عید کی تاریخیں ہیں، لہذا تمام واقعی تحقیق کے موافق جس دن کو چندہ شعبان بھجوا کر روزہ رکھو گے، حق محترم اور وہی دن سے کئی رات قبل رہے لیے پندرہ روز رات ہے، اختلاف تاریخ سے فیہ میں نہ پڑے۔ (ایضاح ص ۷۷)

بچپنوں اعتراض..... عورتوں کے اس عمل کی تردید کہ کھڑ میں ملی

کچیل رہتی ہیں اور باہر زریب وزرینت کے ساتھ!

تو عورتیں اپنی راحت کے لیے یا اپنے خاوند کا بھی خوش کرنے کے لیے قیمتی کپڑا یا زیور پہنتی ہیں، ان کو تو کد نہیں ہوتا، جن کس دکھاوے کے لیے پہنتی ہیں، وہ جگمگا، ہیں اور اس کی عادت یہ ہے کہ اپنے گھر میں تو ذلیل و خوار بھنگیوں کی طرح رہتی ہیں، اور جب کہیں تقریب میں نکلیں گی۔ تو اب کی پٹی بن کر جائیں گی، جیسے لہجہ کے مزدوروں خرقہ منگھٹا پاندہ کر مزدوری کریں گے اور شام کو کرائے کے گہڑے پہن کر بیب مشروہ پیرا ڈال کر نکلتے ہیں جن میں سے ایک چیرہ کا تو پان کا بیڑا لیں گے اور ایک چیرہ کا بھولو کا گھڑا گلے میں ڈالیں گے جیسے کسی تو اب کے بچے ہوں۔ اب عورتیں دیکھیں کہ یہ جوڑے بدن بدل کر جاتی ہیں، اس میں الٹائی نہایت کیا ہے؟ اگر اپنی راحت اور دل کی خوشی ہے تو پھر میں اس خواہش سے کیوں نہیں رہیں؟ بعض کہتی ہیں کہ ہم تو اپنے

خاندان کی عزت کے لیے غم و ہوا بھری کر نکلتی ہیں۔ اس میں تو میں سحرمان لیا ہوں تو یہی دفعہ ایک جوتا
قرنے تقریب کے لیے نکالا تھا، خاندان کی عزت کے لیے تمہارے خیال میں دھن کافی تھا۔

اب دیکھو کہ اگر تقریب میں پہرے پہنے، عین دن جا، ہو جو سے تو تم تینوں دن اتنی ایک
جڑ سے میں جانا کی، یا ہاں دن یا جڑ ہوا ہو گی؟ ہم تو دیکھتے ہیں کہ ہر دن جوتا بدلنا ہوتا ہے، آخر
کیوں؟ خاندان کی عزت کے لیے ایک ہی کافی تھا، مگر نہیں! ہر دن تو جوتا بدل رہی ہیں اس لیے کہ ایک
ہوڑ سے مگر ہر دن نہیں ہاں نہیں اور اگر کچھ نہ بدنس کی تو وہ یہ نہ ہو رہی ہیں بدل میں کی ہاں کہ ہر دن لیا
جوڑا معلوم ہو، پھر مکمل میں چمک کر ان کو زور دکھانے کی غرض ہوتی ہے، غرض تو اسی غرض کے لیے
تینے سر پہتی ہیں تاکہ سب کو سر سے بے رنگہ کا زور نہ ختم جائے اور جوان میں سے سولوں میں وہ رنگے
مرتب نہیں، نہیں مگر کسی نہ کسی بیان سے وہ بھی اپنا زور دکھلا دیتی ہیں کتنے سر کھجاتی ہیں، کتنے کان
کھجاتی ہیں، یہ یا ہے اور اس غرض سے تھکی کپڑا یا زور پھنسا کر ہم ہے، ایک مرض تو عورتوں میں
یہ ہے کہ جب یہ کھس مکمل میں جاتی ہیں تو سب کے لباس اور ہر کو سر سے بے رنگہ ہاں کہ لیتی ہیں،
تاکہ ایک جس کہ ہم سے تو کوئی نہ زور نہ نہیں رکھتی ہے اور ہم کسی سے گھنے ہوئے تو نہیں ہیں، یہ بھی
اس دیا اور کچھ کا شہ ہے، یہ مرض مردوں میں کم ہے، ہر ان کو تو ایک جگہ بیٹھتے ہوں تو مردوں
میں سے ایک کسی کو اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ اس کا لباس کیسا ہے؟ اس لیے مجلس سے اٹھ کر وہ
کسی کے لباس کا حال بیان نہیں کر سکتے اور عورتوں میں سے ہر ایک کو یار بتا ہے کہ کسی عورت کے
پاں کتنا زور تھا؟ اور لباس کیسا تھا؟ یاد رکھو! اس غرض سے تھکی ہاں پہننا یا کڑ نہیں۔

(غریب اندھا سنا ۴۹)

چھپنواں اعتراض... مردوں کی کوتاہی کے عورتوں کے دینی امور

اپنے ذمہ نہیں سمجھتے!

وہ اپنے ذمہ صرف اندھی متوق سمجھتے ہیں، دینی حقوق اپنے ذمہ سمجھتے ہی نہیں کہ ہر روز مسلمان
کے دین کا بھی کوئی حق ہے، مثلاً گھر میں آ کر یہ پوچھتے ہیں کہ کھانا تیار ہوا یا نہیں؟ مگر یہ بھی نہیں
پوچھتے کہ تم نے نماز بھی پڑھی یا نہیں؟ اگر کھانے کے لیے گھر میں آئے اور معلوم ہوا کہ ابھی تیار
نہیں، تو خدا جوتے ہیں یا تو ہو گیا، مگر مرضی کے موافق تیار نہیں ہوا، تب بھی خدا جوتے ہیں، مگر
کبھی یہ معلوم ہوا کہ یہی نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی، تو ان کو ذرا بھی ناگوار ہی نہیں ہوتی، بلکہ یہی
پر نظر ہوتے ہیں بلکہ اگر کسی کی بیوی گھر بھر بھی نماز نہ پڑھے تو بہت سے مردوں کو اس کی بھی عداوت

نہیں بولی، مگر کبھی کسی نو جوان بھی ہوتا ہے تو یہ وہ ہیں جو چیز ان کو ملے ہیں اور ان کی ہولناکی
 بستی کی بات کہہ دیتے ہیں کہ بی بی نماز پڑھاؤ، اور تم کو ترک کرنا چاہئے، کھانا کھاؤ، اس کی ترکیب کرنا ہے
 اور ایک سبکدوش ہو سکتے اور جب کسی سے ان سے کہہ کر تم کو جی پی کی کوٹھڑی کے لیے سبکدوش ملے
 کہہ دے تو یہ جو وہ بے چین ہیں کہہ کر دیا تھا، اب وہ کسی پڑھتی تو ہیں کہہ کر وہ بے چین ہیں کہنا
 وہوں کی انصاف سے مراد ہے، کیا آپ نے ان کے اپنے ہی دماغ کو تھا جیسے نکال دیا ہے؟ پھر کہا
 کہ وہ ایک اور لوگ کے لئے ہے۔ اس نے کس کی اس کی بات کی؟ وہ تو کیا وہاں بھی آپ
 ایسے ہی خاموش ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے ایک دوا کہہ کر خاموش ہو گئے، اب اگر وہیں
 تم کو سبک دے پھر تو آپ سر توڑے تو آگاہ ہو پڑتے ہیں، وہی یہی صورتِ نقلی ظاہر کرتے ہیں کہ
 بی بی لے کر جاتی ہے کہ میاں بہت ناراض ہیں، اس لیے وہ سب جھانک کی اسٹارٹ کر رہا ہے، مگر
 ہے وہ یہ، نماز کے لیے آپ نے اس طرح بھی نہیں کیا، جس سے بی بی کی سبک دیا ہے کہ میاں
 ناراض ہو گئے ہیں۔ اگر یہاں بھی بی بی عین نقلی ظاہر کرتے تو وہ اس ڈیڑھی سے اور بہتر نام لیتی اور
 اگر ایک دفعہ کے کہنے سے نہ پڑھتی تو دوسرے وقت پھر ظاہر ہوتے، پھر نہ پڑھتی تو تیسرے وقت
 پھر کہتے اور اب تک وہ نماز نہ پڑھتی رہے۔ سب سے اور مختلف طریقوں، اس کی نقلی ظاہر کرتے
 کھانا پکھا کر دیا، اس کے چہرہ کا پکا ہوا نماز کہہ گئے، عیب کی کسب کی حیل کی پکار
 ایک بار کھانا نے سے اثر نہ ہوا تو آپ خاموش نہیں ہو پڑے، ان کے اندر اترتے رہتے ہیں اور وہاں
 ان کی یہ حیل نہیں ہوتا کہ اتنی دفعہ کہہ دے ہے، اب ان کی وہ حیل مانتی تو ہیں یا کہ اس سے
 خاموش ہو پاؤں اسے ہوا اس کے لئے سے بتائے، اگر ہم نے بھی کہہ دے پڑے کے باب میں اپنے
 بی بی کو اس طرح سمجھ لیا ہے، وہیں نماز کے باب میں سمجھ لیا جاتا ہے، اب اگر ہمیں یہ تو نہ اس کو مان
 ہے۔ اگر آپ بی بی کو نماز ہی نہ پڑھاؤ ہیں تو کچھ دشواریاں نہیں، لیکن یہ صورتِ ظاہر نہیں مگرم ہے۔
 چنانچہ بی بی غرض سے یہ ان پر کبھی سے بھی ہائی ہے، پھر دین کے لیے اس حکومت سے ان کا نام
 نکال کر جاتا۔ (مترقی اہستہ متلی ۶)

ستر نواں اعتراض..... زمانہ اسکول کا قیام معورتوں کے لیے نہ ہر قافل ہے!

بعض آدمی اپنی لڑکیوں کو آزاد باب یا کہ معورتوں سے تعلیم دیتے ہیں، یہ سب کہ ہم صحبت
 کے اطلاق و جذبات کا آدمی میں ضرور اثر کرتا ہے، خاص کر جب وہ کچھ صحبت ان کو کہہ دے
 منہ بھی ہوا اور ظاہر ہے کہ استاد سے زیادہ ان کے نصیحت کا خون جامع ہوگا؟ آقا اس صورت میں او
 نہ آدمی کے لیے یا کہ ان لڑکیوں میں بھی آئے، اور میری رائے میں سب سے زیادہ ضرورت کا یہ

[illegible]

موجودہ زمانے میں اسکول کا حال

[illegible]

لوگوں کی تعلیم کا طریقہ

مسلم طریقہ زندگی کے لیے کسی بے غور، تہور سے چھٹا تا ہے کہ وہ وہاں معیار زندگی کے نئے اپنے خالق کے مواقع میں آئیں اور پڑھیں اور حتیٰ امکان اگر ایسی مصلحت مل جائے جو ان کو ان کے عقیدہ پر سے یہ تعلیم زیادہ برکت اور با اثر ثابت ہوگی۔ نہ وہ یہ دیکھ سکتے ہیں کہ ان کی تعلیم کیا ہے کہ اتنا عقیدہ سے ہے اور جہاں کوئی ایسی مصلحت نہ ملے۔ بے فکر کے مرد و عورتوں میں آپ جاننے کو تو پڑے اور انساب تعلیم یہ بتا کہ قرآن مجید کی "ادراکات" صحیح پر عایا ہے نہ پھر کتب و رسائل قرآن کی حق پر مبنی اور اس کی ہمیں تعلیم ہو سیر نہ تو کتب و مسالحت کی روشنی پر ان کے دلوں سے

ضرورت کے لیے کافی ہیں اور اگر گھر کا سرِ تعلیم ہے تو جو مسائل بشرِ متناک ہوں ان کو چھوڑ دینا چاہیے
 بیٹا کے ذریعہ سے سمجھا دے اور اگر یہ نظام بھی نہ ہو۔ جسے تو ان پر نشان کر دے تاکہ ان کو یہ مقامات
 محفوظ نہ ہیں، پھر وہ سبائی ہو کر خود سمجھ لیں گی، بااگر عالم شہر میں سر بیٹو اس سے پوچھ لیں گی، یا شوہر کے
 ذریعہ سے کسی عالم سے تحقیق کر لیں گی، چنانچہ ہم سے پہنچی زیور کے دستور العمل میں جو مثال پر
 ملحوظ ہوئے ہیں اس کا خلاصہ لکھ دیا ہے۔

خصوصی مسائل

مگر بعض لوگ اس کو دیکھتے نہیں اور اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ اگر کوئی مرد بچہ جانے لگے تو ایسے
 مسائل کس طرح پڑھائے؟ اس لیے ان کا لکھنا ہی کتاب میں مناسب نہ تھا کیسی کجی سمجھ۔ ہے؟ بہشتی
 زیور کے خیر میں۔ قیود سالوں کا کام بھی لکھ دیا ہے، جن کا پڑھنا بڑھان اور مطالعہ عورتوں کو مفید ہے۔
 اگر سب نہ پڑھیں تو ضروری مقدار پڑھ کر، خیر کو مطالعہ میں ہمیشہ رکھیں اور تعلیم کے ساتھ ان کے
 عمل کی بھی نگرانی رکھیں اور اس کا بھی انتظام رکھیں کہ ان کو تدریس کا شوق ہوتا کہ سرِ ترجمہ غلطی نہ
 تو اس سے علم حاصل کی توجہ یہ تحریریں ہوتی رہتی ہے اور اس کی ترغیب دینا کہ مطالعہ کتب مفید ہے۔
 کبھی غلطیاں ہوں ضروری یہ کتاب کے بعد اگر طبیعت میں قنایت دیکھیں تو عربی کی طرف متوجہ
 کریں تاکہ قرآن وحدیث و فقہ اسلامی زبان میں سمجھنے کے قابل ہو جائیں اور قرآن کا خیالی ترجمہ جو
 بعض لڑکیاں پڑھتی ہیں، میرے خیال میں سمجھنے میں زیادہ غلطی کرتی ہیں، اس لیے اکثر کے لیے
 مناسب نہیں یہ تو سب پڑھنے کے متعلق بحث تھی۔

لکھنا بھی سکھایا جائے

را لکھنا تو اگر قرآن سے طبیعت میں بے باکی معلوم نہ ہو تو کچھ مضامین ضرورت خالق کے
 لیے اس کی بھی حاجت ہوتی ہے اور اگر اندیشہ خرابی کا ہو تو مفاسد سے بچنا چاہیے مضامین خیر و اوجہ
 سے اہم ہے، ایسی حالت میں لکھنا نہ سمجھائیں ورنہ خود لکھنے دیں۔ دوسری قیود ہے عقائد کے اس
 خلاف کا کہ لکھنا عورت کے لیے کیسا ہے؟ (مثنوی البیت نمبر: ۲۸)

اٹھاؤ نواں! عتر ارض... ماں باپ کا حق پیر سے زیادہ ہے!

لکھ سے ایک سال کیا گیا کہ ماں باپ کا حق زیادہ ہے، یا پیر کا؟ تو میں نے یہی جواب دیا کہ
 ماں باپ کا زیادہ حق ہے، البتہ: "لا طاعة لمخلوق فی معصیة العالی" یعنی اگرچہ شریعت

کے موافق حکم کرے اور ماں باپ اس کے خلاف کہیں تو اس وقت میری اطاعت ہوگی والدین کی تیر ہوگی، سوچ سکی اس لیے وقت ہے کہ وہ شریعت کے احکام پر چلتا ہے، حق کے اعتبار سے نہیں حق کے اعتبار سے والدین کا سر جو خدا کے بعد ہے اور میری آج کل اپنے کو مانگ بگھنے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نواسہ ملک تو سرور ملی میری کچھ بہت زیادہ برے نہیں۔

بیروں کا حال

یورپ میں ایک جڑ تھے، وہ عورتوں کے پاس جا کر ٹھہر جاتے تھے، خدا ایسے بیروں کو ذرا سے کرے اس کے ساتھ وہ بڑے بڑے رگ اور قلعہ انجم مشہور تھے اور کئی لاکھ آدمی ان سے مرید ہیں، ہندو بھی ان سے مرید ہیں، اسلام اور دوشی میں پہلے عوام خصوصاً مطلق کی نسبت تھی، مگر اب اس زمانہ میں من و جہ کی نسبت ہو گئی، یعنی پہلے درویشی کے لیے مسلمان ہونا ضروری تھا، اب کافر بھی صوفی درویش ہو سکتے ہیں، یہ ان رتنوں کی بدولت ہے، ان کے نزدیک کافر بھی سر ہو سکتا ہے، یہ لوگ دجال پر ضرور ایمان لے آئیں گے، کیونکہ وہ تو بڑا صاحب تعریف ہوگا اور چونکہ ان کے نزدیک صوفی کا مسلمان ہونا ضروری نہیں، اس لیے دجال کو تو بڑے تکلف چیز اچانکس گئے اور جس کا یہ عقیدہ ہے کہ جہاں شریعت نہیں، وہاں کچھ نہیں، اس کے نزدیک کرامات وغیرہ کی کوئی وقعت نہیں، وہ سب سے پہلے اتباع شریعت کو دیکھے گا اور چونکہ دجال کافر ہوگا، اس لیے یہ شخص اس کے قتل سے محفوظ رہے گا۔

صاحب دجال قریب ہی نکلے والا ہے، اس لیے جلد اپنے عقیدہ کی درستی کروا اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجھے الہام ہوا ہے، بلکہ علامات و آثار بتلاتے ہیں کہ دجال کا زمانہ خروج قریب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود یہ احتمال تھا کہ کہیں میرے ہی زمانے میں نہ نکل آئے، اس لیے ممکن ہے کہ ہمارے زمانے میں نکل آئے، اس لیے اپنے عقائد و رسمت کرلو، جس کو خلاف شریعت دیکھو، اس کے ہرگز مستند نہ ہو، آگے آپ کو اختیار ہے۔

آج کل کے بیرونیوں کو غلام سمجھتے ہیں

غرض آج کل یہ سمجھتے ہیں کہ مرید ہماری مملوک ہیں، ماں باپ اور بیوی سب سے بچھا دیتے ہیں، یاد رکھو اگرچہ کہے دات کو غلطی ہو، عموماً باپ کہے سوتے رہو، تو باپ کی اطاعت مقدم ہے، ہاں، اگر باپ شریعت کے خلاف کوئی حکم کرے تو اس وقت باپ کی اطاعت جائز نہیں، شریعت کا لحاظ مقدم ہے اور ماں باپ کا اتفاق ہے کہ ہر جگہ ایک درویش تھے، بنی اسرائیل میں، وہ جنگل

علاءِ آباد نے شریعت کی تعلیم کو دیکھا، لہٰذا گجرات کے قلعہ دورست کو قلعہ بنایا ہے۔ آپ نے
 اس نے سن و زمانہ کو دیکھ لیا، اس لیے کچھ قلعہ بنائے، اس میں تابعدار ہے
 ز غرق جہنم ہر گنج گھر سے نہ کریم
 کرشمہ اس میں دل میکہ کے چہ بیہ مت

شریعت کا سن و زمانہ

شریعت و فرائض میں داخل صورت ہے کہ اس کی جس طرح کو ملحوظ رکھنا ہے اس میں ارادہ و اختیار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس قدر رعایت موت کے قوانین ہیں، وہ جب کسی کو گرفتار نہ سمجھتے، ان کے ساتھ تمام فرائض بھی تو ادا ہوا۔ اس سے پہلے کہ پہلے اور اہل میں تو مریدانہ صورت کو ہاں یا نہ ہاں فرائض و عبادت تو ادا کرنا چاہئے۔ مریدانہ عبادت کے ساتھ یہ نماز پڑھ رہا ہے، اگرچہ کچھ پور نہیں کرتا، مگر اس سے جواب دہی و ادا میں بہت حد تک کمی اور یہ اللہ کو کچھ قرب کیا۔ اور جو موت بھی داسی داسی ہاں نہیں رہا، بلکہ کچھ کچھ چیزیں، کچھ نہیں تھے، ان میں سے اس کے کہ وہ کچھ چیزیں کو نام لے رہا ہے۔ اس کا یہی ہے اس میں محنت نے ایسا ہی کیا، مگر اس کے عبادت خاصہ پر پڑا ہے اور اس کو قہر نے لے اور ان کو لینا چاہا اس نے پھر کہ اس نے اس کا اثر کیا ہے سب کچھ ہے یا نہیں؟ کہنے کے تو کیا کر رہے، جو موت کا لڑنا لڑتا ہے، مگر موت کو نہ لے سکتا ہے، اس کے لیے یہ ہوتا ہے۔

غبار و مت کا اثر

[illegible]

انسٹھواں اعتراض..... چھوٹے بچے کو روزہ پر مجبور کرنا درست نہیں!

ایک جگہ میں نے دیکھا کہ لڑکیوں نے ایک ذرا سی لڑکی کو روزہ رکھوا دیا اور وہ دب پٹانہ مٹی تو ایک ساتھ مٹی فرض کر کے بچے کو جان پر بن جانے وغیرہ روزہ ضرور ہو مگر بعض دفعہ یہ روزہ وہ شخص نہیں لے جاتا ہے، ایک مرتبہ ایک رئیس نے روزہ رکھوا دیا مگر لڑکی کے دن تھے، دو پہر تک تو بے چارہ نے برداشت کیا، مگر عصر کے وقت پر اس سے سخت پریشان ہوا، رئیس نے روزہ کٹائی کا بہت اہتمام کیا تھا، تمام خاندان کی اور دوستوں کی دعوت کی تھی، آخر پہلے یہ کہ تھوڑی دیر اور صبر کرو، آخر اس بے چارہ کو تاب نہ آیا، ابلی تو اس نے لوگوں کی شہس خوشامد میں کہیں مگر کسی ظالم نے اس کی جان پر زبردستی کیا اور کسی نے ایک گھونٹ بھی پانی نہ دیا، آخر وہ خود بخود مر گیا، رئیس نے اتمامِ نماز کر کے تھکے منگوں میں ہر طرف بھری مٹی تھی، وہ منگے سے پینا کہ بچہ تو پانی سے قریب ہوا اور پینے ہی جان نکلتی تھی، اس کا وبال بہر دم ماما باپ پر ہو۔

مصاصو اثریت کا تو یہ حکم ہے: ”اگر جوان کی بھی موت نکلنے لگے تو روزہ توڑ دینا واجب ہے، مگر اہل رسوم کے نزدیک معصوم بچے کو بھی جہازت نہیں، افواہ نہ کہ ایسے روزہ کی ضرورت نہیں، نہ تو تم سے زیادہ تحریر درست کرنے والا ہے، بلکہ کیا اگر ہم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تم سے زیادہ شغف ہے؟ ”فلسفہ“ اولیٰ بہ شئو منین منز تعبہم“ تو جب تکلف کو یہ حکم ہے کہ ایسے وقت روزہ توڑ دے تو چار پانچ برس کا بچہ کس شے میں ہے؟ ان لیے منکر کہہ کرنا ہوں کہ شریعت میں اتنی شغف و سہولت ہے کہ کم سن اپنے ساتھ اتنی نہیں کر سکتے۔

(عینس الجالیہ ص: ۵۱)

ماٹھواں اعتراض..... غرضتے کو یہ غصہ بنا کر کیوں نہ بھیجا گیا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشریت کا اعلیٰ و ارفع نمونہ ہیں!

”فقد مثلاً لنا محمد بن رسول اللہ اسماً حسناً“ جس کے معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں ایک اچھا نمونہ دیا ہے، نمونہ دینے سے کیا غرض ہوتی ہے؟ یہ کہ اس کے موافق دوسری چیز تیار ہو، میں نے ایک بڑا بگڑا شخص کا اس کے متعلق ایسا اذیت مضمون لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ہر وی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے روزی کو ایک انگور، چنے کو دھڑی اور نمونہ کے لیے ایک مٹی ہوئی چکن بھی دی کہ اس آپ اور نمونہ کی

انجمن سے ۱۰۰ روپیہ خریدا، انجمن شہادت کے مواقع پر شہادت کی شہادتیں بھی بروئے کار لائیں۔ انجمن کے لئے ۱۰۰ روپیہ خریدا، انجمن شہادت کے مواقع پر شہادت کی شہادتیں بھی بروئے کار لائیں۔ انجمن کے لئے ۱۰۰ روپیہ خریدا، انجمن شہادت کے مواقع پر شہادت کی شہادتیں بھی بروئے کار لائیں۔

احکام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقل و حرکت حضرت عمر فاروقؓ ہے

[illegible]

فرستے رہے، بنا کر بیویوں نہیں بچے دیتے؟

حق تعالیٰ کے ہمارے پروردگار کی فرشتہ گزیر سال یا گزیر نہیں جیسا، اہل میں نصرت میں ہے کہ اگر فرشتہ آقا و دوہارے لیے نمود میں بن گیا تھا، میں کوئی حد نے کی ضرورت ہوئی نہ پہنچنے کی بات اور اگر کسی نے موثر نہ کی، ان چیزوں کے لئے ہم صرف یہ گزرا کہ ہم کوئی نہ نمود آیت یہ کہ "ہے کہ کہ نہ کی" ہے کہ ہم کوئی نہ کیا تھا، اگر آپ کتاب دار کے لئے قرآنی، ان میں ہے

ایک دم نکلے ہوئے، اس کو ہم پہنچا دیا اور محل کر لیتے فرشتے نے اوتارنے سے من سے ادا ہو
گوئی بات نہ دیا اور وہی جو کہ اب سے ہو گئی تھی، جس کو تو نے اپنے انہیں کر لیا ہماری جنس میں سے
وہ غیر بنائے کہ وہ دوسری طرح نکالتے پیتے تھے ہیں، ان دونوں اور تعلقات بھی رکھتے ہیں، جنہاں اور
مرد و عورت کے بھی تھے۔ ہیں اور ان کے ساتھ کہتا ہیں بھی نہیں ہے کہ کہ اب میں ایک مہمان اور غریب
نظر نہیں ان کی تعمیل کر کے دکھا دیں تاکہ یہ کہہ سکیں کہ جو ان کے لئے فرمایا تھا، وہاں حسب اقتدار
میں نظر نہ لے کر، اگر انہیں جائزوں کے لئے اور ان کے لئے وہی ان کے لئے "مافی الذم" ہے "مافی الذم" جس قدر
میرے سے پہلے پیغمبر بھیجے ہو، ان میں سے کسی نے ان کے لئے پیتے والے اور عاقبت نہ کئے، ان
پیغمبروں کی جگہ فرماتے ہیں انہاں یہ کہ وہ ان کے ساتھ نہ لے کر، ان کے لئے "مافی الذم" ہے "مافی الذم" ہے
کہ ان کے لئے یہ کہ ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے
ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے

سید المرسلین علیہ السلام علیہ السلام علیہ السلام

[illegible]

عمر	ایک سال	نور ہستندہ	ایک سال	عمر
عشق	عشق	فرقہ	فرقہ	عشق

(ملاحظہ ہو، ایضاً ص ۱۶۶)

اسکے خواہاں اعتراض بعض جدید تعلیم یافتوں کا حال ان سے

مسلمان لڑکی کا نکاح نہیں ہو سکتا!

[illegible]
$$d_1 = d_2 = \dots = d_n = \frac{1}{n} \sum_{i=1}^n d_i$$

$\frac{1}{\sqrt{\pi}} \int_{-\infty}^{\infty} f(x) e^{-x^2} dx = \frac{1}{\sqrt{\pi}}$

[illegible]

پاسٹھواں اعتراض..... حضور ﷺ کے زمانے میں پیدا ہونے کی تمنا!

فرمایا کہ لوگ سچا کرتے تھے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتے تو اچھا ہوتا، میں کہتا ہوں کہ ایک اعتبار سے ہم لوگوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ ہونا ہی اچھا ہوا، کیونکہ ہم لوگوں کی حالت ٹھیک نہیں ہے، خدا کی راہ میں دنیا کی شکل معصوم ہونا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شہد دروز و سخاوت و جہاد بھی تھا، زکوٰۃ کا تقسم ہونا تھا، کبھی جہاد میں جان دینے کا عزم نہ تھا، رہے کہ چھوڑنا پڑتا تھا، سو ہماری ایسی طبیعت والے اگر احکام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بچانے میں کوئی کڑی تعب نہ تھا، کائنات کو نبوت تک نہ رہتا، آپ ہی جس کا انجام کفر، خسروں و زوریں تھا، دوسرے خدا جانے معاصرت کیسے اپنا رنگ نہلاتی اور آپ تو نبی کی کرکٹی شریعت پر تو نبی ہی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات ہم نے سن لیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت بھی قلب میں بلا مزاج موجود ہے، اگر خدا تعالیٰ مختلف بھی کریں گے تو کبھی خطاب جزئی کا تو خلاف نہیں ہے، ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء سے ہر حالت میں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے معبودوں کو برا کہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت بھی لوگوں سے تعلقات تھے، ہم سے ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایسے پیش آتے تھے، جو ان لوگوں کے خلاف منع ہوتے تھے، لیکن پھر بھی وہ جوگ مانع کرتے تھے، کہ ان کا تھا، نہ کہ ہم لوگوں کا۔ (مقالات حکمت و حقائق و عبدیت حضرت علیہ السلام)

تریسٹھواں اعتراض..... لوگوں نے غفور رحیم کے معنی غلط سمجھے!

خدا غفور رحیم ہے، تو یہ استفادہ کر لیں گے گناہ مداف بہرحاجی کے، مگر دنیا کا نفع یعنی مکان، عانا، تعمیر، رشوت کے نہیں ہو سکتا، انہر و شرعت ہی تو منافع حاصل مذہبوں کے اور اس نقصان کی بنیاد پر کوئی حلائی نہیں معلوم ہوتا، پس جس نقصان کی حلائی ہوتی ہے اس کو ہوا کر کے رشوت لینا چاہیے، پھر خدا سے معافی نہ لیں گے تو معافی آپ نے دیکھ لیا کہ نفس بد خواہی نہیں، شک آمیزی کے ساتھ ہی غورانی ہی صورت میں لا ہے!

ٹھوٹے کی مثال

مگر شیطان نے اس سبکی کی مثال بنی، میرا کہ مشہور ہے کہ ایک شخص نے اب ح سے لو لیا، اور یہی چٹک، اس کا، یہ تھا، وہ دوسرے نے جو اب میں بن لیا تھا، یا لیا تھا، یہ تو ذریعہ

نہ ماننا اور بادشاہ کا کہنا نہ ماننا اس سے محبت بڑا جرم ہے، نہ جیسے ہی بڑے بھائی کا کہنا نہ ماننا ایک جرم ہے، مگر باپ کا کہنا نہ ماننا اس سے محبت بڑا جرم ہے، غرض سرکشی کی شدت کا دوا اس شخص کی عظمت پر ہوتا ہے جس کی سرکشی کی مٹی، آیہ مقدمہ تو یہ لکھ لیجئے، دوسرا مقدمہ سب سے پہلے مسلم ہے کہ خدا سے بڑا کوئی حاکم نہیں، کیونکہ اگر سب کی تو عظمت محدود ہے اور عظمت الہی غیر محدود خارج از مہم اقیاس ہے، تیسرا مقدمہ یہ بھی سب کے نزدیک بردہ کی اور مسلم ہے کہ سرالقدر گناہ ہوا کرتی ہے۔

خدا کی مخالفت

پس اب سمجھئے کہ جب خدا سے بڑھ کر کوئی نہیں تو اس کی مخالفت سے بڑھ کر کوئی مخالفت نہیں اور اس کی مخالفت کی سزا سے بڑھ کر کسی کی مخالفت کی سزا نہیں ہو سکتی تو جیسا کہ عظمت غیر اللہ محدود ہے، اس کی مخالفت کی سزا بھی غیر محدود ہوتی ہے اور چونکہ عظمت الہی لامحدود ہے اس لیے اس کی مخالفت کی سزا بھی غیر محدود ہونی چاہیے، پس اس عقلی قاعدہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی مضیہ گناہ بھی ہو جائے تو چونکہ خدا کی نا فرمائی ہے، اس لیے اس کی سزا بھی اولاً باوجود جنم ہونی چاہئے اور اس کے لیے بھی مغفرت نہ ہونی چاہیے، مگر خدا تعالیٰ نے ایدہ الا باوجود جنم سوائے مشرکین و کافرین کے کسی کے واسطے مقرر نہیں فرمائی، پس اگر حق تعالیٰ کسی گناہ میں دس ہزار یا دس لاکھ برس کے بعد بھی چھوڑ دیں تو یہ ان کی مغفرت اور بخشش ہے، یا نہیں؟ یقینی ہے! اور ضرور ہے! اور دنیا کے قصوں میں ہم اس کو راستہ دل جانے ہیں کہ اگر کوئی شخص دس سال کی جیل کا مستحق ہو اور حاکم اس کو دو برس کے بعد چھوڑ دے، یا اس کا انعام سمجھا جاتا ہے، یا نہیں؟ پس لامحدود و محدود اس کے بجائے اگر حق تعالیٰ محدود عذاب دے کر دس ہزار یا دس لاکھ برس کے بعد بھی نعمات و عافیات بھی دے یہ بھی یقیناً مغفرت ہوگی، اب آپ کی سمجھ آ گیا کہ غور ہونے کے لیے سزاؤ کا ضروری نہیں، اور غور ہونے کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ ایک محدود، نہ کہ سزاؤ سے کرہ یا کرہ یا جائے ایک یہ بھی صورت ہو سکتی ہے کہ گنہ کرتے ہی فوراً سزا نہ دی جائے جس کا ظہور دنیا میں ہوتا ہے اور اس کی رحمت بھی کہہ سکتے ہیں اور رحیم کے دوسرے معنی لیے، اور یہ کہ عرفاً یہ بات ہوتی ہے کہ جیل سے رہا کر دیا جائے اس کے لیے انعام کو کوئی قاعدہ نہیں، نہ کوئی مستحق انعام و اکرام جیسے تو حق تعالیٰ کو بھی یہ حق حاصل تھا کہ جنم سے نکال کر چھوڑ دیتے جس حال میں چاہے رہے، خواہ امرے یا بیچے، خواہ راحت میں رہے یا تکلیف میں، مگر وہ رحیم بھی ہیں، ان کی رحمت کا شخص یہ ہے کہ وہ جنم سے نکال کر دیکھ دیتے ہیں جہنم کے نام سے مشہور ہے جس میں وہ چیزیں ہیں کہ جن کو نہ کھوں نہ دیکھنا مکان نے سنا، نہ کسی دل پر ان کا خطرہ گزارا۔

بعض دفعہ جاہل کو کسی مسئلہ میں بوجہ ناواقفیت کے ایسی غلطی پیش آتی ہے کہ اسے سمجھی نہیں ہوتی، کو بعضے بہت احتیاط سے کام لیں، مگر ظاہر ہے کہ وہ اپنی غلطی حقیقت ہی کے موافق اعتقاد کر سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں کر سکتے اور جب پورا علم نہیں تو غلطی کا احتمال رہے گا۔

جاہل و اعطی کی خرابیاں

علاوہ ازیں جب یہ شخص وعظ کہے گا کہ تو لوگ عالم سمجھ کر اس سے ہر قسم کے مسائل بھی پوچھیں گے، پھر آج کل ایسے نفوس کہاں ہیں جو صاف کہہ دیں کہ ہم جاہل ہیں ہم کو مسائل معلوم نہیں، ضرور کچھ گھڑمڑ کر جواب دیں گے اور اکثر وہ غلط ہوگا اور اگر گول مول جواب دیا اور اس طرح غلط جواب سے اپنے کو بچا لیا تو ممکن ہے کہ عوام اس سے کسی غلطی میں پڑ جائیں، بعض جاہل ایسے ہوشیار ہوتے ہیں کہ جو مسئلہ ان کو معلوم نہیں ہوتا، اس کا ایسا جواب دیتے ہیں جس سے نہ جواب معلوم ہو اور نہ جاہل ظاہر ہووے۔

گنگوہ میں ایک جاہل فتویٰ دیا کرتا تھا، مولانا گنگووی رحمہ اللہ نے اپنے نو عمری میں اس سے امتحان سوال کیا کہ حالت حمل میں بے شوہر عورت سے نکاح کرنا کیسا ہے؟ کہا: ایسا ہے جیسے گھبرا دینا، اس گول مول جواب سے نہ اس کا جاہل ظاہر ہوا نہ جواز کا فتویٰ ہوا، مگر ایسے جوابات سے عوام کیا سمجھیں گے؟ یقیناً غلطی میں پڑیں گے، شاید کوئی جاہل و اعطی یہ کہے کہ ہم کہنا نہیں دیکھ کر فتویٰ دیا کریں گے اور آج کل اردو میں بھی مسائل کا ذخیرہ موجود ہے، تو میں کہتا ہوں کہ بعض مسائل کا تعلق وہ باب سے ہوتا ہے، ایک باب میں تو اس میں اطلاق ہوتا ہے اور دوسرے باب میں اس کا مفید ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ قیود و شرائط بعض دفعہ ایسی ہوتی ہیں جن پر جاہل تو جاہل ناقص عالم کی نظر بھی نہیں پہنچتی، بعض دفعہ ناقص علم سے لوگوں کو غلطی میں ڈالے گا، چنانچہ بعض غیر محقق مولوی و عطا میں کہا کرتے ہیں کہ روزی پہنچانے کا خدا کا وعدہ ہے اور مسلمانوں کو بھروسہ نہیں، گھبراتے ہیں، یہ ان کا عام مضمون ہے اور اس پر وہ ضعیف ایمان کا حکم لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی مخلوق دعوت کر دے تو اس پر پکا اعتماد ہوتا ہے اور اس وقت کے رزق سے بے فکری ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ نہیں، سو یہ غیر محقق خوب سمجھ لیں یہ ضعیف ایمان نہیں بلکہ ضعیف طبیعت ہے۔

ضعیف ایمان اور ضعیف طبیعت

ضعیف ایمان اور ہے اور ضعیف طبیعت اور، اور کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کو خدا کے وعدہ پر بھروسہ نہ ہو اور تفسیر کے لیے جو مثال بیان کی جاتی ہے، وہ محض غلط ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا

قیاس مخلوق کے وعدہ پر صحیح نہیں، کیونکہ جو شخص وعدہ کرتا ہے وہ یہ بتلا دیتا ہے کہ فلاں وقت کی دعوت ہے، جس سے پورے طور پر یہ حال معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے کھانے کا اس وقت پورا بند و بست ہو گا، اگر ایسا ہی توضیحی وعدہ اللہ تعالیٰ کا ہوتا تو مسلمانوں کو مخلوق سے زیادہ اس پر اعتماد ہو گا مگر خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں ہے کہ دونوں وقت دیں گے، یا پھر دیں گے، تا نہ نہ کریں گے، بلکہ ہم وعدہ ہے کہ روزی دیں گے اس کی کیفیت اور کیسے نہیں بتلائی ممکن ہے کہ تیسرے روز طے فرض ایہام ہے اور اس شخص کا وعدہ ہے کہ شام کا وقت بتلا دیا ہے، تو ضعف ایمان کی وجہ سے یہ تردید نہیں بلکہ اس کی کیفیت اور مقدار معلوم نہ ہونے کی وجہ سے تردید ہے جابجا عٹ طبعی ضعف ہے اگر دعویٰ کا بھی ایسا ہی وعدہ ہو تو اس سے زیادہ تردید ہو جائے گا تو کیا ظلم ہے، الزام لگانے والوں نے الزام لگایا ضعف ایمان کا۔ (وعدہ شہبان میں صفحہ: ۱۳۸، دعوات عہدیت حصہ ہفتم)

سونا چاندی خریدنے کا مسئلہ

مثلاً شریعت کا حکم ہے کہ اتحاد جنسین کے ساتھ تقاضا منسلک ناجائز ہے، مثلاً چاندی کے بدلے چاندی، یا سونے کے بدلے سونا خریدا جائے تو مساوات ضروری ہے، تقاضا منسلک کی گئی بیشی حرام ہے اب جائز اس مسئلہ کو دیکھ کر اسی طرح بیان کروں گا اور ممکن ہے کہ ایک وقت چاندی کا بھار روپے کے برابر نہ ہو، بلکہ چاندی دس آنے تو لہ جو ایک روپے کے مقابلے میں روپے کے وزن سے زیادہ آئے گی اور ان حضرات کو صرف اتنا ہی مسئلہ معلوم ہو کہ اتحادی جنسین کے وقت تقاضا منسلک حرام ہے تو یہ حضرات یا خود روپے کے برابر ہی لائیں گے، پھر گھر والے ان کو بے وقوف بنا دیں گے، یا دوسروں کو اس پر مجبور کریں گے اور دونوں صورت میں شریعت کو بدنام کریں گے کہ یہ اچھا مسئلہ ہے کہ ایک چیز روپے میں روپے سے زیادہ آ سکتی ہے، مگر شریعت کہتی ہے کہ انہیں برابر ہی تو لو، زیادہ مت تو لو، تو یہ غرائبی جمل کی وجہ سے ہوئی، محقق اگر اس مسئلہ کو بیان کرے گا تو ساتھ ساتھ یہ کہے دے گا کہ اگر چاندی ایک روپے کے بدلے میں اس سے زیادہ آتی ہو تو اس وقت روپے سے چاندی نہ خریدو، بلکہ روپے کو بھٹا کر کچھ دینیاں چوئیاں اور ان کے ساتھ کچھ پیسے ملا کر خریدو، کیونکہ ریز گاری میں جتنی مقدار چاندی ہوگی اس کے مقابلے میں تو اس کے برابر چاندی آئے گی، باقی چاندی چیزوں کے مقابلے میں ہو جائے گی اور پیر اور چاندی میں جنس بدل گئی اس میں کمی بیشی جائز ہے، یہ تو مثال جی تنگی میں ڈالنے ڈالنے کی۔

طلاق کا مسئلہ

اب مسئلہ طلاق و تہیدی کی مثالیں سنئے اختلاف باب اکتایات میں فقہاء نے لفظ اختیار کی و کتابیات طلاق میں بیان کیا ہے اور اس کا حکم یہ بیان کیا ہے کہ اس سے وقوع طلاق نیت کے بعد ہوتا ہے۔ تو اس سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اختیار کی میں بھی صرف نیت سے وقوع طلاق ہو جئے، لیکن اس اختیار کی سے وقوع طلاق کی ایک شرط اور بھی ہے جو باب اکتایات میں مذکور ہے، ۱۱۱۔ یہ کہ اختیار میں نیت کے ساتھ وقوع نہیں ہوتا بلکہ عورت جب اسی مجلس میں طلاق کو اختیار کرے اس وقت وقوع ہوتا ہے اور اختیار منکوحہ کی شرط فقہاء نے باب اکتایات میں نہیں بیان کی، بلکہ یہ شرط باب اکتایات میں بھی ہے، ایسی اگر کوئی لفظ اختیار کی کو صرف باب اکتایات میں و کچھ کر حکم بیان کرے ج ۱۱۱ ضرور غلطی کرے گا اور نیت ازواج کے بعد فوراً وقوع کا فتویٰ دے دے گا، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور اس میں بعض علماء تک بھی غلطی کر چکے ہیں، چنانچہ علائی شافعی رحمہ اللہ نے ایک فقیر کی غلطی نکالی ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں غلط فتویٰ دیا ہے۔

مطلق و مقید کا فرق

نیز بعض فقہاء یہ کہتا ہے کہ ایک مسئلہ ایک کتاب میں مطلق ہے، دوسری کتاب میں مقید ہے۔ اس لیے مسائل فقہ میں مفتی کو لازم ہے کہ صرف ایک کتاب کو دیکھ کر فتویٰ نہ دے، بلکہ مختلف کتابوں میں دیکھ کر جواب دے۔ غرض فقہ کا فن بہت دقیق ہے، جاہل و اعلیٰ ضرور غلطی کرے گا اور اس کے امتزاج کی آسان صورت یہ ہے کہ کسی جاہل کے وکلاء میں ایک عالم کو دو چار دفعہ پرودہ میں بھلا کر دو چار دفعہ کی اس لیے ضرورت ہے کہ ایک دفعہ تو غلطی سے محفوظ رہ جائے ممکن ہے، مگر بیحد محفوظ رہ جائے جاہل سے دشوار ہے، دو چار دفعہ کے بعد ان صاحب سے پوچھ جائے کہ اس نے کتنی غلطیاں کی ہیں؟ ان شاء اللہ حقیقت معلوم ہو جائے گی، اس لیے میں کہتا ہوں کہ یہ کام نااہل کون دینا چاہیے، میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ عالم سے غلطی نہیں ہوتی، عالم بھی بشر ہے اس سے بھی غلطی ہو سکتی ہے، مگر وہ خیف اور قلیل غلطی کرے گا، شدید اور کثرت غلطی نہ کرے گا، یعنی اس کے بیان میں شاید ان دو میں ایک غلطی ہوگی اور جاہل کے وکلاء میں کثرت سے غلطیاں ہوں گی، پھر عالم دوسرے وقت اپنی غلطی پر متنب ہو سکتا ہے، دوسرے بین میں اس کی اصلاح بھی کر سکتا اور جاہل کو تنبیہ بھی نہیں ہوگی کہ میں نے کیا غلطی کی ہے؟ اس لیے یہ اس سے اشد ہے و خوب سمجھ لو۔

صاحب سچ کو تجر بہ نصیحت اور محنت تجر بہ ہے، جس کی بناء پر میں کہتا ہوں کہ اہل جہانم کو غلط فہمی درست نہ رہا چاہیے۔ واللہ انہیں کی سچ سے بڑی قرابت ہو سوری ہیں، مگر پھر میں یہ کہتا ہوں کہ انہیں اپنے فہمی کی قربانی کی، جس کا کوئی عضو میں نے خیال نہ تھا، تو کوس نے اس سے مٹا کر اس کی قربانی جانی جائز نہیں، تو وہ کہتے ہیں: "ادواتیاری یہی سہلپ نے ملوث کیا۔" جو اس کی قربانی جانتا ہے، پھر اس نے بیوی سے جائز کہا کہ مٹ کر رہے ملوث میں خاصی نکالتے ہیں، اس نے شرع دیکھا ہے کہ ترمیم پر حاضر ہوں، اس میں مسئلہ کا موقع نکال کر باہر بھیج دیا کہ تمہو اس میں کھائے کہ ترائی عضو سے کم تھا، پھر جائز ہے، اور اس کے کٹنے کا کوئی عضو متاثر ہے نہ نہیں، بلکہ کم ہی ہے، کو کھینچ کر بہت زیادہ تھک چکا ہے، اس مسئلہ پر اس کا کٹنا کہ ایک عورت بھی شرمنا دیکھا ہے کہ ترمیم پر حاضر ملوثی بن گئی۔

پیشہ ٹھنڈاں، اعتراض ... عوام کا ہر دینی کام میں دلیل تلاش کرنا بڑی

غلطی ہے!

فرمایا کہ ہر عمل کا اندازہ متاثر ہوتا ہے، مثلاً وہ دینی نے کہا: سناٹے کا کرہ کی وجہ سے صرف اس کے اہم پر کھانا کھانا ہے، دیکھا کہ اس میں یہ بھی متاثر ہے کہ کہیں زبردست ملازم جو چاہے غلطی دیکھتے دیکھا جاتا ہے، سیدہ دیکھتے دیکھتے یہ دیکھنے کے لئے کا احتمال نہیں کیا، جو بھی جانتا ہے جو کچھ کر دے وہ اپنے ہی وقت صرف ملازمین کے اعتماد پر کرتے ہیں، حالانکہ بعض اوقات وہ زمانہ کو بہت سامان نہیں کر دیتے ہیں، انہی طرح بدوش ہوں کہ بھی سارا کام کر کے لے لیں، کئے اور یہ چاہتا ہے، انہی طرح دین کا بھی کسی کام متاثر ہو سکتا ہے، مگر قرآن مجید کو قرآن مجید ملازم کے اعتماد پر ہے اور اس زمانہ کے ملازم کو اپنے سے دیکھنے ملازم پر بھیج دین کو سمجھ کر اس پر، ان کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ انہی پر انہی ثابت نہ کر کے کل کام خود دین کا جو یاد دینا کا سب کا دیکھ دے اور انہی پر ہے وہ اب کو اس پر اس دین میں دیکھ کر غلطی ہے۔

(مقامات، صحت: انہی دعات عیدت: ہفت)

چھیا سٹھواں اعتراض... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں جانا

رحمت سے ہو گا نہ کہ عمل سے اس پر ایک شبہ کا جواب!

کوئی یہ سن کر کہ: اعمال کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں نہ جائیں گے یہ نہ سمجھ لے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعمال میں یا جو نقصان تھا، بات یہ ہے کہ عمل کی وجہ سے جنت میں جانا یہ اپنی درپیش ہے، بلکہ رحمت کی وجہ سے جانا یہ ہی اوجہ ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ قرآن جامع سبب کے ہوتا ہے، اگر سبب ناقص ہے تو شرط بھی ناقص ہو گا اور اگر سبب کامل ہے تو شرط بھی کامل ہو گا، ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ خدا کی رحمت کا کتنا ہی حصہ لے لیا جائے، وہ غیر محدود ہی ہو گا، غیر متناهی کا لفظ بھی غیر محدود ہی ہو گا، رحمت حق کا اول تجربہ یہ نہیں ہو سکتا، لیکن اگر بالفرض کسی دین میں کسی نسبت سے تجربہ ہو بھی تو وہ غیر متناهی ہو گا، کیونکہ اس کو متناهی نہ جاتے تو کسی سے تشبیہ کا متناهی ہونا لازم آئے، لیکن کہ قاعدہ مسلم ہے کہ مرکب متناهی سے بحرات متناهی متناهی ہوتا ہے، مہر حار، نصف و غیر وہ بھی غیر متناهی کی غیر متناهی ہوتا ہے اور چاہے میں مقدمہ عملی شرط کا ہونا کہ سبب سبب کے تابع ہوتا ہے، یعنی سبب نہیں تو شرط بھی نہیں، ناقص اور سبب کامل تو شرط بھی کامل۔

سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ جنت میں مرآپ کے عمل کی وجہ سے ہونا تو متناهی ہو گا یہ نہ کہ عمل متناهی ہے اور اگر رحمت کی وجہ سے ہو گا تو غیر متناهی ہو گا، کیوں کہ رحمت غیر متناهی ہے۔ اس لیے رحمت کی وجہ سے ہونا یہی اوجہ ہے، فرض آپ کا اصل محدود اور ہو گا مگر نہ زیادہ ناقص نہیں، لیکن عمل کی وجہ سے جنت میں نہ جانا۔ لے لے نہ تم نہیں آتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں کوئی نقصان ہے، خوب سمجھ لیجئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا کونسی کا بھی عمل نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ہر طرح سے کامل ہیں، مگر یہ نہ کہ رحمت حق کی وجہ سے جنت میں جانا اپنی وجہ سے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کو سبب نہیں بنو گئے، دخول جنت کا سبب اعمال تو اسی حال میں بھی دخول جنت کا سبب نہیں بن سکتے، چاہے جنت ہی کامل ہوں کیونکہ خود اعمال کا کمال بھی تو رحمت حق ہی پر مر جتا ہے۔ ہم میں جب اعمال کا کمال بھی اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت کا خیر ہوا تو پھر بندہ کیا کیا حق ہے کہ اپنے اعمال پر ناز کرنے، اخیال تو فرمائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا درجہ ہے مگر کچھ بھی آپ یوں فرما رہے ہیں کہ میں جنت میں اپنے اعمال سے نہ جاؤں گا، تو پھر ہمارا کیا منہ ہے؟

مرتبشعواں اعتراض حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت اسماعیل علیہ

السلام سے بوقت ذبح کرانے دریافت کرنے پر ایک شبہ کا جواب!

بعض لوگ یہ سمجھ کر رہائے دریافت کرنے کے لیے ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ تمہاری کن رات ہے؟ تو انہوں نے کہا: "نہا است بخل منا توہم" سے باپ! آپ وہاں کیجئے جس کا آپ کو حکم ہوا ہے اور یہ کچھ کر ان کو شبہ ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کو نعوذ باللہ اترو دھنا:

کار پاہاں را قیاس از خود مکر
گرچہ مانند در نوشتن شیر و شیر

حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو تو روز تھا کہ انہما میں اس کا اقبال ہی نہیں بعض اہل ظاہر اس کے قائل ہوئے ہیں کہ گزشتہ روز تھا مگر اس وقت بیٹے میں باپ سے زیادہ استقلال تھا جیسا کہ ان کے سوال: "ماذا نرى" میں اور ان کے جواب میں "افعل ما تؤمر" میں موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر اس تفاوت کا ایک نکتہ یہ ہے کہ جو عوام کو پسند بھی آئے گا، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس میں صریح تنقیص ہے، وہ نکتہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بدن میں تھا، اس کی دہرہ کرت تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کس قدر استقلال تھا کہ اگر آگ میں ڈالے گئے اور مضطرب نہ ہوئے، جب اسماعیل علیہ السلام بیٹا ہوئے تو وہ نور ان میں منتقل ہو گیا، اس واسطے وہ اس درجہ مستقل المزاج ہوئے تھے، مگر اس توجہ سے میرے دو نکتے حُرمت ہوتے ہیں، کہ توجہ کیا ہے کہ اتنے بڑے جنہر کی جناب میں گستاخی کی بھی پرواہ نہ کی، پس ایسی توجہ یہ ہے دیکھئے۔

زحلق نامقام باجمال یار مستغنی است

آب و رنگ و خاں و خط چہ حاجت دوائے زیبارا

نامقام اس معنی سے اس میں تنقیص ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہا ہونے کے بعد غیر مستقل ہو چکا تھا جس سے اور ورجہ باغیب ہے، نور کہ وہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی گستاخی ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور یہاں نہیں جس کا اثر وائل ہو جائے، آگہ نور کے اندر جاتی جاتی ہے تو ایک گھنٹہ تک نور اس کے اثر سے گرم رہتا ہے،

تو کیا وہ نور اتنا بھی نہ ہوگا کہ اس کے فطرت ہونے کے بعد اولاً باطن اس کا اثر ہے ایہ تفاوت ہی نہیں جو ان خرافات کے ماننے کی ضرورت پڑے، اصل یہ ہے کہ براہیم علیہ السلام ۱۱۰ سال غیب و سلام کے صرف پندرہ شقیق اور مرئی شقیق ہی نہ تھے، بلکہ وہ شیخ بھی تھے، سنوا شیخ بیوت کی حیثیت سے ان کو ان کے استقلال کا امتحان مقصود تھا، اس واسطے فرمایا: "فانظر حال ذاری" معرودہ اس امتحان میں کامیاب ہوئے کہ فرماتے ہیں: "السَّابُّ الْفَعْلُ خَائِفًا مَوْ مَنَعَتْهُ بِنِ ذَاكَ الْفَعْلِ مِنَ الْفَعْلِ بِرَنِي" اور کیا ممکن ان کے عرفان کا؟ اگر تو کس کا اپنی قوت پر نظر نہیں، یہاں بھی کہتے ہیں: "ان شاء الله" کہ اگر خداوند منظور ہو، ایسے ہی تو کمال ہے، ویسے ہی بیٹے کی نسبت کہتے ہیں:

شباب تان صدف کہ چنل پرور مہر

آبا از و کرم دانا عزیز تر

تو یہی اس کی اصل، چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام راضی ہو گئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری ہاتھ میں لے کر ذبح کے لیے ان باہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا یہ استقلال سنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ نہیں، یہ کمال ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جب کہ خود کوئی کرتے تو بہتوں کو دیکھ ہوگا، یا کلم از کلم نہ ہوگا، مگر فرد کوئی کون کر سکتا ہے؟ بھلا باپ سے ہو سکتا ہے کہ وہ اسے بیٹے کے گلے پر چھری چڑھ دے؟ "تولم ادر کللم صوم" اب غلامیے استقلال کس کا بڑا ہوا ہے، یہ کمال عبارت خائفہ خائفہ ہی سے یہ کہ لیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں استقلال تھا، کتنی بڑی منتہی ہے، اور نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے وہ غیر منتہی ہو گئے تھے، تاہم پھر چھری چلانے کے وقت مستقل کیا مگر ہوئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی برکات تو اس قدر غیر محدود ہیں کہ وہ مفادقت بدون حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد وہی نور بخش تھا، جیسے کہ مفادقت ناموت کے ناموت کے لیے نور بخش ہو رہا ہے، جن افواہ کا آپ مشاہدہ کر رہے ہیں۔

(ردون لیل و نعل صفحہ ۱۸)

از منہواں اعتراض، مقتداء بتانے کے لیے عوام کا غلط معیار!

"از شیخ شریف ذوق نازک لیلیٰ" سے تو اس جماعت کی اصلاح فرمائی جو بتایا ہی کی ضرورت نہیں سمجھتے، کیونکہ اس لفظ سے اتباع کی ضرورت بتائی اور "مسل ذوق" اسب سے خارج ہے، اس جماعت کا جو ہر گز دنا کس کے مستند ہو جائے واسے ہیں اور اتباع کا شیخ معیار کوئی نہیں سمجھتے، کیونکہ اس سلسلے سے کسی تعلیم نے اتباع کا صحیح معیار بتلایا اور معیار سے مراد ہے معیار صحیح و درست، تو معیار

نے کہہ دیا تھا: اور جیسا کہ اس کا دشمن کا تھا کہ نہ بھکاری سے غلام نہ بننے سے، وہ مرنے سے بچنے کے لئے آج کل کی بزرگی بھی منی ہو چکے ہیں کہ جس میں کسی طرح فعل نہیں ہو سکتا، جس کی کوئی امر غرض بھی نہ ہو جس جہاں بھی بڑی ہو۔

بزرگ کی ختم نہیں ہوتی ہے؟

فرض ایسا کر رہا جس سے اتفاق ہو گیا، پھر غلطی نہیں پڑا، مال ایک سو ست سے گھٹا پڑا ہے، شریعت کی بات غلط نہ تھی، ایسا کر کے تو کہتے ہیں کہ یہ تو خرافہ ہے اور جو شریعت کے خلاف کرے تو اس کو سزا دیتے ہیں کہ اس کو کوئی مصیبت گند نہیں کر سکتی۔ یہ تو سزا ہے، سزا دینا جس چاہے، تو ہی نیا سزا پڑ جائے اس کو، پاک تھوڑا سا کر سکتی ہے، لیکن اگر سزا دینا چاہے تو یہ ہو تو کیا جب بھی پاک ہوگا؟ یہ حضرت تو سزا دینے پر تیار تھے، تو ہی میں بھرے ہوئے ہیں، ایک پیر صاحب اپنے سر پر بن کا کاغذ لٹا دیتے تھے، نہ پڑتے ہی آپ کو اتنی سزا دیتی، اور تجھ میں ملے جا کر اس کے ساتھ مل کر کاٹ لیا، اور اس سے بچ کر آ کر فرماتے ہیں کہ جب آگ ہوئی، نہ رہا، نوش ہو کر مر رہا، اس کے نزدیک بھر بھی بڑا رک ہی رہے، سبحان اللہ! کیا اچھی بزدلی ہے؟ چاہے کسی کو کام کر لیں، مگر پھر بھی بڑا رک کے بڑا رک ہی رہے، خلاصہ یہ کہ مسلمانوں نے موہرت بھائی کے پاس آجاتا، جی رہا تھا، اگر وہ تو بڑا سچا اور زوردار تھا، اس کی شکایت تھی کہ جب اس کا ہوا تو ایسا اس کا کوئی بھی معیار نہیں رہا، وہ دوسرا ہو گیا۔

حر غفلت سے باز قویا بنو کی!
سائنس کی بھی غلام نے بنو کیا!

انہتر وہاں اعتراض..... پیشوا بنانے کا صحیح معیار!

اسلام میں اہل سنت کا ہوا حجاج تھوڑا سا حصہ، غلط فہمی کا باعث بن کر اور غیبتی کیسے کہ اس طرح مسلمانوں میں اٹھائے جانے والے مسائل میں ایسا ہی حصہ برآمد ہو، متفق ہیں۔ اس لیے کھلیے ہاتھ سے باوجود اس کا سامنا کیا جائے۔ اسلام کے لیے یہ سب سے بڑا خطرہ نہیں بلکہ یہاں سے دین و ملیت بچنے کے لیے جو کچھ کیا جائے وہ بھی اس کے لیے نہیں بلکہ اس کے لیے ہے۔

مذہب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے توحید الی اللہ کو معیار دیا اور توحید الی اللہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے احکامات کو ماننے اور چنانچہ فرماتے ہیں: "وَمَا يَنْبَغِي لِلَّهِ مِنْ شَرِّ"۔ وہاں کو اپنی صرف وہی دکھاتا ہے جس کی طرف رجوع کرتا ہے کہ توحید الی اللہ کو ہدایت لازم ہے اور ہدایت یہ ہے کہ افعال درست ہوں، پس اس سے معصوم ہو گیا کہ توحید الی اللہ کے لیے لازم ہے کہ اس کے افعال درست ہوں، پس اب "حسن افعال حسن" سے مراد وہ افعال ہو جو کہ باہمی موافقت میں ہوں علم کے ہو نہیں سکتے تو حاصل ہو ہوا کہ اس کا ابطال کر دیا جو احکام خداوندی کے معروضہ و افواج کا جامع ہے، جس کو چیزیں اصلی ظہریں، ایک علم دین دوسرے عمل دین اور اب تک جتنے معیار لوگوں نے مقرر کر رکھے ہیں ان میں نہ عمل نہ علم اور علم اعم کے ساتھ ایک اور چیز بھی ضروری ہے، اور توحید الی اللہ ہے جس سب سے اولیٰ قہر ہونا چاہیے اور پھر اس پر مرتب ہو چکا ہے کہ عمل اور توحید الی اللہ ہو، توحید الی اللہ کی جامعیت کا ہے کہ ایک اناب کے لفظ میں تینوں امور علم، عمل اور توحید الی اللہ کی طرف اشارہ فرمادہ، پس اب معلوم ہو کر کہ اس اور احکام کے قابل ہو گا کہ جس میں تینوں باتیں ہوں۔

(اشرف الہدایہ صفحہ ۲۶۰)

ستر و نوا اعتراض..... بعض لوگ منج کے بعد بد عمل کیوں ہو جاتے ہیں؟

بات یہ ہے کہ حجر سودا کوئی ہے اس کو چھوئے کے بعد انسان کا اصلی رنگ ظاہر ہو جاتا ہے جو حالت پہلے سے مخفی رہا اب نکل جاتی ہے، اگر طبیعت میں نیکی تھی تو پہلے سے نیا اور نیک ہو جاتا ہے اور اگر بدی تھی تو وہ بدی اب نکل جاتی ہے، بہت نیک ظاہر میں نیک معلوم ہوتے ہیں مگر کسوٹی پر رکھ لے۔ کہ انہوں کو معلوم ہو جاتا ہے۔

نقد صوفی نہ ہر صوفی بے غش باشد

اسے بسا غرض کہ مشاہد آتش باشد

نوش بود گر نہک تجو یہ یہ مہم

نایب روی شہر بر کدور و غش باشد

شاید فکر ہو کہ اچھا ہوا تو نے یہ بات ظاہر کر دی، اب تو ہماری ہوت ہو نہیں سکتے، میں صاحب ا
منج کو بد ظن کر کے کہیں کہ جاؤ اور لو میں تم کو کسی جتنے خاطر ایسے بھی تھکتا ہوں، وہ یہ ہے کہ کسی
نویا کر کے اطلاق پڑ کر۔

کیا بیانیست عجیب بھائی میرا
خاک او ششتر و چندہیں درجا قدر اورند
کیا عورت میری مراد یہ لنگوٹی پندھنے والے شکر ہیں، لہذا باطن کے کھینچا، مراد ہیں۔ جن کو
اہل اللہ کہتے ہیں، ان کی شان یہ ہوتی ہے۔

آہن کے پیار میں سخیانہ
فی الحال بصورت عداوت

پادری آپہ پتھر ہوتا ہے، اس کی خاصیت یہ ہے کہ جہاں وہ ہے، کون سے شے کیا فوراً نہ مانتا
چلتا۔ جو وہی اللہ کی تو بہت صحت منشا ہے، پادری میں یہ بات ہے، یہ نہ ہو وہی اللہ کی صحبت سے تو
یہ نسبت حاصل ہو جاتی ہے جس سے پہلی تمام زندگیوں میں جاتی رہے، جس کو چاہے کہ کسی اللہ
مات سے تعلق ہے، اگر کے حج کو جائے، اس کی صحبت سے تم کو تو یہ خاص مغاڑی ہو کر کے چاک مٹے
تو پھر حج کا پادرا ہو گا کہ پہلے سے یہ وہ تم کو بدل جائے گی تو تم کی ہو گی، میرے یہ مطلب نہیں کہ مرید
ہو کر ہے؟ اس کی منہ دہشتیں، صرف تعلق حیات اور چند روز صحبت کی ضرورت ہے۔

(کائنات، اسلام، ص ۳۷)

اکہتر وال اعتراف۔ جب بری باتوں سے بچنا نماز کا خاصہ ہے تو پھر اس

کے خلاف کیوں ہوتا ہے!

اور یہ نہیں دیکھتے کہ نماز کس شے کی پڑھتے ہیں؟ اسے نہ حب! آپ کی نماز کی انی مشا
نے چھ کوئی کہے کہ کچھ آدمی کی ضرورت ہے اور آپ اس کے ماننے ایک پانچ منصف دوست
(نہشت کا تو پھر) کو! اگر پیش کر دیں اور جب وہ کہے کہ میں اب حج کوئے کر کیا کروں؟ یہ بھی کوئی
آوی ہے؟ آپ اس کے جواب میں یہ نہیں کہ صاحب! تم نے آدمی کا لہا تھا، میں نے آدمی
لا دیا، لکھو یہ حیوان کا حق ہے یا نہیں؟ تو بے شک وہ معصومی آدمی تو ہے، حرم آدمی نہیں، وہ اس
تو مل نہیں، میں سے آدمیوں کے لیے چاہیں۔

جو رقی نماز میں

میں بھی حال ہو، وہی نماز کا ہے کوئی، رکوع نماز ہے، نماز کی شان یہ ہے کہ اس کے نہ ہوتے ہیں۔
نہ ہوتے ہیں، نہ منہ دہشتیں، نہ آنکھیں، نہ ہاتھ ہے تو سر نکال دیا ہے، سر بہ تو آنکھیں ملتی ہیں۔

اہلِ حقیت و ایمان کو کاہل نہ سمجھتے ہیں۔ جیسے پانچ غلط ہوش و اہم سمجھا کر قہراً بظلماء کے
 نظائر کے لئے ہونے سے ہوا بھڑ ہے، اگر نہ اسے کا حکم نکال جائے تو قلوب سے بھی جھوڑ بیٹھیں
 گئے۔ اس پر صحت کا حکم ہے، و اگر یہ حکم صحت دینا ہی ہے جیسے آپ نے بھی کواہان نامی میں
 کیا ہے۔ اس کے آگے کیا تھا جس آیت ہی آپ کی نماز و مسلمان نماز تو ہے، مگر حقیقی نماز نہیں ہے۔

صورت نماز بھی فائدہ دے خالی نہیں

لیکن اس کا یہ مطالب نہیں کہ آپ اس کو یہ کہیں کہ جھوڑ ہیں، نہیں صاحب! انہیں پکار رہے ہیں
 نہیں، نہ ہونے سے اس کا جو بھڑ بھی ہے، نہ کیا تک بعض و غیراً مگر غایت ہو جائے تو حق تعالیٰ
 کے یہاں صورت بھی قبول ہو جاتی ہے، مولانا نے ایسی نماز سے قبول ہونے کی غیب میں یہ
 بت فرماتے ہیں

ایسی قبول ذکر تو از رحمت است

چوں نماز مستحکمہ و خدمت است

یعنی جس طرح عورت مستحکمہ (جو رت جس کو اکثر کہتا ہے۔ عطا دین دہلوی) غول آدم ہوا کی نماز
 شریعت کی کوئی ہے، مگر اندر کے اندر بھی اس کا خون جاری ہے اور حقیقت کے اعتبار سے وہ
 ناپاک ہے، مگر کھنکھت کی ہے، اس کو قبول کر لیا جاتا ہے۔ میں رت تمام ہی تمام غولوں کی ہے
 کہ کوئی حقیقت کے غارت و کاہل میں اس حق تعالیٰ کو نظر ملتا ہے، یہ بھی یہ ایسی قوم ہو جاتی
 ہیں، یہ انہیں دفعہ شدہ و شدہ، یہ انہیں زنجبلی کی طرف مہیا ہو جاتی ہیں، یہ انہیں طلب بدشوق ہوتے
 ہیں، انہیں اندر کے پڑھتے ہیں، اندر کے پڑھتے ہیں تو ان کا اس وقت پڑھنا ان پڑھنے کے مشا
 ہے، مگر حقیقی استاد اس کو غیب سے نہیں دکھاتا، یہ کہتا ہے کہ کوئی اس وقت شہنشاہ عالم کے برابر
 نہیں، مگر شدہ و شدہ شوق کی امید ہے، چنانچہ ان کو ایسا ہو گئی جاتا ہے کہ ان صاحبِ مومن، اہل
 میں شوق نہ تھا، جب وہ غور تک کا میں تھا، یہ تو ایک وقت خود بخود ان کو شوق پیدا ہو گیا،
 انہیں اسباب پر نظر کر کے خدا کے قلم سے ایسی نمونوں پر صحت کا حکم نکال دیا اور ان کی آفتاب کا چہرہ
 بھی امت کے لیے رحمت ہے، انہیں آپ اپنی نماز کو بیکار تو انہیں ان کو مل بھی نہ سکتا

اسی غرض کا جواب

اب اعتراض یہ کہ جو یہ مولانا نماز کی شریعت قبول کرنے سے تاملی ہے کہ اسے اسے
 مستحکمہ و مستحکمہ اور نماز اپنے اندر یہ نہیں پاتا، تو یہ یہ کہ یہ تامل و عمل نماز کی ہے

ادامہ آپ کی نماز کا نہیں، اس لیے اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ ہم نماز کو ہر طرح اور اگر تے ہیں جیسے کوئی بڑا شاہد کو موقوفہ بنا کر بچانے سے تو بتائے! نفع کیے گھر ہو؟ دوسرے یہ کہ جیسی بیماری نماز ہے ویسی اس کی "نہیں" صحت، یعنی ہے، اگر کالیں نماز ہوئی تو وہ ہم کو تمام نقصان سے روک دیتی ہے، اب ہاتھ نہیں ہے تو کسی قدر نقصان سے روک دیتی ہے اور اس کا انکار نہیں ہو سکتا، تجربہ ہے کہ نماز کی آدمی عموماً بے نمازوں سے کم مارتے ہیں اور اولیٰ نفع تو یہی ہے کہ نماز کی آدمی کے پاس کوئی کافر بیگاتے کے دیکھ نہیں آتا، کفار جس کو نماز دیکھتے ہیں، اس کو دین کا پابند اور پختہ سمجھ کر کچھ نہیں کہتے، اس سے ۱۵-۱۰ یہ ہو جاتے ہیں کہ یہ ہمارے بیگانے میں نہیں آ سکتے (ہو مائیکائی صفحہ ۶۱)

بہتر وال اعتراض..... معراج میں دیدار باری تعالیٰ!

دنیا میں خدا کو دیکھنا محال، وہی دشواری ہے، محال عقل تو نہیں! کیونکہ محال عقلی کا وجود کسی جگہ نہیں ہوتا اور حق تعالیٰ کا دیدار غرت میں ہوگا، جیسا کہ نصوص سے ثابت ہے اور دنیا میں بھی جب احتمال ردیت دوسرے نہیں، بلکہ ہماری طرف سے ہے، ہم اس کے متحمل نہیں، درحق تعالیٰ میں خفاء نہیں، وہ تو یہاں بھی ظاہر ہیں، اس پر شاہد بھی کو شہد ہو کہ حق تعالیٰ کی صفت باطن بھی تو ہے چنانچہ نہیں میں ہے "ھو المظاہر والباطن" پھر تمہارا یہ کہا کیونکر صحیح ہے کہ حق تعالیٰ میں خفاء نہیں؟ صفت باطن سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ میں خفاء ہے، اس کا جواب تحقیقین نے یہ دیا ہے کہ حق تعالیٰ جو باطن ہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان میں خفاء ہے، بلکہ غایت ظہور سے بطون (پوشیدگی) ہو گیا اور باقیہ کہ غایت ظہور سے بطون کیسے ہو گیا؟ اس سے تو ظہور ہونا چاہیے تھا، تو بات یہ ہے کہ ہمارے ادراک کے لیے غیبت و خفاء کی بھی ضرورت ہے، اگر کسی چیز میں غیبت بالکل نہ ہو تو اس کا ادراک نہیں ہو سکتا کیونکہ ادراک و التفات سے ہوتا ہے اور التفات غیبت کی وجہ سے ہوتا ہے، جو چیز میں کل وجہ نہ ہو اس کی طرف اللہ (توہید) نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اپنا اور حالانکہ بہت ظاہر ہے اور انسان سے جتنا قرب، روح کو ہے کسی چیز کی بھی نہیں، پھر بھی روح کا ادراک نہیں ہوتا، کیونکہ وہ رنگ میں غیبت کی ہوئی ہے۔ اس میں کوئی درجہ غیبت کا نہیں، اس لیے اس کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا اور جب اللہ تعالیٰ نہیں تو ادراک کیسے ہو؟ اس طرح بلا تشبیہ بھی ناقص ہے حق تعالیٰ میں چونکہ کوئی درجہ غیبت و خفاء کا نہیں، اس لیے وہ بوجہ غایت ظہور کے باطن ہیں، ہم

نور و صبر کا دریا اس لیے ہے کہ وہ بھی کامیاب بھی ہو پاتی ہے۔ اُنہی توفیق پر آپ اس میں پہنچے۔
 نور اور آگ نہ ہوتا، وہ صبر کا دریا نہ نکلتا، نہ لیا، آپ سے ہے اور غفلت کی ہمتانی کا نام ہے۔ یہ مہینہ
 اور طبیعت نہ ہو تو پھر انسانی سلسلے کی توفیق نہ ملتی، ان میں جو عورت ہے وہ کیا ہے بے عادت میں
 و صبر کا مہینہ ہو جاتی ہے۔

از دست خبر یاد شہیت غنی نغمہ
 کر نیست عین نہ بہ لذت حضور

دیدار الٰہی

غرض چونکہ حق تعالیٰ ہر وقت حاضر ہیں۔ کسی لیے غلام بن گیا، کیونکہ تبار اور اہل اہل ضعیف ہے
 جو غائب مگر وجہ کے ساتھ ہی حقیقی ہو سکتا ہے، غائب مگر گل وجہ کے ساتھ حقیقی نہیں ہو سکتا، ہر
 آخرت میں یہ دریا کوئی برعکس نہ ہو گا، ہر طرح میں گل وجہ کے ساتھ ہی حقیقی ہو گا، وہاں ہر طرح
 بھی انکشاف ہو کہ اور حق تعالیٰ کا بھی یہ دریا نہ ہو، مگر ہر طرح سے کامیاب توفیق تو ہے یہ غائب ہے،
 جو بے اداری طرف سے بھی، ہمارے منکھوں میں اس وقت اس کے، بھینٹ کی قوت نہیں، جیسے غزنی
 میں آفتاب کے دیکھنے کی قوت نہیں کسی نے خوب کہا ہے:

شہادت پر وہ برہنہ مگر عانت پر وہ چشم
 بے رعد درت مانے چس آفتاب ابرم

یعنی آنکھ کے ساتھ پر اے میاں درت مانے تو یہ نہ لکھو، خود حق مانع ہو رہی ہے، اور
 سے، مانع کوئی نہیں، اور آفتاب پر آب رہا ہے، تو یہ آنکھ پر نہیں دھو، بلکہ مانع تبار کی طرف سے ہو گا،
 آفتاب کوئی نہ کہا جائے گا، اور وہ درت میں: آخرت میں صبر کا آفتاب ہے، یہاں سے
 و چہ داروں کے لئے (اس نے چہ درت پر لکھی کی جا رہی ہے، کوئی اور چیز باقی نہیں رہے گی)
 اور آفتاب اور آگ کے مانع ہے، یہ درت مانع نہیں، آخرت میں ہمارے آنکھوں کی قوت نہ ہو
 جائے گی تو خدا تعالیٰ کو ہمیں کے قوت کرے گا، آگ نہ ہو گا، اور نہ چہ کے لیے دریا کہ لازم
 نہیں، ہم پر آب کی بہت سی چیزوں کو، بھینٹ میں نہ ہو گا، اور نہ چہ کے لیے دریا کہ لازم
 ایسا حال نہ ہی ہے، چنانچہ یہ سلسلہ ہے اس کے لئے دریا، حکم جس تبار کو لازم ہے، یہ
 کو جس کیلئے لکھے ہیں، یہاں تک کہ تو نہ ہو، آجائے، اور جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام
 درت سے، یہ درت کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے: "اس میں لا تفرق نہ ہو، نہ ہی نہ ہو"

جو آپ قابل دیدے حق تعالیٰ نے "میں عرضاں" فرمایا، "میں" ہی نہیں فرمایا، بلکہ دیا کہ میں حق اب بھی قائل ہوں کہ کھانا اور میری طرف سے کوئی حجاب نہیں مگر تم میں قوت ایہ نہیں رہی تھی جس سے وہ وقت نہیں دیکھ سکتے، تحقیق کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کو نہیں دیکھا، نہ کدہ دیا، نہ آیت کمال عبادی ہے، اب اس! چکی ہوئی تھی، وہ حق تعالیٰ نے حجابات اٹھا دیے، چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام دیکھنے سے پہلے ہی سب ہوئے، دیکھتے۔

۳ حضرت علیؑ علیہ وسلم کو دیدار الہی معراج میں ہوئی ہے

ابن حنبل رحمہ اللہ علیہ وسر کی زیارت اثناء ہے کہ معراج میں "پہلی علیؑ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں؟" اس میں اکثر علماء اور صوفیاء اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض صوفیاء رضی اللہ عنہم کا قول یہی ہے کہ: "پہلی علیؑ علیہ وسلم نے دیکھا ہے، مگر اسی کے ساتھ محققین کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ آیت سورہ نجم کی تفسیر اس حدیث سے صحیح نہیں ہے، کیونکہ "فَلَمَّا فَصَلَ طَافُّوْنَ فَوْقَ رُءُوسِهِمْ يَبْتَغِيْنَ جَهَنَّمَ لَمَّا عَلِيْهِ السَّامِ مَرَّ اَوْسَانُ صَلَاتِ كَافَّةً اِنْ يَزِنُ اِسْمُ كُوْنُ مَقْصُودِيْ" ہے، کیونکہ حق تعالیٰ پر "سب سے پہلے اللہ صوفی" کا احاطہ نہیں ہو سکتا، ایک اللہ صوفیہ جو آپ آگے چلے "وَمَا يَسُوْرُ وَاَلَمْ يَلْمِزْ اَنْفَاغِلِيْ" بھی انہیں کی صفت ہو سکتی ہے اس کا مرجع جبرائیل علیہ السلام ہیں، کیونکہ "استبجی وفاق" بھی انہیں کی صفت ہو سکتی ہے، اس کے بعد "اَسْمَ ذَا فَتَدْنِيْ فَمَنْ اَنْفَاغِلِيْ" میں سب صحابہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف راجع ہیں، حق تعالیٰ کی طرف راجع نہیں، اور نہ انکے لئے نماز لازم آئے گا، یہ روایت حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیا گیا ہوئی تھی، اے فرماتے ہیں: "وَإِنَّمَا رَأَىٰ رَأَىٰ خَرَسِي بَدَنِيْ رَأَىٰ رَأَىٰ خَرَسِي" یہ دوبارہ روایت سدرۃ المنتہیٰ پر ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بہت دیکھا دیکھا ہے، مگر یہاں صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھنے کا ذکر ہے، اور دوسرے ہوئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان آیات کی تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود پر بھی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم جبرائیل" یعنی یہ روایت حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تھی، باقی جو وہ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے، لیے اس روایت کے قائل ہیں، اور دوسرے دیکھنے سے اعتدال کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہے، اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں حق تعالیٰ کو دیکھا ہے، اور ان کی سند صحیح ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول تو مسلم میں ہے اور سیوطی رحمہ اللہ نے مسجد کعبہ کے واقعے سے اس باب میں

حدیث مرفوعہ نقل کی ہے، جس قرآن میں لوگوں کو روایت کا ہونا نہیں ضروری ہے۔ حضرت علیؓ کا یہ بھی
 اہل فتنہ کی کثرت کرتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اے علیؓ! یہ حدیث ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ویران کی وجہ

[illegible]

جس وقت جانے کے لیے منظر پر آئے

کر مرغ کباب است - بیضی و نه آید

وَمَا خَرَّ مِنْ قَبْرِ!

خیر یہ تو شاہِ عراقِ مبارک ہے، نظر اتنی ہمت تو مشاہدہ ہے کہ دیہ میں بھی مر جاکہ کیا مان نہ صیت نہیں۔
 لہذا بعض جگہ کی پانچ سو صیت ہے، بعض شہر دس کی پانچ سو صیت ہے، بعض ملکوں میں طووس نام دہائی

[illegible][illegible]

تہتر والی اعتراض : درود پڑھ کر حضور ﷺ پر کوئی احسان سمجھنا ہے!

[illegible]

ہیں، ہم سے کہو کہ ہم اپنے بیٹے کو دے دیں، تو اس نوکر کو مقبول بنانے کو اس کی عزت بڑھانے کی یہ صورت جو پڑی ہے، وہ کہ چننا روپے ملے میں اس نوکر کا محتاج ہے، اگر نوکر نہ بھی کہے تب بھی روپے بیٹے کے لیے خود پڑ کر لیا گیا ہے صرف نوکر کی عزت افزائی کے لیے ایسا کیا ہے، یہی حال درود شریف کا ہے حق تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ رحمت کی دعا کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رحمت بھیجنا تو منظور ہی ہی ہے، خود ہم درود بھیجیں، نہ بھیجیں، چنانچہ اسے قیل: "اِنَّ اِلٰهَنَا رَحْمٰتُكَ خَشَعَتْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّ اِلٰهَهُمْ موجود ہے، مگر ہماری قدر بڑھانے کو ہمیں کہہ دیا کہ درود بھیجو کہ تمہارا بھی بھلا ہو جائے گا، کوئی شخص کیا منہ کرے کہہ سکتا ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے محتاج ہیں اور اس کے لیے برا ہے صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت ہوگی، یہ شہ شایہ کسی خشک مزاج کو ہوتا اس لیے دفع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو معاملہ حق تعالیٰ کا ہے وہ ہمارے درخواست پر موقوف نہیں، اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر دعا راست بعض دفعہ مقبول ہوتی ہیں اور بعض دفعہ مردود، لیکن درود شریف ہمیشہ مقبول ہوتا ہے، سو اگر ہمارے عمل کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل ہونے میں کوئی اثر ہوتا ہے تو مجھے اور افعال میں ایہ بھی ہمارا عمل ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کہ کبھی مقبول اور کبھی مردود ہوتا، ہمیشہ مقبول ہونہ دلیل ہے، اس کی کہ معلوم ہو کہ ہمارے عمل کا اس میں کوئی اثر نہیں، حق تعالیٰ ضرور رحمت بھیجتے ہی ہیں، ہم درود بھیجیں، یا نہ بھیجیں، اس لیے درود شریف کبھی غیر مقبول نہیں ہوتا۔

درود شریف کا فائدہ

ہیں خدا تعالیٰ کو رحمت بھیجنا ہے ہی، ہم کو جو قسم دیا تو صرف ہماری عزت بڑھانے کے لیے، نیز وہ دے افعال طہ پر ہیں کہ مقبول ہونے کے قابل ہیں نہیں اور جو عمل مقبول نہ ہو وہ کالعدم ہے، پھر ہمارا درود پڑھنا کالعدم ہوا، مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت ہوتی ہے کوئی شخص یہ احسان نہ سمجھے کہ میں درود بھیجتا ہوں، تب ہی رحمت ہوتی ہے، اگر ہم آفتاب کے سامنے ہو گئے تو آفتاب نے ہم کو منور کر دیا، آفتاب ہمارا محتاج شمعان میں نہیں، ایسے علماء کے قول سے بھی اس کی تائید ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے نفع کے محتاج نہیں۔ البتہ اس مقام پر ایک شبہ ہو سکتا ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دین کی تعلیم کی ہے اور ہمارے عمل سے قیل کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ثواب پہنچتا ہے، تو اگر ہم عمل نہ کریں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ثواب کیسے ملے گا؟ پھر ہمارے عمل کو اس میں دخل ہوا، جواب اس کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس نیت سے تعلیم فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں مایوس نہ ہو گئے، اب ہمارے عمل کرنے کا اثر اتنا بڑا کہ عمل

کرنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی خوشی ہوئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی ہے کہ افسانہ لکھنے کے لئے جس کا کیا آپ بھی لکھ لیں وہ خوش ہوئے۔ یہاں ابھر حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہم سے کوئی آئے نہیں۔ (ذکر الہسن صفحہ ۵)

چوبسترواں اعتراض..... مساجد و مجالس کی آرائش فضول حرکت ہے!

اگر وقت عام طور پر مسجد آوارہ کیا جاتا ہے، تو اس کے بعد اس وقت اور اس وقت کے درمیان سے بالکل تھیں۔

اے حضرات! غیر قومیں کو یمن کے سامنے آپ یہ دکا کر رہے ہیں، آپ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، ان کے برابر دولت آپ کے پاس نہیں ہے، اگر وہ بھی غزوہ منہج میں تو بیعتیں آپ ان کے ساتھ پہلے میں شرمندہ وہاں گئے، انہا لیے آپ جناب رسول شیوں صلی اللہ علیہ وسلم کا پر خلی ہونے چاہیے، یمن کی ہر وکی کیجئے، اگر وہاں کا مقابلہ چھوڑ دے، یمن ایک بڑے مسئلہ کی یہ شان ہوئی جائے:

دل غمِ چہاں جہاں ہے ز یور ہستند

وہر ماست کہ سن خداداد آہ

یہ وہ اپنی زنجیں دکھائیں، افسردہ اپنی زنجیں دکھائیں، تنوہ اپنی زنجیں دکھائیں اور ایک مسلمان پھٹا ہوا کرتاجون کرنگے گا، تو خدا کی قسم! سب کی رونقوں کو مٹا کر دے گا، ارے صاحب! خدا نے وہ سن آپ کو دیا ہے، آپ کو زینت کی حاجت ہی نہیں، اے حسین! خدا نے تجھے اوجس دیا ہے کہ تیرے من کے آگے آفتاب، آفتاب شرما رہے ہیں، ارے اتو پوڑا مل کے کا ہے کو اپنے نقدہ کی حسن کو پوشیدہ کرتا ہے، تجھے ہے حسن کی خبر نہیں، یہ عارضی حسن تیرے اصلی حسن کو پوشیدہ کر دے، عارضی حسن کتنا ہے؟

مسرح الحداثة والحداثة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یعنی شہر کی عورتوں کا حسن تو بے حد اچھا تھا۔ اس کے اور یہاں کی عورتوں کا حسن خدا داد ہے۔ واقعی ایک دہائی کی عورت اگر حسین ہو تو بچہ س کے کہ اس کے فوٹی بھی اچھے ہوتے ہیں اور محنت کی حالت کی وجہ سے صحت مند اور جسم توانا ہوتا ہے، شہر کی حسین عورت سے جو دیہیوں کی تعلقات سے اپنے حسن کو بڑھا لیتی ہے، بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ صاحب مجلس اسلامی کے ہے یہ

حسن اور شرف کیا تم ہے کہ وہ اسوہ کی طرف متقی نسبت سے منسوب ہے، تم نے اسلامی مجلس منعقد کی، اس کو شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربارِ عظیم یا اور اس کو اتنا بھی تو راستہ نہ کر سکتے جتنا کردلی کا دربار اور سائنس بورڈ کے دربارِ الملوچ کے بڑے بڑے تھیمز، تو تم نے گویا ایک نقش کی ادگوں کی طرح جس کے مقابلہ میں ذلیل ہوئے۔

مجلسِ اسلامی کی شان

اے صاحبِ ایمان! مجلسِ اسلامی ہو کہ دور سے دیکھ کر خیر ہو جانے کہ یہ مجلسِ اسلامی ہے، یہ کسی ناقص رنگ یا ختمِ زمرس کا استیج نہیں ہے، ہر سستہ مجلسِ انکسارِ سادہ ہوا اور اس کے بعد اندر پہنچیں تو صوابِ رضی اللہ عنہم کا رنگ جھٹکتا ہے، یہ نہ ہو کہ بازاری عورتوں کی طرح گلے میں پتوں کے بار پڑے ہوئے الیاس نہایت پر تکلف اور ایک ایک چیز اور ہر ہر ذرات سے راس و کاس نکھر نکالیں جو اور حقیقت کا پتہ نہیں، ہر مشاہدہ مشاہد ہے کہ زیبِ اذاعت و انکسار کہتا ہے، جس کے پاس وہ رہا ہے، کمال نہیں ہے، دور سے بچانے والے کے اپنے نہیں کا اظہار کہتا اور اب گناہ نہ ہونے سے مال کا خیار نہ رہا ہے، احوالِ ناروی رحمانہ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے کہ گنجائشِ آدمی اپنے سر کا عیب چھپانے کے لیے خوب صورت ٹوپی کا اہتمام کرتا ہے اور جس کا سر اور بال درست ہیں تو وہ یہ چاہے گا کہ ٹوپی ہی نہ وہ نہ بھرتا ہے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ کیسی خوبصورت، چمک اور کتنے ننھے بال ہیں، حضرت! ایسی عجم کرتا ہوں کہ اگر قلب میں حقیقت ہے تو ظاہر ہی آرائش سے غرت ہوگی، اور اگر حقیقت سے کورے ہیں تو ظاہر ہی شان و شوکت سے اس کی لیب پوت کریں گے، جو جس اسلامیہ میں یہاں ۱۹۷۱ء سامع کی طرف مجلسِ اسلامیہ میں بھی ساری کلائی چاہئے۔

فرقہ انجمنوں میں بہت سے واعظین کا منع کرنا یہ سب اسی افتخار اور محمود و اخیار کے لیے ہوتا ہے اور ان میں ایک غرض اور بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ کوئی کسی اعظم کو پسند کرتا ہے کوئی کسی کو سب کو حق نہ کہ ہر مذاق کے لوگ منع ہوں اور جلسہ میں خوب روئیں ہوں، میں کہتا ہوں کہ اگر آپ صحیح غرض سے لیے جلسہ کر رہے ہیں تو آپ کو کم گوں کے مذاق کی ضرورت ہے، اگر کوئی روپیہ تقسیم کر باہر تو سانس نہ دے، خود بھی نہ جانیں گے، اس شہرہ کی کیا ضرورت ہے؟ جو سانس روپیہ لینے آئے کا سے مضائقہ بھی ملے گی، معلوم ہوتا ہے روپیہ جتنی ہے، اگر سوداگر ہے تو ہندو کا قیام اور بھی ملائے یک جائے گا، وہ بھی اور مسکن عبادت ہوں پڑے، صحیح و معصیت! اپنے محتاج غافل دیکھے، دیکھئے خود بخود و خیر اہل آئیں گے، اسی طرح حق اپنی چیز نہیں کہ اس کی طرف کشش نہ ہو، اہل حق اور مصلح سازوں کے کام

میں بھی فرق ہے کہ طمع سازوں کی آمد بڑی رنگیں ہوتی ہے اور اس میں بڑا زور ہوتا ہے مگر حاصل سوائے قافیہ بندی کے کچھ نہیں۔

اہل حق کا کلام

اہل حق کے کلام میں ابتداء تو بہت دہیسی ہوتی ہے، مگر انتہاء میں زور اور قوت اور خاص اثر ہوتا ہے، ابتداء ان کی ہلکی بارش کی طرح آہستہ آہستہ ہوتی ہے جو کہ قلب میں آہستہ آہستہ ایسی بارش کی طرح جذب ہو جاتی ہے، مگر اس کا انتہائی اثر گلزار اور گل بار ہوتا ہے۔
بقول مولانا رومی رحمہ اللہ:

در بہاراں کے شود سرسبز سنگ
خاک شو تا گل برود رنگ

اور طمع ساز اپنا رنگ بھانے کے لیے ابتداء میں خوب مثنوی کے اشعار پڑھتے ہیں اور کہیں کہیں اب تو صوفی، ستار اور ہارمونیم سے بھی مجلس کو گرم کیا جاتا ہے، مضامین کے الفاظ دل گزار ہوتے ہیں کہ اس وقت تو ذرا سا جوش پیدا ہو جاتا ہے، پھر جہاں مجلس پر خاست ہوتی، اثر بھی تشریف لے گیا اور جو ذرا سا باقی رہ گیا وہ دو چار روز کا مہمان ہوتا ہے اور اہل حق کا اثر پائیدار ہوتا ہے، مگر کلام ان کا رنگین نہیں ہوتا، پس ان دونوں میں ایسا فرق ہے جیسا ایک پنکدار گلٹ کے پتے اور رنگ آلود روپے میں۔ روپیہ کا رنگ اگر نہ بھی چڑھا تو وہ تب بھی سولہ ہی آنے کو چلتا ہے اور گلٹ کے پتے پر اگر گلٹ بھی چڑھا رہا ہے تو پھر بھی اسے کوئی نہیں پوچھتا اور اگر وہ بھی اتر جائے تو پھر وہ کچھ بھی نہیں، غرض روپے کو سفیدی اور چمک کی حاجت نہیں اور وہ گلٹ کا چھپا اپنے سفید ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اور ظاہر روپے سے بھی زیادہ پنکدار ہے، اس کی سفیدی اور چمک تھوڑے دنوں کی ہے کہ اس کے بعد دو کوڑی کا بھی نہ ملے گا۔

نقد صوفی نہ ہمہ صافی بے غش باشد

اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

جب یہ کسوٹی آئے گی تو روپیہ تو سامنے آکھڑا ہوگا اور گلٹ کا چھپتا چھپتا پھرے گا۔

نہ باشد اہل باطن درپے آرائش ظاہر

بہ نقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت سادہ زندگی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

میں تکلف اور نہ بڑی جہد میں کوئی شان و شوکت نہ تھی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے تھے، وہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے آغاز اور انتہا و اوج کے مابین تھے، مگر ساتھ ہی انہی کے گہرائی کے لحاظ سے بے نظیر تھے۔

چنگیز والے اعتراض..... حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کی

حیات برزخیہ کا اثبات!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے لیے بہت آچھٹا شرف حاصل ہے، کیونکہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود یعنی جسد معنوی جس میں روح اس کے اندر مقیم رہتے ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں زندہ ہیں، قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی یہی عقیدہ ہے، احمدیہ میں بھی نہیں ہے: "انفس اللہ حسی میں جبرئیل (علیہ السلام) کے نبی اپنی قبر میں جا شہید نہ ہیں، تو نبی پڑے ہیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذاتی پہنچنا ہے، مگر یاد رہے کہ اس حیات سے مراد ہوتا سوتلی نہیں ہے، دوسرے قسم کی حیات ہے جس کو حیات برزخیہ کہتے ہیں۔

حیات برزخیہ کے مراتب

باتی یہ ہے کہ حیات برزخیہ تو سب کو حاصل ہے، پھر اس میں نبی کی کیا تخصیص ہے؟ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے مختلف مراتب ہیں، ایک مرتبہ تو تمام مومنین کو حاصل ہے جس کے ذریعے سے تمام قبر کی ہر مسلمان کو جس ہوگی اور ساری حیات شہداء کی ہواگی، تمام مومنین کی حیات برزخیہ سے الگ ہی ہوگی، عام مومنین کی حیات برزخیہ یہ نسبت شہداء کے کمزور ہوتی ہے، اگرچہ اس حیات کا سبب سے وہ بدرجہ اعلیٰ ہو، جس سے کوئی نہ سمجھے کہ عام مومنین کی حیات برزخیہ اس حیات سے کچھ سے کمزور ہوگی اور حیات شہید کے قوی ہونے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ زمین اس کی آٹاں نہیں کھ سکتی ہے اور یہ نہ کھانا ایک اثر ہے حیات کا۔

شہید کی حیات

جس شہید جس اس کا اثر ظاہر ہوا اور عام مومنین میں نہ ہونا، یہ دلیل ہے شہید کے حیات کے قوی ہونے کی یہ نسبت عام لوگوں کی حیات کے، بعض لوگوں نے اس کا انکار بھی کیا ہے، کہتے ہیں مشاہدہ اس کے خلاف ہوا ہے مگر یہ کوئی انکار کی وجہ نہیں، بنی سنی، کیونکہ جس طرح اس کے خلاف مشاہدہ ہوا ہے، اس کے موافق بھی مشاہدہ ہوا ہے، جب دونوں طرح مشاہدے ہو جائیں تو سرے سے اس کا انکار کیونکر کیا جاسکتا ہے؟ بہت سے بہت یہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ قہر و کھ نہیں، اکثر یہ ہے اور بعض کا محمل بھی اسی کو کہا جائے گا، باقی ملاحظہ انکار کو صحیح نہیں ہو سکتا، یہ تو جواب صحیح ہے، اس تقدیر پر جب کہ ہم مان لیں کہ جہاں ہم نے اس کے خلاف کیا ہے وہ شہید ہی تھا، مگر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ شہید ہی نہ ہو، کیونکہ شہادت صرف اسی کا نام نہیں کہ معرکہ میں قتل ہوئے بلکہ حقیقی شہادت کے لیے کچھ باطنی شرائط بھی ہیں، مثلاً نیت کا خالص ہو، اللہ ہونا، جس کی خبر سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہو سکتی، تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس کو آپ نے اس کے خلاف مشاہدہ کیا ہے وہ شہید حقیقی نہ تھا، صرف شہید احکام تھا، اور یہ حیات کا اتنی وجہ صرف شہید حقیقی کے ساتھ خاص ہو گا، اور اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ حقیقی شہید تھا تو ممکن ہے کہ کسی عارضی کی وجہ سے ایسا ہوا ہوگا کہ اس کی لاش گل تھی، مثلاً اس جگہ کی سنی تیز ہو، ہم نے یہ سب دعوں کیا ہے شہید کی حیات ایسی ہوتی ہے کہ اگر جلد بھی تو اس لازماً جلدی بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ اگر شہید کو موافق عادت کے دفن کرو جائے، جیسا کہ مومن اور مومن ہوتے ہیں کہ اس کی قبر میں کوئی خاص خدشہ دوسروں سے زیادہ مشکل شہادت سے زمین وغیرہ کے نہ ہوتو جس کی لاش شکل دوسرے مردوں کے نہیں لگتی، ایچ نہ محفوظ رہے گی۔

انبیاء علیہم السلام کی حیات

تیسرا وجہ جو سب سے قوی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخ کا ہے، وہ شہید کی حیات سے بھی زیادہ قوی ہوتی ہے چنانچہ اس کا ایک اثر تو محسوس ہے اور وہ دعویٰ ہے جو شہید کے لیے ہے کہ ان کے جسم ہمارے کو زمین میں کھا سکتی مدد عت میں ہے:

”وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُمْسِكَ الْإِنْبِيَاءَ عَلَى الْأَرْضِ“ اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسموں کو زمین پر جبر کر دیا ہے۔“

اور دوسرا اثر محسوس تو نہیں مگر منصوص ہے اور وہ حرمت نکاح ازواج نبیاء علیہم السلام ہے کہ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے جہان کے بدل کے کسی ایسی کو نکاح جائز نہیں، نیز انبیاء

علیہم السلام کی میراث وراثت میں تقسیم نہیں ہوئی۔ - جس سے معاشرہ الامیاء لا نوریت ملائحتی صدقہ انبیاء علیہم السلام کا قزم زرگزہ صدقہ ہوتا ہے یہ بائیس شیعہ کے لیے شریعت نے شروع نہیں کیسے ہو کر چہ شریعت نے اس کا کوئی خاص راز نہیں بیان کیا مگر علماء متعصبین یہی کہتے ہیں کہ اس کا راز وقت حیات انبیاء علیہم السلام ہے کہ حیات مانع ہے ان دونوں امور سے اور گناہ و آج نبی سے بعد وقت نبی کے نکاح حرام ہونا تمام انبیاء علیہم السلام کے بارے میں منقول نہیں ہوا۔ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ خصوصیت قرآن میں ذکر کی گئی ہے مگر علماء میراث پر قیاس کر کے اس حکم کو بھی عام جملہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج کے لیے سمجھتے ہیں مگر میراث کا تقسیم ہونا حدیث سے جملہ انبیاء علیہم السلام کے لیے عام طور پر معلوم ہو چکا ہے تو اس امتیازات سے حیات برزخو انبیاء علیہم السلام کا شیعہ امام اور عام مومنین سے اقویٰ ہونا ثابت ہوا، میراث میں یہ بات با اتفاق است ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات

اور خاص ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن مبین بھی حیات کے معتقد ہیں، انا کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا اقراء ہے، چنانچہ ایک واقعہ سے ان کا اقراء معلوم ہو جائے گا، تاریخ مدینہ میں یہ واقعہ لکھا ہے، دو میں نے خود اس تاریخ میں دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند عرصے بعد (یاد نہیں رہا کہ کس ہفتہ کے وقت میں) دو شخص مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امیر کے ڈائمن کے لیے آئے تھے، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مکان کریم پر ملے لیا تھا اور دن بھر نماز و تسبیح میں مشغول رہتے تھے، لوگ ان کے معتقد بھی ہو گئے تھے، وہ کم بخت عات کے وقت اس مکان سے قبر شریف کی طرف سرنگ کھودتے تھے اور جس قدر سرنگ کھود لیتے راتوں رات میں مدینہ سے باہر پھینک دیتے تھے اور جگہ بدلتے کرتے تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے، مگر وقت تک وہ لوگ سرنگ کھودتے میں مشغول رہے، جب دوسرے لوگوں نے یہ کام شروع کیا، جن تعالیٰ نے اس زمانہ کے سلطان کو (امام یحییٰ بن ابی بکر) یہ خبر دی تو اس نے جواب دیا کہ یہ لوگ عات

(اس سلطان کا نام نورالدین ترکي رحمہ اللہ تھا۔ یہ واقعہ علامہ سید ابی رحمہ اللہ نے وفاء الوفا میں ذکر کیا ہے) اور اس وقت صلی اللہ علیہ وسلم میں نقیض کیا ہے۔ محمد مرکان الحسن خاند

سلطان مدینہ کا خواب

خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر حزن و غم

کے آثار میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بادشاہ کا مارے کر فرور رہے ہیں۔ "مجھے ان دو شخصوں نے بہت ایذا دے رکھی ہے، جلد مجھے اس سے بچاؤ۔" خواجہ اب میں دونوں شخصوں کی صورت بھی یاد رکھو کہ وہ کھلا دی گئی خواجہ اب سے۔ یہ اور بزرگ بادشاہ نے وزیر سے اس کا تذکرہ کیا، وزیر نے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ یہ میں کوئی حادثہ پیش آیا ہے، آپ جلد مدینہ تشریف لے جائیں، بادشاہ نے فوراً خون کے ساتھ بہت تیز رفتاری سے ساتھ مدینہ کی طرف سفر کیا اور بہت جلد مدینہ پہنچ گیا، اس مرحلہ میں وہ ایک بہت سرگرم کھوپڑی تھے اور بالکل مسدود طہر کے قریب پہنچ گئے تھے، ایک دن تو بادشاہ کو دروازہ پر پہنچا تو وہ لوگ پٹا کا سر پہرا کر بیٹھے۔ بادشاہ نے مدینہ پہنچ کر رتر ملوگوں کی مدینہ سے باہر دعوت کی اور سب کو مدینہ سے قریب خاصا دروازے سے باہر نکلنے کا حکم کیا اور خوراک اور دوا سے کھڑے ہو کر ہر شخص کا چہرہ خوب غور سے دیکھتا ہوا تھا، یہاں تک کہ مدینہ کے سب مرد و عورتوں سے باہر نکلے، مگر ان دو شخصوں کی صورت پر نظر نہ پڑی، جن کو خوب میں دیکھا تھا، اس لیے بادشاہ کو سخت حیرت ہوئی اور ان لوگوں سے کہا کیا سب لوگ باہر آ گئے؟ ان لوگوں نے کہا اب کوئی اندر نہیں رہا، بادشاہ نے کہا یہ جو شخصیں باہر نکلتے ضرور کوئی اندر رہا ہے۔

سرنگ کھودنے والے پکڑے گئے

لوگوں نے کہا کہ وہ زہر آور روئے ہیں، انہی کی دعوت میں جایا نہیں کرتے اور نہ کسی سے جتنے ہیں، بادشاہ نے کہا مجھے ان کی سی کام ہے، چنانچہ وہ پکڑ لئے گئے تو بعینہ ۱۵۱۱ء صورتیں نظر پڑیں۔ خواجہ اب میں دھلائی گئی تھیں، ان کو فوراً قید کر یا انہی اور پوچھا، یہ تجربے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ایذا دئی؟ چنانچہ بڑی دیر کے بعد انہوں نے اقرار کیا کہ ہم نے جسد اطہر پانچ نے کے لیے سرنگ کھودی ہے، چنانچہ خرابادشاہ نے وہ سرنگ دیکھی تو معلوم ہوا کہ قدم مبارک تک پہنچ چکی ہے، بادشاہ نے قدم مبارک کو بوسہ سے کر سرنگ بند کرادی اور زمین کو پانی کی قرب تک کھدوا کر قبر مبارک کے چاروں طرف سے پانی کا کھدوا کر کوئی سرنگ نہ بن سکے، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مخالفین کو بھی جسد اطہر کے کھج مائلہ ہونے کا ایسا جتنا اعتقاد ہے کہ کئی سو برسوں بعد بھی اس سے نکالنے کی کوشش کی، ان کو جسد اطہر کے کھنڈ ہونے کا یقین نہ ہوتا تو وہ سرنگ کیوں نکالتے؟ بعض دہم و شہ پر اتنا بڑا خطرہ کا کام کوئی کسی طرح اور وہ اب اس کتاب میں، وہ بھی خوب سمجھتے ہیں۔ نبی کے جسد کو زمین میں نہیں کھاسکتی، اور خوب جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی پر حق تھے، وہ عباد کے اقرار نہیں کرتے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر مخالفین و مخالفین سب کے نزدیک اپنا کمال محفوظ ہے۔ (الحق صفحہ ۱۵۱)

چہرہ والے اعتراض۔ علم تجوید سے لاپرواہی کرنا ٹھیک نہیں!

تجوید کی یہاں تک ضرورت ہے کہ بعض دفعہ اس کی مخالفت سے عربیت جاتی رہتی ہے اور جب لفظ عربیت ہی سے نکل گیا تو قرآن عبادہ، جب نماز میں قرآن نہ پڑھا تو نماز کیسے صحیح ہوگی؟ شاید یہ بات آپ کو عجیب معلوم ہوتی ہو کہ تجوید کے نہ ہونے سے عربیت نہیں رہتی، مگر میں دلیل سے اس کو ثابت کرتا ہوں۔ سب کو معلوم ہے کہ عربی و فارسی و اردو جدا جدا زبانیں ہیں اور ہر ایک کے خاص الگ الگ ہیں۔ پس جس طرح کسی لفظ کے فارسی یا اردو ہونے کے لیے تھقل کی صحت شرط ہے، اسی طرح لفظ کے ہونے کے لیے بھی تھقل کا صحیح ہونا شرط ہے۔ مثلاً آپ ایک کپڑے کو "گامڑہ" کہتے ہیں اس میں "ز" کا ہونا اور رباعی ظنی کا ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے بجائے "گامڑ" کہے تو آپ اس کو غلط کہیں گے، کیونکہ "گامڑ" تو غلطی کا ہوا کرتا ہے۔ کپڑے کی کوئی قسم "گامڑ" نہیں، اسی طرح مجھے کہ عربی میں جو لفظ "م" سے مرکب ہے وہ اس "میں" یا "عاد" پڑھ دینے سے "یا" یا "ما" کی جگہ "حا" پڑھنے سے تھقل ظاہر ہوتی بدل جائیں گے، اس سے وضاحت الفاظ کی ضرورت معلوم ہوتی اب مسافات کی بابت میں لکھتا ہوں کہ اردو میں دیکھ لفظ "پنکھا" ہے جس میں "نون" کے حذف کے ساتھ بولا جاتا ہے، اسی طرح "رنگ" اور "جنگ" میں جو فارسی لفظ ہیں "نون" کو کچھ بر کر کے نہیں پڑھا جاتا، اب اگر کوئی پنکھا کو پانکھا دے تو "پن" کھا کہے، یا "دیکھ کو" کہے تو آپ کہیں گے کہ اردو، فارسی نہیں رہی، مہمل لفظ ہو گیا، لیکن اس کے کہنے سے آپ بندھ گئے اس طرح کہ جب اس لفظ میں اظہار نون سے آپ نے اس کو تھقل ہونا، و اردو زبان سے نکل جاتا مان لیا تو جن لفظوں میں عربی زبان میں اخفاء ہے، وہاں بھی ماننا پڑے گا کہ اظہار نون سے وہ لفظ عربی نہیں رہتا تو کیا اب بھی تجوید کی ضرورت میں کسی کو کام ہو سکتا ہے؟

تجوید کیسے قرض ہے

میں تو کہتا ہوں کہ تجوید کا سیکھنا قرض ہے، کیونکہ قرآن عربی زبان میں ہے جس کو عربی میں پڑھنا قرض ہے اور عربیت کے مواضع صحیح لفظ ہوں تجوید۔ کہ نہیں آ سکتا، تو تجوید کا سیکھنا قرض ہوا، صاحبزادہ! چاہے آپ اپنی کہہ سکی کہ جیسے ہر مہمل لفظ عربی میں ہے، مگر تجوید کی فقہ بہت ضرورت ہے۔ اور شخص یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس طرف اس لیے توجہ نہیں دیا کہ ان میں دنیا کا بظاہر کوئی فائدہ نہیں، اگر آج ملازمت کے لیے یہ مسلمانوں کو نہ جائے کہ جس کا قرآن باقاعدہ صحیح ہوگا اس کو ملازمت دی جائے گی۔

قوت دینا۔۔۔ یہی اس کا جواب ہے۔ ہم لوگ متوجہ نہ ہونے کی وجہ سے سب کو ٹھکر دیتے ہیں۔ اس لیے یہ دوسرا ضروری بیان کیے جاتے ہیں۔

(دوسرا باب ۱۲ صفحہ ۱۰۶)

سخت و زور اعتراض..... علماء کا یا اہل اختلاف اور ہمارا فرض!

یہ بہت گھٹن سوال ہے جس نے مسلمانوں کو اس وقت پریشان کر رکھا ہے اور دیکھتے ہیں کہ علماء میں باہم اختلاف ہے، کوئی ایک بات کہہ رہا ہے تو دوسرا اس کو برا کہتا ہے، کوئی ایک بات کو سنتا ہے تو دوسرا یہ بات بھلا ہے، اب کس کی بات مانیں؟ یا سب پر غصہ کریں۔ یہ غیر ممکن ہے، یا اہل کو دوسرے پر ترجیح دینے کو ترجیح دینی چاہیں؟ لہذا ہم نے تو یہ فیصلہ کیا کہ سب کو چھوڑ دو۔ صاحبو! دیکھو! اس فیصلے کی توجہ کا یہ نہیں ضرور دنا اس کا ہے کہ جب ہمیں صورت اختلاف ظہور دینے کے مابین میں پیش آتی تو ہم اس آپ نے یہ فیصلہ کیوں نہیں کیا؟ وہاں کسی ایک کو ترجیح دے کر کیوں بھلا کر دیا؟ یعنی یہ دلائل ہیں جو اس کے حجاج میں ہیں اور دوسروں کی رائے مختلف ہوتی ہے، کوئی کچھ مرضی کی تحقیق کرتا ہے، کوئی کچھ اور ہر ایک اپنی رائے کو صحیح سمجھتا ہے اور دوسرے کی رائے پر عمل کرنے کو مرضی نہیں کے لیے ممکنہ ضرات سے وہ اس آپ نے سب دیکھوں کو کیوں نہیں چھوڑ دیا؟ اور یہ کیوں نہیں دیکھ سکتے؟ اس میں اتفاق ہی نہیں، اب ہم کسی کا علاج کریں؟ اس کا دوسرا فیصلہ دوسرے دو جہتوں کا بھی حجاج نہیں کرتے، وہیں ایک حکم دیا جائے تو اس کا علاج کیوں کرتے ہیں؟ یعنی ہمارے ہمارے کے ساتھ بھی یہی بات ہو کر نہیں گیا جو ہمارے کے ساتھ لیا گیا ہے؟ یہ دیکھو، میں باہم اختلاف نہیں ہوتا ہے؟ اور جیسا ہوتا ہے، پھر وہیں ایک کوئی دوسرے پر کس ترجیح دی جاتی ہے؟ اب سب کو یہیں نہیں چھوڑ دیتا؟ اس کو جواب آپ کے پاس کیا ہے؟

ضروری سمجھنے کے بعد!

دیکھتے ہیں کہ اس کا جواب دیے ہوئے ہوں، ایک گہری بات ہے، وہ یہ کہ جو قسمی چیزیں ہوتی ہیں، ایک اور قسم کو ضروری سمجھا جائے، دوسرے اور جن کو ضروری نہ سمجھا جائے، ان باتوں کو ضروری سمجھا جاتا ہے، ان کو قسمی اختلاف کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاتا، ایک وہاں وہی قسم سے سمجھا جاتا ہے اور جو اختلاف کے ایک دوسرے پر ترجیح دینا ہے وہ جن باتوں کی

علماء کی نا اتفاقی

پس علماء کی باہم نا اتفاقی اور اختلاف سے آپ کا سب کو محرم بنا دیا اور ہر فریق سے یہ کہنا دوسرے سے انتہی کر لو، علحدہ رائے ہے، بلکہ اول آپ کو تحقیق کرنا چاہیے نہ حق پر کون ہے؟ پھر جو با حق پر ہوا۔ مجرم نہ بنے اور وہی کونش حق کے ساتھ اتفاق کرنے پر مجبور کرنا چاہیے وہ مسائل حق کو دوسروں کے ساتھ اتفاق پر مجبور کرنے کے تو یہ معنی ہوں گے نہ وہ حق کو چھوڑ کر با حق طریق اختیار کر لیں اور وہی کو کوئی عامل تسلیم نہیں کر سکتا، تو اسی شکایت آپ کی رد کی کہ آپ نقل از تحقیق ہی سب کو مشتق ہو جانے کی رائے دیتے ہیں اور مولویوں کی شکایت ہم کو بھی ہے مگر صرف حق کی جو با حق پر ہیں اور امر یہ کہا جائے کہ جب حب! دوسرا فریق بھی اتفاق سے مجبور ہے کیونکہ ان کی سمجھ میں یوں ہی آیا، وہ اسی کو حق سمجھتے ہیں جو ان کی سمجھ میں آیا ہے تو چنانچہ ایسا اختلاف رحمت ہے اس اختلاف سے فتنے اور فساد کی نوبت نہیں آیا کرتی، دیکھئے! احمد زید بد میں مجھ ہی کا تو اختلاف ہے، مگر اس کے ساتھ پھر بھی سب متفق ہیں، کوئی ایک دوسرے پر ملامت دینے نہیں کرتے، چاہے ہر ایک سب کو حق پر سمجھتا ہے اور ایسا اختلاف ہوتا تو مسلمانوں کو آج یہ پریشانی نہ ہوتی جو آنکھوں سے نظر آ رہی ہے، بلکہ یہ اختلاف خود وہیوں کا ہے۔

اختلاف کی بنیادی وجہ

میں کہہ کرتا ہوں کہ اگر اس حق کے پاس کافی راہ پیہ ہو اور وہ ان سب فرقوں کی نحو ہیں مسترد کر دیں تو سارا اختلاف ایک دن میں مست جائے یہ سارا اختلاف پیچیدگی کے بجائے کہ کوئی مولود پر زور دیتا ہے، کوئی قاتل پر، کوئی جیسے، دوسری پر، ایک عالم سادہ آپ سے جو دعوات کے بارے میں جاری ہیں، کسی نے سوال کیا کہ ختم مولود و قاتل کو سنت کہتے ہو اور ان پر بہت زور دیتے ہو مولود جو ان سے منع کرتے اس کو برا بھلا کہتے ہو، پھر یہ کیا وجہ ہے کہ تمہاری مستورات پیشتر زیور پر متی ہیں؟ (اللہ کی شہنشاہی ہے کہ اس کتاب کو سب مسلمان اپنی مستورات کے لئے تجویز کرتے ہیں خواہ وہ کسی قبیل کے ہوں چنانچہ ان عالم صاحب کی مستورات بھی پیشتر زیور پر متی تھیں) تو انہوں نے اپنے پیچ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جو مرد انسان کہہ کر اس کی عزت لے، یہ حق وہی ہے جو پیشتر زیور پر متی رکھا ہے میں نے ایک وفد لکھنؤ میں دیکھا کہ ہر نماز کے بعد انکے الگ فاتحہ کی بارگاہی ہے، پھر ہال میں بیٹھ کر باتیں ہوتی تو میں نے اس بیان میں کہا کہ فاتحہ وہ وہ کہتے ہیں، دوسرے جوئے کا امتحان بہت آسانی سے اس طرح ممکن ہے کہ یہ باتیں سب مولود پر متیوں کا فاتحہ

اختلاف محل شکایت نہیں!

غرض میں کہہ رہا تھا کہ اختلاف علی الاطلاق محل شکایت نہیں ہو سکتا، بلکہ پہلے آپ حق متعین
 کیجئے اس کے بعد دیکھئے کہ علماء متکلمین میں سے حق پر کون ہیں؟ اور باقی پر کون؟ اس طرح تحقیق اور
 غیر تحقیق کی پہچان ہو جائے گی، جس کی میں ایک آسان ترکیب بتا رہا ہوں وہ یہ کہ دو قسم کے
 لوگ ہیں، بعض تو لکھے پڑے ہیں خواہ اردو ہی میں لکھے پڑے ہوں اور بعض ان پڑھ ہیں۔
 پہلے طبقہ کے لیے تو تحقیق حق کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سب ملامت کی کتابیں دیکھیں، مگر دونوں طرف
 کے علماء کی کتابیں خالی الذہن ہو کر انصاف سے دیکھیں، پہلے سے کسی کی طرف ماری اور حمایت
 کا خیال دل میں نہ لائیں، کیونکہ اعتقاد کے بعد اس کی ہر بات اچھی معلوم ہوگی اور عجیب نظریہ
 آنے کا، سو تحقیق حق کا یہ طریقہ نہیں بلکہ اس کا طریقہ یہی ہے کہ خالی الذہن ہو کر دونوں طرف
 کی کتابوں کا معہ مواضع کے ساتھ کیا جائے، خدا کے ساتھ حامد ہے، اس کو پیش نظر رکھ کر
 دیکھنا چاہیے، ان شاء اللہ اگر حسب حق ہے تو بہت جلد آپ کے ذہن میں خود بخود حق واضح
 ہو جائے گا، جب آیت کا حق ہو یا معلوم ہو جائے تو اس ای سے تصدیق رکھو اور اس سے دین کی
 باتیں اور عقد کا راستہ دریافت کرو، مگر دوسرے کو بھی برا نہ کہو، کیونکہ کسی کو برا کہنے سے تمہارا کیا
 بھلا ہو جائے گا؟ بس تم اپنی یہ حالت رکھو:

ہم شہر پر زخموں کا منہ و خیرہ ہے
 چہ کتبہ کہ چشم بد خور نہ کند یکس نکا ہے
 دل آدہیکہ داوی دل درد بند
 دگر چشم از ہم عالم فرا بند

اگر کوئی برا بھی ہو تو تم اس کو برا نہ کہو، اگر برا ہے تو تم کو کیا؟ اور اگر دوسرا تم کو برا کہے جب بھی
 تم سے برا نہ کہو، ذوق نے خوب کہا ہے:

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق!
 ہے برا وہی کہ جو تجھ کو برا جانتا ہے!
 اگر تو ہی برا ہے تو وہ بیچ کھتا ہے!
 پھر برا کہنے سے کیوں اس کے برا ہوتا ہے؟

مولویوں کی صحبت میں رو کر دیکھیں!

یہ طریقہ تو بڑے لکھوں کے واسطے ہے اور جو بے پڑھے ہوں وہ یہ نہیں کہ وہ مولویوں کے پاس جا کر ایک ایک پشتہ رہیں اور جو وقت ان کی فرصت کا ہو وہ یا ملت کرنے سے معلوم ہو جائے گا، اس میں ان کے پاس بیٹھیں اور ان کی باتیں سنیں اور دیکھیں جو مسلمان متعلق منہ پر ہیں ان کی پابندی کا کس کو زیادہ ہتھام ہے؟ اور نیز یہ کہ کس کے پاس جا کر کیا اثر ہوتا ہے؟ اگر کسی کے پاس جا کر آخرت کی رحمت پیدا ہو، عبادت الہی کا شوق پڑھے، ورغہ کی تاقرانی سے دہر میں نفرت اور خوف پیدا ہو، اور اس کے پاس رہنے والوں کی زیادہ تر حالت اچھی ہو تو ایسی اس کو اختیار کر لیں، اسی سے بر بات پوچھا کریں اور اس کی صحبت میں گاہے گاہے آ جا یا کریں اور یہ طریقہ بڑے لکھوں کو بھی بہت مفید ہے، جس سرائوں کے مطالعہ سے کسی عالم کی اصلی حالت ایسی نہیں ملتی، ہوتی، جیسے پاس رہتے۔ سے معلوم ہوتی ہے، اس لیے وہ بھی اگر یہ طریقہ اختیار کریں تو زیادہ بہتر ہے۔ (موسم بہار الملت سنی ص ۵۷)

انھتر والے اعتراض بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزے صرف تین ہی

ہونے چاہئیں اس کی تردید!

ایک اشتہار میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ روزے صرف تین ہی ہونے چاہئیں، یعنی میاں ہویں، باد ہویں، تیر ہویں اور اس پر دلیل کیا خوب صورت لائے، اس کو بھی سنئے! آپ نے یوں استدلال کیا کہ روزے کے بارے میں قرآن میں آیا ہے: "ایمانا مغلوث ذاب" یعنی پندرہ روز، جس کا اسی مطلب تو یہ ہے کہ ہماری ہمت بڑھانے کے لیے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزے کے تھوڑے ہی دن ہیں، ٹھہراؤ نہیں، مگر آپ نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ حج کے بارے میں بھی ایسا غلط آیا ہے "ایمانا مغلوث ذاب"۔ اور وہاں اگلے آیتاں مغلوث ذاب سے لگتی گئیں، باد ہویں، تیر ہویں اور تین ہی روزے ہمارے ہیں، جب وہاں حج میں "ایمانا مغلوث ذاب" سے یہ مراد ہیں تو یہاں موسم میں بھی وہی مراد ہیں، کیونکہ "انفراں یسر یسرا، حالانکہ "انفراں یسر یسرا" کے قاعدہ سے وہاں کام لیا جاتا ہے، جیسا ایک آیت کی تفسیر معلوم اور دوسرے کی تفسیر معلوم نہ ہو اور یہاں تو دونوں کی تفسیر ایک ایک معلوم ہے، مگر اس انداز میں نے تو ایک جگہ کی تفسیر سے لیا اور دوسری جگہ کی

تفسیر نظر انداز کر دی، میں کہتا ہوں کہ اگر "اسا معدودہ" ہے "مقررہ روزہ کی آیت کے کیا ہوگا؟
 ہاں ہاں، اتنے ہوں مردہوں تو یہ کار خیز قویٰ کی خبر کی ہوں گی، ایسے گیارہویں، بارہویں، تیرہویں
 قویٰ الجیک کا روزہ رکھنا فرض ہوگا اور یہ ہیں اہم تعریف ان میں روزہ رکھنا ہمارے باطل حرام ہے، تو
 قرآن سے ایسے اہم کا روزہ رکھنا فرض ہوگا جس کا روزہ رکھنا مباح، لکن حرام ہے۔ یہی وجہ تیار کیا!
 اور یہی کہتا ہوں کہ اگر ہم ایک "اسا معدودہ" سے بھی لیں رہا ہیں وہ روزہ ہیں اتنے ہوں مردہ
 ہیں تو یہ ہونے چاہیے "لَنْ نَنْسَخَ الشَّرَآءَ اِذَا كَانَ مَعْلُوذَةً" کہ ہم روزہ رخ میں تھوڑے دن
 رہنا چاہے گا تو کیا ہوں بھی تین دن مراد ہیں؟ عات سے کوئی حذر نہ کرنا ہوئی، یہی مراد
 تھی کہ لفظ "تیرہویں" وہ روزہ کو دینا جس جاز پر ہے گا اور ابھی قویٰ الجیک میں "اگر یہاں بھی
 لکن مراد ہے تو یہ ہوا کہ "تیرہویں" سے بچے کا مارنا "فرض" ہی طرح لوگوں نے فتنے ایجاد
 کیے ہیں کوئی یہاں تک افساد کرے، غیر حکومت کے جو نہیں سکتا، کوئی سلطنت اسما کی ہوئی وہ
 ان کو بند کرتی۔ (جزامہ ص ۳۱۱، خیر انوار ص ۱۵۷، ص ۹۰)

ان سیواں اعتراض اس شبہ کا جواب کہ تبلیغ عذر سے ساقط ہوتی

ہے یہ نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے آپ امر بالمعروف شروع کر دیں، جب کام شروع کر کے کہیں
 گاڑی، کھنکے، اس وقت استخلا کر سنا رہی سے انداز کے حکم روزہ وقت کرنے کا آپ کو حق نہیں،
 بلکہ اس وقت انداز کا حکم روزہ وقت کرنا گویا ہوں بچنے کی تدبیریں اٹھانا ہے، سب مسلمان
 جانتے ہیں کہ شریعت نے طائفہ سے زیادہ کوئی حکم نہیں دیا، مگر پھر بھی اس قسم کے عذر کو دوسرے
 کاموں کی بابت کوئی پیش نہیں کرتا، مثلاً وضو، غسل، واحد عذر سے ساقط ہو جاتا ہے اور نماز میں قیام
 عذر سے ساقط ہو جاتا، مگر جس وقت نماز کے لیے کسی کو کہا جاتا ہے، وہ کہیں یہ نہیں جانتا ہے کہ پہلے
 جھٹے یہ تلاؤ کہ وضو اور قیام کن کن عذروں سے ساقط ہو جاتا ہے؟ کیونکہ وہ آپ نماز کے
 پڑھتے کو ضروری سمجھتے ہیں اور عذر کو عارضی، اسی طرح کھانے میں بھی کسی نے طبیعت سے یہ نہیں
 پوچھا کہ تقسیم ہی کھانے کے شرائط تلاؤ اور یہ بھی سمجھاؤ کہ کس وقت چھوڑ دیا جائے؟ کیونکہ
 یہاں بھی کھانے کو ضروری اور کھانے کو عارضی سمجھنا ہوتا ہے، اس طرح رمضان میں جو لوگ روزہ
 رکھتے ہیں اور وہ بھی پہلے یہ نہیں پوچھتے کہ سواری صا جب روزہ کن کن وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے؟

بگڑائی ایسا سہول کرے تو اس کی نسبت عام طور پر بدنامی ہوتی ہے کہ شاید روز بروز بگڑنے لگے۔
 اور اس میں، عداوت آپ کو پائیے تھا کہ آپ امر و معروف شروع کر لیں۔ مگر کسی وقت
 یاد رہے کہ آپ کو اختلاف شروع نہیں کرنا تھا۔ آپ نے یہ کوئی تبلیغ اسلام کرنے میں کوئی نئی
 وقت سودی عداوت۔ یہ پوچھتا کہ اس موقع پر کیا کریں؟ کیا آپ نے نہ کہ امر یا معروف
 کریں؟ یہ تو کوئی نہ سمجھو، نہ کہ کرو، نہ بدی کو نہ اور کو اور۔ پتہ ہی ہے کہ جڑ کا قصور یا انت
 کرنے والے یہ کہیں کہ نماز اور اوروں میں تو خیر نہیں ہے۔ کہیں اور امر و معروف میں کٹاؤ نہیں
 قوت رہے ہیں۔ مگر کہتے ہیں کہ یہ خیال غلط ہے۔ آپ نے امر اور معروف کرنے میں کوئی
 سرحد مقرر کی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں، تو پھر بھی نہیں، اس کو نصیحت کرنے میں آپ کوئی عداوت یا
 مارنے لگے گی؟ یا لڑکا لڑ نہیں پاسا تو آپ کا کیا کرے گا؟ اگر آپ کہیں کہ وہ عداوت نہیں ہے تو
 میں جانتا ہوں کہ اگر وہ بھی انتہی میں مل جاتا ہے تو اس وقت سے کہیں مارے ہیں؟ اور انہوں
 برا دیتے ہیں؟ اس وقت وہ آپ کی بات لیکر سنتے رہتے ہیں۔ آپ یہ سب برے خوب ہیں۔ میں
 بات دیتی ہے کہ آپ اس کو ضروری ہی نہیں سمجھتے، اب اس کا کوئی واسطہ آپ کے سامنے نہ
 کھڑے تھے تو کیا آپ اس کو نہیں روکیں گے؟ یقیناً ہاتھ پاؤں نہ رہا۔ اسے جھٹکا۔ لے کر نہ روکیں گے
 ہاتھ سے لے میں گئے۔ مگر جھٹکا نہ ہوں تو اس کو مارا گئے۔ اسے بل نہیں گئے۔ پھر اس کی کیا
 وجہ ہے کہ دین میں جو فعل مستزہیں ان کے۔ کہنے میں اس التزام سے کہ نہیں ہے جاتا۔ مضمون
 ہوا کہ آپ دین کے ضرور کو نہیں سمجھتے اور یہ حق عرض ہے۔ اس کا ایک وعدہ ہے۔ اگر اس میں
 قدر خلافت ہے کہ خدا کی بناء، مگر تو بھی اس مرض کے علاج کی ضرورت نہیں۔ (امام اہل امانہ
 (نواسی و ملحق حصہ دوم)

نسیو اس اعتراض... تبلیغ اسلام کا اسلم طریقہ!

ہر ضلع میں ایک مجلس تبلیغ قائم کر دی جائے۔ جس کا نام وغیرہ، کچھ ہی کوئی ضرورت نہیں، نہ عہدہ۔
 اور اس کے اہم مقرر کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اس مجلس تبلیغ کے قیام میں اور عہدہ اور رول کی
 غیرت سے اس کو جسر سے کیے جاتے ہیں، مگر یہ نہیں ہوتا، ہم کو کا کہنا چاہیے جتنی جس سے ہو سکے،
 اس کے لئے ہی لگے کر وہ مجھ سے ہی ہے نہ کام شروع کر دو۔ وہاں اس سے یہ جہاد یہ تو کام
 کرتے ہیں، وہی ٹاپ سے اور تو کچھ نہیں کرتے، وہی شکل ہے، مگر اس کو تو جتنی سے دوت باؤں
 گھاٹی۔ یہ پائی حالت، غلطی ہے، یاد رکھو! ابتدا ہر کام کی ضرورت اور مضمون ہوئی ہے، مگر

[illegible]

حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مثال

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے معجزات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مثال قرآن میں یوں بیان فرمائی،
 "وَمَا زَلَّ النَّبِيُّ مِنْهَا شِبْرًا وَكَانَ غُلَامٌ مُسْتَوْفٍ قَالُوا سَوَاءٌ نَحْنُ وَالنَّبِيُّ الْفَالَسُ الْكُفْرُ اتَّبَعَهُ لَنُدَوِّجَهُ بِكُلِّ كَذِبٍ لَّهُمْ
 حَقٌّ مُعْتَقًا" کہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بچہ زمین میں کود رہا جاتا ہے تو اول وہ اپنی سولی کو ٹکاتا
 ہے اور پھر خدا اس کو پانی دینا دیکھتا ہے تو اسے قوت دیتا ہے تو تو کی اور مضبوط ہو کر تار سے ہر حاد و سخت
 ہو جاتا ہے، سو آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک زرا سے بچے سے کتاب پڑھ لیتا ہے، جو سارے
 محکمے پر سنا یہ ممکن ہوتا ہے جب جو وقت میں، نوئی تھم کی یہ حالت ہے تو انسانوں میں ایک دوسرے
 اللہ کے مجروحہ پر کار کر رہی اور ان کے کام کو قوت و ترقی حاصل ہو جائے تو کیا عیب ہے؟ مگر آج
 کس مشکل یہ ہے کہ کام تو شروع نہیں ہوتا اور پہلے ہی سے ٹیڈر کی دوڑتی ہے کہ اس تجویز کو
 اخباروں میں شائع کرو دینا۔ اشتیاء چھوادیں، صاحبزادے کیا یہ یا نہیں؟ اور کیا یہاں وغیرہ سے ممانعت
 نہیں؟ اور وہ ممانعت کس کے لیے ہے؟ کیا یہ احکام نگار کے واسطے ہیں؟ ہرگز نہیں! بلکہ مسلمانوں
 ہی کو یہ دیکھ کر منع کیا گیا ہے، کیونکہ کفار کا طلب باغزو و غلبہ نہیں ہیں، بعض اسی پر یہ کہا کرتے

چونکہ ہمارا مقصد ہے، ششوار = تے، میرے قہاروں پر ایسا کرے جس سے وہ مر جائیں۔

سوال: اس کے بارے میں وہ کیا کہیں گی؟ دلیل ہے، زور بول کر منکر کر دینا، مگر یہ سب سے
مہنامہ کے ایڈیٹر تصدق حسین۔ اگر کسی کی واقعی غرض شریعت کی ہے، جب بھی اس کو چاہیے کہ اس
شاعت کے اعتبار سے حقیقی اور کسی نہ کسی حقیقی ہے غرض سے شعور نہ لے۔
(مہتمم: نعمی، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹

اکا سیواں اعتراض... مجتہدین کے اختلاف کا اثر!

شخص میں تیز ذہن کا شائع کرنے کے لیے، ایک دستور کو ان کے لیے اور دوسرے دستور کو ان کے لیے ایک کام چاہیے۔
 کا ہے۔ ہر شخص کا کام نہیں اور انکی اجتہاد میں اختلاف بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ شمس الدین نے اپنے حوالہ کے مطابق
 نماز میں رفع پڑھنے کا وقت ہے اور ہر شخص بھی غایت ہے۔ یہ یہاں آیتوں کا خلاف ہوا۔ ایک
 مجتہد سمجھے کہ رفع پڑھنے کا وقت ہے اور ترک ہے۔ لیکن آپ نے جو طریقہ بیان کیا ہے اس نے اپنے یہ دستور
 نہیں اور ایک مجتہد جو ہر رفع کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ نماز میں سجدوں کی جگہ پر نہ پڑھنا۔ نہایت
 کسی آیت ہے کہ دستور صلی حدیث کے احکامات کے خلاف نہ ہوں۔ نہ جہاد میں نہ ہوں۔ نہ نماز میں نہ ہوں۔
 کیا کیا ہے کہ تم نے ہر نماز میں ہاتھ نہ ہوتے ہو۔ لیکن نماز کے وقت (نماز میں سجدوں کی جگہ پر نہ پڑھنا) اور ہاتھ
 دستور ہر رفع ہے اور رفع بیان جو ان کے لیے فرمایا ہے وہ دوسرے جہاد میں نہ ہوتے اور اس سے
 ان کے وقت کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ اور رفع ہے نہ کہ عام بھیجے۔ تے وقت یہاں تا ہے۔ جبکہ ان کے
 مددگار ہیں اس کی ضرورت ہے کہ ہر نماز میں سجدوں کی جگہ پر نہ پڑھنا۔ نہ جہاد میں نہ ہوں۔ نہ نماز میں نہ ہوں۔
 ہاتھ اٹھ کر کہتے ہیں "سجدہ سجدہ"۔ یہ صاف دستور صلی حدیث کے خلاف ہے۔ ہاتھ اٹھ کر کہتے ہیں "سجدہ سجدہ"
 فرمانی، ہم اس بار کے میں ہوں کہتے ہیں کہ نماز میں رفع سے پہلے وقت سجدوں کے احکامات سے بہت تو
 ہے اور انکی کراہت کے خلاف ہے۔ ہاتھ اٹھ کر کہتے ہیں "سجدہ سجدہ"۔ یہ صاف دستور صلی حدیث کے خلاف ہے۔ ہاتھ اٹھ کر کہتے ہیں "سجدہ سجدہ"
 بھی رفع دستور ہے کہ ہاتھ اٹھ کر کہتے ہیں "سجدہ سجدہ"۔ یہ صاف دستور صلی حدیث کے خلاف ہے۔ ہاتھ اٹھ کر کہتے ہیں "سجدہ سجدہ"
 انہوں کے موافق ہے اس لیے دستور ہاتھ اٹھ کر کہتے ہیں "سجدہ سجدہ"۔ یہ صاف دستور صلی حدیث کے خلاف ہے۔ ہاتھ اٹھ کر کہتے ہیں "سجدہ سجدہ"
 ہے۔ ۴: ہے کہ ایک نے ایک جہاد میں دستور ہاتھ اٹھ کر کہتے ہیں "سجدہ سجدہ"۔ یہ صاف دستور صلی حدیث کے خلاف ہے۔ ہاتھ اٹھ کر کہتے ہیں "سجدہ سجدہ"

آمین میں اختلاف

اختلاف آمین کہنا ایک مجتہد کی رائے یہ ہے کہ مقصود آمین پکار کر کہنا ہے اور افتاء جو ہوا ہے تو وہ بیان جواز کے ہے ہے اور ایک مجتہد کی رائے ہے کہ مقصود افتاء ہے کیونکہ یہ دعا ہے اور دعا میں افتاء مقصود ہے۔ اگر پکار کر بھی کہہ دیا ہے تو اس میں نیے تا کہ معلوم ہو جائے کہ آپ آمین بھی کہہ کر تے تھے، اگر کوئی بھی پکار کر نہ کہتے تو خیر نہ ہوتی کہ آمین بھی آپ کہہ کر تے تھے جیسے کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حکمت کے لیے سری لہار میں ایک آیت پکار کر پڑھ دی ہے تعلیم کی غرض سے ایک مجتہد کی رائے یہ ہے اور ایک کی وہ رائے ہے یہ اختلاف کا ہے۔ ہوا؟ اسی وجہ سے کہ ایک نے ایک چیز کو مقصود سمجھا اور دوسرے نے دوسری چیز کو۔ اگر اس کو پیش نظر رکھا جائے تو آپس میں لڑائی جھگڑے ہی کا خاتمہ ہو جائے ورنہ یہ راز ہے اختلاف مجتہدین کا اسی بنا پر تمام فقہاء میں اختلاف ہوا ہے۔ (امکام المل ص ۳۳)

یہاں سب سے اعتراض..... دور واپرا یہی کے افضل ہونے کا شبہ اور اس کا

جواب!

ایک مشہور سوال کا حل یہ ہے کہ "انھم مسل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم" میں جو صلہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صلہ علی ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے تو اس پر بعض لوگوں کو شبہ ہوتا ہے مسوۃ ابراہیم کے افضل و افضل ہونے کا صلہ احمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عثمان اس کا وہی ہے کہ عام طور پر لوگوں نے یہی سمجھ رکھا ہے کہ تشبیہ میں شبہ پہ کا مطلب ہے اتنی ہی و کمال ہونا ضرور ہے حالانکہ یہ مقدمہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ صرف اشیخ اور اشراف ہونا ضروری ہے و افضل و اکمل ہونا ضروری نہیں اور اس کی دلیل خود قرآن میں موجود ہے فرماتے ہیں "انزلنا نورا للشیعۃ و انزلنا زکراہم بقل نورہ فکملوا فیہا وضاحت"

اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو پھر رخ کے نور سے تشبیہ دی۔ یہ احادیث پر واضح ہے کہ نور کو نور سے کیا نسبت؟ مگر یہ وضوح کے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ نور و عیال کو ان کے ذہن میں پہلے سے حاضر ہے۔

ایک ایشکال اور اس کا جواب

اس پر اگر یہ سوال ہو کہ لوگوں کے ذہن میں نور شمس و قمر بھی ماضی ہے اور ان دونوں کا نور چرما کے لئے زیادہ قوی ہے، تو ان کے ساتھ تہیہ کیوں نہیں دی گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سورج اور چاند کا نور اگرچہ چراغ کے نور سے قوی ہے مگر سورج میں ایک عیب یہ ہے کہ اس پر نگاہ نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ تہیہ دی جاتی تو سامعین کو شبہ ہوتا ہے کہ شاید خدا کا نور بھی ایسا ہی ہوگا کہ اس پر نگاہ نہ جم سکے، تو جنت میں بھی دیدار سے مایوسی ہوئی اور قمر سے اس لیے تہیہ نہیں دی کہ اس کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ "نور القمر مستند ۱۹ سور الشمس"۔ تو اس کے ساتھ تہیہ نہ دینے میں اس کا شبہ ہوتا ہے کہ نور حق بھی کسی سے مستند ہے۔ پھر چراغ میں ایک صفت شمس و قمر سے زیادہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کو بھی منور (روشنی والا) بنا دے کہ ایک محلہ میں ایک چراغ سے ایک ماگھ چراغ روشن ہو سکتے ہیں اور اس کے نور میں یہ کچھ کمی نہیں آتی اور شمس و قمر سے دوسروں کو صرف روشنی پہنچتی ہے، یہ نہیں ہوتا کہ دوسری شے نورانی بن کر کسی اور کو بھی منور کر سکے، اگر کہا جائے کہ تہیہ آفتاب یا چاند کے سامنے کیا جائے تو وہ خود بھی نورانی ہو جاتا ہے اور دیوار کو بھی منور کر دیتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ محض واسطہ فی العرض ہوتا ہے، واسطہ فی الثبوت نہیں ہوتا اور چراغ واسطہ فی الثبوت ہوتا ہے جیسا کہ نور حق واسطہ فی الثبوت ہوتا ہے، مگر یہ تہیہ میں کمال وجہ نہیں کہ اس سے خود بخود دوسرا خدا تفسیف کرنے لگے، مطلب صرف یہ ہے کہ نور حق دوسروں کو بھی منور کرتا ہے اور منور بھی ہے، مگر دوسروں کی خوبیاں دمپ کی نہ ہو اور یہ بات چراغ ہی میں ہے، شمس و قمر میں نہیں ہے اور یہ سب نکات ہیں مفاد نہیں ہیں، ہر شے کو اپنی حد پر رکھنا چاہیے۔

تراسیواں اعتراض واصل بحق ہونے پر شبہ!

اس پر شاید کسی کو شبہ ہو کہ بارگاہ حق کی تو کمینا انتہا نہیں، جیسا کہ مولانا فرماتے ہیں:

اے مراد ہے نہایت درمہمیت

ہر پہ پہنچے میری بروئے مانیست

ایک اور عارف کہتے ہیں:

خیر دو قطع ہرگز جاؤ، عشق از دیدہ نہا

کہ کی باہر بخودین را، چوں تاک از بندہ نہا

اور جب اس کی ابتداء کب تک پھر دھوں گے کیا معنی آگیا کیونکہ وصول تو محمد و رسول کا ہے، غیر محمد و رسول ہو سکتا ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ وصول کے دو معنی ہیں، ایک وصول محمد و رسول ہے، ایک غیر محمد و رسول ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ تعلق مع اللہ کے دو درجے ہیں، ایک سیرانی اللہ پر تو محمد و رسول ہے، ایک سیرانی اللہ پر غیر محمد و رسول ہے، سیرانی اللہ پر ہے کہ نفس کو ملائکہ شروع کیا یہاں تک کہ امراض سے ظاہر ہوگی اور ذکر و تعلق سے قلب کی تعمیر شروع کیا یہاں تک کہ وہ انور ذکر سے معزوم ہو گیا، یعنی تجلی و تجلیہ (تجلی خانی کرنا، تجلیہ آراستہ کرنا) سے تواضع جان گئے، موانع مرتد و گردیدے، معالجہ امراض سے وقت ہو گئے، نفس کی اصلاح ہو گئی، وفاق و رزق زائل ہو گئے اور اخلاق حمیدہ سے، انوار ذکر سے قلب آراستہ ہو گیا، احوال صاف ہو گئی، رفعت طہارت خدائی ہو گئی، اعمال و عبادات میں سہولت ہوئی، نسبت اور تعلق مع اللہ ماضی ہو گیا، تو سیرانی اللہ ختم ہو گئی اس کے بعد سیرانی اللہ شروع ہوئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کا حسب استعداد انکشاف ہونے لگا تعلق سابق میں ترقی ہوئی، اس امر و حالات کا درود ہونے لگا، یہ فیہ محمد و رسول ہے، یہاں وہ تعلق ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے:

آخر سے بحر عشق کو چھس کتاب و نیست

آغا جزا، ایک جاں بہا رند چارہ نیست

اور اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص سائنس کا احقان رہتا ہے، یہاں تک کہ پاس ہو گیا اور سند مل گئی، تو اس وقت سیرانی سائنس ختم ہوئی، اس کے بعد سیرانی سائنس ہے کہ تحقیقات میں اضافہ ہوا، نئی باتیں منکشف ہوں، اس کی کوئی حد نہیں، چنانچہ اعلیٰ سائنس خود اس پر متعلق ہیں کہ تحقیقات سائنس کا سلسلہ غیر محدود ہے۔

جب ایک دنیوی تعلق کا یہ حال ہے تو تعلق مع اللہ کا کیا حال ہوگا؟ دوسری مثال اور لیجئے کہ ایک کرہ جو اپنے مرکز سے لگ ہو گیا اور وہ مرکزیت لینے کر کے مرکز پر پہنچ جائے تو اس وقت حرمت الی مرکز ختم ہوئی، پھر اس کے بعد اپنے مرکز پہنچ کر وہ مرکزیت (یعنی حرمت) اس کی کوئی حد نہیں، اسی طرح یہاں سمجھو! ایسی وہ شہید جاتا رہا ہے کہ جب وہ گاہ جن غیر متماثل اور غیر محدود ہے تو وصول کے کیا معنی؟ سو میں نے بتا دیا کہ تعلق مع اللہ ایک معنی کے اعتبار سے محدود ہے یعنی سیرانی اللہ کے اعتبار سے اور اکثر اسی حد پر خلافت و رے دینی جاتی ہے اور سالک (راہ خدا) کے کرنے والا کو گناہ بتایا جاتا ہے، جیسے علم ظاہر میں ایک نصاب خاص کے ختم کرنے پر اور پاس کر لینے پر محدود رہتی جاتی ہے، یہ محدود ہے، پھر آگے علم ظاہر میں ترقی ہوتی رہتی ہے، یہ لیے محدود ہے، ایک درجہ غیر محدود ہے، اسی طرح یہاں تعلق کا محدود ہو، بھی صحیح ہے اور غیر محدود ہو، بھی صحیح ہے۔ (انجام صفحہ ۴۸)

صلحت جانتے ہیں، یہاں حل کرتے ہیں، کو بچ کر تباہی خد کرے مولانا فرماتے ہیں

مصلحت کی لڑائی
مصلحت کی لڑائی
مصلحت کی لڑائی

یہ بچنے کا نئے والے کے لئے وغیرہ، وہ دیکھ کر داتا ہے۔ آتا ہے، مگر ماں خوشی نے ساتھ اس کے
پچھنے کوئی ہے، کیونکہ اس کی نظر انعام صحت پر ہے، تو جب ماں باپ بچوں کی رائے پر کام نہیں
کرتے، پھر حق تعالیٰ بندوں کی رائے پر کیاں کا مگر یہی نا، آخر، بے مشورہ کیاں میں؟ وہاں شخصیت
ہے، پورے لئے نہیں ہے، مگر اس اعتبار پر میں بھی امور غیر احمقہ دین کا قصہ نہ کرے، وجہ سے اس
کے اختیار میں نہیں اس کی طرف انتہا سے ہی نہ کرے، بلکہ اپنے کام میں لگے۔
(درجہ الانبیا میں نفع مہاس صفحہ ۵۰)

بیچا سیوا میں اعتراض بزرگوں کے طریقہ اصلاح پر شریک کا جواب!

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طریقہ سے اپنی طریق اصلاح اختیار کرنے سے معتقد ہو جائیں
گئے وہیں کتابوں اور قرآن میں لکھا ہے، مگر ظاہر میں تمہارے پاس جو کچھ کہیں بکریاں میں
معتقد زیادہ ہوں گے وہاں کو معتقد ہوئے تو کیا فوج بھرتی کر کے کہیں کام پر بھیج دیتے؟ اگر
زیادہ معتقد بھی ہوئے اور کام نہ کیے تو کیا کوئے کر لیا کرے؟ اس سے تو یہ اچھا ہے کہ معتقد
تصور سے انوں در کام کے ہوں، اس میں تو زیادہ راحت ہے کہ انوں غلط زیادہ ہوگا، کیونکہ انوں
سے اوقات میں نفس پڑتا ہے۔

یہ جواب تو بطور دعا، غمان کے ہے، اور نہ یہ اسلی مذاق پر ہے کہ مجھے تو انوں کے اعتقادی
سے مشت بہوتی ہے، مگر جسے انوں غلطی سے بہت ہو، اور وہ کہتے ہیں کہ، اگرچہ پتا ہے، وہ تو بے
غلبہ و متعصب ہیں، نہ غلبہ سے تمہارے کام اور وہ طریق و اصلاح کو اختیار نہ کرے گا، ان واسطے میں
بہت سے جلدی نہیں کرتا، بلکہ بہت سے شراکت کے بعد نہ دوسرا اس میں ہمارے بعض احباب
کی رائے یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی مقرر کیا ہے، بلکہ جس غلبہ ہو، تنگ دماغی کرنا ہے، یہ بہت کمزور
ہو ہے، میں کہتا ہوں کہ وہ بہت کمزور کے اصلاح کو مانگو، وہ بھی ہے، وہ نہ دیتا، تو وہ نہ کر سکتی
تے، یہ اور بات ہے کہ وہاں اندھا دوسرا مانگو، کیونکہ بعد کی بہت کمزور لینے سے سوچنے کا تو اس
صبر میں عمل کے بہت سی ضرورت ہے، یہ نہیں، یہ نہ مانگو، اور حیرت سے پائے، وہ تو انہیں؟ اور وہاں
ان سے شریعت کی جائیں گی تو عمل کی ضرورت ہے، بلکہ اس سے اس کے انہیں نہیں، وہاں سے ہی مانگو۔

روک ٹوک کا قتل ترسارہ تو ان سے انتہایت جلد و صلاح پھر ہو جاتے اور بدوں اس کے تو عقوبت
بھرنی کرتا ہے، فرض و فلاح وطن کی حقیقت یہ ہے کہ مال باغ و دست زوں۔

(انجیل میں اطمینان ملے گا)

چھٹی سیوا، اعتراض... خاعون سے بھاگنا تدبیر کے خلاف ہے!

میں کہتا ہوں کہ بھائیو اصل تدبیر میں نہیں، بلکہ عوامی ہے، کیونکہ جو کچھ بیباک غلبہ
سے ناشی ہے اسی طرح وہ غلبہ کا قضا بھی ہے، یعنی بھاگنے والا اس فعل سے غلبہ کو اپنے غلبہ
پر غالب کر لیتا ہے، یعنی غلبہ سے اسے اس امر میں خفیف الغلبہ پر سب سے پہلے بلند کر لیتے ہیں
تو بھاگنے والے نے قومی وقت اپنے امین کی عین کو قبضہ کر لیا، اور وہاں سے ہوا تو وہاں
بھاگ کر غلبہ کا اب غلبہ کر لیا، بھاگنا تدبیر کی طرح ہے!

دوسرے میں کہتا ہوں کہ اگر بھائیو یہ تدبیر بھی ہو اور بھی گئے، اور ان کے چھٹا بھی ہو تو تب بھی
شریعت کو حق ہے کہ اس مفید فعل سے منع کر دے، کیونکہ شخص سفیر العالیات آپ بھی تو حق کرتے
ہیں، اختلاف زمانی سے بھاگنا تمام مظلوم کے نزدیک جرم ہے، حالانکہ یہ فیض بھاگنے والے کو جو دنیاوی
منافع ہے، اس کی جان بچتی ہے، مگر اس کو آپ کے مفید بھی تدبیر نہیں سمجھتے بلکہ بے تدبیر ہی کہتے
ہیں، اسی طرح ہم خاعون سے بھاگنے کو بے تدبیر ہی کہتے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک ایسے شرعی
سے خاعون سے بھاگنا ایسا ہی ہے جیسا جنگ (شرعی) سے بھاگنا اور جہاد سے بھاگنا، کہوں
کہ عین کی نسبت حدیث میں وارد ہے، "انما یفوز بہ الذی یفوز بہ" (اس سے بھاگنے
والا یہ ان کا زور سے بھاگنے والا ہی طرح ہے) اور ایک حدیث میں ہے "خاعون کی حقیقت میں
"و حسر العباد انکم انتم" (اور اے تمہیں سے معلوم ہوا کہ اس وقت جنات کا اور انہ لوں کا
تلاش ہوتا ہے، جنات انسانوں کے اندرون میں گھوم رہے ہیں، ان سے بھاگنا عین ہوتا ہے اور
مذہب سے بھاگنا عقاب بھی ہے تدبیر ہی ہے، اس سے شریعت نے نرا کو حرام کر دیا، تو اس حقیقت
میں آیا، اور دشمنوں کا اختلاف ہے، ان کے جوش و خروش کو بے ہوش کرتے ہیں، مگر اس سے مصلحت حدیث
کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ یہ سبب بھی نہ ہو، بلکہ اصل سبب دوسری (جن کا زور
ان کا زور اور نہ مری سبب وہ ہو جو جرم سمجھتے ہو، ان کی ایک اور بات بھی ہے کہ یہاں سے بھاگ کر جو
لوگ دوسری جگہ جاتے ہیں وہاں سے آپس کی فضا میں کشیدہ ہوتے ہیں اور غلبہ اور
خاعون کی جنگ سے بھاگ کر کسی شہر میں اپنے گھر سے یہ مزید سے مزید غلبہ اور اختلاف

تھیارتے پانے کے بعد اسی کے سر کوئی تیار پڑ گئی تو اس وقت اس کی نگاہ میں تھری بہت دانت
 تھیں، جس کو ان سے تم کو دیکھ کر جانے لگا، کوئی وہ بچے کا گھر سے سر میں تو یہاں نہ تھی، یہ
 بھلت میرے گھر میں بیٹا لے گیا اور وہ پتار مر گیا تو اس کی موت مردانوں کے نہیں میں
 تمہارے بار اعمال میں درنہ ہو، نکلتا ہے:

دین سے کہ از اور مہیش سر تالت

میرا رہے کہ شد چکا عزت یافت

پھر اس طرح یہ لوگ دوسری جگہ بھی خاموش پھیلتے ہیں، انہوں نے مددی نے کہ اسی قاعدہ
 کے کہ یہ وہاں جا کر لوگوں کے قلوب میں دھنچکا پھیلاتے ہیں اور دوسری سستی کے لوگ ان ہمارے
 احوال سے پوچھتے ہیں کہ خدا کسے انہیں تیار سستی میں بھی غلاموں نہ رہ جائے جس سے
 ان میں بھی قبول خاموشی کا دور یہاں رہتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رست ہے کہ آپ
 نے جہنم سے منع فرمایا۔ (انہیں میں متعین سفر ۳۳۳)

ستاسیواں اعتراض... منافقین کے نماز جنازہ میں حضرت عمر رضی

اللہ عنہ کی رائے کے افضل ہونے کا شبہ وراس کا جواب!

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 رائے تھی، وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے تھی، کیونکہ ان کا عقائد و عقائد پر لیا اور ان سے نفرت
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ نکت سے تھیب ہوئی اور آپ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے پہلے تو وہ خود ہی خائف تھے، انہیں رسول کا مشورہ ہاں نہ کر آئے تھے،
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان آنے کے بعد کہ وہ منافقین سے نفرت اور ناپاک
 ہیں، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرف حری تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسول بھی تھے اور عمر
 بھی تھے، ہاں میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ آرمیہ اسلام بھی تھے، حضرت توح علیہ السلام بھی تھے، حضرت
 بروہم علیہ السلام بھی تھے، حضرت امی - یہ اسلام بھی تھے، حضرت علی علیہ السلام بھی تھے۔

میں جو سب ہم جیسی یہ زمانہ دار

آپ غیاب ہر اند تو تھا دہی

حضور علی اللہ غیہ وسلم کی شان!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام شانیں جمع تھیں، رفیعہ و منصب علی القلندر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر تھا اور رحمت و الفت بھی، اعلیٰ و دینی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھی، مجتہد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیر رحمت ہی کو تھا، اس سبب جب کوئی بیان بھی رحمت کا ملتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہی کا بڑا ذکر کرتے تھے، جب رحمت کا کوئی نہ بھانا تو اس وقت غصب فرماتے تھے۔ مہربانہ ان الی کو منافق قاتل، محرم کھا کر قاتل اور منافقوں کے احکام فقار معطلین کے احکام سے جدا تھے، ان کے ساتھ احکام حیات میں ہی رہا، نہ ہوتے تو یہ مسلمانوں نے ساتھ لیا یا تاخیر اور موت کے احکام، انور نازل نہیں ہوئے تھے، اس لیے جو خیر رحمت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام حیات پر قیاس کر کے اس کے ساتھ احکامات مسلمانین جیسے برتے دیکھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو غلبہ لیا، شدت کے احکام حیات کو نہ روت و معلومت پر چلی بھرتا، احکامات میں سابقین کو فقار معطلین پر قیاس کیا اور یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا پیش تھا، وہ یہ قیاس بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلے تھا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلبہ رحمت ہی میں سے پہلے قیاس کو ترجیح دی، کو کہ جب غلبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہی کے پہلو کو اختیار فرماتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی مسلمانوں کے لیے بہت کچھ صواب صلی سے ہو کر

دوستان را سچا سخی محمود
تر کہ پوشش مناس نظم داری

• **add**

جہ غم و ہوا ہے، راکھ یا شہ ہوا، تو شہیان
جہ پاک از صبح بحران راکھ و دوزخ

اب میں اس مقام پر ایک سوال غما سے تھک چکے تھیں وہ کہہ کر اٹھ کر چلے گئے۔
 نیکو دلانہ: (تمہارے لیے مشغرت چلاؤ یا نہ چلاؤ) اسے غصہ حاصل نہ دے بلکہ تجھے کس
 طرح سمجھی ہے؟ یہ تو تمہارے لیے ہے ان کے واسطے استغفار کرنا اور نہ کرتا ہر امر ہے۔ ان کو دعا
 ہے استغفار سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ چنانچہ وہ چل کر بیٹھ پڑے۔ غصہ میں اس نے غصہ غصہ
 — جس مرقہ — (اور چچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا ہے کہ وہ ہر روز ذکر
 تمہارے لیے تمہاری دعا کے لئے کرتا ہو اور استغفار کرے) اسے مشغرت نہ ہوئی اس سے زیادہ گردن

تو ہو جائے گی۔ بلکہ زبانِ عدوک کا کر ایسا ہے جیسا عمارۂ دہش کی جوتا ہے کہ سو وقت بھی کہے گا: سچ
 کہی نہ مانوں گا، ہزار دفعہ کہے جب بھی کچھ نہ ہوگا، اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہزار دفعہ سے زیادہ
 کہا جائے تو اس میں گم ہو جائے گا، بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہ بات ہرگز نہ مانی جائے گی اور عدوک کا ذکر
 صرف بیانِ کثرت کے لیے ہوتا ہے، نہ تہذیب کے لیے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "حدیث
 صاحبوت و سازید عسی المسعین" کیسے فرمائی؟ علماءِ جاہل اس کا ثبانی جو بہ ضمیمہ اے سنتے اور
 جو لوگ محض ترجمہ قرآن پڑھ کر جہاد کے مدعی ہیں وہ تو کیسی ہی بوجہ دیں گے؟ کہتے: اب میں
 ہم باطن کا جواب عرض کرتا ہوں، مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ
 "امتِ رحمت کے قلب کی وجہ سے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدافعی کی طرف انتقام نہیں
 فرمایا، بلکہ کھنکھائیں، انفاق سے ٹھکر فرمانے لگے اور نفسِ اللہ میں تحجیر و حصر نہ کھینچنا شروع ہے،
 گویا عمار کے اعتبار سے کھینچنا نہیں ہو رہا اس سے معلوم ہوا کہ قلبِ حاس کا ٹھنڈا پر کبھی بھی ہو جاتا ہے۔"

(البرہان صفحہ: ۳۹)

اشرف سوال و اعتراض..... تکمیل نماز کا طریقہ

تکمیل نماز کے لیے مروجہ سورت و مراقبہ اللہ کا عادی ہونا چاہیے اور میرا ذوق یہ کہتا ہے کہ
 آیت میں یہ مراد ہے کہ عین غماز کے اندر بھی اس مراقبہ غیب کو مشغول کیا جائے، جس کی صورت یہ
 ہے کہ نہ رُکزی ہیئت میں غور کرے کہ میں جو تمام دنیا سے رخ پھیر کر باتھ باتھ کر اس طرح کھڑا
 ہوں کہ نہ کسی سے بات کر سکتا ہوں، نہ کسی کی طرف دیکھ سکتا ہوں، نہ کھانی سکتا ہوں، جس کی وجہ یہ
 ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں اور ان سے عرضِ معروض کر رہا ہوں، پھر قیام کی
 حالت میں سوچے کہ خدا تعالیٰ کے مجھ پر کس قدر احسانات و انعامات ہیں جن کا شکر یہ میرے ذمہ
 واجب ہے اور سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے یہ سوچے کہ میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر یہ ادا کر رہا
 ہوں اور اس کی ربوبیت کا اثر و رواپتی عیدیت کا اہتمام کر رہا ہوں، اور وہی عیدیت پر قائم
 رہنے اور دلِ عیدیت کے طریقے پر چلنے کی وجہ کہ رہا ہوں اور جو لوگ طریقہ حیدیت سے پہلے
 گئے اور احسان و غیب سے مستحق ہو گئے ہیں ان کے طریقہ سے بڑا رُکنا کا طریقہ کر رہا ہوں اور جو
 قانون انجی تکمیل طریق عیدیت کے لیے نازل ہوا ہے اس پر پیشہ کرتے۔ یہ پہلے کا جہد کر رہا ہوں،
 فاتحہ کے بعد سورت پڑھنے کا بھی مطلب ہے۔

سجدہ و درگوش میں سوچ

پھر جب روع میں جاتے تو یہ سوچے کہ میری پیدائش کیا معنی اور زمین سے ہے جو میرے پاؤں تلے ہے اور زمین کی خاک سے جیسا جو متعلق و صیر انسان ہے جو پانا ممکن خالق جس نے علی کی قدرت سے ہوا جس کی پیدائش زمین کی خاک اور اس کی برکت و خیر سے ہوئی جو میرے اور برکتی نے ہوا کیچھڑ پھینکی۔ برائی اور برائی صرف خالق جل و علی کو ہے جو تمام میں ہے۔ برکتی ہے وہی لیے نماز میں و درگوش میں کہہ رہا ہے کہ خدا نے آپ کی عظمت کے سامنے اپنی نیکی عزت کو قربان کر دیا۔ پھر کچھ دیکھ جاتے ہیں کہ سوچے کہ اچھے ایک زمین سے اندر دیوتا ہوتا ہے اور اس وقت خدا کے ہاں کوئی ماحول نہیں ہوتا۔ ۱۱۰۰ سال پہلے انہوں نے انہیں منہ جانے کا اور نشان لگایا۔ اس کے بعد دوسرے جہ سے ہیں و تھوڑے۔ کہ کو پشاور پناہ لیں اور خدا کی طرف گیا ہوں۔ اب خدا کے ہاں سے ساتھ کوئی نہیں

جلسہ تشہد میں سوچے

پھر جلسہ تشہد میں یہ سوچتے کہ مرے کے بعد چار ایک زندگی ہوگی، یہاں وہاں اور ہر حال قبول و قبول ساری باتیں کہ تمہیں کے جوتہ تقدی کے واسطے کیے گئے ہوں اور یہ ہمارے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے انبیاء و ائمہ کے حاکم اور تمام نیک بندوں کی عزت و عزت ہوتی ہے۔ اور ان کے کاروں کی شفاعت کریں گے۔ ہذا ان پر ساری باتیں کہ ان سے حق پیرانہ جو ہے وہ پیرانہ مست محمد پر کو میدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کے زیادہ اعلیٰ ہے۔ اس لیے اچھے رکعت میں سب صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصیست کے ساتھ دروازہ چاہیے کہ یہ یہ تصور ہم کو ہے تو اس کے بعد ہر ایک میں یہ تصور کرے کہ کو یا مرے کے بعد یہ میدان قیامت میں دوسرے ہوئے اور تمام اعمال و افعال و اقوال پر پناہ میں کیے ہیں اس کے سامنے ہیں۔ جن میں سے یہی کام تو ہے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے کیے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء و ائمہ کے واسطے کیے گئے ہیں۔ اور دینی میں حاضر ہیں اور میں ان سب پر درود شریف و سلام بھیج رہا ہوں۔

آخر نماز میں تصور

اور آخر میں اپنے لیے کاسی کی بات سے افغان کی دعا کرنا ہوا ہے۔ اسے آج سے میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ کا چہرہ اور تمام بارہ قربانی ہے۔ محض ان کی کافی نہیں۔ مگر چاہتا

مقصود یہ ہے کہ نماز میں اقامہ، نذر و رجوع الی اللہ کا استحضار کیا جائے اور یہ استحضار درجہ و درجہ میں لازم نہیں، بلکہ جس کا ممکن اور تصور بھی نماز میں کافی ہے کہ گویا میں اس وقت خدا کے سامنے حاضر ہوں اور سرگیا ہوں، مرنے والا ہوں اور گویا میں اس وقت عالم آخرت میں حاضر ہوں، اسی واسطے لفظ ممکن اختیار کیا گیا، اسی طرح نماز پڑھنے سے شروع حاصل ہو جائے گا، اور تمام خیالات و مبادی قلب سے نکل جائیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم! خدا کا لباس من بیدی و سر نہی حضرت مولانا خلیفہ احمد صاحب دہلوی رحمہ اللہ

(الحج سنی ۱۸)

نو اسپروانی چند و وصول کرنے کے مقاصد!

لوگوں کو یکسر بڑی وغیرہ صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ وہ چندہ خوب وصول کرتے ہیں، غرباء کے اوپر نفیس کی طرح چندہ مقرر کرتے ہیں اور اپنے رہاؤ اور اثر سے جبراً وصول کرتے ہیں، اس کام میں ان کی عیادت کی جاتی ہے کہ فلاں صاحب دین کے کاموں میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں، سبحان اللہ! یہ بڑا دین کا کام کیا کہ غریب کے گلے پر چھری رکھ کر چندہ وصول کر لیا۔ ان سے ایسے تودہ لوگ ہیں جو علم کھلاؤ ان کو ہیں، کیونکہ وہ لوگوں سے مال چھین کر اپنے بال بچوں کو کھاتے ہیں، جن کا دین و نقد من کے ذمہ واجب ہے، تو کھان کا یہ ذریعہ معاشی تو حرام ہے، مگر صرف ایسا ہے جس میں خرقہ کرنا ان کے ذمہ واجب تھا، تو وہ حرام کا ارتکاب کر کے ایک واجب سے تو سبکدوش ہو گئے اور یہ سبکدوشی صاحب حرام طریقہ سے چندہ وصول کر کے ایسی جگہ صرف کرتے ہیں جس کی خدمت من کے ذمہ واجب بھی نہیں، کیونکہ ظاہر ہے کہ انھیں کی خدمت من کے ذمہ واجب نہیں اور ڈاکو کی سزا معلوم ہے، تو لوگ اس کے واسطے تیار ہیں، ہسٹوس آج کل چندہ میں اس کا اصرار کیا نہیں کیا جاتا کہ یہ بلی خشکا سے دیا گیا ہے یا بھر ہے؟

بیوی کے مال میں طیب نفس کی قید

حق تعالیٰ نے بھائی کے مال کے بارے میں بھی فرمایا:

”قَبِيلٌ لِّكُلِّ غُلَامٍ مِّنْ نَّفْسِهِ لِمَا كَسَبَتْ يَدَاؤُهُ“ کہ اگر بیوی اپنے مال کی خوشی سے اپنے میرے سے مراد کو کچھ دے دے تو اس کا کھانا جائز ہے، یہاں بھی طیب نفس کی قید ہے۔ ہاں اگر مایاں بیوی کا قلعہ عاشقی مشغول کا قلعہ ہوتا ہے اور ایسے تعلق میں ناگواری بھی بہت سی کم ہوتی ہے تو پھر غریب کا روپیہ بدولت طیب قلب کے کیونکر جائز ہوگا، بیوی کے معاملہ میں ایک مقام پر

۵۔ فیضانِ کربلا

[illegible]

چند روز بعد

[illegible]

تم چنہ دہیں تو نقد یہ تو میری حق ہے کہ سچ میں تجھ سے ہی جانے دو کہ جو تمہیں ایک دہریہ بنا دیا وہ شرعاً میری پانچ روپے تو ہے یا دو گنا یا سو گنا ہے۔ کل ماہ نے اپنے انکاروں تجھے جیوں کی اس کے بغیر یہ تو نہیں چاہتا، میں لکھاؤں، یہ نہیں، مانتا ہوں، لکھواتے کیا ہے؟ کچھ کہتا ہے، یہ تو میری طرف سے تو میری نہیں ہے۔ اس میں میں نہیں ہوں۔ مگر کیا کہنا کہ وہ حق تو میرا، مکتوبہ وغیرہ۔ کہہ دیتے تھے، صوبہ ہوا کہ جس کا میں رہنے کے حق نہ ہو، کو میری نہیں، مسکن کا اصل مقصد رہنے کے حق ہے، چاہے کام تمہارا ہو، رہنے کے حق کے میرا حق، روز میں ہے، مثلاً اگر میری حق نہ بہت زیادہ ہو، رہنے کے حق نہ ہو، اس کو لے کر آیا کرتا ہے۔

ایک انجمن کا واقعہ

پہنچے آٹھ گھر جو ایک بہت بڑی انجمن ہے میں اس کا نام جان کر، انھیں عیاںہ اس کا ایک

محبت والہذا ہے جس سے محبت ہوئی وہ یہ کہ کبھی میں کسی نے بیت باغیہ: ایک متوجہ علم
مقدمہ سے سامنے پیش کی اس کو قبول فرما کر اپنے تصرف میں لائے انہوں نے انکار کر دیا،
میں نے بعد میں نے انہیں والوں کے سامنے پیش کی کہ میری طرف سے اس کو انہیں کے واسطے
مختلف کر دو، انہوں نے قبول کر لیا، کبھی نے عوام نے اس پر عجیب فقرہ کہا کہ کیا یہ اور بزرگ تو
ایسے تھے تو ان کو لگتا ہوں کہ انہار کا جس نے تھ اور انہیں میں تو بہت سونے سونے ہیں، وہ سب مل
کر تھوڑا تھوڑا اٹھائیں گے، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کو صرف انہیں کا چڑانا مقصود ہے۔
رضائے حق منصوص نہیں، اور نہ سوال و جواب کی ضرورت طاعت کرنے۔

حب جاہ

ہر یہ ساری خرابی حب جاہ کی ہے کہ ان لوگوں کو کام سے مقصود جاہ مطلوب ہے، چنانچہ ایک میں
ایک انہیں کے تیکڑی مجھ سے ہے اور انہیں سے لوگوں کی ہے تو جی کی شکایت کرنے گئے، میں
نے کہا کہ دوسروں کو کام میں لگانے کی اور ان کی شکایت کی آپ کو کیا ضرورت ہے؟ آپ پہلے خود
کام نہ شروع کر دیں، جتنا بھی آپ سے ہو سکے، دوسروں کو آپ تک نہ کریں، پھر کام میں خود
کوشش ہوتی ہے، وہ کون کون کا جو دھوکہ دے گا، وہ بچے گئے گی جب وہ بچے گئے تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم نے
ان کے مرض کو خوب سمجھ لیا، واقعی بات یہی ہے کہ یہ خود کو کچھ کام نہیں کرتے اور دوسروں سے چندہ
وصول کرتا اور کام لینا جانتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ تیکڑی بننے کا شوقی ہے اور کام کے نام سفر ہے،
غرض واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کل جو لوگ دین کی خدمت کرتے ہیں انہیں جاہ کے لیے
کرتے ہیں، دین و رضاے حق مطلوب نہیں۔ (ایضاً صفحہ ۹۰)

توے والے اعتراض حق تعالیٰ بدون ابتلاء و امتحان کے جنت کیوں

عطا نہیں فرماتے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک حق تعالیٰ اس پر قادر ہیں کہ بدون ابتلاء و امتحان کے سب کچھ
عطا فرمادیتے مگر وہ ایسا نہیں کرتے، بلکہ انسان کو ابتلاء و تکلیف کے بعد ہی دولت قرب عطا
فرمادیتے ہیں اور قرب ہی کا نام نبوت ہے، اور بلا کثرت فراق و بعد کا نام ہے۔
شہید ام کہ سخن خوش کہ چہ کنعان گفت
فراق بار نہ آں می کند کہ بترال گفت

حدیث رسول قیامت کی گفت و شنید

کہا جسے کہ از روزگار ہجراں گفت

چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے: ”حسب الناس ان يقرئوا القرآن فاعوذوا به من النار“ (قرآن پڑھ کر لوگ سے ڈرو کہ وہ اس کے پڑھنے سے تمہاری آگ سے ڈر جائیں گے۔“)

وہ بایہ کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ سو اس کے بارے میں ہمارے بزرگوں کا مسلک یہ ہے کہ حکم کی تفصیل میں گفتگو نہیں فرماتے، ان کا طریقہ یہ ہے: ”ماہموسا ماہمہمہ لہلہ“ کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے بہرہ رکھا ہے ہم بھی اس کو بہرہ ہی رکھو۔

امتحان و اجتلاء کی حکمت

پس اجماعاً ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اعتلا میں شکست ضرور ہے، مگر ہم کو معلوم نہ ہوا اور اس باب میں ایک بات جو یہ ساختہ دل میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر انسان سے طاعت بدو ان اعتلا مقصود ہوتی تو اس کے لیے ملائکہ پہلے سے موجود تھے، انسان کے پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ ملائکہ طاعت بدو ان اعتلا ہی کرتے ہیں، ان میں منازعت کا مادہ ہی موجود نہیں اور انسان کے اندر منازعت (مقابلہ) و منازعت (لڑائی) احکام کا مادہ رکھا گیا ہے، مگر وہ ایک خاص درجہ پر ہے اور وہ بھی تکمیل و اجر کے لیے اس میں رکھا گیا ہے، کیونکہ طاعت و منازعت سے طاعت برمازعت افضل ہے، جو برمازعت کے وہ درجہ خاص کی تہہ میں نے اس لیے لکھی کہ اگر منازعت خاص درجہ پر نہ ہوتی تو ”لقدیں بسر“ (دین آسان ہے) کے خلاف ہوتا ہے اس لیے میں نے یہ قید لگا دی اور یہ منازعت بھی ابتدا ہی میں ہوتی ہے، بعد رسوخ کے یہ منازعت بھی باقی نہیں رہتی بلکہ احکام الہیہ اور مودطعیہ میں جاتے تو قدرتی نے احوال حسیہ میں بھی قاعدہ رکھا ہے، چنانچہ مشی وغیرہ میں ابتدا ہی میں ارادہ کی ضرورت ہوتی ہے، پھر ہر قدم پر ارادہ کی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ وہی پہلا ارادہ مقرر ہو گیا ہے، اس لیے اور اسی وجہ سے اس کو فعل اختیار کی کہا جاتا ہے اس پر شہت ہو کہ شاید پھر تو اب کم ہو جاتا ہوگا کیونکہ طاعت یا منازعت سے طاعت برمازعت افضل ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہی ہے کہ ابتداء سے منازعت کا مقابلہ کرنے کے بعد ثواب منازعت ہی کا پیش ملتا ہے، کیونکہ اس نے تو اپنی طرف سے مقاومت منازعت کے دوام کا قصد کر کے عمل شروع کیا ہے، چنانچہ ہر مسلمان جو روز نماز کا پابند ہے، اس کا ارادہ یہی ہے کہ ہمیشہ نماز پڑھوں گا، ہمیشہ روزہ رکھوں گا، خیر و نیکس کو مستغنی کران ہوگا اب یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ وہ بعد میں منازعت کو باقی نہیں

رکھتے مگر چونکہ بندہ نے ہمیشہ کے لیے اس منازعت کا مقصد نہ کر لیا ہے، اس لیے اسے اس کو وہاں سے نہ زحمت کے بعد بھی موجودیت اور اس کے حق ثواب میں ہے جو منازعت سے ہو سکتا ہے۔ یہ تو خود اس کے لیے ہے۔ (چنانچہ کوئی عمل اختیار کر کے لے کر جاتا ہے کہ ابتدا میں اسے روزانہ کی ضرورت ہے مگر بعد میں ضرورت نہیں رہتی، اس طرح یہاں بھی گو بعد میں منازعت نہیں رہتی، مگر چونکہ بندہ اس منازعت کی مخالفت کی ضرورت نہیں دیکھتا، اس لیے منازعت کو منکسر کر دیتا ہے یا ہٹا دیتا ہے یہاں سے یہ نکلنا ہے حق تعالیٰ کے راستہ کا!

عبادت میں لذت کے باوجود ثواب

وہ جس کا مقصد یہ ہے کہ جب منازعت ختم ہو جائے اور عبادت میں لذت و حلاوت ہو جائے تو اس شخص کو جرنیلے، کیونکہ اب عبادت مع الہتمام نہیں ہے، اس وقت میں بھی ہے کہ یہ شخص اگر کامیاب نہیں، مگر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تجھے جہاد سے بندہ سے محبت نہیں ہے، دوسرا اس کو منازعت ہی کا اجر دینے کو اب محبت کچھ نہیں رہی، مگر اب ہم اس کو پکڑ لیں دیں گے، اس شخص کو جہاد نہیں کرتی، جیسے معتزلہ نے کہا ہے کہ گناہوں پر سزا دین ضروری ہے، صغیر و عظیم و خلاف عقل ہے، پس یوں کہے کہ رسول اللہ کے بعد بندہ کی اور لذت ہو جاتی ہے جو بعض دوسروں کا دو حالت میں مٹی ہے کہ جب کوئی سرمدان کی دعوت کرتا ہے تو وہ دعوت کے بعد نہ رات کو لیٹے ہیں، جس کو دعوت گھبراہٹ میں کبھی بچا ہے، اس کو حق تعالیٰ نے یہ کر کے دکھلا دیا کہ وہ بندہ کو دعوت گھبراہٹ میں دیتے ہیں، کیونکہ اعتقاد میں طاعت کا ہونا ناچکہ کمال نہیں رہتا، بلکہ اس کے ترک میں تکلف ہونا ہے، اخیر میں وہ عبادت ہو جاتی ہے جو حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وارد ہے، "میں ان علفہ فقرائے کہ قرآن پر عمل کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو قدرت ہی سے طبیعت تھی، مگر کاطین کی بھی، اخیر میں اسی کے قریب حالت ہو جاتی ہے اور اس وقت ان کے حق میں اذیتاں ہی کی شان ہو جاتی ہے، جیسے اس بچے کو بعض دفعہ دودھ پلانے چاہتی ہے اور وہ گھبراہٹ کے شوق میں بھاگتا ہے تو وہ اس کے پیچھے لگاتی ہے، ایسے ہی مٹی کے بچے یہ عبادات بعض اوقات شغف و رغبت ہیں، بلکہ میں کہتا ہوں کہ سستی کے لیے بھی عبادت بعض اوقات شغف و رغبت کے لیے ہے، کیونکہ بات یہ ہے کہ انسان کو فطرتاً ہی تعالیٰ سے رغبت ہے اور سستی کی جو ادا کام میں منازعت ہوتی ہے، یہ خلاف محبت نہیں، بلکہ اس کا فضا وہ ہے کہ محبت کی وجہ سے اس کو حق تعالیٰ پر باز ہے، یہ چوں کہہتا ہے کہ جب مجھے محبت ہے تو مجھے آواز دینا چاہیے، میرے

ادھر یہ تعالیکہ اور قلمیوں پر ہیں کہ اور نہ بین سالہ جو ہر ہے

ہم نے اللہ کی بات کو سنا ہے۔
وہی ہے جو ہمیں اللہ کی بات کو سنا ہے۔

1. 17-2-2017

اے کاتبو! اس اعتراض اختلافِ روایتِ قمر کی صورت میں کیا ہے؟

کے متعلق ہونے کا شہد اور اس کا جواب

[illegible]

بانو سے واں اعتراض..... محض کتابیں دیکھ کر ہی اپنی اصلاح

نہیں ہو سکتی!

میں کتابوں کو یہ کہتا ہوں کہ کتاب کا کام کی چیز، مگر طبیب کے کام کی چیز مریض کے کام کی نہیں۔ کتب طب سے کوئی مریض اپنا معالج نہیں کر سکتا، حالانکہ کتابوں میں سب کچھ موجود ہے اور طبیب ان ہی سے علاج کرتا ہے، مگر تجربہ نہیں کر سکتے، اور معمولی مرض کا علاج کر بھی لیا تو شدید و مراض کا علاج تو کبھی نہیں کر سکتے، چنانچہ بحران کی بحث کو طب کی کتابوں میں مذکور ہے، مگر اس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا، یہ بحث اس قدر لطیف اور دقیق ہے کہ اطباء حال نے یعنی ڈاکٹروں نے تو گھبرا کر اس کا ذکر ہی کر دیا کہ بحران کوئی چیز نہیں، مگر اطباء، اندماء نے اس بحث کو بڑی خوبی سے ضبط کیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اس بحث کا الہام ہوا ہے، چنانچہ انہوں نے بخار کے ایام کی تقسیم کی ہے کہ بعض ایام کی طبیعت و مرض میں مقابلہ ہوتا ہے، طبیعت ان ایام میں مرض کو فروغ کرتا چلی جاتی ہے اور مرض طبیعت کو دبا رہا چاہتا ہے۔ اس کیفیت و تقادمت کا نام بحران ہے، بحران ایام میں بعض دن تو سخت، بحران کے ہیں اور بعض دن ہلکے، بحران کے ہیں، اس لیے مریض کو اور اس کے حار و سرد کو چاہیے کہ جب کمی کو بخار آئے اس کا دن اور وقت یاد رکھیں، چاہے کہ طبیعت سے بیان کر سکیں اور طبیب کو ایام بحران کی رعایت آسان ہو بھلا محض کتاب دیکھ کر ان امور کی رعایت مریض سے کیونکر ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں ہو سکتی!

حضرت کا چنادا تھا

لکھ میں تو تجربہ سے کہتا ہوں کہ مریض اپنے معالج میں معمولی مریض کے اندر بھی غلطی کھائے گا، چنانچہ مجھے ہر سال ہمسات کے اخیر میں بخار آیا کرتا تھا، اب تو مجھ اٹھ بہت سالوں سے نہیں آیا اور ابھی سترہویں بخار ہوتا تھا، میں نے ایک دفعہ خیال کیا کہ مجھے قلبی عصبانیت سے بخار ہوتا ہے اور حکیم صاحب ہر سال قریب قریب ایک ہی نسخہ لکھتے ہیں، لہذا اس کی نقل کر لیں، جب بخار آیا کرے گا اس کو استعمال کر لیا کریں گے۔ حکیم صاحب کو تکلیف دینے کی ضرورت نہ ہو گی، چنانچہ ایک سال ایسا ہی کیا کہ پچھلے سال کا نسخہ خود ہی استعمال کر لیا، مگر چند روز استعمال کرنے سے بھی خاک نفع نہ ہوا، آخر کار حکیم صاحب کو بلا دیا، انہوں نے نسخہ لکھا اس کے پیتے سے فارم ہو گیا،

پھر تحقیق ہوئی کہ اس سال صفراء کے ساتھ ہفتم صاحب بھی تحریف لے آئے تھے۔ پھر اپنے کاغذ شروع ہو گیا۔

اب اگر میں اس نسخہ کی بھی نقل کر لیتا کہ پہلے اس میں صفراء اور ہفتم دونوں کی رعایت ہے تو یقیناً اس سے بھی اگلے سال نسخہ نہ آتا، ہفتم ہی بڑھتا (یعنی ایک تحریف و ہم ہی زیادہ ہوتا ہے) "ہفتم" مرثب ہے، مفرود نہیں) کیونکہ اس کا مجھے اندازہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس سال ہفتم صفراء سے زیادہ ہے یا مساوی ہے یا کم ہے؟ اس کا اندازہ تو ضرب ہی کر سکتے ہیں جو جنس کی عدالت کو پہچانتا ہے، اس سے کتب خط سے موازنہ کرنا ضرب ہی کا کام ہے، اسی طرح اسیہ، العلوم، نباتات، کیمیا، تصوف کی کتابیں ہیں، پیکر، جنس، بلکہ کارآمد چیزیں، مگر شیخ کے کاغذ میں اس طالب کے کام کی نہیں، غالب کو تو اپنے معاذلے کے لیے کسی شخص کا اطلاع لازم ہے۔

(الرقبہ: المرقبہ صفحہ ۲۱)

ترانوے واں..... نفع متعدی کا علی الاطلاق نفع لازمی سے افضل ہونا

درست نہیں

اصلی جی ہے کہ نفع لازمی (خود اپنے لیے نفع حاصل کرنا) نفع متعدی (دوسرے کو نفع پہنچانا) سے افضل ہے، کیونکہ آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے کے لیے جب آپ نفع متعدی سے فارغ ہو جائیں، یعنی تبلیغ سے تو نفع لازمی میں مشغول ہوں، یعنی توبہ الی اللہ میں یہ سیاق صاف بتا رہا ہے کہ نفع لازمی متعدی سے افضل ہے، کیونکہ متعدی سے فارغ کر طلب کیا گیا ہے نہ کہ لازمی سے، پھر اس کے بعد نفع لازمی میں اشتغال کلی کا قلم ہے کہ اس میں توجہ رکھنے اس وقت دوسری طرف متغافل نہ ہو، جیسا: "نفسی رکن" کی تقدیم کا مقصد تھا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر نفع متعدی افضل ہوتا تو اس سے فارغ مطعون نہ ہوتا، بلکہ یوں ارشاد ہوتا: "خدا اصرع من ذک" بہت فخر و تعجب والی عبارت ہے "لنفع لازمی میں مشغول ہونے کے وقت نفع متعدی سے قطع نھر کا امر ہوتا جیسا تقدیم معمول کا مدلول ہے، کیونکہ مقصود بالذات سے کسی وقت قطع نظر نہیں ہو کرتی، اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ نفع متعدی مقصود یا معرض اور نفع لازمی مقصود بالذات ہے اور جو مشہور کے خلاف ہے مگر حقیقت یہی ہے اور قول مشہور کا منشاء تو یہ ہوا ہے کہ بعض جگہ نفع متعدی نفع لازمی سے اولیٰ (زیادہ تاکید والا) و تقدم (مب سے مقدم) ہو گیا، مگر اس سے فضیلت بالذات لازم نہیں آتی، بلکہ اقدمیت و اولیٰ کا مرض کی وجہ سے ہوئی ہے کہ وہ

نفع متعدی پھر نفع لازمی کی طرف منقصی ہو گا کہ دوسرا شخص بھی رقت اہل اللہ کرے گا اور ذکر وہ مسئلہ میں مشغول ہو گا اور اگر اس پر کوئی یہ شبہ کرے کہ شاید نفع متعدی اس لیے شروع ہو کہ وہ نفع لازمی کے بعد پھر متعدی کی طرف منقصی ہو اس طرح کہ دوسرا شخص بھی اپنی اصلاح کر کے تبلیغ کے قابل ہو گا۔

اپنی اصلاح مقدم ہے

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو تبلیغ کے قابل بھی وہ نفع لازمی حاصل کرنے کے بعد ہو گا، نیز کہ جس کی خود اصلاح نہ ہوئی ہو وہ دوسروں کی اصلاح کس کر سکتا، پھر دوسرے کا تبلیغ کے قابل ہونا ممکن نہیں، کیونکہ بعض لوگ اصلاح و تکمیل وغیرہ کے اہل نہیں ہوتے اور نفع لازمی کا اہل ہر شخص ہے۔ پس نفع متعدی پر نفع لازمی کا ترتیب یقینی ہے کہ آج ہی سے اس کا ترتیب شروع ہو جاتا ہے، نفع متعدی کا ترتیب سوہوم ہے کہ نہ معلوم یہ دوسروں کی اصلاح کے قابل ہو گا یا نہیں؟ اور تجربہ یہ ہے کہ دوسروں کی اصلاح کے قابل ہونے میں سے ایک روہ ہوتے ہیں۔

پھر قابل ہوا بھی تو نہ معلوم کب ہو گا؟ اور بڑی بھی کیا تو نہ معلوم اس کو اصلاح غیر کی نوعیت آئے گی یا نہیں؟ کیونکہ بہت سے سر تک نفع متعدی کے قابل ہوتے ہیں، مگر ان کو اس کی نوعیت ہی نہیں آتی، یا کم آتی ہے، تو اپنے نفع سوہوم کے لیے کسی شے کا ایسا شروع ہو گا کہ وہ مقصود بالذات ہو جائے، از بس بعید ہے، ہاں یہ ممکن ہے کہ بالعرض یہ بھی مقصود ہو جائے، لیکن مقصود بالذات وہی نفع ہو سکتا ہے جس کا ترتیب یقینی ہو اور اس کا ظہور بھی سوہوم نہ ہو اور وہ نفع لازمی ہے جو نفع متعدی پر فوراً ہی مرتب ہونا شروع ہو جاتا ہے، دوسرے سائر نفع سے مقصود نفع متعدی ہو گا تو طالب کو اس مقصودیت کی، اصلاح کے بعد اس کے قصد کی اجازت بھی ہوگی، کیونکہ مقصود کا ارادہ بھی مقصود ہوتا ہے اور مقصود کی نیت معزز تو ہو ہی نہیں سکتی، مگر شیونہ تحقیق سے جو کہ مجتہدین فن ہیں، جن کا غرض تو اعدائے جمعیت ہے، ان سے پوچھئے کہ وہ طالب کو نفع متعدی کی نیت کی اجازت بھی دیتے ہیں یا نہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اگر طالب ذکر، عقل سے مخلوق کو نفع پہنچانے کا قصد کرے گا تو وہی نفع یاب نہ ہو گا، سیارہ راہ و ذلت طریق ہے، انہی اصلاح کے زمانے میں اس کو صرف اپنی اصلاح کا قصد کرنا چاہیے، دوسروں کی اصلاح کا خیال مائع طریق، بلکہ طبع طریق ہے، اس سے سائیا اصلاح کے لالے پڑ جاتے ہیں، تو یہ اچھا مقصود بالذات ہوا جس کا قصد کرنا راہ و ذلت طریق ہے، اب بتائیے اس حالت میں نفع متعدی کو افضل اور مقصود بالذات کیسے کہہ سکتے ہیں؟ پھر اپنی اصلاح کو تکمیل کے بعد بھی ہر شخص کو نفع متعدی کی اجازت نہیں بلکہ اس کا اہل صرف وہی ہے جس کو مشائخ نے اجازت

ہی ہو، اگر نفع متعدی اصل ہے اور یہی مقصود بالذات ہے تو تکمیل کے بعد اس کا اثر خود نفع متعدی میں مشغول ہونے سے کیوں رہا؟ چاہتا ہے؟ اور اجازت کا لفظ کیوں طاقی جاتی ہے؟ یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ نفع متعدی مقصود بالذات نہیں ورنہ لازماً ہمارے کہ جس کو نفع متعدی کی اجازت نہ دی گئی ہو اور سب کے سب ناقص ہی ہوں، وہ الگ۔ مثلاً کھانے کے نزدیک یہ نفع نفع ہے وہ تشریف کرتے ہیں کہ کمال مقصود کا حصول اس امر پر موقوف نہیں۔

اجازت کی قید کی وجہ

اور قید اجازت کا یہ اڑ ہے کہ اگر بالاعراف سے لیے کچھ آداب ہیں جن سے کمال ہر ایک نہیں ہوتا، مثلاً انھوں کو یہ سنت و تدبیر کا حکم نہیں ہوتا، جس کے بغیر امر بالمعروف نہ ہو، نہ منہی نہ۔ لہٰذا جب تشدد و فساد ہو چکا ہے، اس لیے بعض لوگوں کو نواہ و وجہ حال کو پہنچائیے ہیں اور شاذ و غریب نفع متعدی کی اجازت نہیں دی جاتی، مگر اس سے ان کے کمال کی کمی نہیں ہوتی، حالانکہ نفع و متعدی کا مقصود بالذات ہوتا اس صورت میں فی کمال و مستحکم ہے جو جماع تحقیق کے خلاف ہے۔ دوسرے میں جو چھتا ہوں کہ اگر نفع متعدی مقصود بالذات ہے تو حرجی دار الحرب میں اسلام لانے و نفع متعدی چودہ مرتبہ ہوتا ہے اس لیے اسے کیا کرے؟ نفع لازمی کو لازم چھڑے یا نفع متعدی کو؟ اگر نفع متعدی میں مشغول ہو ناما لازم کیا گیا تو تکلیف، لاپرواہی اور اضران لازمی کا اس کو امر کیا گیا تو ثابت ہو کہ نفع متعدی مقصود بالذات نہیں، کیونکہ مقصود بالذات سے کوئی مسلمان محروم نہیں ہو سکتا۔ یہ سب اس امر کے دلائل ہیں کہ نفع متعدی مقصود بالذات نہیں، بلکہ مقصود بالاعراض ہے اور مقصود بالذات مقصود بالاعراض سے افضل و اکر ہے۔ (درعیہ امر بالمعروف ص ۴۶)

چراغوں سے والی اعتراض... جبرائیل علیہ السلام کا قرقون کے ڈوبنے

کے وقت اس کے منہ میں مٹی چھوٹنے!

اس کا مدعا ہے کہ یہ خواب دیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یہ اب دیکھتے کے بعد تو یہ تمہیں بتاتی ہیں، اہل حق فرماتے ہیں: "فلم یحکم فیما بینہما لئلا یزیدوا سباً" لہٰذا جب وہ ہر روز خواب دیکھیں گے تو ان کا ایمان امانان کے لیے مانع نہ ہوگا، اور وہ اسلام سے نہ روکتے تھے، جو مدت اسلام سے کہتے تھے، جس پر جو مدت فی آخرت مرتب نہیں ہوتی، مگر مدت فی الدنیا مرتب ہو سکتی ہے، جیسے وہ فتنہ حدوث اسلام کے سبب قتل اور قید ہوئے۔ یہ تھوڑا ہے،

ای مرتب احتمال تھا کہ وہ بھی غرق و بلد کہ سے ڈبا تھا، لیکن اس پر کوئی سوال کر کے اس وقت
آیت میں آیا، اس سے مراد عذاب کیا تو ہے نہیں، کیونکہ حدیث دنیا کی روایت اہل انکشاف آخرت
قبول ایمان سے مانع نہیں اور تمام آیات عذاب آخرت کا عکس ہے، ہوتا تھا، ورنہ دنیا کی طرف
جس میں بکس داخل ہو جاتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسخر نہیں بلکہ انکشاف آخرت کے بعد بھی
وہ صراطِ مستقیم رہتا، ہوتا لیکن ہے، چنانچہ جس شخص نے ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں
نے فرشتوں کو بھی دیکھا اور ان کے سامنے اپنے عمر کی عورتوں کو بھی پہچانا، چنانچہ والدین کے کہ
فرشتے بیٹھے ہیں، انہوں نے یہ دیکھ کر دو اہل انکشاف کے ساتھ ہر کار ہوش روکتا ہے۔

فرعون کا ایمان لانا

دور فرعون کے واقعہ سے ظاہر ابھی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جس وقت ایمان ظاہر کیا ہے اس
وقت اس کا عذاب آخرت کے ساتھ نہ ہو گا، چنانچہ اس کا قول: "انہ لا اله الا
انہی احدت سبحانہ" (میں اس ذات پر ایمان لایا جس پر سوا اس کا کوئی ایمان لائے)
ظاہر ہے کہ اس وقت بھی اس کا حق پر ہوتا، اور ان کا سوچنا ہوتا اس کے خیال میں تھا اور یہ دنیا
کا واقعہ ہے تو اس کو ہر کار ہوش نہ رہتا، لیکن اس کا معلوم ہوتا ہے کہ یہ انکشاف آخرت کے
ساتھ ہی ہو گیا ہے، پس اس واقعہ سے عذاب آخرت نہ لگتی ہو سکتی، اور یہ انکشاف مانع ہے
فہم ایمان سے، انہیں انکشاف مانع ہو گیا، اب ایک سوال یہ آتا ہے کہ جب یہ حالت ملے، ہے قبول
ایمان سے، اور ایمان نام سے تصدیق کا اور وہ عذاب آخرت کے مقبول نہ ہو سکتا، اگر چہ ایمان
سے مانع کیا جائے تو پھر کھلف سے روکنے سے کیونکہ ہو؟ اور اگر وہ ان سے اقرار نہ کر سکیں وہ جہنم
مفید بھی مان لیا جائے تو اقرار کا قصد بھی کافی ہوتا ہے، اگر چہ کسی عذر سے عذر ہو گیا ہو اور یہاں
بجز ذریعہ کیجے کی وجہ سے تو وہ اقرار مفید نہیں ہو گیا، پھر کیجے نہیں سے کیا فائدہ ہوا؟

فرعون کی نفس کا محفوظ رہنا

اس کا جواب وہی ہے جو اوپر گذر، یہ شرط جبرئیل علیہ السلام نے ظاہر رحمت کو بھی اس
سے لیتا تھا، اگرچہ رحمت ظاہری کا ایک کوئی شہر نفس کو محفوظ رکھنے سے ہوتا، جیسے کہ
رہا ہے، "فانہذا منہ جہنم" اس کے لئے آئے ہیں، ہونے کے ساتھ رحمت کی
تکڑی پر بھی ایک سوال ہے کہ یہ ظاہری رحمت میں ان کی کیا حالت تھا؟ اس کا جواب وہی ہے

جس کو میں ذکر کر رہا ہوں کہ اس قہر کا غلبہ نفس فی اللہ تھا، اس میں یہ بھی "ارادہ" اور "میل" کا
حق سے ایسا نفس بدول غلبہ عشق حق کے ہونے میں مسئلہ۔

(العبد، ابو عبد محمد ۱۰)

پچانوے والے اعتراض خدا تعالیٰ کی پیشین گوئی کسی امر کے متعلق اس

کو لازم نہیں کہ وہ غیر اختیار ہو جائے!

میرے پاس اس کی دلیل موجود ہے، جو چند مقدمات پہنی ہے، ایک مقدمہ تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ
ثابت قہر سے پاک ہیں اور دوسرے مقدمہ یہ ہے کہ حق طیبہ بعد مایوسی سے "ارادہ" کیا کرتا
اور اگر چاہے بھی تو سر نہیں کوئی بد نہیں کرتا، بلکہ بعض تو صاف کہتا: "میتے ہیں کہ یہ سر نہیں بچے کا
نہیں اس کو روامیت وہ اور اگر کوئی گفتی وہی حالت میں بھی جبر اور ارادے تو اس کی اجازت ہے کہ اس
کو طرہ نہیں، وہ اپنے قواعد طیبہ سے اس سر میں کو، حاجت سمجھتا ہے، مگر کھٹکائی ہے، غلطی نہیں وہ
قدت خدا پر نظر کرتے ہوئے وہ ہے

مشق از اسباب کی دہرہ نظر
مشق فی مویہ سبب را مگر

ملازم حق تعالیٰ کو قہر غیب ہے۔ مگر "حکم اللہ علی خلقہ بعد" سنان کو جس سے ملامت
ہوئے اور ملامت کے غیر اختیار میں ہونے پر دلالت ہوتی تو یہ حالات قطعی ہوتی، کیونکہ علم الغیب کا
کلام ہے اور نفی اختیار کے ہوتے یہ محال ہے کہ وہ اپنا جبر لایا جائے، کیونکہ "لا یخلف اللہ
عہداً ولا موعداً" خلاف ہے، جیسے مقدمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو وہ اپنا جبر لایا ہے، یا نہیں
"عذو اور مکتوب" میں خط ہے عام ہے اور یہ ہے کہ "لا یخلف اللہ عہداً ولا موعداً" خود اس کو
تلازم ہے جس میں تمام اقدار کو حید و بیان اختیار کرنے کے متعلق خط ہے، جن میں وہ لوگ
نہیں تھے جن کے بارے میں "حکم اللہ علی خلقہ بعد" قرار پایا ہے، اگر اس پر ایمان ہے کہ
"لا یخلف اللہ عہداً ولا موعداً" کے مکلف نہ ہو اور اس علم سے سمجھیں، وہی تو جبر اور اختیار نہیں
سمجھتا، بلکہ وہ یہ کہ نہیں "کہ نہیں سمجھتا کہ وہ اس کے ایمان اور مکتوب کی وجہ سے جو مذہب اور مذہب جو
آخر زمانہ میں ہم تو حکم ایمان سے سمجھیں، مگر "تجدد" نے "حکم اللہ علی خلقہ بعد" نام کو
"باجز و اجزاء" اس کا مذہب ہونا مخصوص ہے، کیونکہ "حکم اللہ علی خلقہ بعد" کے ساتھ ہی:

"وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الْمَخِلَّةَ فِي الْحَدِيثِ" بھی وارد ہے، ایسی یہ نہ پڑا ہے کہ جن کے بارے میں "خبر" عرفیہ "خبر" ہے، قرآن میں آیا ہے، ایمان کے مطلقہ وہ بھی تھے، اس سے مستثنیٰ نہ تھے۔ اب میرا موقعی ثبوت ہو گیا کہ جن کو کون کے مطلق "خبر" غرضی "خبر" ہے، ان کا عرض روحوانی لا محالہ نہ تھا۔ اگر روحانی مہربان میں کوئی ایسی اطلاع ہو تو یہ لوگ ہوتے تو نہ وہ بھی، نہ کسی اطلاع میں نہیں، تو ثابت ہو گیا کہ عرض روحوانی کسی کو بھی اطلاع نہیں، اس میں یہ نہیں، نہیں کوئی کی کیا ضرورت تھی؟ جواب یہ ہے کہ ایک روز تمنا جو حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا، مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ "لا یحضرہ احد من خلقہ" مع بقایہ "مبارک" کہ یہ لوگ ایمان نہ آئیں۔ لیکن یہ بیان نہ اس کے اختیار میں تھا، یہ طلبہ نہیں، اس کے بارے میں یہ قدرت و اختیار میں ہائی نہیں، یہ جواب مجھے لگا، اس سے زیادہ کا اس کا نفس فی القدر ہے، جس کی قدرت نہیں غرض یہ بات ثابت ہوئی کہ ان میں سے کسی امر کی پیشین گوئی وارد ہونے سے اس کا فارغ از القیہ رہو، زمینیں آسمانوں پر اور ان کے خداوند اختیار سے خداوند نہیں، اس کی تدبیر کہ انہیں لیں، ان کے انہیں کوئی نفع نہ ہو، تو جو جیسے کہ ان سے قرآن کے حکم و ترک کر دیا، ان کے یہ نہ قرآن میں نہیں کوئی ہے، "بَلْ سَحَرْنَا بَعْدَ ذَلِكَ بَنِي إِسْرَءِیْلَ" میں میں حضرت قرآن کا وعدہ ہے تو پھر لغو باللہ! قرآن کا جو خدا جس پھوڑا، لیکن بھی پھوڑا، اچھا پانی بھی پھوڑا، اور جو تھے ہونے دیکھے ہیں، ان کو یقین کر دو، کہ وہ اس قرآن کو نہ لے، اللہ کی کافی ہے ایک شہ حافظہ بہت ہے اور وہ حافظہ بھی کھیا، جو حق تعالیٰ ہے، جتنے عریضے حفاظت کے ہیں اور سب نوبتیں کریں گے، لیکن ان کا حفاظت ان میں سب صریح آگئے، مگر مسلمانوں نے قیام تک ایسا نہیں کیا، حالانکہ یہاں بھی تو دشمن کوئی ہو چکی ہے، لیکن اس کی کیا وجہ کہ یہاں تو آپ نے یہ جو یوگیا کہ قرآن کو دفعہ بھی پکارا، لکھا بھی، اور چھاپ بھی، وہ ان سب باتوں کو اپنے اوپر فرض بھی سمجھا، اور انہی کے متعلق پیشین گوئی ہو چکی ہے، اب حجاب کی کیا ضرورت ہے؟ میں کہتا ہوں کہ اب حفاظت قرآن کو دھڑا ہو چکا ہے تو پھر آپ کی حفاظت کی کیا ضرورت ہے؟ آپ پر بھی وہی غرض ہوتی ہے جو آپ اس سلسلہ میں ہوتے، اور نہ ہے میں اس کا جواب لیجئے، آخر انہوں نے بتوں میں کیا، اس قیام ہے، ان فرق کا بھی بتا دینے، اگر آپ نہیں بتا دیتے تو لیجئے اس میں بتا دیا، آپ اس وسوسہ کے جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کے معنی یہ ہے کہ ہم لوہے میں ایسے لوہے پیدا کرتے ہیں، جو اس کی عظمت میں آتی کر رہے ہیں، اور یہ حفاظت کے عریضے بھی ان کے قریب ہیں، ان میں سے کہ وہ اس کو یا بھی کریں گے، انہیں لے لیں، ان کے انہیں کے بھی ہیں، یہ حفاظت قرآن کی پیشین گوئی کے بعد اپنی آپ کی حفاظت کو کرنا میں میں چل رہی

کرتے ہیں، کیونکہ رکاب و اس نے عمل کیا، پھر حقیقت شناس ہوتا ہے کہ اس مکان کی نحو محمودی بڑا مکان نہیں، ہذا مکان قنوت بنانے والے اور بنیاد قائم کرنے والے کو ہے، اسکی طرح جو سرگزشت میں ہیں وہ جانتے ہیں کہ خلاف مسجد بنانے سے مخالفت عمر پہ کوئی بھی نسبت نہیں، تو محمد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکومت اسلامیہ اور خلافت کی بیوقوف نمونہ بنائے، جسے جو تعجب برداشت کر رہا ہے، اس کا عمر شیر بھی حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں پیش آیا، یہاں اسی عالی موصوفیہ کا قصہ کہ ایسے فقہے کہ نہ میں جب کہ قادیانی ہی براعت بعد سے باہر ہونا چاہتی تھی، تمام مقنوتوں کا مقابلہ کر کے اور ان کو ایک ہم نسبت دیا، پھر ان کے دعائیہ مقام کے عرصہ میں خلافت اسلامیہ کے حکوتے کا ڈریے اور بھی حکومت کو، یہی محکمہ اصول پر قائم کر دیا کہ بعد کے ضیق کوئی پریشانی ہی نہ پہنچے، اسکے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں اور اصول پر رہی ہو گئے اور نکاح صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیا تو بڑا اہل حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہے اور میں قدر فتوحات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوئی ہیں، ان سب کا جواب حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحیفہ اہل میں داخل ہو گا، اہل تمدن و سیاست اس کو خوب سمجھتے ہیں کہ قانون پر مبنی کرنے سے زیادہ مشکل قانون بنانا ہے، قانون بنانے والے کو جس مشقت کا سامنا ہوتا ہے چاروں کو ملے والے کو اس کا سوال حصہ بھی پیش نہیں آتا۔

(اچھا، مٹا دینا مسخ ۹)

ستر نوے واں اعتراض... کیا چار سو برس کے بعد اجتہاد کا دور وارہ

بند ہو گیا؟

اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ چار سو برس کے بعد کسی کو اجتہاد کے قابل دماغ نہیں ملا، کیونکہ جس پر کوئی دماغ قائم نہیں، علاوہ ان پر مطلقاً صحیح بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ ہر زمانے میں بڑا دانا ایسی چیزات نئی نئی پیش آتی ہیں جن کا کوئی حکم از سر مجتہدین نے محفوظ نہیں اور نیا اجتہاد کر کے ان کا جواب بنانا پڑتا ہے، جس اور اجتہاد کا جب بھل بند ہو گیا ہے، اور اب کسی کا دماغ و عقائد کے قابل نہیں ہو سکتا تو کیا ایسے نئے نئے مسائل کا جواب شریعت سے نہیں ملے گا یا ان مسائل کے جواب کے لیے کوئی نیا حق یہاں سے اترے گا؟ اگر یہی بات ہے تو خدا خیر کرے نہیں تو دین والے نہ سن لیں، کہتے یہ بات ان کے کانوں میں پڑتی تو حق صبر کے دوا کی نبوت کی کبریت میں یک اور دین کا حق قرار لیں گے، پھر اس آیت کے کیا معنی ہوں گے "انما یحکم فی الدین" انما یحکم فی الدین ہے تو دین کی تکمیل جو کچھ خود دراز و مبتدیان کی بند کرا یا ہے تو پھر

جواب سب تھمیں مذکور نہیں ذائقہ بخوبی ہے نہیں مخلوق ہے۔

مخمسائل کے جوابات

چھبیس دنوں میں ایک سو اسی بار تھکا ہوئی جہاز میں امداد ہو گئی ہے یا نہیں؟ اب یہ کہنے کا زمانہ نہیں ہے۔ سو برس کے یہ کل ہمارے جس کو اس مسئلہ کا اثریت میں کوئی بھی جواب نہیں دے سکتا۔ امداد جہاز کو ملے، فقہاء اس کو چاہتے ہیں۔ نہ کوئی غفلت، اب ہمارے خود دوست، اترتے ہیں اور ایسے ایسے مسائل کا جواب دیتے ہیں کہ فقہاء، ہم خدا سے اس قول کا یہ مطلب نہیں کہ چار سو برس کے بعد امداد بالکل بند ہو جائے۔ یہ کہ نہ تبادلی نظاموں کا دور وازدہ ہو گیا۔ اور تبادلی اور عروج اب بھی ہوتی ہے۔ وقتی مستحکم باقی رہے۔ اور لا جبروتی، الخراج بھی نہ ہو سکتا تو اثریت کے عناصر ہونے کا شہرہ رکھا، جہاں کل مذہب اثریت میں کسی قسم کی نہیں، قیامت تک ہر قدر صورتیں پیش آتی، جس کی سب کا جواب ملنا، ہر زمانہ میں اثریت سے نکلتے ہیں، کیونکہ اثریت اترتے ہوئے میں تو اصول و قواعد سب سے پہلے مجتہدین کی ہاں نہ چنے ہیں، ان سے قیامت تک کے واقعات کا حکم معلوم ہو سکتا ہے۔

اجتہاد فی الاحوال کی ہندش

ابہت قرآن وحدیث سے اصول مستنبط کرنا یہاں تک نہیں ہوتا کہ وہ غرض امتیاز فی الاصول بعد چار
دو پرزوں کے ختم ہو جائے۔ بلکہ اب اس تو جس قدر اصول و قواعد شریعت کے تھے اور وہ سب اگرچہ متعدد
بیان کر چکے۔ انہوں نے کوئی قاعدہ و مجہول نہیں دیا۔ دوسرے ان کے بعد اس کی سے اصول مستنبط کرنا
مجہول تو نہ تھا۔ لیکن کسی ضرورت نہ تھی جس سے مستحب ہو کہ یہ اجتہاد فی الاصول کے
لیے اب دماغ قائم ہی نہیں رہے۔ اچھے حضرات اجتہاد پر ہی کاغذ میں درختوں کی صورتوں نے انہوں
سے من غولی مت حبس مستحب کیے جو کہیں نہیں لکھتے۔ حضرت تھوڑی قدر صاحب صاحب، صاحب
نے ایک مقام پر لکھا ہے کہ "واجب ہے کہ اصول مسلم نہیں" اس کا مطلب یہ نہیں کہ "واجب ہے غیر معتبر
کہ وہ ہے۔" اس میں اصول غلط نہیں اور یہ کہے ہیں بعد از صاحب ان میں۔ یہ ہے کہ صاحب
یہ ہے کہ بعض اصول خود شریعت سے مستنبط کیے ہیں۔ ان میں اور نقل نہیں ہیں۔ اور وہ سب نہیں
حق جائزیت اس کی سب مضمر ہیں جواب۔ کیونکہ صاحب ہاں ہاں جواب بہت ہی ہاں
خاص ہیں۔ اس کی بھی مثالوں کے لیے اس کی سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کی کتب میں بھی اس کے لیے

کمال کمزور یا ہر مسئلہ کی دو باتیں بیان کرتے ہیں۔ ایک عقلی، ایک نقلی، کیا ممکن ہے وسعت نظر کا کہ جزئیات تک کو حدیث سے ثابت کرتے ہیں، پھر حدیثیں مگر ہر مسئلہ بیان کرتے ہیں، مگر عقلیت کرنے سے کہیں نہ کہیں ضرور ملتی ہیں، چاہے مسئلہ بڑا درجہ میں ہو یا مسئلہ عبدالرزاق میں، عقلیت میں ہوں یا مصنف ابن ابی شیبہ میں، کہیں ضرور نہیں کی، ایک دوا اگر نہ ملیں تو ممکن ہے مگر جس شخص کی نظر اس قدر وسیع ہو تو ایک دوسرے جو ہم کو نہ ملی ہو اس سے یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی اصل ہی نہیں، یہ تو وسعت نظر کا حال ہے، فہم کا تو کیا ممکن ہے احنافین کے دلائل کو جان کر نہ ان کا جواب دینا، پھر اپنے نہ بہب کی دلیل بیان کرنا، یہ ان کا خاص حصہ ہے مگر بایں ہمہ جو اصول کو تو قرآن و حدیث سے نکالتے ہیں، ان کی باہت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے فیصلہ فرمادیا کہ وہ مستحیر اور مسلم نہیں ہیں، کہیں نہ کہیں ضرور ٹوٹتے ہیں، تو آج جن لوگوں کی وسعت نظر فہم کا صاحب ہوا ہے۔ کچھ بھی مباحثہ نہیں ہو وہ کیا حدیث قرآن سے اصول مسئلہ کریں گے۔؟

اجتہاد فی الفروع باقی ہے

ہاں البتہ اجتہاد فی الفروع اب بھی باقی ہے، مگر اس سے یہ لازم نہیں آسکتا کہ ہم بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کی طرح مجتہد ہو گئے، کیونکہ اصحاب سیاست خوب جانتے ہیں کہ قانون طاعنا قانون جاری کرنے سے بہت زیادہ دشوار ہے، ہم لوگ حوائی اس کے کہ ان حضرات کے استنباط کردہ اصول کو حوادث و اتفاقی میں جاری کر دیں اور کیا کر سکتے ہیں؟ کمال انہیں حضرات کا تھا کہ انہوں نے حدیث و قرآن میں غور کر کے ایسے اصول و قواعد سمجھے جو قیامت تک کے جزئیات کے لیے کافی ہیں، کوئی مسئلہ یا چیز نہیں آسکتا جس کا حکم جواز و عدم جواز ان اصول سے نہ نکلا ہو، بلکہ ان حضرات نے صرف اصول و قواعد ہی پر اکتفا نہیں کیا، جزئیات بھی اس قدر نکال کر بیان کر گئے ہیں کہ بہت ہی کم کوئی مسئلہ ہوتا ہے جس کو وہ صراحت یا دلائل بیان نہ کر گئے ہوں اور اگر کوئی شاذ و نادر ایسا مسئلہ معلوم ہوتا ہے جو فقہاء نے نہیں بیان کیا تو کبھی تو مفتی کی نظر کی کوتاہی ہوتی ہے کہ اس کو سب مواقع پر محدود نہیں ہوتا، یا فہم کی کمی ہوتی ہے کہ وہ مسئلہ عبارت سے نگل سکتا ہے، مگر مفتی صاحب کی سمجھ میں نہیں آتا اور اگر بالعرض جزئیہ اصول نے نہیں بیان کیا تو اصول سے تو وہ ضرور علی مستحب ہو گا، پس آج کل یہ کسی کا مسئلہ نہیں کہ اپنے کو ائمہ مجتہدین کے برابر کر سکے۔

بنیاد طریقت کا

سہ۔ آگے ہم سچ میں کہہ چکے ہیں کہ قرآن کو کچھ سمجھنا اور صوفیہ روش میں اللہ جہتے ہیں، ان دونوں کی اعانت و حکمت کے لیے ضرورت ہوتی ہے کہ ان باتوں کو ایسے معنی پر رکھیں کیا جائے کہ کلام اللہ کی محکم تحریف نہ ہو اور اصل اللہ کا کام بھی خلاف قواعد شریعت نہ ہو، اس لیے ہم کہتے ہیں کہ صوفیہ کے تمام سنے جو آیت کے معنی ہیں انہیں جس حد تک واقعی الحقائق تفسیر نہیں ہے اور نہ وہ حضرات مداولہ ظاہری کے منکر ہیں، ان کی یہ مراد ہرگز نہیں کہ قرآن میں فعلوں سے نفیس اور معنی سے روح اور بقرو سے نفیس مراد ہے جو یہ خود فرما رہے ہیں یہ ہم متباہر ہوتا ہے اور علم اعتبار یہ ہے کہ دوسرے کے مال پر اپنے حائل کو بھی قیاس کرنا اس کی نیکی مشابہ ہے جیسے زید نے ایک کامیاب کر کے دیکھا دیکھی میں کیا اوس میں اس کو ناکامی ہوئی تو اس موقع پر کہتے ہیں: "کو اچھا نہیں کر چل اپنی بھی بھروسہ کیے" تو اس کام میں کو سے سے مراد زید اور میں سے مراد عمر و۔ حقہ ان میں ہے کہ کو سے مراد ہے کہ اور میں سے میں ہی مراد ہے اور حاص میں اس کا یہ ہے کہ دوسروں کے ایک حالت کے اندر مصطفیٰ ہیں۔ ایک موقع پر جو نظر پڑی تو دوسرا موقع اس کو دیکھ کر یہ واقعہ اور ایک اور سے کے ساتھ تشبیہ دے دینی، مثلاً یہاں زید عمر و اور ان کے قصے کو کو سے اور میں سے تشبیہ دے دی وہیں "دھب ابھ" شروع سے مراد یہ ہے کہ قاری صاحب قرآن پڑھے اور یہاں پہنچے تو اس قصے سے یہ سبق لو کہ تمہارے اندر بھی ایک چیز طبعی ہے۔ مثلاً اور ایک چیز سوئی کے مشابہ ہے۔ قصے کو قصے ہی کے طور پر مست پر محو بلکہ قرآن شریف کے ہر ہر موقع سے اپنی حالت پر مصطفیٰ کرتے جانا اس سے فہمیت اور عبرت حاصل کرتے جانا۔ یہ ضرب ہے صوفیہ نے کر م کا، جس دونوں فرقے غلطی پر ہیں۔ جو ان روایات کا بالکل انکار کرتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں اور جو ان کی تفسیر اور روایات قرآنی قرار دیتے ہیں وہ تو بالکل ہی گمراہ ہیں اور وہ طوائف اظہاف اور نکات کے درجے میں ہیں، تفسیر نہیں ہے، ان کو ہم قرآن کہہ سکتے، علوم قرآنیہ ہی ہیں جن پر عبارت لکھی، ان اشارہ انہیں، یا فقہاء انہیں، یا روایات انہیں سے استدلال ہو سکے، اور نہ روایات و احادیث کا درجہ ہے۔

(انفاق صفحہ ۱۰)

نتانوں سے وال اعتراض تبلیغ کو سیاسی اغراض کی وجہ سے ترک کرنا

چائز نہیں!

اب دیکھا جائے کہ اس باب میں ہماری کیا حالت ہے؟ اور ہم کو اس طرف توجہ ہے یا نہیں؟ تو فوراً کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو ادھر یا نکل توجہ نہیں، اعتقاداً تو اس کو ماسور بہ سمجھتے ہیں، بلکہ اگر اس میں غور بھی کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جس وجہ کا یہ ماسور بہ ہے اس وجہ سے بہت کم سمجھا جاتا ہے، اس کو درجہ جو ب میں سمجھنے والے تو بہت ہی کم ہوں گے، کوئی مستحب سمجھتا ہے، کوئی مستحسن اور غضب یہ کہ مستحسن سمجھنے میں بھی قید لگاتے ہیں کہ مستحسن بھی جب ہے کہ مصلحت سیاسیہ وغیرہ کے خلاف نہ ہو ورنہ دو عداد اول تو یہی غضب تھا کہ بغض واجب کو مستحب سمجھا پھر یہ دوسرا غضب ہے کہ اس میں یہ قید لگا دی کہ مصلحت کے خلاف نہ ہو، وہ کیوں؟ بغض اپنے اغراض کے سبب؟ کیونکہ دنیا کا مول میں بھی لوگ اول اغراض کی طرف دیکھتے ہیں کہ مسئلہ ان کی اغراض کے موافق ہے، یا مخالف؟ پھر وہ غرض جہاں فوت ہونے لگی، کہہ دیا کہ اس وقت یہ کام مصلحت کے خلاف ہے، لہذا مستحب بھی نہیں رہا، اب اس کو مصلحت ماسور بہ نہیں سمجھتے، بلکہ عجب نہیں کہ ایک دن کسی مصلحت کی وجہ سے ماسور بہ کو بھی عزت دلائے لگیں، دوسری مصلحتوں سے یہ نہیں ہوتا کہ اغراض کو احکام کے تابع بنائیں کہ اصل تو کیا ہے وہ سر انجام پائے، پھر اغراض خواہ حاصل ہوں یا نہ ہوں، مگر دوسری یہ نہیں کرتے۔

لوگوں کا حال

بلکہ بعض نے تو اغراض نفسانی کو چھوڑ کر نے کے لیے دعوت الی والا اسلام کا نام لیا اور فساد رکھا ہے اور یہی وجہ ہے بے توجہی کی کہ اس میں، نہیں اغراض کی وجہ سے بے حد قائل کرتے ہیں حتیٰ کہ اپنی آنکھ سے بھی دیکھیں کہ کسی نے نماز میں قعدیل اور کان نہیں کی اور ایسے بہت نہیں گئے، تو ہماری یہ جہت نہیں ہوتی کہ اس سے اتنا کہہ دیں کہ ”حال خائف لم نصل“ اور اس کی وجہ صرف اجارہ ہوا ہے، اس لیے باوجود علم کے بغض و نفی نہ دیا میں سمجھ لیتے ہیں، مگر خدا کے ساتھ یہ حیلہ و تدبیر (جھوٹ) چل نہیں سکتا۔ ”ہل الانسان علی نفسه بصیرۃ“ (لو انفسہ منقاد ہرۃ) اگر انصاف سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ اصل میں دنیا کو بیکار رکھنا تھا، کما ہے اور اس بالحدروف نہ کرنے کی وجہ فقط اتنی ہے کہ اس سے دنیاوی اغراض فوت ہوتے ہیں، ورنہ وہی نہیں

رہے گی، میل ملاپ نہ رہے گا، اپنی خوش چائی رہے گی، اگر ہم نے کسی کو ٹوکا تو وہ بخوش ہو جائے گا، پھر بخوش ہو کے آزاد کے در پہ ہو جائے گا، پھر آزاد سے ہم کو تکلیف ہوگی اور یہ آزاد انکفہ بھی سب دیکھ رہا ہے۔ ایسے مواقع کے متعلق ذرا علماء سے تو دریافت کر لو کہ صاحب الامر بالمعروف میں اگر ایسی باتیں پیش آئیں تو ایسی حالت میں ہم معذور ہیں، یا نہیں؟ ان سے پوچھو کہ کون کون سی چیزیں مستحکم و حرام ہیں؟

امر بالمعروف کے آداب

میں یہ نہیں کہتا کہ اس کا کوئی طریقہ نہ نہیں، اس کے لیے کوئی شرط و ضابطہ نہیں، برابر ہے اور ضرور ہے، مگر شرائط و ضوابط و آداب و اغراض و اس سے دریافت کرو، غرض مفتی بن کر کیوں غوی لگالیا کہ ہم تو معذور ہیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ شرائط و آداب کا طالب حقیقی بھی ہوگا جس نے پکارا وہ امر بالمعروف و نہی منکر کا کر لیا ہو، اس کو واجب حق ہے شرائط و ضوابط پہنچنے کا وہ اگر آداب و اغراض معلوم کرے تو اس کو سب کچھ بتلا دیا جائے گا، باقی حالت موجود میں جب کہ اس کی طرف توجہ، اور التفات حق نہیں، اس حالت میں آپ کو اغراض و شرائط پہنچنے کا، اور سمجھنے کا بھی کچھ حق نہیں، جو شخص کام کا اور وہ بھی نہ کرے اس کو نہ شرائط و ضوابط بتلائے جائیں گے اور نہ اس کو آداب، اغراض پہنچنے کا حق ہے، وجہ یہ ہے کہ وہ شرائط و اغراض اس لیے تلاش کرے گا تا کہ امر بالمعروف کرے نہ پڑے بلکہ کسی طرح اس سے مخفی ارادہ پائی مل جائے جب اغراض معلوم ہو جائیں گے تو کوئی نہ کوئی بات تراش لے گا کہ مجھ میں یہ عذر موجود ہیں، یہ شرطیں مجھ میں نہیں پائی جاتیں، ہم کیسے امر بالمعروف کریں؟ اس لیے تمہارا کو چاہیے کہ قبل از شروع عمل کسی کو اغراض و شرائط بتلا دیا جائے نہ کریں، جیسے کوئی شخص نماز کا ارادہ کرتا ہو اور علماء سے پوچھتا ہے کہ نماز کے شرائط و اغراض بتانا چاہیے، ورنہ وہ تو مسقط صلوٰۃ کو ہر حالت میں تلاش کرتے گا، ہر وقت اس دھن میں رہے گا کہ کوئی بات ایسی ہو جس سے نماز پڑھنے سے چھٹی مل جائے، البتہ جس کا ارادہ ہو پڑھنے کا وہ پوچھے تو اس کو بے شک بتلا دیا جائے، لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کھلی مخفی کا مشافہہ ہے تو مفتی کو چاہیے کہ ایسے شخص کو ہرگز جواب نہ دے بلکہ میرے نزدیک ایسوں کو عذر و معذرت کی اطلاع کرنا چاہیے نہ ہوگا۔ (آداب و تبلیغ ص ۳)

مواہل اعتراف... حضرت منصور رحمہ اللہ کے "نا الحق" کہنے کا راز!

وہ "نا الحق" غور نہ رہے تھے، بلکہ اس وقت ان کی وہ حالت تھی جیسے شجرہ سوسن سے آواز آتی تھی: "الہذا ما نذرناک من العلیین" گواہ و شجرہ سوسن سے کہیں، دیکھیں، چنانچہ خود غیب میں تشریف لے گئے۔

"خودی من شاہجہی مراد الہامی فی اللہ ما اخبارک من المستخبرۃ الذناہ منی" تو کیا غیر خود کبریا تھا؟ "بہشتی بن اللہ!" یہ تو انہیں وہ شجرہ کا رب ہونا لازم آئے گا، وہ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ آواز شجرہ سوسن سے نہیں آئی تھی، بلکہ صحت حق تھی، کیونکہ حق تعالیٰ صحت سے پاک ہے اور یقیناً حضرت سوسن علیہ السلام کو صحت ہی مسوون ہوئی تھی، جو صحت خاس اور مکان خاص کے ساتھ مقید تھی، جو اس وقت حقیقی تھے، وادی اس اور واقعہ مدارک اور سر "سحر" کے ساتھ مقید کیا ہے، ورنہ کلام حق بھٹکتا تو ان فقور سے مقید نہ ہوتا، پس، تناظر سے ڈکھو، آواز تو شجرہ سوسن ہی تھی، اور اسی میں سے نکل تھی، امر و حق حقیقی کی طرف سے شکم تھا خود شکم نہ تھا، جیسے قرآن میں منصور رضی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے: "فبما انظرناہ فانیع، فرأنا" کہ جب ہم قرآن پڑھا کر نبی تو آپ قراءت کا اجازت لینے یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحت کو سنتے تھے اور خدا کے تعالیٰ صحت سے منور ہیں، پھر اس قراءت کا کیا مطلب ہے؟ یہ کہ کہا جاتا ہے کہ یہاں قراءت جبرائیل علیہ السلام کو قراءت حق کہنا ہے، وہ حکم حق قراءت کرتے تھے، ایتہ ای یہاں بھی قرآن شجرہ و قول حق کہنا ہے، ہے، کیونکہ اس نے جو کچھ کہا تھا، حکم حق کہا تھا، پس یوئیں منصور کے "نا الحق" کو خدا تعالیٰ کی قراءت کہنا چاہیے، کیونکہ فایہ حال میں کلام حق ان کی زبان سے نکلا تھا، وہ بھی حکم و حکم حق تھے، خود شکم نہ تھے۔

ایک بزرگ کا واقعہ

پتا نیچے ایک بزرگ کے واقعہ سے اس کی تائید ہوتی ہے، وہ یہ کہ ایک بزرگ نے حق تعالیٰ سے سوال کیا کہ منصور نے بھی اپنے کو خدا کہا تھا اور فرعون نے بھی وہ تو مقبول ہو گئے، اور یہ مردہ ہو گیا، اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ارشاد ہوا کہ منصور نے اپنے کو مٹا کر "نا الحق" کہہ لیا تھا اور فرعون نے ہر کوئی مٹا کر "نا الحق" کہا تھا، اس کا بھی مطلب ہے کہ منصور نے جو کچھ کہا تھا، خود نہ کہا تھا۔

یہ کلمہ شوقِ حق کو ملا پکے حصے والی مولا، فرماتے ہیں۔

مفت فرعونے انا الحق مفت پست

مفت منصورے انا الحق مفت مست

لعنت اللہ آل انا را در فنا

رحمہ اللہ ایں انا را در وفا

(المودۃ: ترجمانِ سنہ ۲۰۰۰ء)

☆ . ☆ . ☆

حصہ سوم

پہلا اعتراض..... آسمان کے وجود پر دلیل!

اہل سائنس کا دعویٰ ہے کہ آسمان کو وجود نہیں، ستارے سب فضا میں محوم رہے ہیں، تو دیکھو یہ مسئلہ قطعی ہے، یا قطعی؟ تو سائنس کا رد سے عدم (نہ ہونا) قطعی طور سے ثابت نہیں ہو سکتا، تاہم جبکہ حتمی دلیل بھی آسمان (آسمان کے نہ ہونے) پر قائم کی گئی ان سب کا خلاصہ عدم الوجود (علم کا نہ ہونا) ہے جو کہ عدم وجود کو تسلیم نہیں اور وجود آسمان دلیل قطعی سے ثابت ہے، کیونکہ وجود آسمان فی نفسہ ممکن ہے، مجتہد آسمان کا وجود عدم دونوں عقائد برابر ہیں اور یہ عقلی مقدمہ ہے جس ممکن کے وجود کی خبر کوئی بخیر (خبر دینے والا) جو قطعاً صادق یعنی قرآن شریف نے دی ہے، بلکہ ہن تینوں مقدموں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو گئی کہ آسمان موجود ہے اور آسمان کے ممکن الوجود ہونے کی بنا پر سن گناہوں کہ جب یہ عقلاً ممکن ہے، قطعی نہ واجب ہے اور نہ مستبعد نہیں یہ ضروری اور وجود ہوا یہ ضروری عدم ہو عقل اس کے وجود یا عدم کی بابت کوئی فیصلہ کر ہی نہیں سکتی زیادہ سے زیادہ اگر کہا جاسکتا ہے تو صرف اس قدر کہ ہم کو اندر دے عقلی وجود کا پتہ نہیں چلا اور معلوم ہے کہ عدم ثبوت اور ثبوت عدم میں زمین اور آسمان کا فرق ہے، امریکا کا وجود جس وقت تک ہم لوگوں کو ثابت نہ اس وقت تک بھی ہم یوں نہیں کہہ سکتے تھے کہ امریکا موجود نہیں ہے، البتہ یہ کہہ جاسکتا تھا کہ وہ خود کا پتہ نہیں چلا اور یہ ہم کو معترض نہیں کیونکہ ہم تقریر ساجی سے ان کو وجود آسمان تسلیم کرادیں گے، البتہ اس کے ضروری ان وجود ہونے پر شبہ ہوتا ہے کہ اہل یونان نے وجود آسمان پر عقلی دلائل قائم کیے ہیں۔

فلاسفہ کے دلائل مخدوش ہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ فلاسفہ یونان کے دلائل قریب قریب سب مخدوش ہیں جیسا کہ اہل علم پر عقلی نہیں، واقعیت یہی ہے کہ عقل سے نہ آسمان کا وجود ثابت ہوتا ہے نہ عدم، عقلی بات عقلی انہیں اس تیل کوں رنگ کو جو جانب فوق میں نظر آتا ہے آسمان سمجھا جاتا ہے اور آج یہ بات ثابت

ہوگئی ہے کہ نکل گوں رنگ آسمان نہیں ہے۔

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ ازل تو جنم و فناء سے یہ ثابت ہوا ہے، اور خود ابھی مذکور شدہ تین اور بت و بعد شد علیٰ غلبہ ہے، دوسرے اثر ثابت ہو چکا ہے کہ یہ رنگ آسمان نہیں ہے، تب بھی اس سے بعد وجود آسمان نہیں ثابت ہوا ممکن ہے کہ آسمان اس سے آگے ہو۔

شریعت سے سائنس متصادم نہیں

نہیں یہ کہا کہ آسمان کا وجود جو کہ شریعت سے عزت ہے وہ ازل سائنس سے متصادم ہے، غلطی ہے، کیونکہ سائنس اس میں باطل سماعت ہے اور قرآن شریف مطلق اور تصادم باطلتین میں ہوتا ہے سائنس و مطلق میں نہیں ہو سکتا اور جب تعارض نہیں ہے تو سماوی تحسین کو ایک با فوق اور غیر و کرنے کی ضرورت نہیں اور یہ تحسین حریف ہوگی اور اسے غرضی کی بات یہ کہن منج ہے کہ انہوں نے، قی کو معیار نہیں بنایا، کیونکہ باوجود انہوں نے اس کی حقیقت سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ (تقریر، انرجی، صلی ۱۱)

دوسرا اعتراض..... جدید تعلیم یافتہ کا اسباب علم کو موثر حقیقی سمجھنا صحیح نہیں

جواب:

فرمایا: نئے خیال کے لوگ اسباب علم پر ایسے متوجہ ہیں کہ مسبب الاسباب کو مجبور ہی دیا اسباب طبعیہ کے آثار کو لازم سمجھتے صرف حق تعالیٰ کے منکر ہو گئے اور غلطی ان کی یہ ہوئی کہ کسی اثر سے دوام سے اس کا ضروری ہونا اعتقاد کر لیں، مثلاً آگ کا اثر ہے جلانا، اس کے دوام سے یہ سمجھتا کہ اس کا اثر آبی اثر ہے انکسار (جدا ہونا) تصور نہیں اور یہ غلطی ہے، اس وجہ سے انہوں نے قصہ ازیم علیہ السلام کے متعلق آیت "انقلبا ما زلن نجدی" مراد و ضلالت میں تاویلات جدیدہ کیں۔ یہ سمجھ کر آگ کیو نہ لٹتی ہو سکتی ہے۔

ایک مثال

اس غلطی کی ایسی مثال ہے کہ میں والوں کی اصطلاح میں گاڑی روکنے کے لیے سرخ جھنڈی ہوتی ہے، ایک نادان بار بار اس کو دیکھ کر یہ سمجھنے لگے کہ خود میں جھنڈی میں یہ اثر ہے کہ اس سے گاڑی رک جاتی ہے، کیونکہ جب دیکھا تو وہ یہی نظم آیا، اور جو لوگ حقیقت جانتے ہیں وہ کہیں کے کہ روکنے والا اصل میں ڈرائیور ہے، باقی یہ جھنڈی محض علامت ہے جس میں کوئی اثر ذاتی نہیں

یہی بات تسمیح حق امید :- ابھی حرکت نہیں کر سکتا، حق کو زبان سے جڑ نکال دیتے ہیں اور جڑ سے ہی
تسمیح جڑ ہوتا ہے تو زبان حرکت کرتی ہے، تسمیح کا مطلب یہی ہے کہ جڑ سے جڑ نکال دیتے ہیں۔ تسمیح
(انکار کرنے والے) اسے دوام سے ضروری ہوگا، عقلاً اور لہجہ اور لفظ حق کے منکر ہونے۔

(اسلام ٹائمز ۱۵ دسمبر ۲۰۱۷ء)

مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے

بعض لوگ اپنے لئے نہ دے دے جس جو حقیقت حق اس کے متعلق نہیں، بلکہ اسباب پر ہی مریض کا
دارد رکھتے ہیں۔ انہی حق تعالیٰ سے تعطل اسباب فی بعض الاوقات کو جاننا خواہر فرمایا اور نہ
اسباب کی حقیقت پر غور کیا جانے تو عقلاً بھی خدا تعالیٰ کی مشیت کو نہ ترسانا ضروری ہے۔ کیونکہ میں
کہتا ہوں کہ جس حادثہ نے لیے آپ نے ایک دوسری شے جو جب مانا ہے وہ سبب بھی تو یہ
حادثہ ہے اس کے لیے کہ سبب ہوا، اگر اس کے لیے آپ نے تیسری شے کو سبب بنا دیا، اس
میں کوئی خدشہ نہیں ہے تو اس سلسلہ مناسبات اور کھار واسب پر مشکی کی جانے کا پورا تسلسلہ لازم ہے
کا اور انسانی کے بطن پر تکسیریں اور کل تسمیح میں اور یہ سبب کی حقیقت ہے وہ اجزاء کا ملکہ کو
حالت اختیار اور قدرہ ہم پائوں کہتے ہیں کہ یہ جو قدرہ و ثبات ہے، مگر شروع و ختم سبب سائنس و قدر
اس نے بھی قائل ہیں کہ شروع کا وجود دونوں میں سے نہیں ہو سکتا، بلکہ سبب پر نفس حادث ہے تو شروع
تہہ جو کچھ حق کہتے ہوگا، غرض والی مہم سے اس کی اور نظریہ سے بھی مشیت حق کا پورا سبب یہ نام
قدرت ثابت ہے اور جو شخص یہ بات میں لا سسٹم کی کوشش کرے اس کا نام کائنات کے متکسیرین نے
احد فی السار بنایا ہے، یہ قدرہ و حق تعالیٰ کی حق اور قدرہ و مہم کی چیز ہے اور ماننے کی چیز کو نہ
دانا حق ہے اور حکم کا کوئی بھی جواب نہیں ہے۔

پاکستان کا دعویٰ

جیسے ایک مجنون یا خانہ بگھا ہاتھ کسی نے ملاست کی تو کہا اس میں حرکت ہی کیا ہے؟ یہ وہی سبب
جو تجویز دی پہلے تسمیح والیں کیا تھا، اب وہ تسمیح والے انداز سے اس کے ہر سبب کو نکال دیا، مگر
کسی عقلی دلیل سے اس کا جواب نہیں صرف اور حقیقت سے کام نہیں لیں، مجھے حقیقی دلیل سے اس
کے وجوہ نوباط میں حق تعالیٰ نے اس کے اس کے ابطال پر دو کوئی دلیل قائم نہ کر سکیں گے، بلکہ
اس سے کوئی یہ کہے کہ اس مجنون کی بات صحیح ہے، مگر نہیں اس سبب یوں ہی کہیں گے کہ وہ ان کی
پاکل سے جو ماننے کی چیز کو بھی نہیں، ماسا جہاں ماننے کی چیز ہے۔

خدا کا منکر بھی پوچھ لے

اسی طرح ہم منکر صالح (خدا کا ایسا کرنے والا) کو پاگل سمجھتے ہیں، اگلے ننگہ و دہنچی اندی مانتے کی جیڑاؤ نہیں مانتا جس سے ماننے پر ایمان عقائد و مذاہب ہے اور ضرورت قدرت اس پر عجز یہ نہ تو کامل دہشت ہے نہ دہریت ہے کہ نہ اسی دن ماننے والے ایک قسمی دہریت یہ بھی ہے۔ خدا تعالیٰ کو تو مانے اور اس کی قدرت و معیت کو کامل نہ مانے بلکہ یہ پہلی قسم سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ یہ نفس ضد کا کھال ہے اور مکمل برائے مقلد ہے۔ جیسے کوئی چرس نہی کہ ناسا بدشاہ تو ہے مگر پیشانی یا قوت ہے کہ اسے اختیارات کچھ نہیں، چنانچہ بعض لوگ نہ خدا تعالیٰ کو ایسا قادر مانتے ہیں جیسے قرآنی کا کو کئے والے۔ لوگ بھراہنے کے لئے گھڑی کے چٹنے میں اس کے اختیار کو سمجھ کر نہیں، بدآب وہ خود بخود چلتی رہے گی چاہے لوگ دینے والا نہ دے دیانہ ہو، وہ بے شک خوب بھری ہوئی ہے اس وقت گھڑی کو اس کی توجہ ضرورت نہیں، اسے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا کام آتا ہے کہ سہاگ کو پیدا کر دیا، اس اسباب سے مساببات اور اس سے معلومات کا وجود خود بخود ہوتا ہے۔ پنج آنویٰ پلٹا اس کے اثر و تاثیر میں حق تعالیٰ کا سمجھ بھی اختیار نہیں وہ اسباب سے سبب کو مختلف نہیں کر سکتے۔ اس ان لوگوں کا نہ ان کا ماننا ایسا ہے جیسے بعض لوگ "من سمع دعویٰ معلوم مدعیہ" سے بچنے کے لیے کوٹ چگون اور دہشت سوئے کے ساتھ ترکی کو پی پیٹتے ہیں۔ سرور ہی دہشت کو کوڑا کی مہ، صرف فری سے آپ سداں معلوم ہوتے ہیں، ایسے ہی یہ لوگ حق تعالیٰ کے لیے قدرت و اختیار تو بے حد ضعیف مانتے ہیں جیسا کہ دہری منکر صانع مانتا ہے، کیونکہ جیسا اختیار یہ مان دے ہیں وہ بھی نہ مانتے کے مشابہ ہے مگر اثر اس پر قدرت سے بچنے کے لیے براہ کے نام یوں کہتے ہیں خدا اسود ہے اور بعض لوگ خدا تعالیٰ کو بھی مانتے ہیں اور اس کی قدرت و اختیار کامل بھی مانتے ہیں جیسے۔ مہر مسکین۔

مسلمانوں کی حالت

مگر کچھ یہ ہے کہ یہ بھی بعض زبان ہی سے خدا تعالیٰ کی قدرت کو کامل کہتے ہیں، اول سے یہ بھی کامل نہیں مانتے، چنانچہ مساجد و حوائط میں ہر اپنے قلوب میں وہی غمغہ مانتے ہیں جو تائیں دہریت کے قلب میں ہوتا ہے، ہم نے، ہمارے حیرت کا بھی ایک اٹھا دہو ہے، مگر پھر بھی طبیعت کے اقتدار میں، خدا کی وجہ سے کچھ تو فرق ہوتا ہے، جیسے نرم پٹی جو بہت گرم ہو جس کی حرارت نہ گوار ہو اس میں شہ و پٹی مل جانے سے کچھ تو فرق ضرور ہوتا ہے، اب شرارت، انوار نہیں ہوتی،

اسی طرح عقائد و مذہبوں پر ہر بات سے علمی غلطیوں میں بے غور ہو کر چاہیے ہوں کہ کوئی چیز کہے کہ فرق تو یہ ہے کہ یہ نیکو نامہ اور اضعاف ہے اس لیے اس فرق کا غلبہ رکھیں سو جیسے کہ پہلی جگہ کے ایک صف میں لکھا ہے کہ یہ تو جیسے سے لڑی میں بھی تو ہے اور جو حق میں کا احساس بھی نہ ہو گا میں تو سمجھتا ہوں کہ ہوشی اپنے اندر سے خالی ہو و مست نہیں اس لیے بچہ پر غایت مرتب نہ ہو و غلبہ مرتبہ ہے اس لیے یہ عقائد میں کا اثر کچھ بھی نہ ہو کہ کسی بہت مہتمم بہت گھبراہٹ میں تو اس سے جو حق نہیں ہو گا کو آخرت میں ہی ہمت نے ہمہ کار ہو گا۔

(خبر ایالتی، ۲۴ اکتوبر ۲۰۱۷ء)

قیصر! اعتراض..... کثرتِ رائے کلیہ حق ہونے کی دلیل نہیں!

جواب نمبر ایک۔

[illegible]

انحصار على المقام، لا في الجمل = محض

جواب نمبر ۱۰:

(خود) کہ میں اس چھاس آدمیوں میں (جو پہاڑی علاقے پر چھین کر رہے تھے) ایک اور دوا بخش نے کہا کہ نہ یہ بھائیوں کو بخشنا حاصل ہوگی ہے اب ہم کو کھانی پر ہونے کی بات ہے کہیں حضور سلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے جو نو روپوں چھین یا تھا، دوا بخش کا سلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے قسم کھائی کہ وہ کیا اب یہ سب ہے۔ لیکن میں حضور سلی اللہ علیہ وسلم کے قسموں کی خلاف ورزی نہ ہوگی اور اس نے اب کبھی تک اس شخص کو نہیں لیا تھا۔ نہ ہم کو بھی لانا چاہیے اور نہ وہ لانا چاہتا تھا کہ اس نے اس کے لیے کھانے کی بات کی تھی۔ اس کے لیے میں اس کو مال قیمت اس شخص کو نہیں دیتا۔ اس کے لیے اس نے اس کو کھانے کی بات کی تھی۔

کی اور کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافہ فرما دیا کہ بد میں میری اجازت سے یہاں سے نہ جانا۔
 سنا لیے جو کہ وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر نہ جانا چاہتے تھے۔
 مگر پہلی رائے والوں نے نہ مانا اور چائیس کو بھی لکھائی سے بہت کربال قیامت جمع کرنے میں
 مشغول ہو گئے۔ یہ ان کے اجتہاد کی غلطی ہوئی اور ٹھکانی پر صرف اس آدمی کو ایک افسر میں کے رو
 کہنے اس واقع میں کثرت کے غلطی پر تھی اور ملت رائے صوب پر تھی جو لوگ کثرت رائے کو
 علامت حق سمجھتے ہیں وہ اس سے بہتر نامسل کریں۔ (دوم انیسویں صفحہ ۲)

جواب نمبر تین صرف کثرت رائے کی کوئی حقیقت نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کچھ دنوں میں مرتد ہو گئے تھے جن میں بعض تو مسیحی
 کذاب و غیرہ مدعیان نبوت کے ساتھ ہوتے تھے اور بعض تو کسی کے ساتھ تو نہیں ہوئے
 بلکہ ظاہر میں اپنے کو مسلمان کہتے رہے، تو یہ وہ زمانہ کے قمر ہے، اسی کو قبلہ ماننے والے رہے۔
 نماز کی قرینیت کے کامل رہے، نماز کو قیام کی قرینیت کے مکمل ہوئے اور یہ کہ قرینیت و کوفت
 صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے غلط تھی، اب فرض نہیں اور نہ یہ بظاہر اسے غلط
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں عمل توں پر فقر و ہوا تھا، اس لیے اس وقت و کوفت کی ضرورت
 تھی، اب وہ حالت نہیں رہی اس لیے قرینیت بھی باقی نہیں رہی، جیسے آج کل بھی بہت سے
 لوگ اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔

پہلی جماعت کے ورے میں سب صحابہ کی بار تفاق یہ رہنے لگی کہ ان کے ساتھ جہاد کیا
 جائے، مگر دوسری جماعت کے حق میں سب کی رائے یہ تھی کہ حضرت غرضیؓ نے منہ منہ کی بھی
 یہ رائے تھی کہ ان کے ساتھ نہ لڑی جائے اور جو کھلے کافر ہیں، ان سے لڑائی نہ کی جائے
 ان لوگوں پر جہاد کیا جائے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عزیمت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عزمت رائے اس دوسری جماعت کے متعلق تھی جو صحابی
 مرتدین کے متعلق تھی، وہ ان لوگوں کو کافر کہتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ جو لوگ نماز اور زکوٰۃ میں
 فرق نہ کر سکیں ان کے ساتھ نہ لڑا جائے، مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ یہ لوگ آقاؐ
 "آلہ محمد و آلہ محمد" کہتے ہیں، ان سے قبلیہ صرف نماز پڑھتے ہیں، ان پر کیا غصہ؟
 دوں ہے؟ وہ ان کو بخاری طعن کیسے کرنا چاہتا ہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

فرمایا کہ یہ سب کچھ کسی ملکہ پر ٹوک نماز اور زکوٰۃ میں فرق کر۔ تم میں کہ نماز کو تو فرض مانتے ہیں اور زکوٰۃ کو فرض نہیں مانتے، حالانکہ شریعت نے دونوں کو فرض کیا ہے تو یہ تک قرعہ قطعی کے منکر ہیں اور ان لوگوں نے دین کو بیل دیا ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”میں سب سے پہلے دین کو دیتا ہوں“ اس لیے میں ان کے ساتھ قتال کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب دیا

”حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پھر کہا کہ آپ کھڑے ہو آدھوں سے کیسے قتال کریں گے؟“

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

”اللہ! ارمی المحاربة وحوار فی الاسلام“ واللہ! انہ معونی شغلا وحریرا بة عبادا کما انا حواریہ بنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا فانفسہم“

”اے عمر! یہ کیا کہ تم ہابلیت میں تو زیور دست تھے اور مسامحہ میں آتے ہو۔ یہ کچھ؟ بھلا، اگر یہ لوگ ایسے ہی گویا بکری کے بچے کو بھی روکیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرتے تھے تو میں اس پر بھی ان سے قتال کروں گا۔“

اور یہ بھی فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ”ان اللہ معا“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت میں بھی تھا تو خدا تعالیٰ میرے ساتھ بھی ہیں، اگر میں تنہا بھی جاؤں تو کھل کھڑا ہوں گا تو خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہیں۔ ان شرائد میں تمام دنیا پر غالب آؤں گا۔ کیا انتہا ہے اس قوت قلب کی!!

چنانچہ پھر سب صحابہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے پر متفق ہو گئے اس واقعہ سے بھی ان لوگوں کو سبق حاصل کرتے چاہیے جو کثرت رائے کو ملامت حق سمجھتے ہوئے ہیں۔

(زمزم پبلشرز، مدینہ ۱۴۰۰ھ)

چوتھا اعتراض..... مکہ معظمہ میں ہزاروں جانوروں کا ذبح ہو جانا کیا

خلاف عقل ہے؟

جواب اس کا یہ ہے کہ جب ہم ان اسے تو قیاس بات لیکن تفہیم سے لیے عرض ہے کہ اگر تمہاری عقل میں کسی شے کا ذبح یا خلاف عقل ہونے کی دلیل نہ ہو تو وہ آپ کا پیدا ہونا جس طریقہ سے ہے وہ بھی عقل کے خلاف ہے اور اس کا امتناع یہ ہے کہ ایک بچہ ایسا تجویز کرے کہ وہ تہ خانے

میں پرورش کیے ہوئے اور میں کے سامنے کبھی اس کا تذکرہ نہ کیا ہے نہ کسی طرح پیدائش ہوئی ہے؟ جی ہاں۔ جب میں نے اس کا ہونا سنا تو اس سے اندازہ ہوا کہ وہ کسی طرح پیدا ہوا ہے۔ مگر اس کی مثال میں نہ تو ہے اور ہم چونکہ اس سے کہتے ہیں کہ اس غریبہ سے اندازہ نہ کیا جاتا ہے، اس سے ہم کو خلاف عقل نہیں معلوم ہوتا۔

تو جب ہم کو جب سے پیدا ہوئے ہیں، ہم سے تمام حالات ہی خلاف عقل ہیں، ہماری عقل تو اس کھانے کو لے کر ہے، اپنے ہی جسم کی بھوکے، تپا چھا تھا کہ اور اور دھککتے ہوئے ہیں۔" کہنا چاہ رہی تھی۔ ایک شہدائی عقل صرف اس قدر ہے کہ کہہ دے کہ اپنی اوپر ہاتھ باندھ کر عقل۔ پھر اگر شریعت کہاں تک سمجھ میں آئی؟ اپنے ہی جسم خلیہ کا تقسیم ہونے کے بھی حکمت ہے، مگر ہماری عقل میں نہ آنے کا کافی انجام کیسے ہوئی؟ اور اس لیے ہمارے ذہن ضروری نہیں ہے کہ اس حکمت اور ذکر بیان کریں، لیکن جو نہ بتائے رہتے ہیں۔

قریبانی کی حقیقت

دو یہ ہے۔ اصل میں یہ امت اور انہم کا تعلق ہے اور جسے محبوب کا اتفاق مقصود ہے اور وہ صرف جو خود کو کر دینے سے حاصل ہو چکا ہے، دوست خود رکھیں یا تقسیم کریں۔ دوسری بات یہ ہے۔ حاصل عقل تو تھا۔ اپنے کو زنجیریں، تسبیح، دل تو سب سے جینا ہوتا نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ علم ہونا تو بہت کم ایسے نکلے جو یہ عقل آتے۔ یہ حق خدائی کو عقل ہے کہ جانو کہ وہ علم متروک و لد سے کرایا اس سے یہ کہنا کہ قربانی میں، مل مصالح کرنا ہے، جیسے آج کل کو تعلیم یافتہ اصحاب کا خیال ہے، امر امر خطا ہے اور قرہالی کا مقصود انہما رحمت ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ اس میں حاصل ہے۔ پھر مان کہاں ملے گا؟ (ترغیب الرضی ص ۲)

پانچواں اعتراض۔ جماعت علماء کو کونسا سمتیہ نہیں!

یہ سیکل و مہینہ فرمایا کہ آج کل لوگوں نے علماء کی جماعت کو کم ہمتی سے دیکھا، اس کی جڑیں اور یہ کیا خطبہ دے رہے ہیں، حالانکہ تجرہ سے معلوم ہو ہے کہ عربی پڑھنے سے دماغ میں ایک خاص اجزاء ہو جاتا ہے، طرفین سمجھنے؟ مرد و عورتیں یہی دماغ کے انگریزی کی چیزیں اور ایک خاص عربی لہجہ پڑا ہوا ہو صرف انگریزی پڑھے ہوئے سے متفرق و قرین و نیم میں بہت حد ضروری ہوگا جیسا کہ آج کل عربی پڑھے ہوئے تھے وہاں کے فیصلے نہایت عجیب و غریب اور پر زور ہوتے تھے، ہم لوگ عربی پڑھتے

ہوئے اگر دنیا مانے یہ تو آخر تو آپ لوگوں سے ایچی کا کردہ تھیں۔

تو قسم کے متعلق تو یہ شخص بھی درسی جانتی، اس کا خیال اس سے ہوتا ہے کہ یہ لوگ بہت روپے پیسے سمیٹا کھاتے ہیں، پر قاعدت کرتے ہیں تو اس کا جواب ایک مثال سے سمجھ لیجئے۔

ان کو کوئی شخص آپ کے یہاں لوکر مواد صرف پانچ روپے، بازار یا بازار کوئی دوسرا شخص اس کو بیس روپے اپنے لیے، لیکن وہ یہ کہ دس بجھ کو تو یہ پانچ روپے ہی اچھے ہیں، اپنے آقا کو نہیں بھروسہ کیا تو کچھ کھو گیا آپ اس کو کم بہت اور بیکار کا خواب دیں گے؟ نہیں بلکہ آپ اس کو کہیں گے کہ بڑا عالی بہت اور قادر شخص ہے کہ میں روپے پر لات مار دوں اور اپنے آقا کو نہ بھروسہ اور اس کے پانچ ہی روپیوں پر قاعدت کی، پھر تعجب ہے کہ ان لوگوں کو جو علم وین کی خدمت میں ہیں، کیونکر کم بہت اور بیکاروں کی چٹن وغیرہ کے فطاب ملتے ہیں؟ حالانکہ جیسے حال دیکھا گیا ہے کہ ان کے یہ مولوی لوگ دنیا کا نہ پر تو جائیں تو آپ لوگوں سے ابھی کیا کر دے سکتے ہیں، لیکن بھروسہ اور خدمت کے دنیاوی نتائج کو چھوڑ کر، وین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور دیکھتے سیکھتے ان میں خوش ہیں تو اس کو کیوں ملی بہت اور اقرار اپنے آقا یعنی خداوند کریم کو نہیں کیا جاتا آپ لوگ جو خدمت ملا اور میں دین کی کرتے ہیں یہ نہ سمجھتے کہ ان کا انسان ہے آپ تو ہمیں خزاہنگی ہیں اور خزاہنگی جو جہ سے بلائے عہدہ، اول اور اول کا رول کا تھا ہیں تقسیم کر۔ تھے ہیں یہ ان کا کوئی احسان نہیں ہے، بلکہ خزانہ سرکاری ہے، خزاہنگی تو ایک چھوٹی سی ٹکڑی کا نام لازم ہے اس کے سرور میں یہ خدمت ہے، البتہ تعالیٰ اپنا قسم بھیجتا ہے اور کروں دبا کر آپ کے ذریعہ سے ان لوگوں کو اپنا بھیج دیتا ہے، آپ کا کوئی احسان نہیں۔

(مغلوں نے ۴ دعوات عہدیت سرورم)

چھٹا اعتراض... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سے دیکھنے پر شبہ کا

جواب!

فرمایا: آمینہ میں صورت جب تک نظر آتی ہے جب تک کہ آگے کسی دیکھنے والے کی نگاہ نہ ہو، یہ کہ نظر آنے کی حقیقت یہ ہے کہ شہر آگے سے نکل کر آئینہ پر پہنچ کر پھر ریل (دیکھنے والا) کی طرف لوٹتی ہے اس لیے صورت یہ نظر پڑتی ہے۔ جب دیکھو کسی تو شہر سے نکلے، تو پھر نظر آنے کا کوئی سبب نہیں، غرض آئینہ میں جو نظر آتا ہے، وہ کوئی مبالغہ ج نہیں، بلکہ اس پیر پر نگاہ لوٹ کر پڑتی ہے۔

جب سرئی نے اپنی شعاعوں کا تعلق بتا دیا، پھر وہ اپنے ہی انکار میں شخص کو یہ قوت حاصل ہوئی کہ وہ بھی شعاعوں کا مقولہ کر سکتا ہو۔ اس کو پہنچے سے بھی مٹا سکتے تھے۔ لہذا، چنانچہ سولہویں صدی میں شعاعوں میں برعکس آئے نہایت ہے اور وہ اہل لاتعلیٰ اندھیہ سمجھے جاتے تھے اور ان کو جوش برعکس کہتے ہیں کہ آپ ان کے سر میں چھپنے کی جانب اشارہ کرتے تھے۔ ان سے شعاع آتا تھا وہ اس کی دلی سرور تھی کہ انہیں ملنے سے آپ کو لذتوں نے شعاعوں کے مقولہ بننے کی قوت سرست لہرائی تھی جب آپ قصہ فرماتے تو اسے دیکھ لیتے اور چھپنے کا قصہ کرتے تو چھپنے نظر فرماتے۔ ہر شخص میں یہ قوت ممکن۔ اس لیے نیکو نہیں آتا اور اس کو جید و معترف مولانا محمد یعقوب صاحب قدس سرہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(ظہریہ نمبر: ۵۰ ص ۱۸)

سہ تو ان اعتراض کا فر کو غداپ (اگلی) ہونے پر شبہ کا جواب!

جواب نمبر ایک :-

برسٹل احقر فرمایا کہ اگر کو جو جی مذہب ہے اس میں کوئی ظلم نہ ہو کیونکہ کافر نے اسے ہر برصفت کے حقوق ضائع کر دیے ہیں اور اس کی صفات مافضائی ہیں اور ہر برصفت کے حقوق بھی غیر خدائی ہیں تو چاہیے تو یہ فائدہ ہر صفت کے نام پر لڑائی سزا ہوگی اور ہر صفت کے حقوق پر اسی طرح غیر خدائی سزا ہوگی، پھر یاد دلاتی کہ کیا ایک معنی ہے کہ ہے جو خدا کی سزا عقیدہ دینی ہو ہے جس کا درجہ خلافت ملے ہوگی کے کا عقیدہ میں ہے یعنی نہ حیات نہ اپنے، فیوض کے لیے مقرر کرتے ہیں اور جس قسم کو وہ ہم حکم الہی کہیں کے حیات میں ہے، میں اسلی وہ اپنے، فیوض کے واسطے جو پر فرما کریں گے اس میں ظلم اور سزا دینی کچھ بھی نہیں بلکہ محض عدل ہے۔

(معارفات عدلیت نمبر ۲۰۱۱ء)

جواب نمبر ۵۰:

مردانہ سب جڑیت ہوئی جو ہے اور یہاں جنابت تہائی ہے، کیونکہ عمر کا فرق تہائی ہے تو مردانہ جنابت تہائی ہوئی طاعیے اس کا جواب حصہ اول میں نظر چکا۔

آپ نے ایک فن سیکھ لیں۔ آپ اس فن سیکھ کر اچھے ہیں۔ آپ کو سمجھنا چاہیے کہ یہ فن کیا ہے؟ جیسے ایک سائنس کو افسانہ بنانا، اشکال سمجھانے کیلئے تدریس کرنا یا سمجھنا؟ اس فن سے تو کوئی بے گناہ نہیں ہے۔ آپ نے اس کو افسانہ بنانے کی بجائے جو اشکال کی موقوف طبع ہیں، پھر اشکال سمجھنا، تو خوب سمجھیں، علماء آج بھی لوگوں کی رائے پر چلنے لگے ہیں۔ جس سے محاسن کی جرات نہ رہی ہے۔ ایسا نہیں چاہیے، علماء کو یہ فکر کریں کہ یہ کیا کردار، کس خدائی کردار؟

(ان حالات سے بحث نہیں، اس سے مراد دعوتِ ابدیت ہے)

تو اس اعتراض... احکام شریعت و مصالح و مینوی کی بناء قرار دینا

خطرناک منک ہے!

اس طرزِ تقریر میں زیرِ مباحثہ اس بات پر اس کو جان لے گا وہ سمجھ جائے گا کہ یہ کونسا ایسے سراسر ایاتِ مرقومہ کے اسامیہ ہے۔ سمجھو وہی نہیں کرتے، بلکہ دھنسی کرتے ہیں، یہ مادی سامعین، بلکہ اسامیہ کے ذہانِ دوست ہیں۔

دوستی ہے غرور پر اس دھنسی سے

اس میں آپ کو یہ اتنا ہو کہ اس فقرہ میں نہ ہر کیا ہے؟ اس مضمون کا حاصل یہ ہے کہ میں اس چیز کو اتفاق ہے، جماعت سے بچے گا، اور جس وعیدیں ان کے اتفاق سے پیدا کرنے کے وقتے اور از ان کے مسائل ہیں۔ یہ عجیب نہیں کہ بعض لوگوں پر اس کا یہ اثر ہو کہ وہ ان احکام کو مستبعد و بائذات نہ سمجھیں اور اس کی کسی دوسری طریق سے اتفاق ممکن ہو تو وہ سب آسانی سے جماعت اور تہذیب و انہوں نے چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں، یہ کہ ان کے خیال میں تو یہ سب احکام حصولِ اتفاق کے لیے مقرر ہوئے ہیں اور ان کو کس پرانے اور تہذیب میں مل کر شریک ہوئے سے بھی یہ بات حاصل ہو سکتی ہے، جس وقت ہے اس وقت میں اور اُن کے تئیں یہ کہ جتنی ہے تو وہ خود بخود و مسجد میں کیوں آئے تھے؟ اور انہوں نے ان کی رعایت کیوں بر داشت کر کے تھے؟

وہو کا انکار

چنانچہ اس وقت ان تقریروں کا یہ غرور نہ رہا، وہ اپنے اخباروں میں ایک شخص کا تقریر شائع ہو رہی تھی کہ وہی ضرورتِ انہماک اسامیہ میں تھی، آج کل نہیں ہے، کیونکہ اس وقت ہم ہی کوٹ پاک

صاف نہ رہتے تھے، بالکل کے کاروبار سے خوار و آلودہ ہوتے تھے، اس سے ان کو ہرگز قہر نہ آتا اور آج کل ہزاروں سفلی کا بہت انتہام رکھتے ہیں، ہر وقت سوز، زلہ اور ستا نے چڑھائے رہتے ہیں جن کی وجہ سے ہاتھ پیر گردے محفوظ رہتے ہیں، ہم کو انصاف ضرورت نہیں۔

یہ عقیدہ ہے ایسے افراد پر ان کرنے کا کہ آپ ہر شخص اس قسم کی مصیبتوں کی کو تصور سمجھنے لگے اور اس شخص سے کچھ بھی تجب نہیں کہ وہ نماز کو بھی چھوڑ دے اور یہ کہے کہ نماز کی ضرورت لیتا ہے اسلام میں اس سے بھی کہ اس نہ مانے کے ذریعہ جاہلیت کی وجہ سے بلا سے حکم و سرکش ہوتے تھے اور ان کو مذہب بنانے کے لیے یہ افعال قرآن و شریعت کے لیے تعیم فرمائے گئے تھے اور ہم لوگ تعیم یافتہ ہیں، انہوں نے انہوں سے عقیدہ یہ ہے کہ ان کو نماز کی کیا ضرورت ہے؟

قربانی پر اعتراض

ان صریح قربانی کے حلق ایک شخص نے جو کہ سلطان ہیں، انکستان سے بھیج کر لکھا تھا کہ قربانی شریعت کو متروک نہیں اور یہ بالکل خلاف عقل ہے کہ ایک دن میں اتنے جانوروں کو ذبح کیا جائے، جس کا گوشت آدمیوں سے کھایا نہ جائے نہ بچا اس لیے مٹی میں قربانی کرتے ہی یہ نورس کو سمجھتا میں ذال را جاتا ہے۔ (ان حضرات نے مٹی میں کھیتوں کے اندر جانوروں کے ذبائے کی جودہ غلامی کے ساتھ وراثت آدمیوں سے کھایا نہیں جاتا، یہ بالکل غلط ہے کیونکہ صریح میں جتنے آدمی جمع ہوتے ہیں سب کے سب مالدار نہیں ہوتے اور نہ سب قربانی کرتے ہیں، بلکہ جو جمع ہیں زیادہ تر غریب ہوتے ہیں، ہم دعوئی سے کہتے ہیں کہ اگر مٹی کی قربانی کا سارہ گوشت جانور میں اور آدمیوں میں تقسیم کر دیا جائے تو وہ ہرگز سب کو کافی نہ ہوگا بلکہ بہت لوگ بھر بھی محروم رہ جائیں گے، بلکہ مٹی میں قربانی کے جانوروں کو کھسکا کر ان کی رائے سے دیا جاتا ہے، پس اس خلاف عقل حرکت کے جواب دو وہ ڈاکٹر ہیں جن کی رائے سے یہ کیا جاتا ہے؟

غضب یہ ہے کہ ان کا کل خدا بھی عقل کی حکمت ہونے لگی ہے، خدا انہوں سے:

قانون عقل پر حاکم ہے

میں کہتا ہوں کہ اگر بیچ کسی مجرم نہ ہوا اور مجرم یہ کہے کہ یہ ہذا عقل کے خلاف ہے تو کیا وہ اس بات کی سماعت کرے گا؟ ہرگز نہیں! بلکہ وہ صاف یہ کہے گا کہ قانون پر تہہ دی عقل کی حکمت نہیں بلکہ قانون عقل پر حاکم ہے اور اس کے اس جواب کو سب عقلا و تسلیم کرتے ہیں مگر حیرت

ہے کہ قانون کی کوئی چیز کل کے مسلمان اپنی عقل پر جائز نہیں مانتے، بلکہ اس کو اپنی عقل کے تابع کر لیا جاتے ہیں اور یہ جواب میں نہیں اٹھتا کہ یہ وہ نہ تو انسانی عقل کے مطابق ہے، بشرطیکہ عقل سیم ہو، یہ بے ضروری ہے کہ ہر شخص کی عقل میں اس کی تکمیل آ جاوے کہ یہ آخر پارلیمنٹ کے عقائد جو تو انجمن تجویز کرتے ہیں، یہ ہر مذہب کی عقل اس نے صدائے تکمیل جاتی ہے؟ ہر مذہب! بلکہ اس کے مصداق کو عام خاص حکام اپنی سمجھتے ہیں، پھر تو ان کی عقلوں اور مصداق کو ہر شخص اپنی عقل سے کیوں معلوم کر لیا جاتا ہے؟ اور یہاں یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ قانون ان کی عقل کے مطابق ضرور ہے، مگر ہماری عقلیں اس کے مصداق سمجھنے سے قاصر ہیں، خاص خاص لوگ ہی اس کو سمجھ سکتے ہیں اور باقی فرض اگر کسی قانون کی حکمت خاص لوگوں کی عقل میں بھی نہ آئے تو قانون کے یہ لئے کسی کو اختیار نہیں، کیونکہ قانون پر عقل حاکم نہیں، بلکہ اس کے تحت اور اس کی تابع ہے۔

قربانی کا مقصد

عرض ان حضرات نے بھی لکھا ہے کہ قربانی خود شریعت کو مقصد نہیں، بلکہ اصل مقصد قربان کی ادا ہے اور ابتدائے اسلام میں لوگوں کے پاس نقد تم تھا، سویش زیادہ تھے، اس لیے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ جو نوروز کے قربان کو گوشت دے دو اور اس زمانہ میں نقد بھی بہت موجود ہے، نقد بھی موجود ہے، اس آج کل بھی اسے قربانی کرنے کے نقد روپے سے قربان کی ادا کرنا چاہیے تو اس شخص نے قربانی کی حکمت اور غرض سمجھ کر جب یہ دیکھا کہ یہ حکمت دوسرے طریقہ سے بھی پائی جاتی ہے، قربانی ہو سکتی ہے، قربانی چھوڑنے کا ارادہ کر لیا، حالانکہ یہ حکمت مقصد ہی نہیں بلکہ مقصود تو تعمیل قسم ہے، مگر یہ حکمت مقصود بدلتی تو اس کی کیا وجہ کہ قربان کو زندہ چھوڑ دینے سے وہ جب ادا نہیں ہوتا، اگر اس زمانے میں نقد ادا تھا تو وہ سویش زیادہ تھے، اس لیے جانوروں کے ذریعہ قربان کی ادا کا طریقہ مقرر ہوا تھا تو اس کے کیا معنی کہ جانور کو ذبح کر کے قربان کو گوشت بن دیا جائے تو وہ جب ادا ہوا، زندہ جانور نہیں قربان ہو سکتا ہے اور تو وہ جب ادا نہ ہو؟

پھر یہ پیسے مسلمانوں پر نقد کی وسعت کبھی نہ آئی تھی؟ بالکل غلط ہے! ہر سچا مذہب کریمہ و معصوم ہو کر میں یہ ضوابط نہ طے ہوا، جنہیں نے جس وقت کس وقت کے غرض کے لئے طے کیے ہیں وہ مسلمانوں کے پاس نقد سونا اور چاندی اس قدر تھا کہ آج کل تو اس کا فخر عظیم بھی نہ ہوگا، پھر اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ بات کیوں نہ سوجھی ہو؟ انھیں تو انگلستان میں جیت کر سوجھی؟ اور سچ یہ کرام

رسول اللہ ﷺ پر جمعین نے، بجائے قربانی کے فقہاء اور یوں نہ فقہ کر کے؟

دوسرے اگر یہ حکمت قربانی سے مقصود ہلکات ہوئی تو اس کا مقصد یہ تھا کہ قربانی سے نوشت میں سے کسی حصہ کا قصہ قی ضرور واجب ہوتا، حالانکہ شریعت میں یہ بھی قسم نہیں، بلکہ اگر کوئی شخص سردار کوشت خودی کھالے اور قریوں کو یہ بڑا بھی نہیں دے تو قربانی میں یہ قصہ ہو نہیں آتا۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہل ادنیاء قربانی سے مقصود ہلکات نہیں، بل مقصود پیچہ وہ ہے، مگر آپ نے دیکھ لیا کہ اس قسم کے اسرار بیان کرنے کا نتیجہ کہاں تک پہنچے ہے، یہ محض اپنا متخرج مکتوب پر احکام سمجھئے گا۔ (سبیل النجی ص: ۵)

دعوائی اعتراض کعبہ کا بعض بزرگوں کے استقبالیہ کے لیے

جانے کی تحقیق اور اس پر شبہات کا جواب!

بعض بزرگوں کی نسبت یہ مشہور ہے کہ وہ مذموظ پہنچے تو ہا کر دیکھ کر کعبہ ہو جو نہیں ہے، سخت غیرت ہوئی اور باہری تعالیٰ سے دعا کی مجھے معلوم ہو جائے کہ اس وقت کعبہ کہاں ہے؟ چنانچہ ارشاد ہوا کہ ہم مختلف کیے دیتے ہیں، ویسے تو معلوم ہو کہ ایک بزرگ آ رہے ہیں، تعالیٰ ان کے استقبالیہ کو کیا دے گا۔

اور یہ حکایت تین فرقوں کو متعلق ہوئی، ایک تو ان کو جنہیں زمین سے یہ کعبہ تعلق اور اس سے نہیں، ایسے لوگوں نے تو اس کی تکذیب کی اور کہتے والوں پر ہنسنا اور دھمپہ ست کہنا شروع کیا، دوسرے ان دیداروں کو جو کعبہ کا ہر پرست ہیں، ایسے لوگوں نے ان کو سونف کے اٹھکے کے کہہ کر اڑا دیا، تیسرے ان لوگوں کو جو طہنی دماغ سے ہیں اور تاریخ ان کا نصب العین ہے، انہوں نے اس کو خلاف عقل بتایا اور یہ اعتراض اس پر کیا کہ اگر ایسا ہوتا تو تاریخوں میں اس کا تذکرہ ضرور آتا، سو ہم نے کسی تاریخ میں نہیں دیکھا حالانکہ ان جنوں کی حالت یہ ہے۔

چوں کہ دینہ حقیقت رہ افسانے زد

تو سمجھو کہ ایک کعبہ کی صورت سے اور ایک کعبہ کی روح ہے، روح کعبہ ایک خاص جلی ہے کہ کعبہ خارجی اس کا مظہر ہے، جس میں بزرگوں نے دیکھا کہ کعبہ چنی جہ نہیں ہے، اس کے سنی یہ ہیں کہ وہ دونوں کعبہ اثرین کی طرف متوجہ ہیں، بلکہ ان بزرگوں کی طرف متوجہ ہے۔

غرض بعض بزرگ ایسے بھی ہوئے کہ میں کی طرف کعبہ نے خود توجہ کی، لیکن حج کے لیے ان کو بھی خود کعبہ ہی میں آنا پڑا۔ (اصلی افسانہ ص: ۴)

تھیارواں اعتراض جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی اس تپلی کا جواب کہ

اسلام میں سلطنت جمہوری کی تعلیم ہے!

کلام عالم بیعت و متبرعیت کو چاہتا ہے، اس لیے متبرع کو تابع بنی مسلمانوں کو نہیں، ایسی ہی سے سلطنت کی ضرورت ہے، تاکہ ایک عالم ہو ایک متبرع ہو، سب کے سب آزاد ہوں، بلکہ متبرع کے سامنے تابع کی آزادی سلب ہو جائے، یہ حقیقت ہے سلطنت کی دائر سلطنت نہ ہو تو ہر شخص آزاد ہوگا اور آزادی مطلق انظار کے لیے ہرگز کافی نہیں اور نہ کسی نے آج تک اس کو گوارا کیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ سلطنت کوئی چیز نہیں، چنانچہ آج کل ایک فرقہ نکلا، ہے جو سلطنت کا مخالف ہے، مگر میں نہیں سمجھتا کہ بدون سلطنت کے تنہا مزاحمت کا فیصلہ کیونکر ہوگا؟ اگر کہو کہ سخت رائے سے فیصلہ ہوگا تو میں کہتا ہوں کہ میں کثیرین کی رائے پر فیصلہ ہوگا، وہی سلطنت کے معنی ہیں، کیونکہ ان کے سامنے دوسروں کی آزادی سلب ہو جائے گی اور یہی حقیقت ہے سلطنت کی کہ بعض کی آزادی بعض کے سامنے سلب ہو جائے سخت رائے پر فیصلہ ہونے کے بعد آزادی مطلق کہاں رہی؟ اس فیصلہ کی پابندی سے بھی تو آزادی سلب ہوگئی، تو یہ لوگ جس چیز کو مانتے ہیں، اخیر میں اس کو ثابت کرتے ہیں، خدا تعالیٰ نے بھی آزادی مطلق کو گوارا نہیں کیا، بلکہ ایک عالم ایک متبرع بنانا ہے، چند نچ ممت تعالیٰ نے اپنے حکام نامی کے واسطے سے بھیجے ہیں اور تمام مخلوق پر نبی کا اجماع فرض یہ ہے، تاکہ مخلوق کو کسی ایک کا تابع کیا جائے، ورنہ بہت سزا کا انبیاء علیہم السلام کو نہ بھیجے، تاکہ "سمان سے چھپے ہوئے کاغذ ہر ایک کے پاس آ کر آتے اور ہر شخص اس کو پڑھ کر کام کرتا، نہ نبی کا اجماع ضروری ہو، نہ فیصلہ کا، نہ علماء کا، نہ مجتہدین کا۔"

خدا کے یہاں پر لیس کہاں ہے؟

ثابہ کوئی کہے کہ خدا تعالیٰ کے یہاں پر لیس کہاں ہے؟ میں کہتا ہوں کہ جب تم نے پر لیس ایجاد کر لیے ہیں تو خدا تعالیٰ کو پر لیس نہ دینا کی مشکل ہے؟ بہت کم جو کہ ایجاد کرتے ہو، یہ عقل سے ایجاد کرتے ہو اور عقل خدا کی ہوتی ہے تو یہ ایجاد بھی حقیقت میں خدا تعالیٰ کی ایجاد ہے، تمہارا تو عقل نام ہی نام ہے، اس لیے یہ شہ محض لغو ہے۔

اور سے میں دعویٰ کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ سے یہاں سے وقت بھی پر نہیں ہو جو میں دیکھتا ہوں
تیس اہل کمال کو لکھا ہو قیامت تک نہ بنے گا مابقی سیاسی اور ایہ مجھ تو کسی پر نہیں لکھیں یہ نہیں جو
قیامت تک باقی رہے تو چند کا تین اول آپ نے جو موعود لکھے ہیں ان کے سیاسی سے نہ ذات بکھین ہیں وہی
اور حکام کو لکھ کر انہیں نے پاس پاس اور کو یہ تو کیا مظل ہے ان کو جو حق تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا،
بھلا انکا کوئی پر نہ لکھا یا ان کو حق تعالیٰ کا حق کہا تاکہ ان کو اس سب سے بچا سکے۔

قانون کی پابندی

جو لوگ جمہوری سلطنت کے حامی ہیں وہ اس سے اس وقت کے حامی ہیں اور بھی آزادی کا ہونا
مکوار نہیں کرتے، کیونکہ جمہوری سلطنت کے بعد بھی وہ کوئی قانون ہوگا جس کی پابندی اس سے مراد
پر لازم ہوگی تو اس قانون نے اس سے سب کی آزادی طلب ہو جائے گی، ہم تو آزادی کا دعویٰ
جب مانیں جب کہ کسی شخص کو بھی قانون کا پابند نہ رہے، بلکہ جس کے جو جی میں آئے کرنے
دیا جائے کسی سے کچھ مزاحمت نہ کی جائے، کیونکہ ہم تو آزادی کے حامی ہیں تو آزادی تو اسی کا نام
ہے کہ کوئی کسی بات کا پابند نہ ہو۔

پھر تم لوگوں کو قانون کا پابند کیوں مانتے ہو؟ اور ان کی آزادی کو قانون کے تابع کیوں
مانتے ہو؟ تم ان کو کہہ رہے ہو کہ قانون بننے میں ساری رعایا کی رائے لے لی کرو۔ قانون سازوں
نے لیے پارلیمنٹ کی مختصر جماعت کو کیوں حاضر کر رکھا ہے؟ اور تمام رعایا کو چند آدمیوں کی
راے کا تابع کیوں بنا رکھا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ جمہوری سلطنت کے حامی ہیں وہ بھی شخصیت ہی کے حامی ہیں، مگر
شخص کو بھی حقیقی ہونا ہے، کبھی تنہی، غصہ کا مستند یہ ہے کہ مجموعہ کبھی انھیں واحد ہے مگر وہ واحد تنہی
ہے حقیقی نہیں تو یہ لوگ جس پارلیمنٹ کے فیصلوں کا اتباع کرتے ہیں اس میں تو بظاہر بہت سے
آدمی ہوتے ہیں مگر جبکہ بدل کر ہر شخص واحد ہے کیونکہ جو قانون پاس ہوتا ہے اس میں سب کی رائے
سے مل کر پاس ہوتا ہے۔

پارلیمنٹ کی حیثیت

پارلیمنٹ میں بھی ہر شخص آزاد نہیں کہ جو رائے اسے ملے وہی پاس ہو جائے کرے، مگر ایسا بھی
ہوتا جب بھی کسی قدر آزادی کا دعویٰ کیجے ہوتا مگر وہاں تو پارلیمنٹ میں بھی ہر شخص کی انفرادی

راہے، نہ سبکیں، نہ جگہ کی راہ سے معترض ہے اور اجتماعی۔ ہے، شخصی نہ ہے، نہ تو کسی مجموعہ کی طرف
وہ منحرف ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ ہر شخص واحد عقل کے حافی ہیں اور ہر شخص واحد حکم کے حامل ہیں۔ جمہوریت کے
حالی تو تم بھی نہ ہو، جمہوریت اور آزادی کو نہ تو یاد ہوئی، جب یہ شخص اپنے فعل میں "آزادی"
دعا کوئی کسی کا مانع نہ ہوتا، نہ ایک بادشاہ کا نہ پادشاہت کے دس ممبروں کا۔

اور یہ کیا آزادی ہے کہ تم نے لاکھوں کروڑوں آدمیوں کو پارلیمنٹ کے دس ممبروں کی رائے کو
توڑ دیا، یا؟ ہر تو ایک ہی کا غلام بناتے تھے، تم نے اس کا غلام بنادیا، جس میں فیصلہ کر لو کہ ایک غلام
ہو، ایسا ہے، اس میں اس کا غلام ہونا؟ ظاہر ہے کہ جس شخص پر ایک کی حکومت ہو، وہ اس سے بہتر
ہے، جس پر دس ممبروں کی حکومت ہو۔

یہ حاصل ہے کہ جمہوری سلطنت کا کہ رعایا کی آزادی سے تو اس کو بھی انکار نہیں، مگر وہ یہ کہتی ہے
کہ تم دس آدمی کی ملوثی کرو اور ہم یہ کہتے کہ صرف ایک کی غلامی کرو۔

شریعت میں پہنچا جس بات سے کہ اس کے، عادی نہیں ٹکرتے، شریعت سے آزادی کا یہ
زور سے دعویٰ کیا نہیں کیا جو اس پر فرض وار ہو اور جو لوگ آزادی کا دم بھرتے ہیں، کسی وقت ان کو
اپنے دعویٰ سے بچنا پڑتا ہے؟ آخر کیوں بنتے ہو اگر کوئی شخص پارلیمنٹ کے فیصلے کو نہ مانے تو اس کو
کیوں جبر نہ کرتے ہو اسے پارلیمنٹ کا غلام کیوں نہ کرتے ہو؟ آزاد کیوں نہیں رہتے، جیسے "نمبر"
کیونکر آزاد رہتے دیں؟ ان کا غلام عام بدولت کے کا نہیں ہو سکتا، غلوئی میں بعض تاج ہوں،
بعض صیغہ ہوں، آزادی "عقل" سے فقہ پر پا ہوتے ہیں، اس لیے یہاں آزادی کو اپنے دعویٰ
آزادی سے بچنا پڑتا ہے، در شریعت کو کسی اپنے دعویٰ سے بڑھ نہیں پڑتا، کیونکہ وہ تو پہلے ہی حاجت
و مشیقت کی حالی ہے، وہ تو آزادی کا مستحق سمجھتی ہی نہیں، اس لیے ہی دن سے ہی کے اتیان کا حکم
دیتا ہے، جس سے تم عقل کی کوئی کاتالیج کر دو، بلکہ اگر کسی وقت خدا تعالیٰ نے ایک زمانہ میں وہ
نیا ہی ایک قوم کی طرف رسالہ لیے ہیں تو ان میں بھی ایک نکالیا ہے، دوسرے مٹوا دیے۔

ایک زمانہ میں دو تہی

پہنچے حضرت مکی دہاروں علیہ السلام ایک زمانہ میں دو تہی تھے، یعنی اسرائیلیں، تو یہ باہمی طرف
مہارت دے تھے مگر ان میں حضرت مکی علیہ السلام متبور تھے، حضرت مہربان علیہ السلام پہنچے تھے
وہوں برابر مذہب میں تھے، مریہ تائیدت، جس وقت، بلکہ نہ ہیبت تھی، بلکہ، اقلیہ تائیدت تھی کہ حضرت مریہ
علیہ السلام باروں علیہ السلام پر پوری حکومت رکھتے تھے، وہ ان کی ہی لغت نہ کر سکتے تھے چنانچہ حق تعالیٰ

تھی؟ لیکن! ایک محنت تو میرے قلب پر ہی وقت گئی کہ حق تعالیٰ کو متبرعیت اور مٹائیت کا غلط فہم کرنا تھا۔ اس لیے سوئی علیہ السلام کو خدا سے کیا ہے؟ یہ کہ دیا جس سے نبیوں نے اپنی حکومت و متبرعیت کے متعلق پر بے شکفہ فہم ہوئے اور نہ مفہوم متبرعیت میں شک و شبہ ہوئی گی.....!

شخصی حکومت

غرض اسلام میں جمہوری سلطنت کوئی چیز نہیں، اسلام میں شخص شخص حکومت کی تعلیم ہے اور جن مٹائیت کی وجہ سے جمہوری سلطنت قائم کی گئی ہے، وہ سلطنت شخصی میں تو محض ایسی ہیں اور جمہوری میں حقیقت میں ان شخص سلطنت میں یہ خرائید بیان کی جاتی ہیں کہ اس میں ایک شخص کی رائے پر سارا انتظام چھوڑ دیا جاتا ہے کہ وہ جو چاہے کرے، سارا نیک ممکن ہے کہ کسی وقت اس کی رائے غلط ہو، اس لیے ایک شخص کی رائے پر سارا انتظام نہ چھوڑنا چاہیے، بلکہ ایک جماعت کی رائے سے کام لیتا چاہیے، اسی طرح ہوں کہ جس طرح شخصی سلطنت کے بادشاہ کی رائے میں کبھی غلطی کا احتمال ہے، اسی طرح جماعت کی رائے میں بھی غلطی کا احتمال ہے، کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ ایک شخص کی رائے ہمیشہ غلط ہو کرے اور دوسری رائے ہمیشہ صحیح ہو کرے، بلکہ ایسا بھی بکثرت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص کا ذہن وہاں پہنچتا ہے جہاں ہزاروں آدمیوں کا ذہن نہیں پہنچتا، ایجادات عالم میں رات دن اس کا مشاہدہ ہوتا ہے، کیونکہ حقیقی ایجادات ہیں وہ اکثر ایک شخص کی عقل کا نتیجہ ہیں، کسی نے کچھ سمجھا، کسی نے کچھ سمجھا، ایک نے تاریقی کو ایجاد کیا، ایک نے دھڑل کو ایجاد کیا تو سوجدا اکثر ایک شخص ہوتا ہے اور اس کا ذہن وہاں پہنچتا ہے جہاں ہزاروں مخلوق کا ذہن نہیں پہنچتا، علوم میں بھی یہ امر مشاہدہ ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص کسی مضمون کو اس طرح سمجھ کر رہے کہ تمام شراب و فحشین کی تقریریں اس کے سامنے غلط ہوتی ہیں، تو جماعت کی رائے کا غلط ہونا بھی ممکن ہے، اب اہل یسے! اگر کسی وقت بادشاہ کی رائے صحیح ہوئی اور پارلیمنٹ کی رائے غلط ہوئی تو عمل کس پر ہوگا؟ جمہوری سلطنت میں اکثریت رائے پر فیصلہ ہوتا ہے تو بادشاہ اپنی رائے پر عمل نہیں کر سکتا، بلکہ اکثریت رائے سے مغلوب ہو کر غلط رائے کی موافقت پر مجبور ہوتا ہے اور شخصی سلطنت میں بادشاہ اپنی رائے پر ہر وقت عمل کر سکتا ہے اور جمہوری میں اکثریت رائے غلط ہوئی تو صحیح رائے پر عمل کی کوئی صورت نہیں سب مجبور ہیں غلط رائے کی موافقت پر اور یہ کتابہ و فحشہ ہے!! اس لیے یہ قاعدہ میں غلط ہے کہ اکثریت رائے پر فیصلہ کیا جائے، بلکہ قاعدہ یہ ہونا چاہیے کہ صحیح رائے پر عمل کیا جائے خواہ وہ ایک ہی شخص کی رائے ہو۔

سر سید اور مولانا محمد حسین صاحب مرگاہ

مولانا محمد حسین صاحب لہ آبادی نے سید احمد خان سے کہا تھا کہ آپ لوگ جو کثرت رائے پر فہم کرتے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ حدت کی رائے پر فیصلہ کرتے ہو، کیونکہ قانونِ نظرت یہ ہے کہ آیت میں اعتقاد کم ہیں اور یہ توقف؛ یہ وہ تاس کا وہ کی بنیاد پر کثرت رائے کا فیصلہ بددینی کا فیصلہ ہوگا۔ سید احمد خان نے جواب دیا کہ: ہمیں جو اعتقاد کی قلت اور بددینوں کی کثرت ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ بہت سے آدمیوں کو کھد، مسکند، جمع کر لیا ہے تو ہمیں اس بددینی کا توقف نہ دیا، وہوں کے لیکن جن لوگوں کی کثرت رائے پر فیصلہ کرتے ہیں وہ کام مانتے ہیں نہیں کیے جاتے، بلکہ انتخاب کر کے خاص آدمیوں کی یعنی بددینی جاتی ہے۔ جس میں سب اعتقاد بددینی ہوتے ہیں تو ان میں جس طرف کثرت ہوگی وہ بددینوں کی کثرت نہ ہوگی بلکہ اعتقاد کثرت ہوگی۔ انہوں نے جواب دیا کہ بہت اچھا! لیکن اعتقاد جس بھی قانونِ قدرت پر ہے کہ کمالِ احسنِ تعویذ ہیں اور ناقص عقلِ زیادہ دیناں چرخہ پر کر لیا جائے کہ جہودِ عالموں میں کمال عقل ایک دینی ہوتے ہیں تو اعتقاد میں بھی کثرت نہیں لوگوں کی ہے جو ناقص عقل ہیں وہیں کثرت رائے پر فیصلہ نہ مانتا کہ فیصلہ نہیں تو ہم عقل کا فیصلہ تو ضرور ہوگا، سید احمد خان کے پاس میں آؤ کوئی جواب نہ تھا، بالکل خاموش رہی جو کہے۔

مکتبہ راے

غرض صحیح رائے پر عمل کرنا بدولتِ خاندانی حکومت کے ممکن نہیں۔ جمہوری سرِ حکومت رائے کا اظہار لازم ہے۔ خواہ وہ بدولت یا صحیح ہو، بلکہ جو ناخوشگوار ہو، مہربان کے موافق کڑاوت اور نہ کڑی ملکداری دونوں پر جمہوری میں کوئی تکرار رائے پر عمل نہ ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب تک صحیح رائے پر عمل نہ ہوگا اس وقت تک انتظام درست نہیں ہو سکتا، ایسی ثابت ہو گیا کہ انتظام بدولتِ شخصی ضرورت کے نہیں ہو سکتا، دوسرے جہات تک کثرت رائے پر ایسا فائدہ اور کھٹے ہیں، وہ بادشاہ و چہا ایسا کرنے کا اختیار نہیں رکھتے، وہ درپیل ہی سے اس کو حلیم کرتے ہیں کہ فائدہ بادشاہ ایسے ضعیف اثرات سے کہ اس نے خیر رائے قابلِ اعتبار نہیں اور بدولت ہے، وہ واقعی جو تک اپنے خدائوں کو ایسا سمجھتے ہیں، ہم ان سے غلط نہیں کرتے، ان کو جہیز نہ سہارک ہو، یہ اہلِ باطن و خیر خدائوں کا فیض نہیں کہ اس کو شخصی سمجھنے کے بادشاہ دلیا یا اس مقام میں جو شخصی سلطنت کی تعمیر کے در اس کے سرخوہ بھی حکم ہے، رائے اس میں بدولت اور نہ براعت نظر، بادشاہ اپنے نہیں ہو، وہ اس خاصہ ان کے ہو

کہ اگر بھی اس کی رائے سارے عام سے بھی غلط ہو تو یہ انتہاں ہو سکتی ہے شاید ان کی رائے صحیح ہو اور جس کی رائے میں اتنی ذرا انتہا نہ ہو اس کو ہرگز باہر شاہان بنانا واجب نہ ہو کہ جس کی رائے اتنی ذرا ہی ہو کہ سارے عالم کے مقابلہ میں بھی اس کی رائے کے صاحب ہونے کا جتنا ہی عہدہ حکومت شخص کے قابل ہے، مگر اس کا نتیجہ ظاہر ہے بشرطیکہ اس حل، مشورہ انتہاں میں غیبت نہ کریں۔

شخصی سلطنت

اس ہم شخصی سلطنت کے مندرجہ ذیل میں کہ ہم بادشاہ کو زورین افضل، صاحب رائے سمجھتے ہیں اور ہم شہرت رائے کے اس لیے مانتے ہیں کہ اس نے بادشاہ کو نصیحت کرنے اور اہل سمجھتے ہوئے کے ایسے شخص کو بادشاہ بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے جس کے لیے ہم نصیر کی ضرورت نہ ہو بلکہ پیٹنے سے اپنے شخص کو بادشاہ بنانے کا جو تصور کا منہ نہ ہو، مستقل رائے ہو ورنہ تو بھی اپنے بادشاہ کو مستقل رائے صاحب کو افضل نہ کریں سمجھتے ہو تو پھر شہرت رائے پر ایمان نہ کرنا، دیکھنا اور اہل کی تصدیق کی رائے کا نتیجہ نہ نکالنا ہے، جس کا حتمی ہونا یہ بھی ہے۔

امام کو یہ طاقت ہو چکی کہ وہ بادشاہ کی سلطنت کو اس میں سے ہٹا دے جہاں وہ چاہے اور جہاں کرتے ہیں اس اسلام میں جو بدعت ہی نہیں قائم ہے وہ۔ جہاں میں آیت پیش کرتے ہیں تو وہ لوگ اپنے ذہن، فطرت اور حق معائنات میں ان سے مشورہ کرنا، مگر یہ ہاں خدا سے دلوں سے مشورہ کی دفعات کی کوئی نکتہ نہیں ہے اس میں مشورہ کا جو وجہ ہے اس کو نکل نہیں سمجھا۔

حضرت برید رضی اللہ عنہما کا واقعہ

امام میں مشورہ کا درجہ یہ ہے ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت برید رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ "تو سے برید" انہم اپنے شوہر سے رجوع فرماؤ۔ یہ کہ حضرت برید رضی اللہ عنہما اپنے منہ قلمی مراسلات میں ان کا ٹکڑا، ایک شخص سے جس کا نام مہیشہ تھا ان کے آگے کر دیا تھا یہ وہ آواز ہوئی تو ان اسلام کے مطابق ان کو اتھار دیا یہ کہ جو کچھ نہایت غامبی میں ہوا تھا وہ کر چاہیں اس کو بانی رکھیں۔ اگرچہ میں نے گزیریں اصطلاح شریعت میں اس کا یہ حق نہیں ہے۔ الحیا رکھی ہے حضرت برید رضی اللہ عنہما جتنا بے کلام ساری کوئی کر دیا، لیکن ان کے شہرہ و ان سے محبت تھی وہ حدود فرق میں مدینہ منی و ان میں روتے پھرتے تھے، اللہ اعلم انہ جب مدینہ منی میں پہنچے تو وہ حضرت برید رضی اللہ عنہما سے آپ کے فرما دیا کہ "اے برید" یا اچھ جولوگ تم پہ شہر سے رجوع کرنا تو اور یا بت فرمائی جس کے بار میں اللہ یہ آپ کا کھنہ ہے۔

ایسا حضورِ ولی کہ ہے ہرگز تعلیم سے نارسا، چٹوٹا، غلیظ ہے، کو جو توجہ تکلیف دے، ہو تو یہ بھی اپنے لیے تعلیم سے غریب! "مختصر کتب" کی مشورہ ہے کہ "ہم نے ہرگز ہرگز نہیں منائے مسائل غریبوں کے، مگر مشورہ سے تو ہیں، اس کا قبول نہیں کرتے۔"

مشتور کا درجہ

شیخ الاسلام اس سے یہ کہتا ہے مشرور کا کہہ کر نہیں اور خلیفہ نوید جہاں ولی۔۔۔ یا کے کسی آدمی کو تو فی مشرور۔۔۔ اس کو اس کو حق ہے کہ مشرور پر عمل نہ کرے اور یہ شخص شاہد کا حق نہیں، بلکہ اچھی حق ہے، چنانچہ جب حضرت بربر و رشتہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مشرور پہلی اللہ علیہ السلام کے مشرور پر عمل نہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے راز بھی نادر نہیں ہوئے، انہ حضرت پر یہ بھی اللہ تعالیٰ جنبہ آتا جو خود زوالہ اللہ ان پر کچھ غائب ہوا، سو جب وصیت پر ماں اپنے بچے یا بچہ کے مشرور پر عمل کرنے سے اسے اس میں مجبور نہیں تھا، بلکہ خلیفہ مدعی کے مشرور سے کہہ کر مجبور ہو جاتا ہے کہ کہہ دیا جو مشرور اسے اس نے سوائے عمل کرنے کے اس کے خلاف کچھ نہ کرے، پس "خداوند ہدایت" سے صرف یہ ثابت ہوا کہ ہر حکام مدعی سے مشرور کر لیا کریں، یہ کہاں ثابت ہوا کہ ان کے مشرور پر عمل بھی مشرور کر لیا کریں؟ اور اگر کثرت کے پابند اس کے خلاف وجہ ہے تو کثیرین کے مشرور پر عمل کرنے کے لیے مجبور ہے، اور جب تک یہ بات ثابت نہ ہو اس وقت تک "خداوند جسم صمد" سے مشروریت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی، جب اس میں ایک مسلمانی آدمی بھی و شر کے مشرور ہو، کہہ نہیں سکتا تو قہر و شر کو کہہ دیا کہ مشرور پر یوں مجبور کرتے ہیں؟ آخر کی کوئی ایسی جگہ ہے، یہ شخص و جہاں جی توں ہے؟ اور ہمارے پاس حدیث بربر و رشتہ اللہ تعالیٰ جنبہ سے ایسی موجود ہے کہ کسی کے مشرور پر عمل کرنا ضروری نہیں، خداوندی میں کا مشرور دیکھیں نہ؟

مشاور ویر عمل ضروری نہیں؟

اسی سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مرد کا ہمہ جہت طور پر مشغول ہونا ان کے مشغول ہونے پر عمل کرنے کے لیے مجبور ہو کر کرنا نہیں چاہیے۔ بلکہ عمل خود اپنی رائے پر کرنا چاہیے اور اپنی بھرپور مشغول ہونے کے علاوہ کسی اور شے سے ہٹ کر رہنا چاہیے۔ اگر مرد اپنے مشغول ہونے کے علاوہ کسی اور شے سے ہٹ کر رہے ہو تو ان کے لیے یہ مشغول ہونا ہی نہیں ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ نے اسے اس کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مشغول ہونے کے علاوہ کسی اور شے سے ہٹ کر رہے ہو تو ان کے لیے یہ مشغول ہونا ہی نہیں ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ نے اسے اس کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔

طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ بے حیائی ملھاواں بھی لازم میں مستحق ہے، اگر عزم کا ہمارا سچا ہو تو "نفراتے بکھڑاں تو بجائے" ذرا عزم انکس رکھو بنو کلو' ملجی ملے" فرماتے ہیں جس آیت سے یہ لوگ جمہوریت پر مستدل کر کے ہیں اس کا افسہ جز خود ان کے دعویٰ کی تردید کر رہا ہے، مگر ان کی حالت یہ ہے "حفظت شہد و عادت علی انبیاء" کہ نیکہ جزوہ دیکھتے ہیں اور دوسرے جزوہ آتکھیں بندہ کر لیتے ہیں دوسرے اس آیت میں صرف حکام کو یہ کہا گیا ہے کہ وہ نہ اپنے مشورہ کر لیں کر لیں دعا یا کو تو یہ حق نہیں دیا گیا کہ از خود اقتدہ کا حکام کو مشورہ دیا کرے۔ چاہے وہ مشورہ نہیں یا نہیں اہل مشورہ ان کو مشورہ سننے پر مجبور کر سکیں، چنانچہ شریعت میں "نبی و رسول حکام" ہو حقائق عہدہ "نہیں نہیں کہ گیا، جب دعایا کو از خود مشورہ بنے گا کوئی حق بہرہ جزوہ نہیں ہو پھر اسلام میں جمہوریت کہاں ہوئی؟ آئندہ جمہوریت میں تو یہ رویہ نہ کہ از خود ارادے دینے کا حق ہو، چاہے بادشاہوں سے رائے مان لے، یہ نہایت تک کہ اگر بادشاہ یا راجہ سے بغیر رائے لینے کوئی حکم نافذ کرے تو اس پر عار و سب طرف سے دے دے ہوتی ہے کہ ہم سے بدوی مشورہ لینے سے حکم سچوں جاری کیا تو کیا؟ بھلا دعایا کو یہ حکم اسلام میں کہاں دیا گیا؟ ذرا کوئی صاحب مہارت تو کریں، ویسے یہ دعویٰ خدا ہے کہ اسلام میں جمہوریت کی تعلیم ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱: ۲۱۸-۲۱۹)

بار ہواں اعتراض... اسمن عامہ کا مل طور پر دین پر قائم ہونے سے

ہی حاصل ہو سکتا ہے!

مولوی اسی کو دیتے ہیں کہ آپ کے عمر میں آٹھ گھنٹے آپ کو خبر نہیں تھی! غضب ہے کہ غیر قریش تو اسلام کی تعریف کرتی رہی قریش میں اور ہم اسلام کو چھوڑتے چلے جا رہے ہیں۔ غرض چونکہ ہم لوگوں نے دین کا ست کمال یہ ہے اس لیے میں بتانا چاہوں کہ دین واقعہ میں چند چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اور: پانچ چیزیں ہیں: عبادت، معاملات، آداب، معاشرت، اخلاق، یعنی یہ کہ ٹھیکر نہ ہو رہا نہ ہو تو ضعیف ہو، اخلاص ہو، عبادت ہو، شکوہ ہو، عجز ہو، اپنی بڑائیں ان پانچ چیزوں کا نام دین ہے۔ اس وقت کسی نہ کسی کو، کسی نے کسی کو چھوڑ رکھا ہے، کسی نے اعمال کو چھوڑ کر کسی نے معاملات کو، کسی نے معاشرت کو، اسی طرح اپنی معاشرت کو چھوڑ کر خیرات کی معاشرت کو اختیار کر لیا ہے اور بعض نے اخلاق یا شکوہ کو چھوڑ دیا ہے، دیکھ ان خیر کے، جزا کو تو

قریب قریب سب ہی نے چھوڑ دیا ہے۔

اس تفصیل کے بعد حاصل آیت شریفہ کا یہ ہوا کہ دین کو یعنی ان پانچ چیزوں کو اصلاح فی الارض میں اور ان پانچوں کے اخلاقی کو فساد فی الارض میں دخل ہے، ایسے اب کو دیکھ لیجئے! مشاہدہ کہ اصلاح فی الارض میں جدوجہد ہر ایک کا کیا دخل ہے؟ سنو! بعض کا دخل تو یوں ہے، مثلاً اخلاقی کا اثر اس عام میں دین ہے اور ذرا سے غور سے معاملات کا اثر بھی امن عام میں ظاہر ہو جاتا ہے، کیونکہ انعام عامہ کا حاصل حقیقت یہ ہے کہ کسی کا حق ضائع نہ کیا جائے، پس معاملات کو بھی اتفاق میں بڑا اثر ہے، بشرطیکہ وہ شریعت کے موافق ہوں کیونکہ آپ کی رائے ان مصالح کی رعایت نہیں کر سکتی جیسے کہ شریعت نے کی ہے، جیسے پھل فروخت کرنا کہ آپ نے قبل از وقت پھل فروخت کیے تو اس صورت کو شریعت نے حرام کیا ہے، اگر تکد پھل آنے سے پہلے فروخت کرنے میں معصوم کی بیع ہے، اور بیع معصوم میں کسی نہ کسی کا ضرر ضرر ہوتا ہے اور شریعت کے موافق کرنے میں کسی کا ضرر نہیں تو امن قائم ہوگا، تو ان دونوں کا اثر خود نیا نئے انتظام میں صاف معلوم ہوتا ہے، باقی تین چیزوں کا امن عام میں دخل ہونا سو یہ کم ظاہر ہے، اس لیے اس کو بھی ثابت کرنا ضروری ہے کہ یہ تین چیزیں بھی امن عام میں داخل ہیں۔

الحق کہ

سوال یہ مبنی تھا کہ تو یوں سمجھو کہ تو حیرت رسالت اور معادہ عام اعتقاد میں اور ان سب کو امن عام میں دخل مان لیا ہے، اس کے حلیم سے یہ دعویٰ بھی غایت ہو جائے گا، دیکھ مثال بطور نمونہ کے عرض کرتا ہوں کہ مثلاً اخلاق میں جھوٹ نہ بولنا، سچ بولنا، بدروئی کرنا، غرضی نہ کرنا و دخل ہے اور یہ اصول تمدن میں بہت بڑی چیزیں ہیں جن پر تمام دنیا کا مدار ہے، لیکن واقعات میں خود کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ اخلاقی دو فضول میں پائے جائیں جن میں ایک تو توحید و رسالت کا قائل ہو اور دوسرا کافر نہ ہو تو یقیناً دونوں میں بہت بڑا فرق ہوگا، یعنی منکر تو یہ میں تو یہ اخلاق محدود و منحصر ہوں گے، اس طرح سے کہ جب تک ان اخلاقی پر عمل کرنے میں اس کے دنیاوی مصالح فوت نہ ہوں یا اس کے خلاف عمل کرنے سے دوسروں کو خیر ہو کر رسوائی کا اندیشہ نہ ہو اس وقت تک تو ان اخلاق پر عمل کیا جائے گا و اگر کوئی ایسا موقع آجے کہ ان اخلاقی پر عمل کرنے سے دنیوی ضرر ہوتا ہے اور ان کے خلاف کرنے میں کسی کو خیر بھی نہ ہو، جس میں اندیشہ دہانی نہ ہو تو اس منکر توحید و رسالت کو بھی ان اخلاق کے ترک کی پروا نہ ہوگی، ہم آئے و ن دیکھتے ہیں کہ جب بھی بے دین مصلحتوں میں آئیں میں معادہ ہوتا ہے تو اس کی پابندی اتنی وقت تک کی جاتی

ہے، جب تک اپنے مسلحہ حاصل ہوتے ہیں، دیا خلاف کرنے میں اپنا ضرر ہوتا ہے اور اگر خلاف کرنے میں اپنا ضرر نہ ہوتا تو عہد شکنی میں فوراً بھی پس و پیش نہیں ہوتا۔

خود ہی طاقت کی مثال

یا عرض کرو کہ وہ شخص اہم نہ ہو، جن میں ایک کے پاس ایک لاکھ روپے کے نوٹ ہوں اور دوسرا ایسا ہو کہ اس پر غائبے گزرتے ہوں اور انھوں سے وہ مقبول انتقال کر جائے اور دوسرے رقیب سرکار ان نوٹوں کے لینے کا موقع ملے اور عاقل بھی اتنا بڑا ہو کہ پانچ لاکھ روپے کو فروخت کر سکے اور اس مرحوم کے ورثہ میں بھی صرف ایک نہ پانچ بچے ہوں اور ان نوٹوں کی کسی اور کو خبر بھی نہ ہو کہ اس شخص کے پاس یہ خیر ہے، اس صورت میں اخلاق اور نفس میں کشائش ہوگی، اخلاق کا لغوی تو یہ ہوگا کہ یہ روپیہ اس وارث کو دینا چاہیے اور نفس کا لغوی یہ ہوگا کہ جب اس روپے کے رکھ لینے میں کوئی دینی نہیں کسی جسم کا اندیشہ نہیں تو پھر اس کو کیوں نہ دکھالیا جائے؟ اس کشائشی میں جس شخص سمجھتا کہ دینی اخلاق تو ہے انسان کو اسی عظیم مہکتہ سے بچالے، کسی جس شخص کو دینی اخلاق تعلیم ہوئی ہے، اور اگر اس خیانت سے نہیں بچ سکتا، جو اخلاق تعلیم کے ساتھ نہ اور قیامت کا بھی قائل ہے، وہ اس سے بچ سکتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر اس میں بیاں بچ گئی اور مجھے دنیا میں خیر نہ بھگتنا نہ پڑا تو قیامت میں تو ضرور ہی بھگتنا پڑے گا۔

خوف خدا کا اثر

اسی طرح ایک اور جڑی یا آگنی کہ میرے پاس اکثر ایسے کتے آ جاتے ہیں کہ ایک خانے کی مہر سے بائیں بچے ہوئے ہوتے ہیں، اگر میں ان کو استعمال کر لو تو کوئی بھی باز پرس نہیں کر سکتا۔ کیونکہ نہ میرے پاس ڈاک خانے والے ہوتے ہیں نہ کوئی دوسرا دیکھنے والا ہوتا ہے، لیکن محض خدا کے خوف سے اکثر میں سب سے اول ان ہی کو چاک کر کے پھینک دیتا ہوں اس کے بعد خط پڑھتا ہوں، علیٰ ہذا اگر روزِ سرور کے واقعات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دوسروں کے حقوق کی پوری حفاظت جب ہی ہو سکتی ہے جب دل میں خوف خدا ہو، یہ مثال سموت کے طور پر بیان کی، اور نہ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ تمام مسائلِ تمدن میں اسی کی ضرورت ہے کہ مبداء اور معاد کا معتقد ہو، اس کی تفصیل کے لیے رسالہ مآلِ جہدِ سبب دیکھنے کے قابل ہے، اس میں اسٹاپا ہے کہ اس مختصر تہذیب کا مآل دنیاوی میں جوئے والا ہے، انہوں نے ایک مشدہ کو لکھا ہے اور ختم پر ہر جگہ یہ کہہ دیتے ہیں ”خوبی در منف المصداقین“

فرش امن عام اور تمدن اس وقت برقی رد نکلتا ہے جب انسانی درست ہوں اور تمدن کی گالیاں دور تھی جب ہی یہ سستی ہے کہ مظلوم درست ہوں۔

انفال کا طلس

یہ انفل کا طلس جسے یہ بھی ان شر و غنہ غبار کی ضرورت تسلیم نہیں سے ثابت ہو جائے گا، سب کو معلوم ہے کہ غلابی میں بڑی پیچ تو اسٹ ہے جس کے نہ ہونے سے تمام عالم میں فساد پھیلتا ہے، کیونکہ وہ "کاشی" ہے "انفائی" اور "انفائی" شہر سے پیدا ہوتی ہے، کیونکہ اگر تعمیر نہ ہو اور آپ مجھ کو چٹا نہیں اور میں آپ کو ہمارا تو "انفائی" کی کوئی ہے نہیں۔

تو انفائی کے لیے تو اسٹ کے پیدا کرنے اور تکرار کے منہ کی ضرورت ہے اور اس تو اسٹ کی عادت نما سے غریب ہوتی اور غریب کا یہ خاصہ ہے کہ اس میں اس وقت تصانی پاتے تو میں غریبیت سے یہ فکس ہوتی اور لڑا میرا اول سے "انفائی" کی حلیم ہے تو یہ کس پائی وقت زبان سے اور دل سے "انفائی" کہے گا اور جو اس سے روک اور جھوٹے کار زمین پر پینٹنی دے گا وہ کیونکر اپنے "پہلو" سمجھے گا؟

خدا کی غلامی پر اعتقاد کا نتیجہ

اگر کہیں ہے تو یہ ہو گا کہ اپنے آپ کو خدا سے ہوا نہ سمجھے، مگر دوسروں سے تو یہ انہ سمجھنے کی کوئی ہوتی نہیں۔

جو سب یہ ہے کہ یہ "خیر" پر کاری کا اعتراض ہے، اکیلو، اگر خود پیدا اپنے جس صورت میں توحید داری کر رہا ہو، اور وہ ایک یقینیت گورنر آجائے تو خود اس کے زمین میں بھی وجدان سب اختیار و سلب ہو۔ نے ملے ہیں اس وقت اگر کوئی "مفسر" بھی کہہ دیتا ہے تو میں مفسر ہوتا ہے جیسے کسی نے کوئی ردوی، تو جس کے دل میں خدا کی عظمت ہوگی، اپنے آپ کو جیونی سے بھی مغلوب ہو، تو اس سمجھے گا، کیونکہ ہوا کے سامنے ہوتے ہوئے جھوٹا پر بھی صورت نہیں ملتی تو "انفائی" کی تعلیم ہے کہ اس سے تشریف پاگل جزا نہ جاتی، ہے اور پھر اس سے "انفائی" کا جو "انفائی" لازم ہے۔

انفال دین کے اثرات

علی باقرت سمجھ سے جتنوں کے لہذا لہوائی جھنڈے دیا میں ہوتے ہیں اور دور سے قوت

تعمید ہوئی ہے، اسی طرح زکوٰۃ لینے والے کے ساتھ دوسروں کو بھی زکوٰۃ دینے والے سے ساتھ بہت ہوتی ہے۔

دیکھو: حاتم طائی سے یہود چلاوت کے سب کو بہت ہے اور اتفاق کا جیسی بہت ہے، تو دیکھو زکوٰۃ کو اتفاق میں کیا بڑا دخل ہے !!

علی ہذا راجح پر غور کیجئے کہ اس میں ساری دنیا کے آدمی ایک شغل میں، ایک زمانہ میں، ایک مکان میں جمع ہوتے ہیں اور تمام مسلمان تکبر سے خالی ہو کر ایک عظیم الشان دربار میں حاضر ہوتے ہیں جس کو اتفاق و اتحاد میں بہت دخل ہے جیسے اوپر مذکور ہو ۱۱ اور اسی اتفاق فی الجلیاں کا اثر ہے کہ دوسرے مجموعوں میں، جن کو مجمع خلیفہ سے کچھ بھی نسبت نہیں ہوتی، بہت سے دار و اوت ہو جاتی ہیں اور وہاں بہت کم حادثے پیش آتے ہیں۔

البتہ اکثر لوگ شیعہ بدوؤں (الحمد للہ کہ سلطان کے حسن انتظام کی وجہ سے آج کل یہ لوگ کسی یہ تمام شکایتیں رفع ہو گئی ہیں) کے شاکی ہوں گے، جو اصل میں ان کا مقصود سلب اقل نہیں، بلکہ دو ایک درجہ میں ترقی کی بے پرواہی کا انتقام لیتے ہیں، ان کی حالت، بالکل یہاں کے گاربانوس کی سی ہے کہ اگر کھوس دانہ زیادہ دے دیا تو خوش ہیں، ورنہ پھر دیکھئے کیسے بچ پھیلاتے ہیں؟ ویسے ہی اگر بدوؤں کی عادات کی جائے ان کو انتظام کے طور پر کچھ زیادہ دے دیا جائے تو وہ بہت آرام پہنچاتے ہیں۔

ور یہ جو سننے میں آتا ہے کہ بدو پتھر، دریاں چھین لیتے ہیں، تو اول تو بہت کم ایسا ہوتا ہے اور اگر ہوتا بھی ہے تو ایسے بدوؤں کے ہاتھ سے جو اس مجمع کے نہیں بلکہ ادویوں میں دیہات کے لوگ پھینے رہتے ہیں، وہ ایسی حرکتیں کرتے ہیں اور وہ بھی اس وقت جب کہ خود اپنی حفاظت نہ کرے کہیں کا غلے سے آگے پیچھے نہ جائے۔

غرض خلیفہ کو اتفاق و امن میں بہت بڑا دخل ہے، جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اعمال از سر تاپا تو وضع سے پر ہیں۔

اب دلی معاشرت سمجھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے چھٹنے طریقے ناجائز ہیں، اور سب کے سب وہاں ہیں جن سے تکبر و تکبر ہے مثلاً: چائز وضع سے شریعت نے منع کیا، سو چھٹی نام نہاد اوضاع ہیں، ان سب میں تکبر ہے جو لوگ خلاف شریعت وضع دیکھتے ہیں، وہ غور کریں کہ اس وقت ان کے دل کی کیا حالت ہے؟ اور اس حالت کو یاد رکھیں، اور پھر ایک ہفتہ شریعت کے موافق وضع و لباس اختیار کر کے، اس کا اثر دیکھیں تو ان کو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوگا، یہ تو سمجھ میں آنے والی بات ہے۔

حقانکہ و ایمان کی خاصیت

ایک دوسری تقریر اور ہے جو ان تینوں میں مشترک ہے، یہ ہے کہ ہر چیز میں ایک خاصیت ہوتی ہے، جس کی طرح ایمانی میں بھی ایک خاصیت ہے اور عقائد میں بھی اور معاشرہ میں بھی اور یہ ہے کہ ان سب سے قبل میں ایک سوز پیدا ہوتا ہے اور روز سے اس کی وجوہات پیدا ہوتی ہے "السلام من سلام المسلمین من لسانہ و بدو"

اب میں ایک اور بات کہتا ہوں جو تمام ادوین کو عام ہے اور یہ کی دین کے یہ غرضی نہیں کہ دنیاوی نفع ہو ایک مقصود اس سے رضا کے حق سے اور جب خدا تعالیٰ راضی ہوں گے تو وہ خود ان کی تمام ضرورتوں کی رعایت فرمائیں گے "وہو یستوی الخلق فی الخیر" اور فرقہ من جنہ لا ینتہی"

پس دین کی دوسری کو جس طرح، نیکی دینی میں داخل ہوا، مگر دین کے کام اس نیت سے بھی نہ کرنا کہ خدا راضی ہو کہ تو دنیا کے کام نہیں کرے، بلکہ صرف اس لیے کہ:

۱۔ دین کی دینی دین و دین

دگر چشم ز سر عالم فرو برد

اور جو مصلحتیں سامنے آئیں بھی تو یہ چاہو کہ:

مصلحت وید کن آنست کہ یاران ہم کار

گزارند و غم خرد زارے میرند

دین عالم سوز را بہ صحت بخار

بکہ ملک ست آنکہ تدبیر آمل باہر

میں مصیبتوں سے کیا لینا؟ مگر حاصل ضرور ہوں گی، دین دار تو ترو ہے کہ آقا کی رضا مندی کو اپنی مصیبت پر مقدم رکھے اور کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف نہ کرے اور نہ اس کو خود غرض اور خود کام نہ پائے گا۔ پھر آقا اپنے رزم سے خود ہی اس کی تسلیتوں کی حمایت فرمائے گا اگر نہ پائے گا تو راست بھی اسی میں ہے کسی کے فکر کے تابع رہے، چاہے مصلحت کچھ میں آئے یا نہ آئے اور اگر ہر کام میں مصیبت ہو چناں ہے تو کام کچھ نہ کر سکے گا۔

میں نے تین تقریریں کیں، ہر تقریر سے یہ بہت ہو گیا کہ دین کی طاقت کو امن عام میں بہت دخل ہے اور یہ تین تقریریں اس لیے کیں کہ نہ حق تلف نہ ہو، یہ تو دین کی غرض ہے کہ ان سے ہر ذائق کے چند پر دین کا مصلحت ثابت ہو گیا تو دین کو اس شعر کا مصداق کیا ہے:

یہاں عالمِ حقیقہ دل و جان تڑپ رہا تھا
 پر جب اصحابِ صورت راہِ جہاں پہنچ گئے
 غرض جس پہلو سے چاہو پرکھو، الحمد للہ ایہ بات ثابت ہو گئی کہ حق کی صورت ہے تو احکام
 خداوندی کی پابندی سے ہے۔ (ضرورۃ العلما، صفحہ ۱۳۰)

تیسرا سوال اعتراض..... دین میں تشکیکی اور دشواری نہیں ہے!

اس کے دودھ سے بڑا، ایک تو یہ کہ قانون کی پابندی کرنا چاہتی ہے اور یہ دشوار ہے اور ایک یہ کہ
 خود قانون علیٰ حق ہے تو اسلام میں کون سی دشواری ہے؟ آیا یہ ہے کہ خود قانون کی پابندی کرنی
 پڑتی ہے تو تسلیم ہے، کیونکہ اس میں ضرور دشواری ہوتی ہے، مگر کتنی ہی سہل قانون ہو، مثلاً جو لوگ
 کہ عدالت میں نوکر ہیں اور اس کا وقت اس بجے سے ہے تو کیا بھی یہ پابندی دشوار نہیں ہوتی؟
 ضرور ہوتی ہے اور اس وقت کہتے ہیں کہ نوکر کی بڑی ذلت کی چیز ہے، مگر اسی بات پر جس کو بھی
 نہ پہنچو دیا تو جب قانون کی پابندی ہوگی اس میں دشواری ضرور ہوگی تو اگر اسلام میں یہ دشواری
 ہے تو تسلیم ہے، بلکہ اس کو خود ہی ثابت کرتے ہیں "تَسْبَعُونَ ظُهُورِي" اور اس سے صاف "اَلْاِذَا
 لَكِبْرَةُ اِلَّا عَلَيْهِ الْاُخْلَابِيْنَ"

قرض یہ دشواری تو تسلیم ہے، مگر اس میں اسلام کی کیا تخصیص ہے؟ یہ تو سبھی کام میں، بلکہ
 کھانے میں بھی ہے، کوئی اپنا بھوکا سے پوچھتا ہے کہ اجداد علیٰ مشاء کے احادیثوں سے کہ کھانا کتنا
 مشکل کام ہے؟

ایک حکایت

مشہور ہے کہ واعد محمد شاد کے یہاں دوا دہی تھے، ان میں باری اس طرح تھی کہ ایک لیٹا ہوا
 آرام کرے دوسرا بیٹھا ہوا اس کی مشاکلت کرے، اسی طرح ایک لیٹا ہوا تھا، ایک بیٹھا ہوا، ایک
 سوار ادرہ سے گزرا لیٹے ہوئے نے پکارا کہ میراں سوار، ذرا یہ میرا جو سر سے سینہ چڑھکا ہے، میرے منہ
 میں ڈال دو، اس کو اس آرام طلبی سے سخت حیرت ہوئی اور اس سے نہ یہ وہ حیرت یہ ہوئی کہ نہ کا
 رتی جو پس بیٹھا ہے، اس سے اتنا کام نہیں ہوتا، اس لیے اس نے بیٹھے ہوئے سے کہا کہ بھائی تو
 ہی اس کے منہ میں ڈال دے وہ بہت بگڑا اور کہنے لگا کہ جناب میری آپ کی لڑائی ہو جائے گی،
 آپ کو کیا خبر یہ میرے ساتھ کیا ہے؟ کل میں لیٹا تھا، یہ بیٹھا تھا مجھ کو جو بھائی آئی اس سے مدد کھل

گیا، ایک نیا کرسمس منانے لگا۔ یہ منہ ہوا دیکھ کر باور اس سے اٹھانے ہو کہ سنت کو بھلا کر
 جس ضرورت اس کے منہ میں پیدا ہو گئی تھی اس عورت میں غرق ہو گئی اور نا احوال پر محتاج ہو چلا۔
 تو حضرت کو کوئی وجہ یوں سے پوچھتے تو ان کو کیا بھی مشکل ہے، ہمارے عزیز و بھائی ہیں،
 ایک بھوتے آئے۔ بڑے بڑے صاحب ہاتھ و ذل لپیٹ کر منہ جاتے ہیں اور چھوٹے سے کہتے
 ہیں کہ میرے منہ میں لکھے دے کر مجھ کو مرنے دے۔

دشوازیوں کی تہمتیں

تو یہی نظریں بھی سوچ رہی ہیں اور ہیں کہ تو اس طرح تو کھانے میں بھی دشواری ہے اور اس
 میں شرمی اور ذلتی پابندیاں بھی ہیں، مثلاً یہ کہ: اس سب کی چیز تو کھاؤ اور کتنی شرم، ہجران کو کسی
 نے کہا کہ بڑا سخت قانون ہے؟ وجہ یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ ہی نہیں ہے اس لیے آپ کو اس کی
 ممانعت کا تو قانون سخت معلوم نہیں ہو گا اور شرم و ہنا مشہور ہے، اس لیے اس کی ممانعت سخت معلوم
 ہوتی ہے، لیکن جو کتنی عیش کرتے ہیں ان سے کوئی پوچھے اس ممانعت کے قانون کو کتنا سخت سمجھتے
 ہیں؟ اسی طرح ایک جرم عت ہے اور اس کی ایسی بھی ہے کہ ان کی رائے یہ ہے کہ کوئی سلاحت نہ
 ہو، لاکھ ضرورت سخت کا قانون امر فحش ہے مگر یہ ان کو کراس ہے، تو ایسے نائب تو انسانیت
 ہی سے خارج ہیں، مگر ان کی ہند کی سے کوئی بھی متا نہیں سکتا، پھر اسلامی پر کیا اس اعتراض ہے؟
 اور اگر وجہ یہ ہے کہ یہ ہندی کی ضرورت تو تسلیم اور یہ سخت نہیں، مگر تو قانون ہی بڑا سخت ہے، تو
 واقعی یہ دشواری ہے، مگر وہیں میں ایسی دشواری ہی نہیں کہ قانون سخت ہو۔

اب یہ شبہ ہو گا کہ یہ تو مشہور ہے کہ خلاف ہے تو حقیقت میں اس میں تیس ہوئی ہے، قانون کی
 سختی تو وہ ہے کہ اگر اس کو سب بھی مان لیں تب بھی دشواری پیش آئے، مثلاً یہ قانون ہو جو کہ
 نہ چھٹا تک بھرے ذیہ رو کوئی کھائے تو چھٹی ہوگی، یہ ایسی سخت بات ہے کہ اگر سب بھی کرنے
 کا ارادہ کریں تب بھی کیف ہے۔

اور ایک دشواری اس طرح کہ قانون تو نرم ہے اور طاقت اس کی یہ ہے کہ اگر سب اس پر عمل
 کرنے لگیں تو کسی کو بھی دشواری پیش نہ آئے لیکن اس میں ایک خاص عارضہ سے سختی پیش آ جائے
 تو وہ عارضہ یہ ہے کہ نہ یاد آ رہی اس پر عمل نہیں کرتے، انہیں جب تمہو سے آدمی عمل کریں گے تو ان
 کو دوسروں کی وجہ سے ضرورت ہوگی، کیونکہ تعلق معاملہ کا ان ہی دوسروں سے ہے، تو اس کو
 قانون کی سختی نہ کہیں گے بلکہ اس سختی کا نظا بنیوں کی جڑ ہے۔

ایک مثال

مثلاً کوئی ایسی جگہ چیلے کہ وہاں کے لوگ باغی ہوں اور یہ شخص وہاں پہنچ کر کوئی چیز خریدے اور
: اسے دے۔ پھر اس سے کہہ جائے کہ تو ان مملکت یہ ہے کہ یہ دے داسے کہ یہ لاری چیز دے
وہ، پھر ہم اس جاتوں کو کہیں، اسے کہہ دے کہ تو وہاں پہنچے، تو ایمان سے کہیں کہ یہ دتواری
تو تو ان کی ہے، ان بد معاشوں کی بد معاشی کی اور یہ بھرنے آدھ میری تو اس دتواری سے ان کو کوئی
مور غنٹے کو ہر اکٹھے کیے تو اس سے کہیں؟ تو جو دتواری اس وقت پیش کر رہی ہے، اور دتواری یہ
ہے جس کو اس سے پہلے کہ یہ کوئی شخص اس کا کوئی ویسا قانون بتائے کہ سب مسلمانوں سے
مان لینے اور اہل قرآن کے بعد اس میں دتواری پیش کرے کہ یہ چاہا تو جس بھی آجائیں سب
بھی شریعت کا کوئی ایک قانون بھی لیا نہیں جاتا ہے، صرف سو بیورو دتواری کی وجہ یہ ہے کہ
: ان لوگوں سے سب سے زیادہ ہے۔

مثلاً قرآن کی ضرورت ہوئی اب جس کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دتواری کو تو سوئی مرست
کا انرا شریعت پر دینا اور پتے کیسے کو اسلام پر چھوٹا دینا ہے کہ

منہ بر خود می کنی اسے سادہ مرد

بچوں آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

مشکوٰی میں شیر کی ایک لمبی پنڈلی دکھائی ہے کہ ایک شیر کو ایک خرگوش نے دھوکا دیا کہ اور یہ
میں تمہارے راتب کے یہ وہ خرگوش لانا تمہارا راتب میں ایک دوسرا شیر ملا اور مجھ سے نہیں اپنا
شیر کو قطعہ آیا کہ تلو اور کہاں ہے؟ اس نے ایک گتوں پر ہے یہ کہ خرگوش کو دیا؟ واقعی اس میں شیر کا
نکس نظر آیا، پس شیر اس گتوں میں جا کر اور اندر پہنچ کر معلوم ہو کہ یہی گتے اپنے ہی اپنے حملہ کیا
تھا، امان میں کوئی نہ رہا۔

منہ بر خود می کنی اسے سادہ مرد

بچوں آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

اسی طرح ہم کو اپنی دتواری کی ضرورت شریعت سے نظر آتی ہے، مگر حقیقت میں یہ اپنے دیر
وہتر میں ہے۔

اس پر آئیں دیکھتے اور یاد آئی کہ ایک کشتی نے کوئینہ دیکھا، اس میں اپنی صورت پر نظر پڑی،
آئینہ کو بے سہارے سے پتھر پر پہنچا، مگر کہ یہ اس بد شکل تھا، اب تو کوئی مجھ کو رات میں پہنچے کیا۔
ایک اور کشتی کی دکایت سے کس کا بچہ، لی کھار ہاتھ مالو نے میں ایک کھڑا رہا، ابھی نکلتے سے

اپنی صورت نظر آئی تبھی کہ اس میں کوئی بچہ ہے، وہ چہ کہہ گا "اے اس نے یہ میرا گھر لے لیا ہے" چہ کہے گا "اب اسے جھانک کر دیکھتا تو اپنی شکل نظر نہ آتی ہو سکتی تھی" اور خدا کی بڑھاپہ کر کے کھنکھاتی جھین لیا! تنقید سے تیری اوقات پر اسود و تنقید اس کو کہہ رہے تھے؟

اسی طرح ہم لوگوں نے آئینہ شریعت میں اپنی شکل کو دیکھا اور دو شکل اپنی گرفت تھی، اس کو شریعت کی شکل سمجھا حضرت! یہ ہے حقیقت غلطی کی ہو، میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ ایک طبیب حالتِ کرہ ہے اور بہت شفیق بھی ہے، مگر نہ دیکھا کہ آواز کے خاکے چہ سب کی وجہ سے دے دے، نگاہ سے کہ جب خدا نہیں کھائی جاوے گی تو ضروری مرنے سے بولی اطلاق سے آہ و بیکار پہنچا کہ صاحب! کھانا کھانے؟ جواب دیا کہ کھانے کا کوشت۔ یا کھانے کا دودھ۔ یہ تو منہ نہیں کھاتا، مرنے کی دہائی! یہ بھی نہیں کھاتا، کھانا فری! کھانے کا یہ بھی نہیں، پھر خود دیکھا: غصے سے کہوں گا، پھر ٹھیک کہہ گا! کرنا کو پھر، اس کو بھی منع کر دیا، انا تو سے بھی روک دیا تو وہ ہاتھ لے کر کہ صاحب! دے دے یہ کہ تو یہی چیزیں ختم ہیں، طبیب نے کہا کہ توئی طب کا سبب ہے، دیکھتا ہے، برا کر رہا کہ صاحب! یہ تو بڑے سخت ہیں کہ یہ بھی نہ کھانا دے بھی نہ کھاتا۔

تو کیا طبیب پر یہ اثر ہو چکا ہے؟ یا کہا جائے گا کہ سخت تو یہ ہے کہ متعدد چیزیں سب کی وجہ سے دے دی، لیکن وہ مقام ایسا گورہ ہے کہ بڑے صبر سے اس کے ہاں کچھ بھی نہیں دے دے، تو یہ طب کی بھی تو نہیں اس شخص کے گاؤں والوں کی معاشرت کی شکل ہے۔

اسی طرح حدیث ضروریہ پر نظر کر کے دیکھئے کہ حدیث کی ضروریہ کیسے جو کہ قریب القرب ہیں، اگر بچیں آپ نکالیں گے تو میں کو شریعت بکڑے کہے گی اور پانچ گویا بکڑے، لیکن آپ کے ملک واسے ہوئے ان ہی پانچ کو استقامت کریں اور میں کو متر وک کروں تو شکل معاشرت کی ہوئی، یا تو انوں شریعت کی؟ پس یہ لازم تو نہ کہ نہ بچا اس و کمل رقع ہو گیا اور انوں کی تصدیق میں شہد ہو تو علم دین پر ہے، اس سے معلوم ہو گا کہ شریعت نے ابواب معاشرت میں کس قدر توسیع کی ہے۔ !!

ایک اشکال اور اس کا جواب

اب صرف ایک فریاد رہی ہے، اس میں ہی یہ بتانا ہے مسلمانوں کی محدودی کرنے کو وہ یہ ہے کہ یہ تو سمجھ میں آگئے کہ شریعت میں تو دشواری نہیں، مگر حالت موجودہ میں، اس عارضہ کے سبب کہ ہم سب کو سادہ ایسوں سے بڑا ہے جو شریعت پر عمل نہیں کرتے، عارضی دشواری تو ہوگی، تو ہم پر تو دشواری کا اثر آخر پہنچ گیا، اہل بیت و عقائد درست ہو گیا کہ شریعت میں دشواری نہیں، مگر مکمل کس طرح کریں؟ کیا لین دین چھوڑ دینا؟ کیونکہ تو کہیں! اکثر ناجائز معاملات، اکثر ناجائز تجارت، ناجائز تو

یہ ایک فریاد قابل استماع ہے تو اس سے تعلق بھی بن سکتا ہے۔

اس میں قدرے تفصیل ہے، وہ یہ ہے کہ آپ نے جو چند معاملات کو دیکھ کر اس بارش و شوری کے اعتبار سے عام حکم کر دیا کہ سب اسی دشوار ہیں، غیر مسلم ہے، جھگڑے ایسے اعمال و قسم کے ہیں۔ ایک وہ کہ ان کی اصلاح کرنے سے معاش کی گڑبگڑی کچھ بخشنی ہے اور ایک وہ کہ ان کی اصلاح سے معاش کا کچھ بھی نقصان نہیں، مثلاً وضع شریعت کے موافق بیٹے و مرز و روزگار سے انکھیر نہ کرے، باجائے کام چھوڑ دے، تو بتلائیے اس میں معاش کا کیا نقصان ہے؟ تو آج بھی اسے اصلاح کر بیٹھے ہیں زیادہ اعمال تو آپ کے آج ہی سے درست ہو جائیں گے، کیونکہ بچپان میں عمل میں سے چالیس ایسے نکلیں گے کہ محض مکناہ بند نہ بنیں، خواہ تو آپ نے ان کو اپنے پیچھے لگا رکھا ہے، آئے اس میں وہ جائیں گے، اس میں اگر آپ کی اصلاح نہ ہوگی، ہوئی تو یہ کہ نہ لب و لہجہ اعمال صالحہ کا موجود ہو چکا ہے، اس لیے حق تعالیٰ سے امید ہے کہ بقیہ اعمال کو جو کہ مغلوب و قلیل ہیں درست فرما دیں گے، جیسے ایک شخص جو آلہ کے دیکھنے میں پورا دائرہ شغل نظر آتا ہے، مازانکہ اس میں بہت چھوٹی توں نورانی ہے اور بڑی توں ظلمانی مگر جب نور و قلمت جمع ہوتے ہیں تو وہ ہی غالب ہوتا ہے اور اس دور میں گویا کہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی خاصیت اسی میں ہے جیسے شفا لیس کہ بالی صہ جاذبہ صید (سوا) ہے، پس اگر ہم یہ کہیں کہ اعمال صالحہ میں بھی خاصیت یہی ہے کہ بقیہ اعمال کو درست کر دیتا ہے تو اس کا دعویٰ ہو سکتا ہے، غم میں اس کا روز بھی تلاتا ہوں کہ اعمال صالحہ میں ایک اثر ہے کہ اس سے قلب میں قوت ہوتی ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ترقی کا راز یہی ہے کہ ہم نے بزرگوں کو رکھا ہے کہ بیماری میں اٹھ نہیں جاتا، مگر نماز کے وقت بلا تکلف کھڑے ہو کر نماز ادا کر دیتے ہیں، خوب کہا ہے:

ہر چند کہ میر خست و بے ناتواں شدم

ہر گمہ نظر بروئے تو کردم جواں شدم

بندگی سے قوت آتی ہے

ان کی خدمت میں جب جی چاہے جا کر دیکھتے! فرض طاعت سے قوت ہوتی ہے اور صلاح نہ کرنے کا صرف یہی سبب تھا کہ نت نہیں ہوتی تھی، مگر جب قوت ہوگی تو تم میں سے بعض ہو جائیں گے اور اگر کوئی اس دور سے کبھی اصلاح ہو جائے یہ تدبیر بھی نہ کرے تو دوسری بات ہے، جیسے کہ نے یہ سن کر کہ چاند دیکھنے سے روزہ فرض ہو جاتا ہے کہ تھا کہ چاند نہ دیکھیں فرض

چاہے کہ ایک معذرت سے ایک بڑھیا نے صفا مرو کی سہلی میں تھک کر چاکر مولوی صاحب کو
بے وقوف نہ کرے۔

علماء ہند

اسی طرح بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ علماء ہند شش ماہیے صفر کے کرتے تھیں ان بعض
علمائے اہل کرمہ کہتے ہیں کہ جو انیا میں ہو رہا ہے سب جانتے ہیں تو یہوں کے کوٹ بھی بھی کرنا
ہو جاتے ہیں علماء سے جیسے ایک رئیس نے ایک نوکر سے یہ کام یہ تھا کہ چار دیواری سے اگلے قدم
اس کی تعمیر چکرے تو یہ کہہ کر، چنانچہ پستہ دار میں رئیس نے منہ بے لگا کر جھانک کر کوٹنے ایک
ہرمن پر گولی چرائی وہاں کے کم کو توڑنا تھے کو پھوڑ کر رکھ گئی سب ان مجلس ہنسنے لگے کہ تیار رہتے
کاٹیں جو نوکر ہو گئے ہمسواروں کی وقت مرے پر مثال بھلا رہا تھا۔

تو حضور علماء سے قاتل نوکری ہوئی نہیں نہ جراتے تو ہیں تو نہ اندازے کہ ہوں تو حاصل
یہ ہے کہ یہ دانش بہت کم سب کو بے توجہ میں مریجو کر دیا جو بہت سے اشکامات کا جواب
جائے گا تو بہت برا حصہ دینی دشمنوں کا اس طرح سے ہو جائے گا۔

ہاں! بعض امور پھر بھی پسے رہ جائیں گے کہ وہ ان کے جانور ہوں گے، مگر اس میں بھی دو
دوست ہیں ایک تو کہ ان کو چھوڑ کر دوسرے کو ہم میں لگ سکتے ہیں، انہیں اس کو تو پھوڑ دیا جائے،
کیوں کہ ان کو چھوڑنا مسلمانوں کی ضرورت نہیں اور ایک درجہ ہے کہ ان کو چھوڑ نہیں سکتے کیوں کہ ان
کا چھوڑنا مسلمانوں کی ضرورت یہ کو کافی نہیں تو ہر دو کو ان کو کرتے رہو اور وہ یہ جان تو نہ ہوں گے مگر
اس کے متعلق ایک دستور العمل یہ رہتا ہے کہ ان سے ایسے ہر امر خفیہ ہو جائے اور یہ کہ ان
میں دو درجہ تو نہ چاہئیں، ایک تو یہ کہ ہر روز تو یہ کہیں کرے، اب تو یہ غلط ہے کہ ٹالے تو یہ کہ
حقیقت نہیں سمجھتے تو یہ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کچھ کیا اب اس پر سمجھتے ہیں اور حاکمین کے منہ
مجھے معاف فرمائیے، برا خدا نہ کیجئے۔

تو یہ کیوں نہیں کرتے؟ کیا یہ کرنے سے تو کرنی سے معذرت ہو جائے؟ ہرگز نہیں! بلکہ تو
تو کرنی ہی رہو گے، دوسری یہ کہ کیا کرو کہ اسے اللہ کوئی دوسری سبب نہ ملے تو یہ ہر شخص ضرور
کھینچا دہلے کی قبرست میں تو کھنچا جانے کا ہر ہی ممکنہ رو کی فکر مست میں نہیں رکھ جائے گا۔ اور یہ تو
سچ آپ میری ہی زبان سے نہیں گئے اور تو سچ میں راز شری یہ ہے کہ اگر پھوڑنے پر مجبور نہ
جائے تو شاید ان کو چھوڑنا اس سے بھی زیادہ کسی گناہ شرعیہ میں چڑھا ہو جائے مگر یہی کہ پلہ آریہ

ہے، بلکہ قید کھتے ہیں اور مجبوراً میں کیا کر رہا ہوں اس کی یہ حالت ہوگی

انسانی کوشش

تو کھائی کھنڈا، روکشش و برآمدہ پیمائیدہ ہی جی اسی کوڑا ہے

مجلس شورای اسلامی

$$a^2 + b^2 = c^2$$
[illegible][illegible]

نہی و عزم و ارادہ و قیاس و تہمید

اور اگر نہ بھی کہے گا تو حق تعالیٰ بہ توریکہ میں کہے گا یہ تو اور انکار و نفی تک نہیں کہتا ہے یہ بھی فضل ہو جائے گا اب ظاہر ہے کہ میں کون سی چیز مشکل ہے؟ میں تو کوئی نہیں سمجھتا مگر انکسور میں۔ یہ کیا مشکل ہے؟ اب تو یہ بھی نہیں بلکہ مسیحیت پر تو یہ اب دہائی ہے، یہ تو کیوں کہتا ہے؟ اور اگر یہ کہتا ہے تو اس پر تو انہیں کوئی کیا پتا ہے؟ یہ اصل اسباب کا خدا کے ساتھ جو اختلاف و عداوت کے وجہ میں تھا مگر اس سے زیادہ عداوت جسے تحقیق کا صحیح فاضل ہو سکتی ہے؟

تو اب کو سامہ پہنچا، طرف دار کو کیا انزاق توں تو مشوارے نہیں اور قانون تختہ نہیں رہا۔ لہذا دست
یختی کے لوگوں کی طرف سے مل دی ہو جاتی ہے۔ اس میں بہت بڑی فہمست اسلان کی کمی ہو جاتی
میں جس کی نہیں اور جو مل ہے اس کا بیڑ احمد علیہ سے چلا کر دیکھتا ہے اور جو توجہ سے بھی جائزات
دیکھتے ہو وہاں بہت غصہ ہے، لایا اس میں اس میں رہنے کی ایک رات کہ اس سے لکھنے کی پیشکش اور
لئے پرکھتے اور تو بہار سے جانا تو اب دو گونہ سزا دیتے جس پر یہ شمال ہے کہ شریعت و پابندی
بہت سخت ہے، تو قحطہ بندے ضرور پابند ہونا چاہئے تو اب جس مسئلے پر انہوں میں جرح ہے

اور تشریف لاء اس سے دلیل طلب کرتے رہے اور رہتا ہے کہ وہ تو کھلی بات ہے، آفتاب انھار کے مانتے ہے اور اس کی طرف منہ کر کے دیکھو، آفتاب موجود ہے، دلیل کی حاجت نہیں۔
پھر جن لوگوں نے دین کے باب میں اپنی عمر بھر کچھ دی ہیں ان کا قول مستحکم ہوگا، یا ایک بڑے کا جواب دینا ہی ہو ہے، لیکن دین کا بات نہیں ہے، والا کافر مانتے ہیں۔

خلق القاسم الزبیر سے خدا

نہایت بات ہے، یہ سیدہ ازاد

بہر حال حدیث باقی ہو یا نہ ہو، واقع نہیں ہے، ہندوستانی جم کو تو ایسے ٹوک، فتح نہیں معلوم ہوتے، اس لیے کہ ظاہری مادہ سے کچھ بھی نہیں آتا، کچھ بھی نہ چلتا ہے، علامہ بھی نہیں جاتی کہ نقلی ہے یا نہیں۔

شریعت کے دلائل

بہر حال آیت لوگ جن کی یہ حاجت ہے کہ وہ دین کی ان کو جو آیتیں نہیں نکلی ہو، دلائل کا مطالبہ کرتے ہیں کہ قرآن شریف سے دلیل لاء تاکہ بہت دلوں کے سوال کے امداد ایک دعویٰ مضمر ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اس کے مدعی ہیں کہ شریعت میں قرآن شریف کے سوا کوئی دلیل نہیں ہے، ہم اس دعویٰ پر اول ان سے دلیل کا مطالبہ کرتے ہیں، مگر کو یہ بھلا کہ شریعت میں قرآن شریف ہی دلیل ہے اور کوئی دلیل نہیں، خود قرآن شریف سے ثابت ہے کہ عبادہ و زین قرآن شریف کے اور بھی دلائل ہیں فرماتے ہیں: "وَمَا آتَاكُم مِّنْ شَيْءٍ فَلْيَتَذَكَّرْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ" جو رسول خدا تم کو دینا اسے سیکھو اور جس سے دیکھیں اس سے دُکھ پاؤ۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اس سے صاف معلوم ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ شرف و اُمرچ وہ قرآن نہ ہوا، مثل قرآن شریف کے محبت ہے اور کیوں نہ ہو "وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى السَّامِعِينَ" آپ کی شان ہے۔

مکتبہ ابو سعید اللہ

مکتبہ ابو سعید اللہ

ایک نزع امت

[illegible]

ان کے لئے ترمیم سے بنائی گئی ہے۔

67

جاء

”فَلَمْ يَكُنْ لَهُ الْفُلُ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْبَلَدِ الْمُنَادِي”

اور قہار مائے جہنم: سو غریب با دینی اور دنیاوی

یہ اچھی بات، مگر میں یہ کیاں بھیجوں؟

یہ انراپ قرآن شریف کی بات۔ مقلد مانتے ہیں تو ان کی اپنی بات ہے کہ اس نے جس رومانی
میں درجیت و تہنیں لکھیں اور غرض یہ حقیقت ملتی ہے وہ دیکھنے سے کہ اس میں اس کی کامت کے
یہ شہادت مقلد کی ضرورت ہے۔ مگر وہ وہاں استقامت میں جو پیش کر دے تو وہ ملیں۔ وہ نہیں
کہہ سکتے کہ یہ اس کا صاحب ہوں اور یہ مالکی ہے۔ یہ تو تو اس کا اور اس کا مالک تو
ما کہم ہرگز نہ ہے مجھ کو۔ کہنے کا کہ تم ان کا مال ہرگز نہ ہو۔ تو اس کی طرف انکسار ہو، لیکن اگر
مگر ہرگز نہیں تو تمہاری یہ تخصیص کہ فلاں فلاں اشخاص کو اسی میں سے ثوابات ہوتی۔

تھیں۔

[illegible]

میں نے اپنے دوستوں کو یہ بتایا کہ میں نے اس کے بارے میں کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں کیا ہے۔

یہی حجت سمجھا جائے کہ زائرانِ بخش کسی مسئلہ کا مثبت نہیں ہے۔ بلکہ دلیل صحیح ادا اور جو میں سے
یوناظروری ہے۔ (۱۰) عشر، دعواتِ عہدیت، (۱۱) علماء الحجاز صفحہ ۱۶۱)

یتدو ہواں اعتراف..... آڑاوی کے معنی

حضرت مرمری رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کو قید ہے کہ آپ رات کے وقت پشت (۱) رہے تھے۔ یہ ایک علم سے نکالنے کی آواز تھی، آپ نے دروازہ کھولا، چاہے انکرو ولوں اس قدر منہمک تھے کہ آپ کی آواز بھی نہ سن سکتے۔ آخر آپ مکان کی پشت پر سے اندر تشریف لے آئے، حضرت مرمری رضی اللہ عنہ کی صورت دیکھ کر وہ ولوں بہم گئے۔ لیکن یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ حضرت مرمری رضی اللہ عنہ کو یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ اس لیے ایک شخص نے جرات کر کے عرض کیا کہ اے امیر المومنین ہم لوگوں نے صرف ایک ہی حکم دیا، لیکن آپ نے اس حکم کو ایک تو یہ کہ آپ بغیر اجازت حادہ مکرر میں چلے آئے، حالانکہ قرآن شریف میں صاف حکم ہے:

”فَاذْكُلُواْ مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا كَانَ غَرَابًا وَذِكُلُواْ مِنْ ثَمَرِهِ حِينَ يُنْقَشُ فَسَبَّحُواْ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ زَكَاةً مَّا رَزَقُواْ مِنْهُ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ“

دوسرے آپ نے جس کی اور قرآن شریف میں جس کی ممانعت ہے لا تجسنبوا، (اُن کسی کے پیچھے نہ جاؤ جس نے آپ کے مکان کی پشت پر سے شریف لائے حالانکہ قرآن شریف میں ارشاد ہے: ﴿وَالْجَنَاحُ بِإِذْنِنَا﴾ (۱) یہ بھی نہیں ہے تم گھروں میں اس کی پشت کی طرف سے آؤ۔“)

حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں، تم بھی اپنے گناہوں سے توبہ کرلو۔ آزادی کا دم بھرنے والوں کو اس دکانیت سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ آزادی ان حضرات میں تھی، اب آج کدھ عیان آزادی میں؟ برائے کی طرح نہ نماز کے نہ روزے کے کھانا پانا اور ہوا پرستی میں محنت بھری۔

صاحبزادہ نے قزاقوں کیسے، یہ نفس کی شرارت اور اجاع ہوا، (خوشنات نفس) اور مطعن المصافی ہے۔ یہ قزاقی سرحد کی کسی قزاقی ہے کہ جس کھیت میں چاہا منہ مار دیا، جدھر چاہا چلے گیا، جو چاہا کرلی، تو کس کوئی آزاد صاحب سرحد صاحب کو پسند کرتے ہیں؟ اگر اس کا جواب نعم (ہاں!) ہے تو

ہوتے ہیں بہت نفرت ہوتی چاہیے تھی اور یہی بے ساختگی ہے کہ جن بوڑھوں میں بٹائی جاتی ہے، آج ہماری آنکھوں کے سامنے بڑے بڑے حسین لڑکے پر جان فدا کرتے ہیں، تو اسکی بڑائی کا یہی بے ساختگی ہے اور نہ لگتا ہے جتنا جو اہمیت کا مشہور مضموم ہے یہ بھی اس کا ایک شعبہ ہے۔

سادگی کے ساتھ صفائی

تو بیان میں بھی بدلت اور تکلف نہ ہونا چاہیے اور سچس اور سچس سے بالکل پاک ہونا چاہیے، ایسا بیان میں سادگی کے ساتھ صفائی ہونی ضروری ہے، لیکن اب یہ طرز بالکل چھوٹا جاتا ہے، ہم اہل علم کو دیکھتے ہیں کہ ان میں ایک تو رواج زبان کا طرز آ جاتا ہے، حالانکہ قطع نظر شریعت کے یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ ہماری مادری زبان اردو ہے اور اس میں کچھ خصوصیات ہیں، جیسا کہ ہر زبان کے لیے کچھ خصوصیات ہوا کرتی ہیں، اب اس طرز جدید کو اختیار کر کے انگریزی کی خصوصیات کو زبان اردو میں لے لیا گیا ہے اور روز بروز زیادتی کے ساتھ آتی جاتی ہیں، حالانکہ انگریزی کی خصوصیات اس میں بالکل نہیں سمجھتیں۔

اردو زبان کی خصوصیات

ان کی بدولت زبان بالکل بھدی اور خراب ہوتی جاتی ہے، ایسے لوگوں میں اس وقت ایک بڑی جماعت اپنے کو اردو کا حامی کہتی ہے، حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ لوگ اردو کے حامی نہیں، کیونکہ ہر زبان میں ایک مادہ ہوتا ہے، دوسرے ہیئت اور زبان ان دونوں کے مجموعے کا نام ہوتا ہے نہ کہ صرف مادہ کا تو جب زبان اردو کی ہیئت باقی نہ رہے گی تو وہ زبان اردو کیونکر رہے گی؟ پس اگر ہم اردو کے حامی ہیں تو ہم کو چاہیے کہ ہم اس خصوصیات کو باقی رکھیں اور ہماری گفتگو ایسی ہو کہ اگر کوئی اجنبی سے تو یہ سمجھے کہ ہم ایک حرف بھی انگریزی کا نہیں جانتے اور نہ انگریزی طرز سے ہم کو مناسبیت ہے اور اس سے بھی بڑا تعجب یہ ہے کہ اس وقت عربی طلبہ کی تقریروں میں کثرت سے انگریزی الفاظ آنے لگے ہیں، حالانکہ ان کی تقریر میں اگر دوسری زبان کے الفاظ آتے تو عربی کے الفاظ آتے، کیونکہ اول تو یہ لوگ عربی زبان کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، دوسرے عربی ہماری مذہبی زبان ہے اور اس اعتبار سے ان کی اصلی زبان وہی ہے اور اردو زبان تو بہت تھوڑے دنوں سے ہماری زبان ہوئی ہے، ورنہ ہماری اصل زبان اور پدری زبان عربی ہی ہے، کیونکہ ہمارے آباء و اجداد عرب ہی سے آئے ہیں اور ہندوستان میں بودو پائش اختیار کر لی ہے۔

اصل اردو

فرض اسب ہماری اصل زبان عربی ہے تو اگر ہم کو اردو میں آمیزش ہی کرنا تھا تو اس نظام پر نہ پڑنے کے زیادہ ہم یہ کرتے کہ اردو زبان کو عربی کے تابع کر دیتے بلکہ قریب ہے کہ ہم نے دھرمیری کے تابع کیا کہ جس کی ہر حالت اردو زبان قریب قریب اردو ہونے ہی سے نقل گئی، اصل زبان اردو ہے جیسے "چہار درویش" یا "اردوئے معنی" غالب کی دگر اس میں آمیزش ہو تو عربی کی آمیزش ہونی چاہیے کہ عربی کی آمیزش لطف کو دو بالا کر دیتی ہے، دیکھو قاری کی عبارت میں اگر کہیں ایک بملہ عربی کا آجاتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے گھڑھانی ہو گئی ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہماری زبان میں جو انگریزی کے غلط سے ایک جدت پیدا ہو گئی ہے، وہ ضرور قابل ترک ہے اور اس جدید طرز میں نقص مذکور کے ایک بڑا عیب یہ بھی ہے کہ تھیں زیادہ ہو سکتی ہے اور پرانے طرز میں یہ بات نہیں ہے اور ایک شرقی پہلو اس میں یہ بھی ہے کہ اس کو اختیار کرنا ایک فاضل قوم کے مشابہت سے اور یہ مشابہت خود جڑا ہے حدیث میں ہے "من تشبه بقوم فهو منهم" (جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ اسی میں ہو گیا) کیونکہ غلطی عام ہے لباس اور طرز سب چیزوں کو اور گونگن ہے کہ اس پر کوئی شخص مولویوں کو متعصب کہے لیکن ہم کو اس کی اصلاح پر واہ نہیں، کیوں کہ ہم ایک موقع پر ان کے مسلم دلائل سے اس کا برا ہونا ثابت کر چکے ہیں، باقی حدیث تو اپنے ماننے والوں کے لیے پڑھی ہے، اب میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ حدیث آپ پر بھی جہت ہے، کیونکہ مسلمان کو آپ بھی ہیں۔

فرض اس وقت تقریرات میں یہ تمام خرابیاں پیدا کی گئی ہیں جن سے اسب قواعد شریعہ کے چھوڑ دینے کے ان تقریروں کا وجود کا عدم سمجھا جائے گا، پس ثابت ہو گیا کہ جس طرح بیان کا وجود جس موقف ہے تحقیق انسان پر، اسی طرح اس کا وجود شرعی موقف ہے تعلیم قرآن پر اور یہی حاصل ہے ان آیات کا اور چونکہ ان تقریروں میں آج کل یہ نفس عام طور سے پیدا ہو گیا ہے، اس لیے یہ جی بھی چاہتا تھا کہ طریقہ بیان کے متعلق ایسی آیت اختیار کی جائے کہ قرآن شریف ہی سے اس کی خرابیوں کا ناجائز ہونا بھی ثابت ہو جائے دو حکم اللہ یہ آیت: "الْحَرَامُ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ أَنْ تَقْرَأُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَعْلَمُوا مَا تَقْرَأُونَ" کہ اس میں تعلیم بیان کی شرط شرعی بھی مذکور ہے کہ قرآن شریف سکھانا کیونکہ تلاوت اس کی عمل ہے اور بیان میں اگر حد و شرعی کا لحاظ نہ ہو تو قرآن پر عمل نہ ہوا، کیونکہ عمل یا قرآن کے فوت ہونے کے معنی بھی شریعت کا فوت ہونا ہے۔

(تعلیم البیان، صفحہ ۶۰)

مترجموں اعتراض . . . ہم لوگ تہذیب میں دوسری قوموں کے متنازع

شعیر! !

تھیں انہوں نے جو بھی نہیں ہے کہ ہم تہذیب میں دوسری قوموں کے مٹانے میں اور یہ جیت و اسلام کو تہذیب سے سحر سمجھتے ہیں، ان لوگوں کی ہر جگہ وہی مشن ہے جیسے۔ ایک نیک چشمی نسبت مشہور ہے کہ وہی آپ نے دیکھ کے لیے جو غلطی ہوگئی، وہ اتفاق سے آپ کی گردن مجھ نہ مار سکی تھی اس لیے آپ کے ماتے۔ آپ نے غلطی کی، وہاں آپ نے غلطی کی۔ اور اسے یاد ہے کہ آپ نے غلطی کی۔ جب آپ اس سے باز ہیں تو دوسری جگہ کسی دکان میں کھرا کھیر، ان کو دیکھ کر آپ غم سے چر کر دلی کے غم بھی یہو قسم کے لوگ ہیں۔ ابھی یہ اکا کیم، جسکی جانب تھیں، ان سے ملنے سے پہلے ان کو آپ اس جانب انکار فرمادے۔

تو ہم نے پھر نیواں نے شریعت کے صرف ایک طرف سے اٹھا اس لیے وہ کھان بھجھتے ہیں اور
شریعت کے تمام میں اس وقت تک رہے کہ وہ کیا میں کسی قوم کے لئے نہ تھی اتنی تہذیب نہیں۔ پسند و نکر
اور دے ہاں رہا اور پھر تھو کہ وہ شریعت جس کو آج کو خود رہتا یا جا رہا ہے کہ وہ کتنی دھڑلے
ہے ناہیں اس کی حقیقت سے واقف ہو گئے تو اس پر حقائق کو دے کے اور یہ جوئے کہ

از فرق تا پند بر چرخ کاسه می نهد

مکہ شہر دامن اس منکشفہ کو چہ انجاست

کدھرتے چوتھ جہن نظر دال کھنچ چہ نامے۔

(مقرر، المصاحف، حلی ۱۱)

اٹھارہ ہواں اعتراض..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم امریکا تشریف نہیں

ے گئے، تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث عام کیسے ہوئی؟

ایک صاحب نے ایک مرتبہ یہ حال یہ کہ یہ میرا وقت دے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت حاضر جہانگیر نے یہاں کیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور دس پندرہ سو ارب ان علیہم جن میں سے کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں

تھی۔ کیونکہ اُمرایا سوتا تو ضرور کہیں ایسے متغول ہو جاتا تھا۔ متغول نہیں۔ نیز مریکا کا عالم کلیتہاً
جد میں معلوم ہوا کہ ایک جہاز کا راستے پر ہوا تھا کہ وہاں پہنچا یہ امر اس کو معلوم ہوا کہ یہ جہاز
بھی پتھر لوٹ رہی ہے۔

جب وہاں آپ پہنچے اللہ سب پر مہربانی دعا ہے عین جہان تہذیب عالم کیسے ہوئی اور جب میں نے یہ
راستہ دیکھا۔۔۔ یعنی جہان میں ملتی ہوئی بدعت ہے۔ مہربانی کے لئے جہان میں یہ ہے۔ جب میں نے اس
میں جو حضرت علی اللہ علیہ السلام کی قبر تھی اور آپ مسلّم اللہ علیہ وسلم نے اسے اور اہل بیت
تو یہ ہے کہ تو وہ کافر ہے اور یہ مہربانی کو خداوند علی اللہ علیہ وسلم کے مات میں حضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی قبر سے رہی اور یہاں کہ مہربانی ہے۔

اسے نہ کہ بعد اب کوئی شے نہیں ہے۔ جس مریکا میں جس وقت فریجی اس وقت سے وہاں
کے لوگ مختلف ہوں گے۔ (مجاہد احمد، دعوتِ مہدویت، صدر المجلد ص ۱۰۰)

انیسویں اعتراض۔۔۔ جب انسان کی تقدیر میں یہ لکھ دیا گیا کہ وہ

فلاں جگہ بنا کرے گا تو پھر انسان مجرم کیوں؟

فرمایا کہ یہ مجبوری میں ہے بعد معلوم ہوا ہے کہ وہی جب بنا کر دیکھ اس وقت کہ ہوئی کہ یہ مٹاؤ
میری قسمت میں لکھا ہوا تھا اس سے جس نے لکھا کہ یہ تو اس وقت کی خبر تھی اور اگر بنا جائے کہ
میں وہ علم نقد برکات تھا، مگر واقع میں تو خدا تعالیٰ اس کے شخص تھا اور اس کے لئے یہ حال ہے تو اس
طرح واقع میں مجبور ہے۔

اب جواب یہ ہے کہ ہم انسانی طرح تھا کہ یہ شخص اپنے اختیار سے ایسا کرنے کا تو اختیار تھی
ہوایا نہ ہو کیا مگر سوال کی گئی کہ اگر یہ انسان کا مجبور ہوا، اگر میں آتا، لیکن نہ اتنا ہی رحیم
ہیں اس لیے اگر اپنی رحمت سے ہونے لگتا ہے تو یہ وہی نہ کرتے تو انسان کے لیے مجبور ہوتا اس
پر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی متعدد صفات ہیں جن میں ایک صفت حکیم ہو گا بھی ہے وہ ہر صفت کا
ایک خاص طور ہے، جس طرح ہوا کے لئے فی الخیر وہ کا پیدا ہوا، مثلاً، درخت ہے، وہی طرح
ان کا پیدا ہوا، بھی مثلاً، نعمت ہے۔

یہاں سوال کہ دو کیا صفت ہے؟ اس کا حصہ جواب یہ ہے۔ ہمہ اس صفت کی اعلیٰ نہیں ہے
اور فرمایا کہ یہ جہاں ہمہ میں کے نزدیک نہ رہتی کا جواب معلوم، کتاب، تفسیر، جملہ یہاں ہے

ہے۔ البتہ اس جواب کی حقیقت سمجھنے کے لیے اس نے قبل چند مقدمہ سے نصیحت کی ضرورت ہے۔ سب تک کہ وہ سمجھ نہ سکے اس وقت تک میں نے نصیحت کو شخصی شکل نہ دیا، اس وقت تک یہ ذرا دینی جواب نظر آتا ہے۔

پھر فرمایا کہ جب انسان دُشمن میں اختیار کا مسئلہ اٹھائے تو اس کا یہ تک پہنچنا کہ جس سے وہ مل سکتا ہے بھی ایک دشمنی کرتے ہوئے ہے۔ یہی امر ہے جس پر آپ نے اس کو اہل طعن یا حد کو تو نقد کیا۔ ضروری تھا کہ ہوتا چاہیے کہ تک و دو تک میں مسئلہ اٹھادے۔ اس لیے میرا جواب اس حد تک کہ جس سے کہ خدا تعالیٰ کے افعال اعلیٰ ہو گئی اس کا وہ دیکھ کر کہتے ہیں، چنانچہ تخلیق اختیار کو جو تقدیر سے ہے اور وہاں واقعہ یہ ہے کہ جس کو اختیار نہ دیتی ہے وہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ اہل حق میں سے تو مل سکتے ہیں، اس لیے ہم اس مسئلہ کی بنیاد پر اہل حق میں جو ہم سے زیادہ دینی تقدیر پر چاہتا ہے۔

(مجاہد سے حدیث عذرت میری ہے۔ اصرار نہ ہو سکتا تھا: ۲۳)

بیسواں اعتراض اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ساطنت چھین کر

کھڑک کو کس لیے دے دی؟

فرمایا کہ جو چیز خدا نے مساف شریف ہوا اس پر وحی ہونا ثابت ہو گا اور ہوتا ہے اور جو چیز نواسی ہو اس پر نہ ہو گی۔ جیسے کوئی بیعت نہ مل جائے سے اور نہ چھینک دیتے ہیں اور جوتے میں نلک جائے نہ کوئی گواہی نہیں ہوتی، ایسے ہی مسلمان جو حق مہبت کر سکتے ہیں ان سے نہ وہی ہے اور اعلیٰ تا کہ نہیں ہوتی، مخالف اعداء (دشمن) کے کہ وہ جب کچھ بھی رسول پر عمل کر لیں تو اللہ میں ان کو سے دیتے ہیں، اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن بن جائیں۔

(مجاہد سے حدیث عذرت میری ہے۔ اصرار نہ ہو سکتا تھا: ۲۱)

اکیسواں اعتراض اس اعتراض کا جواب کہ سود کے بند کر دینے

سے ہماری قوم پر تباہی آگئی!

مقلد وقت اس میں حلف ہیں کہ تباہی قوم کا ان سب سے ہے؟ میرے نزدیک تو اس سبب تباہی کا یہ سبب ممکن ہے، بعض قوم کے ہمارے مرتبے ہیں کہ سود کے بند کرنے سے تباہی آئی جو تو میں سود خانی

[illegible]

مہار اولیٰ آفرین بادشاہ

کے لئے ان کے لئے

ترقی خوش معاشیوں میں ہے

یہ تو دنیا کی غلطی تھی کہ سود کو ترقی کا سبب قرار دیا، دوسرے یہ کیا کرنا چاہتی تھیں؟ وہ یہ ہے کہ ترقی کا سبب روٹے ہوئے ہو سکتی ہے جس سے عام لوگ منتفع ہوں، اس لیے ترقی یافتہ ممالک قومی قومی جس کے سبب افراد کو ترقی ہو اور عام طور سے اس میں کوئی بڑا کام نہیں اور سادہ دیکھی شے ہے کہ سرمایہ قومی میں شائع نہیں ہو سکتا، اولیٰ قومی قومی کے پاس مال نہیں، دوسرے اگر ملے گا تو کون؟ اس لیے اس میں جنس لینے دے دے جنس نہیں، تو جو لیں گے وہ تو ترقی کریں گے اور جو نہیں لیں گے وہ تو ترقی نہیں کریں گے، ایک آدمی کے اوپر دوسرے کے اوپر یہ طریقہ ترقی کا نہیں ہو سکتا، ترقی کا وسیع طریقہ خوش معاشی اور اقتصاد ہے، مسلمانوں میں خدا کے فضل سے فلاح نہیں، مسلمانوں میں تازہ دہائی ہے۔ دیکھیں سب طرح کی حقوق ہے مگر بات کیا ہے کہ دوسری قوموں کو سود دیتے ہیں، اس وجہ سے ترقی آتی ہے، تو ایسی صورت ہوئی ہے کہ سود دینا چاہیے اور وہ صرف خوش معاشی ہے۔

بد معاصی کی کڑی نکتہ

تخلیص اسی جہالتی یہ ہے کہ مسلمانوں کو روپے کی ضرورت ہوتی ہے اور اپنے بھائیوں سے یا سوہت نہیں وہ اس لیے غیر قوم سے سوزی قرض لینے کی ضرورت ہوتی ہے اور تیار ہوتے ہیں اور بے سود خرچہ کرنے کی وجہ سے بینک سے کہ دوسرے مسلمانوں کے پاس روپہ نہیں ہے، ابھی میں عرض

کہ چنانچہ ان مسلمان میں بہت مالدار ہیں لیکن وہ بیچہ غریب پر معاملہ ملنے کے قرض نہیں دیتے بہت لوگ ایسے ہیں کہ خود چاہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی ادا کریں اور ان کو قرض دیں مگر مدت میں سے کر لیا لے لیں گے؟ اگر غریب معاملہ ملنے مسلمانوں میں بیچہ ملے تو خود آگے ہی میں ایک دوسرے کی حاجت پوری ہوتی رہے اور سودا بیچہ کی ضرورت نہ پڑے جو تاجی کا سبب ہے دفع ہو جائے۔

پس ثابت ہوا کہ ہر معاملہ ملنے حزل کا سبب ہے ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ کسی کا دو پیسے لے کر دینا نہیں چاہتے حتیٰ کہ اگر کسی غریب کے چار پیسے ہوں گے تو وہ بھی جان کر دیں گے اور اس کو از مر ریاست سمجھتے ہیں کہ ہم سے قرض کرنے کی مجال نہ ہوتی اسی طرح قرض خواں کہہ رہے ہیں اور یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں کہ ہماری انجمنی فریض نہیں آیا اور اسی حال میں اگر پیسے کی قسط اور پیش ہو جائے یا کوئی شادی کرے ہو تو مجبوراً وہ پیسے اگل دیں گے غرض ہر معاملہ ملنے کا مرض عام ہے۔

(تعلیم و شعائر صفحہ ۱۱)

پانچ سو اسی اعتراض۔ کیا تمام علوم قرآن شریف میں ہیں؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تمام علم حق کی طبعیات مانتیں وغیرہ سب قرآن شریف میں ہیں، چنانچہ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ ڈاکٹروں نے تحقیق کر لیا کہ مادہ منویہ میں کیڑے ہوتے ہیں، مگر قرآن مجید میں بھی یہ مسئلہ مذکور ہے اس لیے کہ فرمایا ہے: "خلقنا الانسان من علق" اور علق کے معنی جڑ تک کے ہیں، حالانکہ یہاں "من علق" کے یہ معنی نہیں ہیں بلکہ خون بست کے ہیں ورنہ برحق اس تحقیق کو قرآن شریف کا قول مانتے ہیں۔

ایک اور مسلمان کہتے تھے کہ جیسے بیویات میں نرمہ مادہ ہیں اسی طرح نباتات میں بھی ہیں اور قرآن شریف میں اس کا بھی ذکر ہے "خلقنا الانواع" مادہ "من علق" مادہ نے انسان کا ترجمہ کیا اس سے کیا امانت گذارنے کے یہاں یہ معنی نہیں ہیں بلکہ بمعنی انسان ہے۔ صاحبو! یہ طریقہ جرات اختیار کیا ہے یہ جلتے صخرے؟

واقع ہے غرور یوں ڈھکی ست

ہر تحقیق کی جستجو قرآن میں درست نہیں

اس میں بڑی دشمنی ہے اسلام کے ساتھ اس لیے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سائنس کے مسائل میں

نہیں ہوئے اور اس کو اب اس شخص بھی مانتے ہیں کہ ہم کو اب تک اس دریا کا قطرہ بھی حاصل نہیں ہوا۔ پس جب کہ مسائل صحیح نہیں ہوتے تو ان کو آپ نے کسی جدید تحقیق کو تو اپنا شریف کا واصل بنایا، مثلاً ایک حکم، مراتب میں نہ مابودتے ہیں اور سواریں بعد یہ تحقیق خالی، بت ہوئی اور دوسری تحقیق تھی ہوں تو اس میں نکتہ یہ کام الہی کی بھی لازم ہے نہ نہیں یہ ٹوٹ استدلال سے ہے۔ اھذا کے مصداق ہیں رہے ہیں، غرض یہ پوشش کرنا کہ سب چیز قرآن شریف سے ثابت ہو، بحث حاشیت ہے، بلکہ قرآن شریف کا کمال یہ ہے کہ جس میں کی وہ کتاب ہے، وہ فن میں جو اور دیگر خرافات سے خالی ہو، قرآن شریف ایک طب روحانی ہے اور اس میں وہ دیکھا ہے اور مانی بات ہے کہ جب مسائل ایسے جدید بھی سب کے سب قرآن شریف میں نہیں ہیں تو فنون، تجربے کے مسائل تو اس میں کئی ایسے ہیں تھے! (الاحسان الود کا صفحہ ۹۱)

تیسرے سوال اعتراض اس شبہ کا جواب کہ زکوٰۃ دینے سے مال کم

ہوتا ہے، بڑھتا کہیں ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو حق کر رہے ہیں دیکھتے ہیں اور زکوٰۃ دینے کے بعد پھر گنتے ہیں تو کم ہو جاتے ہیں، یہ سنا تو دور کہ نہ برابر بھی نہیں رہتے، بات یہ ہے کہ بڑھنے کی حقیقت اور غرض پر اگر نظر ہو تو یہ شبہ نہ ہوتا، مال کے بڑھنے سے غرض یہ ہے کہ وہ بڑھتا اور مال بڑھنے کا کام آئے۔ یہ نیچا اگر کسی کے پاس کم از کم رہا ہے اور اس کے کام نہ آئے، بلکہ فضولیات میں ضائع ہو جائے اور ایک شخص کے پاس ہی رہے ہوں لیکن اس کے کام نہ آئے، یہ غرض اس سے بدرجہا بڑھ کر ہے، مومن کئی آنکھوں مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ شخص ہیں اور ان کی ہر آہنی ہے مگر فرق وہاں ہے کہ ایک زکوٰۃ دینا ہے اور تمام حقوق وادب ان کرتا ہے، مومن کی جین و آرام سے زندگی گزارتی ہے اور دوسرا شخص جو حقوق وادب نہیں کرتا وہ ہمیشہ پریشانی میں رہتا ہے۔ آج چوری ہو گئی نکل کوئی مقدمہ قائم ہو گیا، نو ہزار دو گئے، اپنے پیار ہو گئے، غلام کے یہاں وہ بیہ جا رہا ہے، طیب کی فیس میں روپیہ خرچ ہو رہا ہے، اطراف میں شخص کے جس قدر آہنی ہے وہ سب اس کے کام آ رہی ہے جو مال بڑھنے سے غرض ہے وہ اس کا حاصل ہے۔

فرض اللہ تعالیٰ اس قدر دیتے ہیں اس سے زیادہ دیتے ہیں اور پھر جو لیتے ہیں وہ بھی حاد سے ہی لیے ہے۔ (ذکر الملوٰۃ صفحہ ۹۸)

چوبیسواں اعتراض... اس شبہ کا جواب کہ دیندار لوگ مصائب میں

زیادہ جھگڑاتے ہیں!

آپ کہیں کہ ہم تو کلی انگلیں اٹھاتے ہیں کہ فرما رہا ہوں کہ زیادہ کام اٹکتے ہیں، کوئی شکست سے ہوئی: ہمارے مخالف فرما رہا ہوں کہ زیادہ مصائب آتے ہیں۔

جواب یہ ہے کہ کامیابی کی قیادتِ صحیح ہوئی ہے اور ایک اس کی حقیقت و مدد ہوئی ہے، مال اور صحت اور جو دین کا سرمایہ کی بصیرت ہے ہر حقیقت اور وہ اس کی راحت و تہمت قلب ہے، مل و جزاء اور صحت سب سے حضور اطمینان اور راحت ہے، اگر سب کچھ خوشن قلب پر لٹا ہو تو اس کو قفل و نیا بھی کامیابی ہو نہیں سکتے ہیں، چاہے چاہے اور راحت ہے۔ اگر ایک شخص کے یہاں مال و دولت، حشرت و شہرت سب ہو تو اس کو پچاسی کا حکم ہو جائے اور اس سے متاثر اس ایک شخص فرض کیا جائے۔ جس کے پاس ایک چیز نہیں ہے اور رزق کی کئی اطمینان کے ساتھ دنیا بابت پالنا ہے، اس سے اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص کی تمام دولت تم کو ملے گی، اگر بجائے اس کے تم پچاسی پر چڑھ جاؤ اور یہ ترہ کو کو کو تو مل میں ہوں، دو غیر منظور رہے گا اور کہے گا کہ میں دولت کو نے ترہو ملے میں ڈالوں، گاہک میری جان میں نہ ہوگی تو ایسی دولت کو کیا کروں؟ اور اس دولت مند سے ترہو چھن جائے کہ تم کو خواہی ہو جائے مگر اس شرط سے کہ اس کا فقر و فاقہ تم کو ملے گا تو وہ خوشی سے اسی ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ کامیابی کی حقیقت مانا جاوے صحت نہیں ہے، بلکہ حقیقت اس کی اطمینان اور راحت قلب ہے۔

المسألة السادسة

پس ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اگر اہل اللہ پر فخر، فائق خواہ کسی قدر ہو، ان کا قلب پریشان نہیں ہوتا اور تاہم ان کو کئی ہی عیش و عشرت ہو، لیکن اس کا قلب ہمیشہ پریشان رہتا ہے، خاص کر مسلمان کو تو! فرمائی ہیں آراہم ملامی نہیں، کیونکہ اس کو وہاں نریاں (نقصان) کا بھی خکا لگا ہے، تو اس کا منہ اور بھی بے لذت ہے۔

اب آپ کی سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ فرمانبرداری سے روٹنا کوشش ہیسا ہوتی ہے، ظاہری مادیاتی اور تکلفاتی اس کو پریشان نہیں کرتی، کیا گراٹر چرچ مفلس ہو، یسٹن وہ ہر وقت خوش ہے کہ جب

سہیلی: اور کچھ؟ کیا ہے؟ اس کو کئی کئی مرتبہ نے جاسم سے پوچھا؟

خوف و ہراس کے لئے کہ میں ملتا ہے کہ ہمارے ہاتھ تو بچے، وہ جس کو ہم مٹھیں کر رکھتا ہے۔
 حال کا کہ بچہ کو اپنے ہاتھ لایا جا رہا ہے، پیسے قتل ہوئے ہیں اس لیے اس کا آئینہ شہر میں چھوڑ
 دیا۔ آج کل کی اس طرح کے واقعات، اسطرح میں ہوا ہو رہا ہے اور تمہیں یہ سب سوشل می
 ڈیا کی تصویریں دیکھنی پڑ رہی ہیں۔ (اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)۔

چچیسواں اعتراف اس شبہ کے جواب کہ قرآن مجید میں خمر

منظما میں کیوں ہے؟

[illegible]

تکرار مضامین کی وجہ

خدا تعالیٰ نے اس شخص کو بھی رشتہ دیا۔ یہ اپنے لیے کہتا ہے کہ "خدا نے میرے لیے ایک رشتہ دیا، یعنی میرے لوگوں کے لیے طرکِ شریعت سے اس لیے جاننا ہے تاکہ انہیں نصرت قبول ہو سکے۔"

[illegible]

ایسا حادثہ پیدا کر دے کہ جس سے وہ لوگ اس کی تربیت و مسلمان فی طرف مائل ہو جائیں۔

انسان محتاج بھی نہیں ہے

یہ حال کوئی نہ کوئی ٹھوس نہ ہو سکتا ہے اور کوئی ہے اور معنی تعالیٰ کو انسان فی کوئی احتیاج نہیں ہے۔ انسانی بالذات ہے اور نہ ہماری طرف سے ہے وہ تو خود سے ہے جو تو مہمت سے یا کسی اور کی طرف سے ہے۔ یہ بھی سوچتے ہیں اور وہاں یہ کونسی ذاتی ہے۔ اس لیے کسی نے کسی احتیاج نہیں اور مامور اس نے۔ یہ محتاج ہیں، بلکہ انسان و مہیا ہیں تو یہ محتاجات سے الگ ہے۔ اس لیے اس نے اس انسان نہ رہے تو کسی نے اس میں کوئی غلطی ہے۔ یہ سب اپنے حال پر ہیں اور وہ عالم میں ہے۔ انہی نے بھی نہ رہے تو انسان کی بددعا ہو جائے مگر اپنی نہ رہے یا آئندہ نہ رہے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور اگر انسان ایک بھی نہ رہے تو دنیا چاروں طرف سے لٹی ہو جائے گی۔ اس سے نہ صرف مضموم ہو گا کہ انسان ہر شے کا محتاج ہے۔

محتاجی کی وجہ

اور یہ ہے کہ وہ وجود اشرف المخلوقات ہونے کے یہ محتاج ہیں ہر انسان اس میں یہ ہے کہ اس کو اپنی مشرفیت پر نظر کر کے عجب نہ ہو جائے اس لیے اس پر مہمت اس کے پیچھے لگا دی گئی ہے۔ جب نماز اور شکر ہو تو خود اس کی طرف بھی نظر کرے کہ میں کیا انکسروں؟ میں تو ایک ایک چیز کا محتاج ہوں اس کے سوا اور بھی شے نہیں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ محتاج نہیں

یہ حال انسان سب چیزوں کا محتاج ہے اور کوئی شے انسان کی محتاج نہیں ہے اور نہ تعالیٰ کو انسان کی کیا احتیاج ہوتی؟ انہی چیزیں اس کو انسان خود بخود ہے، اللہ تعالیٰ کو ان کی بھی احتیاج نہیں، بلکہ یہ اس مقام و مقام اور رت ہے کہ ہر شے اپنے وجود اور مقام میں حق تعالیٰ کی محتاج ہے، جس حق تعالیٰ کے لیے اس مقام اور انسان کے حقوق ترین مخلوقات ہونے کا اقتضا و تقاضا کہ انسان کی یہ بھی نہ ہے چھتے اور ان کا محتاج نہ ہاتھ لگائیں اس سے یہ لازم نہ آتا کہ مخلوق میں نہ ہوتے، مخلوق تو نہ مری ہو گئے ہیں اس لیے یہ حقوق ہوتے تو ان کے وجود نہ لے کا طریقہ ہونا چاہتا تھا نہ مصیبت

ہوتی جزا کا اشاروں اور رموز پر خدا سوں کو چلاتے ہیں، خدا سوں کو سخت مصیبت کا سامنا ہوتا ہے اور ایک دوسری کوئی ایسا فکس نہ کرے جو اس کا خارج شمس ہو کہ شادی کو سمجھے۔

شاہنشاہ امیران کا واقعہ

علی حزیں شاہزادہ امیران کو خالق سے یہ خادمہ لسانی نام ایسا مل گیا تھا کہ اشاروں کو سمجھتا تھا ایک مرتبہ علی حزیں نے شادی دہلی سے، اور اس سے کی کہ ہم کو ایک نیک و نام کی ضرورت ہے، بادشاہ نے نیک بڑے ہوشیار شخص کو بھیج دیا

علی حزیں باغ میں چٹے چھارے یا خدمت گار بارگ کے دروازے پر تھا ایک شخص آیا اور اس نے ایک رقم دیا، اس خادمہ نے دو رقم پانچا دیا، اس میں درخت تھی کہ لمبوں سے لے کر، اے علی حزیں نے چہرہ پر مل ڈال کر دو رقم دے دیئے، یہ خادمہ سخت پریشان ہوا کہ زبان کو تو بند کر لیا اور چہرہ سے ناگواری کے آثار معلوم نہ تھے، یہ کسی بات پر گڑھے میں، اتفاق سے وہاں رضائی بھی آ نکلا اس سے خدمت گار نے سارا قصہ بیان کیا اور رضائی نے کہا چہرہ پر مل ڈال کر دو رقم دینے کا مطلب یہ ہے کہ لمبوں ترش ہوتا ہے، اسوں نے چہرہ ترش کر کے تلوایہ وہ خادمہ میں نہ کر بھاگا اور سوچا کہ میں یہاں رہوں گا تو سخت مصیبت میں رہوں گا۔

اس حکایت کا خلاصہ

یہ حکایت صحیح ہے یا غلط؟ بہر حال میرا مطلب یہ ہے کہ قرآنہ تعالیٰ بھی اشاروں سے کام لیتے تو حق تھا، لیکن مصیبت ہوتی، اور ان اشاروں کو سمجھنے والا کون تھا؟ تو ایسا نہیں کیا، بلکہ ایک مضمون کو غیب کھول کر دو دوسرے، تین تین مرتبہ بیان فرمایا اور بیان بھی اس طور سے نہیں فرمایا کہ کوئی پرچہ بھیج دیا کہ اس کے پڑھنے اور سمجھنے یا عمل کرنے میں وقت نہ ہو، بلکہ ایک عجیب اور غمزدگی کے واقعہ طریق اختیار فرمایا وہ یہ ہے کہ ایسی ذات مقدس کو بھیجا جن کی شان یہ ہے "لقد ساء خلق من ذنوب" "یعنی تمہارے پاس ایک رسول آئے ہیں، تمہاری جنس سے ایسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہماری جنس سے ہونا ایک نعمت تو ہے، اس لیے کہ اگر کسی فرشتہ جن کو بھیج دیتے تو سب حیرت ہی کہہ رہے مگر جاتے اور ان میں کچھ سنا بہت نہ دیتی۔

آج کل لوگ اس فکر میں ہیں کہ غیب کو حدیث اور شریعت کے مرتبے سے گزار کر دیکھ کر تنک پہنچا دیں گو یا اس صفت کو نہ مانا جاتا ہے جس کے جوہر اور اہل حق میں واسطہ اضافت زوئی ہے،

اور محنت کر لے تاکہ شریعت کی حمایت سے سراسر انحراف نہ ہو۔

[illegible]

ستائیں صواب اعتراض۔ یہ دیکھ کر مجھے یہ غصہ نہیں کا جواب!

1.2

[illegible]

॥३॥

اور سب گفت سے کہیں اس کی تہ سوسنی ہے کہ جو رتوں کو پر و کر یا باجے۔ یہ کہہ کر اس نے صورت کو مٹا کر لہجے میں اس کے حق امانت میں چھپا کر لی چڑا کے ہیں تو اس کے ساتھ چوہہ کہ جو صورت کو پر و کر دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اس نے کہا جاتا ہے کہ کھانے کی پر و کر نہ دے، بیٹھنے کی جگہ نہ دے، پیر و کر اس کا جو دیا گیا ہے۔ اس کو تو اس پر و کر کر دے۔ تو صورت کو پر و کر کر دیا تو اس کی دلکشی ہے کہ وہ پر و کر میں رہنے کی جگہ ہے۔

یہ قوی و فاعل ہے جس کو سورتیں پرانی ہیں سے ترقی علم — کیا ہوتی ہیں، ملک نے کجائی
 واپس آئی۔ اس لئے قوتان جیوں قوموں کی عورتیں پر انھیں کتے سے تعلیم یہ فاعل ہوتی ہیں، یہ
 ہر جہاں کے ہونا مشق ہی قوت و فاعل ہے۔

پردہ تعلیم کے لیے مستتر نہیں

میں بات یہ ہے کہ تعلیم یافتہ ہونے میں پرہیز ہے پرہیز کو کوئی دشمن نہیں، بلکہ اس میں بڑا فاضل قیود ہے، اگر کوئی قوم کی عورتوں کی تعلیم پر توجہ نہ دے تو وہ پردہ میں بھی تعلیم سے نکلے ہیں اور نہ ہے پردہ میں بھی کیا تعلیم ملے گی، بلکہ عورتوں کو اپنا کھانے پینے کا بندھن نہیں دے دے گا، جو کچھ ہے، بلکہ تعلیم کے لیے نہ کوئی امر نہ تھا، ذیل کی ضرورت ہے اور نہ اس کے لیے کوئی بندھن ہے، اس وقت کے سرکاری نظام کے لیے کوئی تباہی کا شے یہ کہہ سکتے ہیں جیسے کہ جیسا کہ اس کا بھی طرح انداز ہے۔

پردہ کی وجہ

جس عورت کا پردہ میں رہنا تو طلبہ کے لیے ممکن ہے نہ مانع نہ معلوم لوگوں کی عقلیں کیا ہوئیں؟ جو پردہ کو تعلیم کا ممانع سمجھتے ہیں، انہیں ہوسہ سہادت کے لیے بڑا زیادہ کی ابتدا ضرورت ہے، مگر عورتیں ناقص عقل اور کم ہوش ہیں، ان کے لیے سیر و سہادت سے تجربہ نہیں ملتا، یعنی اخلاق ترقی نہ ہوگی، بلکہ آزادی اور شہوت پرستی کے لیے سیر و شہادت نے عورتوں کے ہاتھ میں طلاق نہیں دی، کیونکہ یہ ایسی کہ حاصل نہیں کہ ذرا سی بات پر آئے۔ اسے باہر ہو جاتی ہیں اور عورتوں میں کسی بہت بڑی بات پر طلاق کا قصد کرتے ہیں، وہ بھی بڑا اس میں سے ایک دردناک واقعہ ہے، عورتیں جو عورتوں سے بدلتی ہیں پر خبر کرتے ہیں اور عورتوں کے ہاتھ میں طلاق ہوتی تو یہ ہر صیغہ شوہر و عورتوں کے کرتی شادیوں کرتیں۔

جس عورتوں کے لیے یہی سیر و سہادت کافی ہے سچے گھر میں، میں پھر یہ کہیں، جن تجربوں کی ان کو ضرورت ہے، وہ گھر میں رہ کر ان کو حاصل ہو سکتے ہیں، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ فکر حقیقت میں سے اچھٹے تو مردان کو بھی اس کی ضرورت نہیں، اگر سیر و سہادت چاہتے ہو تو وہ بھی آپ کے اندر سوجا ہے، اس کے آنکھوں سے دیکھو، وہ تم کو اپنے ہی اندر یہ تماشا نظر آئے گا کہ دنیا کے پھول پھولانہوں سے مستفاد ہو جائے گا۔

تم است مگر پے کشد کہ چہ سر ز سخن در آ
تو ز فحش کہ نامید در دل کشد نگین در آ
چوں گوئی دوست دوست جھمکا، چہ حاجت مست
خلوت کرید، چہ تماشا پہ حاجت مست

(معدہ ہر؟ مال مست: ۱۰)

جواب نمبر ۲۰ پر دو کی اہمیت

مردود کو قلم نہ ماری:

”اے لعل! بھروسہ نہ کرنا، یہ تو میری بات ہے۔ یہ تو میری بات ہے۔“

[illegible]

”کی صفوحہ میں اللہ کی شہادت تھی اور وہ... مکہ کا وہیں جہیزیں جانیے اور یہاں رہاؤں
میں رہاؤں اور یہ...“ جانی تو کھڑکیوں پر تھی کہ میں وہاں پہنچا اور میرے پاس سے تڑپا کھڑکیوں پر بیٹھا
وہ... تھک چکا ہے اور اور اپنا کپڑا اتار دیا۔ بڑھاپے... ہاں غایب رہا تو کچھ حرج نہیں، لیکن اگر
حالت میں بھی رہے، واقعہ نسبت کو ظاہر نہ کریں۔ مثلاً اگر وہیں مکان کہ ان میں رہ رہنا جاتا ہے
ورق نکال دیا ہے۔“ کی کہ اللہ تعالیٰ... دار الخیر“ یعنی یہ وہ کپڑے تھے کہ اگر کوئی بھٹے سے نہیں تو میں
کے لئے اور بہتر ہے۔

نیکو پسند ہو کر اس میں شہنائے لیے یہ حکم ہے کہ تو اسے ڈانڈا اور سے بچاؤں مگر تو اس کو کہاں
 اجازت ہوگی کہ دودھ دے کے دشتہ ماروں کہ نہ بٹے نہ کاڑ آیا؟ اسطور سبکی اندلیہ و سہم سے
 زہرا و دھوئی نہ بچاؤں نہ کا مارو جسور دھوئی نہ بٹے نہ کاڑ توں کو پہاڑ کرتے تھے۔
 اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آج کل جو بعض نو قلم نویس قلمبے ہیں کہ بہ و ضرورتی شخص
 ہے اور ایسا پردہ و آرائش و حدیث سے ثابت نہیں ممکن ہے کہ یہ ہے کہ ان لائقوں نے قرآن
 و حدیث کو دیکھا ہی نہیں، نہ دیکھا کیسے ہے کہ کوئی اختیار دیکھ لیا، اگرچہ عربی نہ ہو، تو شعری
 و قیام و غیرہ۔

مستحق واک۔ یہ پڑا جو تین کل مروج ہے یہ قرآن سے بھی غایت ہے اور حدیث سے بھی غایت ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے قیل: عورت کے حضور جھٹی اندر یہ اسلمو، وہ اس کے پیچھے سے خدا کا۔

خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے عورتوں کو آنے دیتے تھے اور قرآن میں اگر نکرہا ہے؟ پھر جب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود سے مردہ کراہی ہو تو کون سے حکم ہے اور کون سا رشتہ دار ہے اس سے یہ تو بڑی چیز ہوگی؟ خود کوئی شام کو یا چہ پچھلے وقتوں کی چٹائی۔ اگر وہ مرد مرے ہو جائیں۔ یہ انکار و تہمیت کہ عورتوں کو نہ صرف یہ کہ پرہیز نہیں ہے۔

ہم نے یہ تا کر تیار کر لی کہ یہ ہے لیکن تم کو دوسرے کی یہ خبر نہ آ کر کہ وہ بھی پاک ہے تو تو یہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نے کھلم کھرا کر دیا۔ یا جو ایک یہ پاک تھا چہرہ میں سے یہ یہ تہمت یا ماریہ پاک صاف ہوتے تو حق تعالیٰ ضرور ان کا نام لکھ دیتے کہ فلاں شخص پاک ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قول

یہ رکھو! اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے کہ کون پاک ہے اور کون نہیں ہے؟ انبیاء و عترة و اولاد تو نبیوں کے ہوتے، حضرت یوسف علیہ السلام کا وجود نبی ہونے کے لئے تھا، انہوں نے کہا: "یوسف علیہ السلام لا غبارہ منہ" وہ پاک ہے۔ لیکن میں اپنے نفس کو ہر کی بھی نہیں کرتا ہوں، نفس تو میری بات کا حکم کرنے والا ہے، مگر میں میرا رب و رحمت فرما دے گا وہ مستحق ہے۔

نفس کی پاک کا دعویٰ

اب بتا دیے کہ کس کا منہ ہے جو کہے کہ میرا نفس پاک ہے، مجھ کو یہ اوسو نہیں آتا اور اگر ایسا اشیاء ہوتا ہے کہ وہ عارضی حالت ہے، چنانچہ ہمیں بزرگوں کو اس میں دھوکا بھی ہوا ہے کہ انہوں نے جب دیکھا کہ ان کو دوسرے نہیں آتا تو یوں کہے کہ ہمارا نفس مڑکی ہو گیا ہے، اسی لیے انہوں نے غیر محرم کے اختلاط میں کوئی پاک نہیں کیا اور پھر کسی قدر میں مبتلا ہو گئے، خود وہ وقت قلب ہی کا ہوا یہ کارگزاری، یہ عیان کی بات کہ اس ترکیب سے کہاں سے کہاں تک لایا؟ اسی واسطے حق تعالیٰ نے اول یہ تہذیب بتلائی کہ نکاحی رکھو! اگر بعد مدت تم کو کسی غیر کے سامنے آتا ہے تو نکاح چنگی اور کپڑوں میں نہایت کراؤ، یہ نگاہ بظاہر ہے بہت خفیہ لیکن اصل تا سر پھل پھل کی یہی ہے، جیسے کام ہے کہ بظاہر بہت ہلکی چیز ہے، لیکن سختیوں پر یہیں کا فٹا ہو جاتا ہے، اسی طرح نظر بھی ہے کہ مگر یہ کچھ تو پھر آئندہ واسن اللہ شہید، اسی واسطے اول اسی کو روکا ہے۔

ازدواج و طہارت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا پروردگار

و یقیناً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگیوں سے تو زیادہ کوئی عورت نہیں ہو سکتی ہیں، جس کو فائدہ نہ ہو۔
ہوں میں سے تو کوئی فائدہ ہوگا کہ پند و نصیحت دہا کر رہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسا شخص تھا جس کا ایک مرتبہ صلہ سلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، ازدواجی مقصد سے، رضی اللہ عنہ میں سے مایہ نازت ملا، انہیں یہ حال نکلا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں گھس گھس کر صلہ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تر پر" میں نے یہاں نہیں لے کر لیا، یا کہ پاروں میں ملو، ورنہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملو۔
یہاں "وہ سب" ان کے ساتھ رہا، نہ کہ "وہ" یعنی انہیں بھی اللہ ہی وہاں کو بھیجی نہیں سوا۔
"یہو" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسا کہ امیہ بن ابی سفیان، مری مرقہ کا بیٹا تھا، یہاں یہاں
کان روہہ کے ساتھ تھا، "یہو" بھیجی گئی، یہاں رہتا تھا، یہاں (مصلحہ صحتی)۔

انھار کیسواں اعتراض..... علم و ترقی سے ماننے نہیں ہیں!

جواب:

لوگ علم و ترقی سے ماننے کہتے ہیں، آفاق میں اس کو فروغ کو دینا، چاہتے ہوں اور اس وقت میں ترقی کی ضرورت ہی پر ایمان کروں گا، اس پر جھٹل میں پوچھنے کو یہ ظاہری اور ترقی کا بیان! میں نے کہا کہ سب تو ترقی کو صرف عقلی ضروری ہی کہتے ہیں اور میں اسے شرعی غرض بہت ہوں اس پر اور بھی حجت ہوئی میں نے کہا حق تعالیٰ فرماتے ہیں "وَلَا تُقْبَلُ لَهُمْ سَوْآتُهَا" (سختی) "یعنی ہر قوم کے لیے ایک بہت قبلہ ضرور ہے جس کی طرف وہ منہ کرتے ہیں، میں ایک دوسرے پر سبقت کرو۔

اس آیت میں حق تعالیٰ نے ہم کو استقامت کا حکم دیا، ہمیں اسے حق ایک دوسرے پر سبقت کرنے کے ہیں۔

تو اب جو لوگ علم و ترقی سے ماننے کہتے ہیں وہ ان پر کتنا ہی اعتراض کرتے ہیں انھار جس چیز کا قرآن میں امر ہے، علم و ترقی کا حال کو اس سے ماننے کہتے ہیں؟ اس ترقی کا ضروری ہونا تو مستحق یہ ہے، البتہ اس کے طریقے میں اختلاف ہے، جھٹل میں کہتے ہیں کہ اس طرح ہم میں وہی طرح ترقی کر،

اور علماء کہتے ہیں کہ جس طرح قرآن ہے، اسی طرح ترقی کرو۔ مگر قرآن میں "ف۔ منو" کے ساتھ "الاحیر" کی بھی قید ہے، جس کا حاصل یہ ہوا کہ نیک کاموں میں ترقی کرو۔

اب اس اختلاف کا فیصلہ بہت جلد ہو سکتا ہے، آپ یہ ثابت کرویں کہ جس ترقی کے آپ خواباں ہیں اور ترقی فی التفریح ہے تو اس کا فوراً لیٹا ہوں کہ علماء آپ کو اس ترقی سے منع نہ کریں گے اور اگر ترقی فی التفریح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوں گا۔ مذموم ہونا تمام عقائد کے نزدیک مسلم ہے۔ اور نہ پھر ایک ڈاکو کو بھی یہ کہنے کا حق ہے کہ مجھے ڈاکہ سے کیوں مٹ گیا جو اسے تیس ترقی کا طالب ہوں، بھلائیے اسے کیا جواب دیں گے؟

ترقی محمود و مطلوب ہے

ظاہر ہے کہ اس سے یہی کہا جائے گا کہ تیری یہ ترقی محمود نہیں بلکہ ترقی نہ موسم ہے جو کہ ہرے طریقے سے حاصل کی جاتی ہے، مذموم ہوا کہ ترقی مطلقاً مطلوب نہیں بلکہ وہی مطلوب ہے جو محمود ہو۔ مذموم نہ ہو جس اب یا تو آپ ثابت کریں، جس ترقی کے آپ طالب ہیں وہ محمود ہے، مذموم نہیں، یا ہم ثابت کریں کہ ترقی محمود وہی ہے جس کی ہم تعلیم دے رہے ہیں اور یہ ترقی مذموم ہے جس کی تعلیم آپ دے رہے ہیں۔

اس تقریر سے بہت جلد کچھ مجھے اور افراد کراہیہ کا واقعی علماء کو ترقی سے اختلاف نہیں بلکہ اس کے طریق تحصیل سے اختلاف ہے، کیونکہ ان طریق نے خرافات شروع ہونے کی وجہ سے اس ترقی کو ترقی فی التفریح کا مصداق بنا دیا ہے۔

غرض دوسری قوموں کی ترقی دیکھ کر مسلمانوں کے منہ میں پانی بھرا تا ہے اور وہ ان کی ہر حالت کو ترقی میں داخل سمجھ کر اختیار کرتے جاتے ہیں، کبھی ان کی صورت، موضوع کو اختیار کرتے ہیں کہ شاید اس کو ترقی میں داخل ہو، کبھی عورتوں کے پردہ کو اٹھا، چاہتے ہیں کہ یہی ترقی سے مانع ہے، اگر عورتیں آزاد ہوں گی تو عوام صنعت و حرفت دیکھ کر خود بھی ترقی کریں گی اور ان کا کو بھی ترقی یافتہ بنائیں گی۔

ایک صاحب نے میرے سامنے یہی دلیل بیان کی تھی، میں نے کہا کہ مسلمانوں میں صرف شرعاً کی عورتیں پردہ نشین ہیں جن کی تعداد ہندوستان میں بہت کم ہے، زیادہ تعداد تو چھوٹی قوموں کی ہے اور ان میں پردہ کا پیش سے روایع نہیں ہے، اگر بے پردگی کو ترقی میں کچھ داخل ہے تو ان قوموں نے کیوں نہ کر لی؟ پس اس کا جواب کچھ نہ تھا، وہ میرے منہ کو کھٹکتے تھے۔

جواب دو علماء مرعی علیہ السلام

چہ سب سمجھتے ہیں عزتِ اترتی حاصل نہ ملتا چاہیے اور اس کے ساتھ ہی علماء پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ علماء و ترقی کے مانع ہیں، میں کہتا ہوں کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ عزت حاصل کرنا چاہیے اور علماء اس کے مانع نہیں ہیں اور علماء جیسے مانع بھی ہوتے ہیں مگر کچھ مانع نہ ثابت کرتے ہیں۔ اس کو ہنرِ سامولوی مانتے والا ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "لَا تَزِدُ الْعُقُومَ عُقُمًا وَلَا تَضَعُ الْأَسْنَانَ إِلَّا عَلَىٰ أَعْنَافِهِمْ" یعنی اندھ بلی کے لیے ہے عزت اور اس کے دوسرے مصلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور وہ دشمن کے لیے بھلا جس شخص کا اس آیت پر ایمان ہو گا وہ ایسے کسی کی افقی کرے گا پھر جلد میں انکار کیا۔

بات جو ہے کہ ان کی بات چاروں صورتوں میں سے کوئی ایک نہ ہو سکتی ہے بلکہ ہر ایک صورت میں ترقی سے روکتے ہیں۔

[illegible]

۱. ملک کا آب و ہوا

میرے ایک ہم وطن دانش سہار پور سے میری خبر دینے والے لکھتے ہیں کہ ان کی گاڑی میں سٹیل سے ساز ہو گئے، اتفاق سے میں بھی ٹھنڈا جا رہا تھا، لیکن روایتی کے وقت تو ان سے کوئی بات ہوئی نہیں، اس لیے کہ خیال ہوا کہ یہ تو گاڑی میں موجود ہیں، اس لیے ان سے اطمینان سے بات کر رہا ہوں، گاڑی کے کچھ پہنچانے کے لیے آئے تھے ان سے باتیں کرتا رہا، جب ریلر جھوٹ ٹی گاڑی کی طرف متوجہ ہوا، میں نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میری گاڑی سب سے کہاں گئی ہے کہ آپ میری گاڑی سے مل سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ گاڑی میری گئی، یہ تو روڑ کی موٹی ہوئی سیدھی لکھ پٹی تھی، یہ سن کر بہت پکڑا اور روڑ کی کامیاب تھا، ان جھلس میٹروں کو یہ مرض ہے کہ پہلے اساتھ نہیں لیتے اور دھاتی اور روٹی دار آخر کیا پیسنے کو خلاف تہذیب سمجھتے ہیں، ایک عجیب روڑ ٹوٹا ہی سفر کرتے ہیں، ایسے ہی وہ بھی تھے، خیر اور روڑ کی اترے، پھر ان سے آخر شب

میں میرے پیچھے ہیں، دیکھتے! میں ان کے رقبے میں سوار ہونے کا اور میرے جانے کا خلاف نہیں تھا، بلکہ افسوس کی نگاہ سے آپ کے طریق میں غلطی کی۔

پس حنا کو اگر کہیں طالبان ترقی پر اعتراض کرتے ہوئے سنا ہے تو اس کا مطالبہ یہ نہیں کہ وہ ترقی کے خلاف ہیں، ان کا مطالبہ یہ ہے کہ جس طریق سے آپ ترقی کو حاصل کرنا چاہتے ہیں یہ طریق اس کا نہیں ہے۔

ترجمہ نہ دی یہ کعبہ اس حروفی
کہیں رواد کہ تو میری پہ ترستان ست

علماء بتانے والے ہیں

طریق اس کا وہ ہے جو مولوی بتاتے ہیں خدا اور رسالہ نے جو نہ پڑا ہے وہ طریقہ ہے جو مولوی ہے چار۔ یہ تو سرکاری علم کے منادی کرنے والے ہیں امتدادی کرنے والے۔ سے آخر کوئی معارضہ اور مناظرہ کرے تو وہ یہی کہے گا کہ میں منادی کرنے والا ہوں مجھ سے غلط نہ کرو۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے چڑا ہی کہنا لایا اور اس سے مبادتہ کرنے گئے تو ایسے شخص پر وہ جبر قائم ہوں گے، ایک تو قتل نہ کرنے کا، دوسرے سرکاری آدمی سے مقابلہ کرنے کا، پس یہ دور کھو کر یہ علماء سرکاری آدمی ہیں، ان سے ستاعت کرنا جرم ہے۔

غرض طریق ترقی کا وہ نہیں جو آپ قوموں نے اختیار کیا ہے، ترقی اور عزت حاصل کرنے کی ضرورت تو مسلم ہے، لیکن طریقہ یہ نہیں ہے۔

اب میں اس کو بیان کرتا ہوں مگر اس کی تحقیق کے لیے اول یہ سمجھنے کی عزت حاصل کرنے کی غرض کیا ہے؟ درد و کیوں ضروری ہے؟ مولوگ تو ترقی اور عزت کے طالب ہیں کہ اس کی غرض محض یہ انجام ہے مگر میں اس کی اصل وجہ بیان کرتا ہوں کہ اس کی کس لیے ضرورت ہے؟

انسان کا مقصد

اصل یہ ہے کہ عقلی طور پر انسان کو وہ چیزیں ضرورت ہے، منافع کو حاصل کرے، اور مضرت سے بچے۔ آدمی جو کچھ کرتا ہے، اس کی غایت صرف یہی ہوتی ہے کہ وہ منافع کی تحصیل ہو یا مضرت کا دفع، مثلاً کھانا کھاتا ہے تاکہ بھوک کے ضرر سے بچے اور قوت کی منفعت حاصل ہو، دوا کرتا ہے تاکہ مرض دور ہو اور صحت حاصل ہو، غرض جو کچھ کرتا ہے یا تو جلب منفعت کے لیے یا دفع مضرت کے لیے اور دوسرا قاعدہ عقلی یہ سمجھو کہ ضروری چیزوں کے طریقے بھی ضروری ہوتے ہیں، ایسے

جانب منفعت اور دفع مضرت جس نہایت سے حاصل ہو وہ بھی ضروری نہیں اصولاً ایسا کام ہے کہ مال و جاہ کا حاصل ہونا مال و اصل میں دفع کی تکمیل کے واسطے ہے اور جاہ و اصل دفع مضرت کے واسطے ہے، مگر کبھی کبھی جاہ سے ضررے میں بھی پڑنے کا احتمال ہے انھیں وہ بحیثیت جاہ ہونے کا خطرے کا سبب نہیں ہوتی، اس لیے کہ جاہ کی مدد انہ خطرات سے بچانے والی ہے، لہذا سبب دفع فی الظہر و کالت جاہ و دفعی ہے مثلاً بعض :- لو توں نے پتھر میں تو گئے اور از سر پہنچے تو یہ ایسا جہاد کے سبب سے نہیں ہوتی، جاہ کے سبب وہ نہ تے نہ تے نہ تے، ورنہ طلب پورا ہوتا تو اس کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکتا، اسی واسطے حق تعالیٰ کو کوئی کچھ نہیں کر سکتا، اس لیے کہ غلبہ و عزت غیر محسوس اور کامل دین میں ہے لیکن جاہ و دنیا ایسی شے ہے جو بہت سے مصائب اور خطرات سے آتی ہو جاتی ہے مثلاً آپ ہم اہل ایمان سے بیٹھے ہیں، کوئی ہم پر فتنہ نہیں کر سکتا، بیگم میں نہیں بگاڑ سکتا، تو اس کا سبب کیا ہے؟ لیکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عزت عطا فرمائی ہے، بخلاف ان لوگوں کے جن کو عزت حاصل نہیں ہے، پولیس نے حکم دے دیا کہ وہں ہمارا کو بیچا رہیں پکڑ لاء، پھر اسے چاروٹا چار آئے ہیں، پس جاہ اور عزت کی غرض مضرت سے بچنا ہے۔

عزت و مال مطلوب ہیں

اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ عزت اور مال دونوں مطلوب اور محمود ہیں، مہربان عزت اور مذموم نہیں ہیں اور جو مال و جاہ کی مذمت کرتے ہیں، ان کا عنوان تعبیر مختصر ہونا ہے، مقصود وہ مذمت کرنا جب مال اور حسب جاہ کا ہے اور جب بھی وہ جو حق تعالیٰ کی محبت سے بڑھی ہوئی ہو کہ ان کی ہوس میں اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یکس پشت ڈال رہے، چنانچہ ارشاد ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي وَأَطِيعُوا أَمْرِي وَأَطِيعُوا أَمْرَ اللَّهِ وَاتَّبِعُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ تُخِشُّونَ كَمَا ذُكِّرْتُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ عَلِيمٌ
 وَلَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ إِذْ أَخَذَ مِنْهُ الْمِيثَاقَ أَنْ يَتَّبِعُوا أَمْرَهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ فَقَالَ لَهُمْ: "اتَّقُوا اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ يَخْشَى الَّذِينَ يَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أَسْوَءُ مِنْ سَوَءِ مَا يُحِبُّونَ كَمَا ذُكِّرْتُمْ" فَتَقَرَّبُوا إِلَيْهِ غَيْرَ سَبِيحٍ
 صاف سمجھا جاتا ہے کہ مذموم اور مکی حد مال ہے نہ جاہ اور نہ حسب مال، نہ حسب جاہ، بلکہ مال اور جاہ کی حسب حضرت ہے جو اللہ کی یاد سے غافل کروے اور اس کے مقابلہ میں دین کی بھی پروا نہ دے، عزت اور آبرو کی ایسی حفاظت کرے کہ دین رہے یا جائے، مگر بات نہ چاہے۔

جیسے ایک شخص دین میں سوار تھے، انہوں نے نماز نہ پڑھی اور کہتے تھے کہ میں نے نماز اس لیے نہ پڑھی کہ ہندوؤں کا مجمع تھا، مگر ان کے سامنے نماز پڑھنا تو دلوں کیجئے کہ ٹھیک، بیٹھ کر تا

ہے؟ اور اس سے اسلام کی اہانت ہوتی، مستغفر اللہ! یہ اس شخص کا گمان فاسد تھی مگر وہ نماز پڑھتا تو زیادہ عزت ہوتی۔

حکایت وزیر بھوپال

ایک وزیر اعظم ریاست بھوپال کی حکایت ہے کہ کسی بڑے حاکم کا پیچھے دور ہاتھ نماز کا وقت آ گیا بڑے بڑے امراء وزراء، شریک تھے، ان میں نمازی بے نمازی سب قسم کے تھے، سب یہ سمجھے کہ یہاں سے اہمنا بڑی سبکی کی بات ہے، اس لیے سب سناکت بیٹھے رہے، وزیر صاحب نے کھڑے ہو کر کہا کہ حضور! نماز کا وقت آ گیا ہے، ہم نماز پڑھیں گے، حاکم نے بہت خوشی سے کہا کہ ضرور چڑھ لیجئے اور وزیر صاحب کھڑے ہوئے اور لوگ بھی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے، دور پارشی میں بڑی شان و شوکت سے نماز پڑھا، عزت ہوتی۔

دین سے بے رغبتی

دیکھئے! عزت یہ ہے، آج کل یہ حالت ہے کہ گودین جانتا رہے مگر ہماری آبرو و عزت مزموہ میں فرق نہ آنے پائے، ہماری آمدنی میں فرق نہ آنے پائے، چنانچہ مختلف تدبیروں سے خواہ وہ جائز ہوں یا ناجائز، کوئی مال بڑھا رہا ہے، کوئی چاندی کی ٹکڑی میں ہے، عورتیں زیور کے بڑھانے کی ٹکر میں ہیں، اسی طرح جاہ کو مختلف تدبیروں سے حاصل کرتے ہیں اور اس کو ریاست سمجھتے ہیں، آج کل ریاست کا حاصل کیا ہے کہ اپنے دباؤ اور زور سے غریبوں پر ظلم کرنا کسی کی گھاس پیچھن لی، کسی کی زمین دہائی وغیرہ، غرض عزت کے مقابلہ میں جب دین کی پروا نہ کی تو کیا عزت ہے؟ ہاں! یہ بھیڑیے کی عزت ہے، اگر ابھی بھیڑیا آ جائے تو سب کھڑے ہو جائیں، خواہ وہ یہ سمجھے کہ میری قیسم کو کھڑے ہوئے (حالانکہ لوگ اپنی حفاظت کے لیے کھڑے ہوں) واللہ! ان امراء اور خاندانوں کی ایسی ہی عزت ہے کہ لوگ اپنی پیادگی وجہ سے ان سے ڈرتے ہیں، ورنہ ویسے تو کوستے اور گالیاں ہی دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس کو غارت کر کے۔

عزت ہے اللہ والوں کی کہ ان کے لیے جان تک فدا کرنے کے واسطے لوگ حاضر ہیں، پس حقیقی عزت یہ ہے کہ دلوں پر قبضہ کرے اور دلوں پر سکہ جمائے، سو ایسی عزت اللہ والوں کی ہے۔

(العزۃ صفحہ ۱۳)

انہی سوال اعترض اس تکلیف کلام اور مشہور اعتراض کا جواب کہ

فلاں بات خلاف عقل ہے، اس لیے قابل قبول نہیں!

ہمارے بھائیوں نے ایک سبق پڑھ لیا ہے جو بات ان کی سمجھ میں نہ آئے، کہہ دیا کہ یہ خلاف عقل ہے، اس لیے قابل قبول نہیں اور گنگے نصوص میں تخریف و تاویل کرنے، چنانچہ ان کے نزدیک صراط پر چلنا بھی خلاف عقل ہے اور ساری معاویات اور معجزات خلاف عقل ہیں تو اس طرح انہوں نے عقائد میں بھی اکتساب و انتخاب کرنا شروع کیا، اب ایمان کے معنی وہ نہ رہے جو پہلے تھے، یعنی "لنصدقن بما جاء به النبی صلی اللہ علیہ وسلم" بلکہ معنی یہ ہو گئے کہ "لنصدقن بما اوفق عقل من جاء به النبی صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی ان کے نزدیک ایمان کہتے ہیں اس چیز کے ماننے کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ باتوں میں سے ان کی عقل کے مطابق ہو۔

میں کہتا ہوں کہ یہاں دو مقدمہ ہیں، ایک تو یہ جو بات شریعت میں عقل کے خلاف ہے تمہاری عقل کے یا سب عقائد کی عقل کے دوسری شق تو مسلم نہیں کیونکہ علماء و راہبہن کی عقل کے سامنے اہل دنیا کی عقل کچھ حقیقت نہیں رکھتی، وہ ان کو خلاف عقل نہیں کہتے اور ہر زمانہ میں ان مسائل کو ایسی صورت پر تسلیم کرتے آئے ہیں، جس صورت سے شریعت میں تعلیم دی گئی ہے، چنانچہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین و علماء و صلحاء و جمہم اللہ تعالیٰ امت سب ان کا اعتقاد ظاہر کے مطابق رکھتے آئے ہیں، اگر یہ کہو کہ تمہاری عقل کے خلاف ہے، تو اس صورت میں صغریٰ تو مسلم، مگر کبریٰ مسلم نہیں کہ جو تمہاری عقل کے خلاف ہو وہ غلط اور ناقابل قبول ہے کیوں کہ قوانین سلطنت میں بہت سی باتیں تمہاری عقل میں نہیں آتیں، مگر تم قانون والوں کی عقل پر اعتماد کر کے ان کو تسلیم کرتے ہو، اس کو بھی جانے دو، میں تمہیں سے پوچھتا ہوں کہ ماں کے پیٹ سے تم جس طرح پیدا ہوئے ہو کیا تمہاری عقل میں آتا ہے؟ واللہ! ہم کو اس پر حیرت اس لیے نہیں ہوتی کہ رات دن اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے، اگر اس کا مشاہدہ نہ ہوتا اور صرف بیان سے یہ طریقہ معلوم ہوتا تو ہرگز عقل میں نہ آتا۔

نسانیا کی پیدائش

اس کا انتقال اس صبح ہو گیا ہے کہ خدا ایک نور نیرودہ چنے کی سطح میں مگرانی کر دے وہ یہ بات سننے پر دیکھنے نہ پائے کہ بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر آتا ہے اس کے بعد آپ اس کو قلعہ اور سائیں اور حب سب کچھ پڑھائیں مگر یہ نہ پڑھائیں جس میں مرقی واروت کا ذکر ہو، پھر سب وہی اسے اور ان کے اراکین ایسے ہی ہو جائے، اس وقت اس سے کہو کہ تم بھی ہے تو کہو کہ پیدہ ہوا تھا اور اس سے بیان کر دو کہ اول تیرے باپ تیرنی ماں کے پاس گیا تھا جس سے تمہاری پیدائش ہوئی کہ تیری ماں کے پیٹ کے اندر جو دم ہے اس میں گرے تھے، پھر دم کے اندر مرقی کی پیدائش ہوئی کہ خون بڑا اور غریب سے، پھر غلط، پھر غلط، پھر گوشت میں بڑیاں بنیں، پھر جسم کا بنا تیار ہو گیا تو اس میں رزق پڑی، جس کی پیدائش مراد تک خون دم سے ہوئی وہی وہ پھر نور ہوئے بعد تو شرم کا مار سے نکلا اور اب وہ خون دم رازد کی شکل میں ماں کے پیٹان میں "کیا جس سے دو برس تک پیدائش پاتا رہا" (الی آخرہ) تو میں سچ کہتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور تعظیم کی تھی "پ" کی مخالفت کر کے کا اور کہے گا کہ ایک قدر ہے ایسے نسیں جسم کو جتنا، پھر اس کا شرم گاہ سے جو نہایت تک راستہ ہے نکل آنا، عقل کے بالکل خلاف ہے۔

اب بتا دیجئے کہ اگر یہ تہہ وہ من لیا جائے کہ یہ بات جس کی عقل میں آئے وہ غلط ہو کر رہے تو پھر آپ کا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا نہ طے نہ بات یہ ہے کہ آپ خلاف عادت کو خلاف عقل کہتے ہیں جیسے نور انبیا و پچہ جس کی انبی مگرانی کی گئی ہو جس کا اوپر ذکر ہوا، ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کو خلاف عقل کہے گا۔ کیونکہ اس نے یہ بات سمجھی دیکھی یا نہ سمجھی اور آپ اس کو خلاف عقل اس لیے نہیں کہتے کہ آپ کو اس کی عادت ہو گئی، اور نہ آپ بھی دیکھتے جو کہ کہتا ہے اور ظاہر ہے کہ خلاف عقل کا وقوع نہیں ممکن

خلاف عادت اور خلاف عقل میں فرق

تو معلوم ہوا کہ آپ خلاف عقل اس باتوں کو بھی کہتے ہیں جن کا وقوع مشاہدہ و حواس سے تو وہ خلاف عقل نہ ہیں، معلوم ہوا کہ آپ وہ عقل خلاف عادت کو خلاف عقل کہہ رہے ہیں اور کہیں بات کے صحیح ہونے کے لیے خلاف عادت ہونا معترض نہیں اور نہ یہ مانا ہوئے کی دلیل ہے اور نہ پھر اس کے لئے کہ قول کو بھی من لیا پچہ ہے جو اس کے پیٹ سے نسانیا نے پیدا ہونے کو نہ کہنا تھا۔

اور نیز بہت سی باتوں کو جنہیں آپ چار دن پہلے مستحبہ اور محال سمجھتے تھے اور آج ان کا عکس پارہ ہو رہا ہے، غصہ کہنا چاہیے! جیسے دہلی کا ایک ٹھکانہ میں 60 میل طے کرنا اور 5 منٹ میں لندن سے تار کٹے نہ پید سے خراب ہونا وغیرہ وغیرہ۔

اس کے علاوہ دنیا میں بہت سے امور عادت نے خلاف ہوتے رہتے ہیں۔ جس سے سرملی کا ایک بچہ دیکھا جس کے چار ہرے اور آٹھ کل دہلی میں روڑا کیاں بڑی ہوئی لڑائیاں میں دیکھی تھیں، جن کے تمام اعضا، جدا جدا تھے مگر سر جڑی، دوتی تھی اور پیٹا بے گادائیں اٹک تھی، مگر پیٹا بے گادائیں ایک کمرے سے تھا۔

لو جلتا ہے کیا خلاف عادت کے لیے بھی کوئی ضابطہ ہو سکتا ہے؟ جس کے اوپر جان کر کے بعض امور کو نہ مانے اور کسی کے انتہائی کہنا جائے چونکہ یہ خلاف عادت ہے اس لیے ہم نہیں مانتے! صاحبو! آپ کا حرم سے وجود رکھنا بھی خلاف عادت ہے، کیونکہ عادت کا منتہی تو یہ ہے کہ ہر شے اپنی اپنی حالت پر رہے جو معصوم ہے بعد میں رہے اور جو سچو ہے وہ نیکی قرار دیا جائے اور اس کے خلاف مشابہت ہو رہا ہے اور ہر معصوم وجود میں آتا ہے اور لاشوں میں جو معصوم ہوتا ہے اس کے خلاف مشابہت ہو رہا ہے اور ہر معصوم وجود میں آتا ہے اور لاشوں میں جو معصوم ہوتا ہے اس کے خلاف مشابہت ہو رہا ہے اور ہر معصوم وجود میں آتا ہے اور لاشوں میں جو معصوم ہوتا ہے اس کے خلاف مشابہت ہو رہا ہے۔

خلاف عادت اور خلاف عقل میں فرق

اب دوسرا مقدمہ یہ سمجھ لیجئے کہ آپ خلاف عادت کو خلاف عقل کہتے ہیں اور ان دونوں میں فرق نہیں کرتے، حالانکہ یہ بڑی سخت غلطی ہے۔ سنئے! میں اس کا فرق بتاتا ہوں، خلاف عادت تو وہ ہے جو عقلی ممکن ہو مگر مشاہدہ کرنے والی وجہ سے دشوار و مستحب معلوم ہو جائے اور خلاف عقل وہ ہے جو عقلاً ناممکن ہے، یعنی عقل کے استحصال پر دلیل قائم کر کے اور استحصال کہتے ہیں اجتماع عقلمیں کو، تو خلاف عقل وہ ہے جس کے ماننے عقلمیں کا ایک کھل میں، ایک آن میں ایک جہت سے جمع ہونا لازم آتا ہے اب چرچوں، محاورات کو سمجھو کہ اور وزن اخیال وغیرہ کو خلاف عقل سمجھتے ہیں، وہ وہ ممانی کر کے ان کے استحصال پر دلیل قائم کریں اور بتائیں کہ ان کے ماننے سے اجتماع عقلمیں نہیں ہوتا، لازم آتا ہے! نتیجتاً وہ مرکز کوئی دلیل عقلی ان کے استحصال پر قائم نہیں کر سکتے، نہیں بہت سے بہت بھی نہیں کہہ سکتے، وہ دوتی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیونکہ یہ بات ۱۹۵۱ء کی نظیر دکھائی دیکھیں آج کل تمام شہادت کا حاصل یہ ہے کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی اس لیے یہ کہاں ہے اور جو عقلی امکان کا کر رہا ہے، وہ اس کی نظیر دکھانے کا عجب اندھیرا ہے۔ یہ نظیر پر مشبوت شے کو توقف تالیا جاتا ہے اور

جس چیز کی نظیر نہ ملے اس کو خلاف عقل اور عاقل کہا جاتا ہے، لوگوں کو شہوت کی حقیقت ہی معلوم نہیں نظیر پر شہوت کا موقوف سمجھتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ جو صنائع و درگاہا تہائے میں زمانے میں ایسا یا مثلاً یہ ہونے میں کیا جس زمانہ سے پہلے کسی سے جان و ن کی نظیر تھی؟ اور اگر نہ تھی تو کیا اس وقت یہ خلاف عقل اور عاقل نہیں اور عاقل نہیں تو پھر آج اس کا مقرر کیا کرنا ہوا؟ معلوم ہو کہ کسی شے کا مکان نظیر کے ملنے پر موقوف نہیں، تو خوب سمجھئے کہ کسی علمی یا شہوتی نظیر کے ملنے پر موقوف نہیں بلکہ کلیہً موقوف تو صحیح اور غلط کے لیے ہوا کرتی ہے، اسی شہوت کے ساتھ نظیر کو پیش کرنا کرنا لازماً نہیں، خصوصاً اپنے مدعی کے ذمے ہو کسی امر کا ثبوت ہے کہ اگر نہ ہو کہ وہ اس خلاف عادت یا طور و عیار کے واقع ہو یا قیاسیت میں خلاف عادت ہوں، ہوا کہ اس کے ذمے اس کی قیاسیت نہ ملے بھی نظیر کا پیش کرنا لازماً نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کو اپنے مدعی میں تصریح کرنا ہے کہ مدعی اپنے نظیر کی کیفیت کے ساتھ تصدیق ہے، اگر نظیر کا پیش کرنا مدعی کے ذمے کسی درجہ میں لازم بھی ہو سکتا ہے تو صرف اس مدعی کے ذمہ ہو سکتا ہے جو اپنے دعویٰ کو موقوف عادت بتلائے اور جو فرق عادت کا مدعی ہو اس سے نکلے کا مطالبہ کرنا صحیح ہے۔

لوگوں کا موجودہ لائق

اب میں آپ کو شہوت کی حقیقت بتلا رہا ہوں، جس کے زمانے کی وجہ سے لوگوں کا نہ اقل یا اکثر کیا ہے کہ آج علم اسے صحیح کی نظیر کا سواں ہوتا ہے، شوق القہر کی نظیر کا سواں ہو رہا ہے، اس سے یہ عقلی مسئلہ ہے کہ کسی شے کا صحیح ہونا یا کسی امر کا واقع ہونا نصیر پر مرکوز موقوف نہیں، چنانچہ جس کو عقلیات سے کچھ بھی من ہے، وہ اس کو جانتے ہیں کہ مدعی اگر نظیر جان کر دے تو یہ اس کا تخریج ہے، بلکہ شہوت خبر کے لیے وجہ و اس کی ضرورت ہے، ایسا بھڑکنا ممکن ہونا، دوسرے بھڑکنا سادق ہونا، ایسی بات سے ذمہ دار ہم مجھرت اور محاورات کے متعلق وہ باتوں کی ثابت کرنا ہے، ایک یہ کہ وہ فی نقاب ممکن ہوں، دوسرے بھڑکنا سادق نے اس کے وقوع کی خبر دی، وہ ان دو باتوں کے ثابت کرنے کے بعد کسی کو تخریب کا حق نہ ہوگا۔

دینی امور کی دلیل

اب ہم مصریہ وغیرہ و صراط و ازمن و احوال وغیرہ کے حوت پر دلیل قائم کرنے، جس کے یہ سچاوت اور محاورات کی نقد ممکن ہے، یہ تو دلیل کا پہلا مقدمہ ہے، اگر کسی کو اس مقدمہ میں کام ہو تو اس پر لازم ہے کہ ان کے اقتدار پر دلیل تو ضرور ہو، اور نہ کوہ مکان پر دلیل تو ضرور ہے کہ

خطہ درست کسی ہے، کیونکہ امکان ہی کوئی ملے شکر ہوئی، یہی امتحان ہے، لیکن یہ امتحان کیا
میل سے اور وہی معصوم ہو چکا ہے کہ امتحان آج ہے یہی امتحان ہے، لیکن یہ امتحان ہے کہ امتحان
میں جاتے دیکھ دے، تو جس کو ان امور نے، وہ ان میں کلام ہو وہی ثابت ہے، کہ ان میں
وہی امتحان ہے، لیکن اس طرح لازم آتا ہے؟

دوسرے عقیدہ یہ ہے کہ جس سرگرمی کے ذریعے کوئی غیر صادق و کذاب ثابت ہے اور ان کے بھرتے اور ایسے کے ذریعے کوئی غیر تجسس و ساقی نے ہی بے یاس و امور و قیامات ہیں۔ ان عقیدہ سے جس فکر کوئی کھام نہ کہ تو اس کو کہ وہ بے شمار ہے، وہی نیکو کا حق نہ کہ دوسرے کے نہیں۔

پل صراط پر چھٹنا

مثلاً اگر کوئی کہے کہ چل سراپا پر پہننا مٹھن کے خلاف ہے، مجھ میں نہیں آتا تو میں کہوں گا کہ اگرچہ میں سمجھ میں نہیں آتا مگر اس میں کیا حتمہ ہے کہ آپ بائبل چڑیہ تو آتے ہیں؟ یہ بائبل نہیں، درحقیقت صادق اس کے دعوت کی خبر دے رہا ہے تو یہ انکار دینی کیا ہے؟ اگر کوئی کہے کہ تو اس کو یہ حق تو ہے کہ امکان کو رد کرے اور حتمہ کو ثابت کرے، یاد دہانہ یہ مقدمہ میں کلام کر رہا ہوں کہ یہ بظہر صدق کی غلطی نہیں، تو ہم دلیل اختراع نہیں کرتے۔ بے نیار ہیں اور حکام انشاء کو ظلم اللہ ثابت کرنے بھی تمام سے زائد ہے، درحقیقت یہ دونوں باتیں ثابت ہو جائیں پھر ہم نظیر پیش کر سکتے ہیں۔ درحقیقت میں وہ تو نظیر ہم کو ظہور بھی ہو تو سب نہیں دیکھیں گے، لیکن یہ یاد رکھو کہ یہ ہمارے ذہن نہیں کہ ہم اپنی سب معصومات آپ کو تہا دیں، ہاں! اگر ہم یہ ثابت کر دے کہ مسئلہ کے زمرہ نظیر کا پیش کرنا ضروری ہے، تو جب ثابت کر دے، اس وقت دیکھا جائے گا، وہ دونوں اس کے زمرہ زدہ کے ساتھ جواب نہ دیتے، یہ عوام کو زیادہ تر جواب دینے والوں میں سے خواہم کہ ہے، اگر وہ جو جوابت میں سے تھا نظیر میں بیان کرنے لگے، عوام سمجھے کہ یہ بھی عجیب کے ذمہ ہے تو اس کا فیصلہ کرنا اس کو مسترد کرے۔ اس لیے ہرگز نہیں اور جو دعوتی پروگرام کر رہا ہو، لیکن تو اس کے لیے دلیل مطروحات جو تمام حقائق اور معروضات میں رہی ہیں، سکتی ہے اور جو انتہائی آج کل بیان کی جاتی ہیں، میں نے یہ دیکھا تو نظیر سے جواب دیا جاتا ہے، اور صبر نہیں ہے۔

سُکسی واقعہ کا ثبوتِ نظیر پر موقوف نہیں

اب میں عقاید ثابت کرتا ہوں کہ کسی عقیدہ کا ثابت ظہیر پر موقوف نہیں، مگر یہ اس کا یہ ہے

کہ یہ ظاہر ہے یہ نظیر بھی آیت واقعہ سے میں چڑھتا ہوں کہ اس کے لیے بھی نظیر کی ضرورت ہے یا نہیں؟ وہی ہندو، اُمریز نظیر کے لیے نظیر کی ضرورت رہی تو تسلسل میں مازم آگے کا اظہار سے ایک جہتی بھی ثابت ہو سکے گا اگر ہاں کر ظہر دے کہ اس نظیر کے لیے کسی نظیر کی ضرورت نہیں تو معلوم ہو کہ کسی واقعہ کا ثبوت بہ وہ نظیر سے بھی ہو گیا، تو پہلے ہی کے لیے نظیر کی کیوں ضرورت ہے؟ جس طرح قرآن اخیر میں آیت واقعہ کو یہ نظیر مان لیا تو پیسے ہی کو یہ نظیر کیوں نہیں مان لیتے؟ غرض کسی دین سے مسئلہ کے اسے نظیر کا بیان کرنا نہیں ہے، اب اس پر جان کر دے تو اس کی شافقت ہے اور اس کا موقع اس وقت ہے جب کہ سرکس اسٹل کے مقامات پر کام کرنے سے عاجز ہو جائے اور تسلیم کرنے کی واقعی دلیل سے یہ دعویٰ ثابت ہو گیا اور مجھے اب اس کی کوئی حق نہیں اس وقت اس پر یہ تقریب فہم سے ہے کوئی نظیر دے دے تو اس کا افسانہ ہے اور اس پر نظیر پر ثبوت دعویٰ و موقوف تعلق ہے تو مسئلہ نظیر پر کون سا بنانا ہے۔

پس صراط کیا ہے؟

چنانچہ اس وقت میں دعوت میں صراط پر واپس قائم کر کے ان کی ایک نظیر ماننا ہوتا ہے۔ اول میں صراط کی حقیقت سمجھئے۔ مگر یہ کہہ دینا ہوں کہ یہ مضمون مختص ہے اس حوالہ پر میں صراط کو سمجھنا واجب نہیں، اصل تو یہ ہے کہ آج کی دنیا جتنے ختمیہ رکھے، باقی بعض طرح ضعیف ہوتی ہیں۔ ان کے لیے مثالیہ مضمون بیان کرنا ہوتا ہے۔ اگر وہ اس طرح بھی مل صراط کو سمجھیں تو حسن کچھ نہیں مگر لازم بھی نہیں، لازم تو ہی ایمان مان لیا ہے، اس سبب کے بعد کہتا ہوں کہ اول اس کی حقیقت سمجھو! جس کے لیے میں یہ مقدمہ سنو! کہ اس عالم کے ہر ایک عام اور بھی ہے، مسلمان تو اس کا انکار نہیں کر سکتے اور مخالفین اگر نکار کریں تو ہمارے پاس ان کے جواب کے لیے وہی دلیل مصرع ہے جو اوپر مذکور ہوئی کہ دوسرے عالم کا ہونا ممکن ہے، کسی کو ادا کیا پر گم ہو تو دلیل متنازع قائم کرے اور جس ممکن کی خبر خبر صادق سے وہی ہو وہ ثابت ہے، جس دوسرا عالم ثابت ہے اور خبر کے حد حق ہونے کو ہم دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں۔

دنیویں اختلاف حالات

دوسرا مقدمہ سنئے کہ عام کے اختلاف سے بعض لوگوں اور حالات بدل جاتے ہیں اس کی بھی دلیل تو وہی ہے جو مذکور ہوئی اور تقریب فہم کے لیے آیت نظیر بھی ملتا ہوا ہے، جیسے عالم کے بدلنے

سے بھی دنیا کی سرعامات بدن چلتے ہیں مثلاً یہاں اس وقت رات ہے اور ایک اقلیم میں اس وقت دن ہے، یہاں آج کل گرمی ہے اور کسی اقلیم میں اس وقت سردی ہے۔ دہلی بہ انڈیا میں صبح کا دن ہے اور بعض اقلیم میں چوبیس کی رات ہے اور یہیں سے معلوم ہو گا کہ قرآن میں نزول کیا ہے کہ عالم غربت کا ایک دن بڑا درجہ کے برابر ہے اور اس پر بعض ملک جیتے ہیں تو یہ ان کی حماقت ہے اس میں سہارا دینا ہے؟ جب عالمہ یا جی میں اٹھم کے بدلتے ہیں تو یہ بات مشہور ہے کہ بعض ملک چاروں کان ہوتے ہیں تو وہ دنیا کی نہ مگر کے بعد عالم غربت میں اگر بڑا درجہ کے برابر کیلئے دن دو تو کیا عجیب ہے۔؟؟

تیسرے مقدمہ میں ہے کہ اختلاف کی کوئی حد نہیں۔ نہ یہ مضبوط ہو سکتا ہے، یہ مقدمہ یہ بھی بہتر نتائج لیں نہیں اور جو شخص کسی حد پر پہنچا، اختلاف کی کوئی حد نہیں اور اس سے آگے اختلاف ہو۔ یہ بات مشہور ہے دوسرے پر لیں تو قدر ہے۔

چوتھے مقدمہ میں ہے کہ ممکن ہے کہ جو چیزیں ہیں جن میں دو اس عالم میں جا رہو یہ سوچنے والے اس کا فکریں ہونا بھی ظاہر ہے، یہ تو مسلم ہے کہ ایک آن اور ایک نعل میں شے واحد عرض و عرض نہیں ہو سکتی، مگر یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شے میں عرض ہو اور دوسری جگہ جو ہر جگہ کے لئے اس سے اختلاف پر کوئی دلیل تو ہم نہیں، مگر کسی کے پاس دلیل ہو پیش کرے۔ اور اس میں اس کے طور پر اس کو یوں سمجھئے کہ اس زمانہ میں بعض آلات کے ذریعہ سے قیامت و برودت وغیرہ کا وزن ہوتا ہے حالانکہ پہلے نکل کر ان کا متولد کیف سے بکھتے تھے، جن کے لیے وزن اور مقدار نہیں ہو سکتی مگر اس زمانہ میں ان کے لیے وزن ہونا ثابت ہو گیا، اس لیے میں تو کہتا ہوں کہ فنی یعنی فی ایجادات ہیں، سب معادلات کے سمجھنے کے لیے سمجھیں دیکھ میں اپنا بچہ "گراؤٹون" یا تھج کے بولنے پر جڑی و نعل ہے، کیونکہ "گراؤٹون" میں تو وہ بھی نہیں اور گرام ٹرا ہے تو معشاء نہ فی سے بولنے میں کیا عجیب! "ہمن میں حیات کا تلبیس ہے!"

ایک حدیث کی تشریح

اسی طرح ایک حدیث میں ہے جو نسائی میں موجود ہے کہ معمرہ رضی اللہ عنہ نے مسلم نے مسعود کہ اس کے موقع پر علم، یہ کہ میں نے مسجد کے دروازے کے قریب دنے دو دروازے کو دیکھا جن میں اس پر پشت تھے کہ جنت دو دروازے تو آسمان و زمین سے بڑی نکالی جاتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا کہ یہ کچھ دیکھو؟ اور اصلی حالت پر نہیں دیکھو؟ مگر خدا تعالیٰ نے ان کو اور دین کو دیکھا کر کے اس اعتبار کو دیکھا کہ ان کو دین میں بڑی سے بڑی شے دیکھنا کر کے دیکھا، یہ بتاتا ہے اور خود

کہ چکا ہوں۔ مگر اس میں دیکھا گیا تھا، اس لیے تجویز بیان کر رہا ہوں کہ خیر جس طرح بھی کام چلے
ایمان ہے۔

شریعت پر عمل

تو سنئے پہلی صراحت کی حقیقت شریعت ہے ”کما قال اصحابہ“ کما قال اصحابہ من النعماء“ میں
ایمان میں اس کی نظیر شریعت ہے، اتنا فرق ہے کہ یہاں یہ فرض ہے اور وہاں جائز ہے۔
بن جائے گی، باقی ان تمام صفات میں یہ اس کی نظیر ہے، جیسے وہاں سے بار یک اور کونو سے تیز
ہے، جس پر چلنا دشوار ہے، وہی طرح طریق شریعت نہایت ہار یک اور نازک ہے، جس پر
استقامت کے ساتھ چلنا بہت مشکل ہے، ایک کام نہیں کیونکہ شریعت مقدسہ کتب سے علم و عمل سے تو اس
پر چلنے کے لیے اوقاتوں کی ضرورت ہے، ایک قوت غلبہ کی، دوسری قوت عمل کی، قوت علیہ کا
تعلق عقل سے ہے، اور قوت عمل کا ارادہ سے، کچھ عقل بعض مفید ہیں اور بعض معجزہ اس میں کہیں تو
جیل منفعت کی ضرورت سے اور کچھ دفع مضرت کی اور جو ارادہ جب منفعت سے متعلق ہو اس کو
قوت شیعہ یہ کہتے ہیں اور جو دفع مضرت کے متعلق ہو اس کو قوت غصہ کہتے ہیں، تو شریعت پر چلنے
کے لیے تین قوتوں کی ضرورت ہوتی، قوت غلبہ، قوت شیعہ، قوت غصہ، یہی اصول اخلاقی
کہلاتے ہیں، کچھ ان میں سے ہر ایک کے تین درجے ہیں، اور اوسط فقرہ اور قوت اور شریعت نام
ہے تو سب کا، شریعت میں فرض عقل سے کام نہیں چلنا، نہ فقرہ سے کام چلنا ہے، بلکہ قوتوں
ضرورت ہے جس کا نام حکمت ہے اور قوت منافیہ کا نام جہد ہے، یہ نہایت معنی ہے، جب عقل
بہت زیادہ جاتی ہے تو ہر چیز میں احتمالات عقلیہ پیدا ہونے لگتے ہیں جس سے آدمی دھکی ہو جاتا
ہے، جیسے اہل فلسفہ میں ایک فرقہ ”الاعراضہ مشہور ہے کہ وہ کسی حقیقت کا وجود تسلیم نہیں کرتے اور
کہتے ہیں کہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم ایک چیز کو دور سے دیکھ کر آدمی سمجھتے ہیں اور وہ دیکھنا نکلتا
ہے، بہت لوگ ایک شخص کو حسین سمجھتے ہیں اور بہت سے اس کو بد صورت سمجھتے ہیں، بعض لوگ ایک
چیز کو مٹھا مٹھاتے ہیں اور بٹا بٹا اس کو کڑوی مٹھاتے ہیں، اسی طرح مسائل عقلیہ میں کوئی ایک
دیکھ کر صحیح سمجھتا ہے کوئی غلط اور جب انار سے حواس ظاہر داور باطن میں اتنا اختلاف ہے اور کئی ان
سے غلطی بھی ہو جاتی ہے تو یہ اطمینان ہے کہ جس کو ہم نے آدمی سمجھا ہے وہ واقعی ہی ہے مگر حائض
اور جس کو ہم زہین سمجھتے ہیں وہ زہین ہی ہے آسان نہیں ممکن ہے کہ ہماری نظر نے غلطی کی ہو۔

لیکن ان کا یہ حال تو دیکھنا کہ ہر بات میں ان کو شک ہے اور شک میں بھی شک ہے، تھوہر شک و

شک علی انہ شاک۔

عقل کی مثال

جو منتر ہے یہ عقل۔ جب پرستی ہے تو اتد پریشان کرتی ہے کہ زندگی چلو کر رہتی ہے اور بھی وہ ہے بیت سے عقلا۔ کہ چاہو نہ کی کہ انہوں نے عقل سے ادکام پر جو جس کی مدد سے آئے تھا اور ہر چیز کا اپنی مدد سے آئے نکل رہا منتر ہے۔

میں تو عقل کے متعلق ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ یہ ان کی ہے جیسے گھڑا میں پانی ہے۔ اے اے کے ہے اب تین قسم کے ڈب ہیں۔ ایک دو دو گھڑا ہے پر سوار ہو کر پر تک پہنچنے اور پھر پہاڑ پر بھی ان پر سوار ہو کر چڑھنے لگے یہ عقلی پتہ ہیں۔ ضرور کسی سیدھی اور پتہ حالی پر سوار اور گھوڑا دونوں گھڑا کے اور ایک وہ ہیں جو یہ سمجھ کر کہ غم پر سوار ہو کر کام دیر ہی نہیں تو اس سے صاف بڑبک پر بھی کام لیتے کی آیا ضرورت ہے؟ وہ غری سے پھول چاھے۔ مقبہ یہ ہوا کہ پیر ٹنک پہنچ کر توقف گئے۔ یہ بھی نہ چاہے کہ تو ان دونوں کی رائے غلط تھی، لیکن جماعت نے اس سے نواب با کاوتجہ کہ اخیر تک اسی سے رستے ملے کرنا چاہا اور دوسرے نے اپنا کام سمجھ کر پہاڑ تک بھی اس سے کام نہ لیا۔ صحیح بات یہ ہے کہ گھوڑا پر تک تو کار کا ہے اور پہاڑ پر چڑھنے کے لیے بکار ہے۔ اس نے لیے کسی اور ساری کی ضرورت ہے۔ یہی عقل کا حال ہے کہ عقل سے بالکل کام نہ لینا بھی جو وقت ہے اور انہیں تک کام لینا بھی غلطی ہے۔

یہی عقل ہے کہ کام تو نہ کرنا ضرورت کو سمجھو اور "کلام اللہ" کا کلام اللہ ہونا معلوم کر لو۔ اسی سے اسے فروغ میں عقل سے کام نہ لینا چاہیے۔ بلکہ اب خدا اور رسول کے احکام کے آگے گردن جھکا دینی چاہیے، ان کی حکمت عقل میں آئے پائے۔

قانون سلطنت کیوں مانتے ہیں؟

دیکھئے! قانون سلطنت کے منہا نے کی راہ صحتیں ہیں۔ ایک یہ کہ پیسے یہ سمجھ دیا جائے کہ "چورج پنجم" بادشاہ ہے، اس کے بعد تمام احکام کے متعلق یہ کہ دیا جائے کہ یہ بادشاہ کے احکام ہیں اس لیے ماننا پڑے کہ تو یہ صورت آسان ہے اور تمام حقائق مایہ نسی کرتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک عقل "چورج پنجم" کو بادشاہ مان کر پھر بھی ہر قانون میں دیکھنے کے کہ جس اس وقت وہ نہیں ماننا پڑتا ہے اس شخص کا کیا حال ہوگا؟ ظاہر ہے کہ ہر جگہ ذلیل ہوگا اور عقلاؤں کیس کے جب بادشاہ کا بادشاہ ہونا مسلم اور اس قانون کا قانون سلطنت ہونا معلوم تو پھر

نے کسی کو طریب سے اٹا تا تو اس میں لپٹا، انہیں دیکھا اور نہ کوئی اس سے الجھنے لگے تو متھاؤ نہ کر کچھ توقف نہ تے ہیں اور طریب بھی صاف کھلنا ہے سنا کر تم میرے پاس نہجو کو بھیج بھیج کر آئے، تو جو شخص میں تجو بزرگ رہا، اس میں تم کو چوہا، چراگیا کوئی حق نہیں اور اگر چوہا، چراگیا کرتے ہو تو اس سے مٹی یہ ہیں کہ تم مجھ کو طریب نہیں سمجھتے، پھر میرے پاس کیوں آئے تھے؟ اور اس سے اس جو اب کو تمام عقائد میں کہتے ہیں پھر جرات ہے کہ رسول کو رسالہ تسلیم کرنے اور کلام اللہ کو کامیاب ہونا ماننے، لے کر بعد عقل و ادب کے جو کچھ نہ کیا وہ نہ اور بات بات میں الجھا جائے کہ یہ غلط عقل ہے، ہم اسے کیونکر مان سکتے؟

رسول ماننے کا ماحصل

صاحب! اگر تم نے رسول کو رسول مان لیا ہے تو ہر بات کو بلا چون و چرا مان لینا پڑے گا اور یہ کہنے کا حق نہ ہوگا کہ ہماری عقل میں یہ بات نہیں آتی، ورنہ اس کے لیے مٹی ہیں کہ تم نے اس تک رسول کو رسول ہی نہیں سمجھا اور کلام اللہ کو کلام اللہ ہی نہیں مانا، انہوں نے دنیا کے کاموں میں عقل کی ایک حد بنا کر اور طریب کو طریب مان لینے کے بعد اس کی تجویز میں عقل کو دخل نہ دیا جائے اور امور آخرت میں اس کی کوئی بھی حد نہ ہو !!

عقل کو چھوڑنا پڑتا ہے

صاحب! جب دنیا کے کام بدوین میں سے نہیں چل سکتے تو عقل کو ایک حد پر چھوڑ دیا جائے اور بلا چون و چرا دوسرے کے اقتدار کیا جائے تو آخرت کا کام بدوین اس کے کیونکر چلے گا؟ کیونکہ دنیا کی چیزیں تو دیکھی ہوئی بھی ہیں، ان میں کسی قدر عقل چل بھی سکتی ہے، پھر بھی ان کو چھوڑ کر کاہلین و ماہرین کی تقلید کی جاتی ہے اور آخرت سے تو ہم سب اللہ سے ہیں وہ بال بدوین تھیدوں کے کیسے کام چلے گا؟ اور اگر اس میں عقل سے کام لیا گیا تو وہی مثال ہوگی جیسے ایک اندھے نے کہا تھا کہ یہ تو بڑی میز می کھیر ہے، مثلاً وہ دوسرا کہتا ہے کہ ایک لڑکا اپنے اندھے حافظ کے بے گھر سے کھیر کی وجہ سے آؤ، پوچھا کہ کھیر کیسی جوتی ہے؟ کہا: سفید جوتی ہے، حافظ جی نے سیاہ و سفید میں کیوں فرق کیا تھا؟ ان کے نزدیک تو نہ کوئی چیز سفید تھی، نہ سیاہ و نہ کونکہ آنکھیں بند تھیں، تو آپ پوچھتے ہیں سفید کبھی ہوتا ہے؟ اس نے کہا: جیسے پکا! حافظ جی نے پوچھا: "پکا کبھی ہوتا ہے؟" لڑکے نے ہاتھ کوع کی طرح ہود کر کہا کہ: یہ ہوتا ہے؟ حافظ جی نے جواب دیا تھا تو پھر کراں شکل سے تصور آیا تو کہنے لگے جوتی! یہ تو بڑی میز می کھیر ہے، میرے گلے میں کیونکر اترے گی؟

خود کہئے: جو چیز آگھ سے نہ تھیں، داس میں عقش سے کام لینے کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ معمولی سے میرے بچے کے لئے
سے کیا بن گیا؟ داس میں چہ نہ، انھنے کی بھی عفت نہ تھی اب دو گے میں چھٹے گئے۔

محض عقل کو فی نہیں

تو دینی اندھے کو کوئی یہ مگر بھگ نے کو عقیدہ رکھ لیا ہوا ہے؟ اگر جانور میں ساری حواس میں ان
سوق میں رہیں تب بھی نہیں کہہ سکتے ہیں، بس اس کا طریقہ تو یہ ہے کہ کسی شے کو اس کے
تقصید کر لی جائے۔

اسی طرح اگر ہم کسی دینی کو جس نے بھی آم نہ سالیانہ، آج کا مروجہ چاندنی و بکھو ہو۔
کا یہ بکھو نہیں

! تم کہیں گے کہ آم بیٹھا ہوتا ہے، وہ کہے گا کہ احمدیہ روز گزرا ہے میں نے آم ایسا
ہی ہوتا ہوا دکھا۔

صاحب! اس کو بھگ نے کو ضرر پہنچا ہے کہ آم لا ترا ہے کھاد اور اگر یہ نہیں تو پھر اس کو تصدیر
ہن لینا چاہیے اور اپنی عقل سے اس کی نظیریں نہ نکالنا چاہئیں، اسی طرح اصرار "خیرت کو اگر
پوری طرح سمجھنے کا شوق ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ موت کے حکم ہو، مرنے کے بعد صراط
اور وزن و ثقل وغیرہ کی۔ اب حقیقت مرے گئے جانے کی اور اگر کوئی ایسی شے سمجھنا چاہے ہیں ہوتو
ہیں کہ ۳ چار دیکھیں کہ قرآن اور رسول نے جو کہہ دیا ہے اس کی تصدیق کرنا اور ان کی نظیریں
در یافت کرنے کے دو پہلوئے مسائلوں سے تم "خیرت کی حقیقت ایسی ہی سمجھو گے جیسے مخالف
نے فکر کو مزہ اٹھا ہوا تھا۔

اس خوب سمجھ لو کہ عقل کی یہ حد ہے، داس سے بڑھ کر عامتر ہے اہلہ۔ نے بھی تو اس کو عقل رکھ
ہے اور اس میں شمار کیا ہے، کیونکہ افراد عقل کا نتیجہ آدم و حنہ کے میں انقلاب، داس سے تصدیر
و مخالف دونوں ضعیف ہو جاتے ہیں، قاری کی حکایت ہے کہ ایک شخص ملو و بچتا ہے، تاہم اس سے
پوچھا: کہ "سبح الصلوٰۃ" تو ملو کس طرح بچتا ہے، اس نے جواب دیا: "کہا: مذاق" کہ
یہ راجح میں اتنا دے ہوں، تو آپ کہتے ہیں "استنک من الکعبہ و نجسہ عن الکعبہ"
میں تو کعبہ سے سوال کرتا ہوں اور تم کہتے: ہے جواب: "تو ہے، آپ ملوائی سے اچھو گئے، اس کو
مصل کا بیٹھ کہتے ہیں کہ ہر وقت ای کے پکر میں رہے۔

افراط عقل کا نتیجہ

چنانچہ افراط عقل کا یہ نتیجہ تھا کہ خدا نے انبیاء، مجسم اسلام کا شاہکار بنا کر اور جب وہ جزیرہ کوئی
اس کی نوبت کا تو قمر کو کیا، مگر کہنے کے چیلوں کے اسے کی ہیں، اور کوئی کی ضرورت نہیں
”حسن حسنا معاً“ کا حکم ہے۔ مگر تو اپنے کو حکمت سے سبب بنالیا ہے جس کو سوائے اسے
لوگوں کے حق میں ذرا ہے۔ اور اس کا عدد ۱۰۰۰۰۰ ہے۔ اس کا مطلب ”یہ ہے کہ اپنے طریقہ کار سے ہو گئے اور
یہ سمجھے کہ علوم و فنون عقل سے باہر ہیں چنانچہ انبیاء، مگر خدا نے جو تحقیقات بیان کی ہیں ان میں
جی طور پر کہ میں ہیں کہ آج مسلمانوں کا ایک ادنیٰ مذہب ہم بھی ان پر ہوتا ہے۔ یہ ایسا انفرادی عقل
ہے اور ایک بے آفرینہ کا درجہ یعنی عقل کی کمی اس کو ساقط کرتے ہیں شریعت میں وہ لوگوں اور بے پروا اور
مذہب ہیں۔ بلکہ مطلوب تو اسے جس کو حکمت کہتے ہیں۔

قوت شہوانیہ

دوسری قوت شہوانیہ ہے۔ اس میں بھی تین درجے ہیں۔ ایک انفرادی جس کا نام فحش ہے، شریعت
میں یہ بھی مطلوب نہیں، کیونکہ اس کا بوجھ مشق ہے اور ایک تقریب ہے کہ آدمی نہ مردانہ یا عورت
ضروری اختیارات سے بھی محروم ہو جائے۔ یہ بھی مطلوب نہیں، کیونکہ اس سے ہمت اور حوصلہ بہت
ہو جاتا ہے اور انہماکی اور تخلیق عاید مقنن ہو جاتے ہیں جو بڑا نقص ہے اور ایک بے قیود
جس کا نام لذت ہے۔ یہ مطلوب ہے۔

قوت غصہ

تیسری چیز قوت غصہ ہے۔ اس میں بھی تین درجے ہیں۔ ایک انفرادی جس کو غصہ کہتے ہیں کہ
موقع سے موافق کام نہ کیجئے اور حادثہ جو پیش آئے جیسے آج کل اور ہمارے کہ جس طرف
چلتے ہیں جو میں اندھے بن کر چلتے ہیں۔ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ اس جو میں سے نفع ہو گیا نقصان آیا
بھی شریعت میں معصوب نہیں اور ایک بے تعریف جس کو جمن اور بزدلی کہتے ہیں کہ موقع اور
ضرورت کے وقت بھی ہمت سے کام نہ لیا جائے جیسے بعض لوگ اپنے ذرا پوک ہوتے ہیں کہ کام
کے سامنے ادب اور قہر یہ سے بھی اپنی حاجات کے ہر ٹوک کر سکتے ہیں یہ بھی مطلوب نہیں اور ایک
اور تو یہ کہ جس کا نام شجاعت ہے۔ یہ مطلوب ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ضرورت اور موقع پر

جوش ظاہر نہ ہونے جہاں تقع فائزین غالب ہو اور نہ موقع جوش سے کام نہ لیا جائے جہاں شریعت کی
یکہ اسید شریعت بخش نقصان نہی نقصان ہے۔

اشفاق پسندیدہ

غرض وفاق پسندیدہ کے اصول تین ہیں۔ حکمت، محنت، شجاعت اور ان کے مجموعہ کا نام بدل
ہے اور یہی شریعت کا اصل ہے اور قرآن میں فرمایا ہے "و کنت من حجتنا ختم نعمة و سنا"
اس سے بھی حل مراد ہے مطلب یہ ہے کہ ہم نے نیک انسان شریعت دے کر ہو کر سراپا بدل ہے
امت وسط یعنی امت عالم غالب۔ ایک مستدرک اور سن لیجئے کہ وسط دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وسط عقلی
ایک وسط عرفی، وسط عقلی وہ ہے جو عقل پر مبنی ہو و قاضی تقسیم نہیں ہوگا اور ایک وسط عرفی ہے
جیسے کہ آج کے یہ ستون مکان کا وسط ہے تو دو وسط عقلی نہیں، کیونکہ دو تو منقسم ہے اس سے
اگر بھی ایک بڑا کس اور ایک دہیں اور ایک بیچ میں نکل سکتا ہے، پھر وہ وسط عقلی کہاں ہوگا عقلی
وسط تو وہ ہے جس میں راس و پاؤں کچھ نہ نکل سکے، وہ ایسا وسط ہمیشہ غیر منقسم ہوگا۔

پس کچھ لوگ شریعت اس وسط کا نام ہے، اس میں افراط و تفریط کا ذرا بھی کام نہ ہو، بلکہ عین
توسط ہو، یعنی وسط عقلی و اس شریعت ہے اور یہی کہاں ہے اور اوپر معلوم ہو چکا کہ وسط عقلی ہمیشہ
غیر منقسم ہوتا ہے تو شریعت کی روح بھی غیر منقسم ہے، چنانچہ جس اصول وفاق کو میں نے بیان کیا
ہے اس میں افراط و تفریط کو جواز جو ایک وسط نکلے گا جس کو ذرا افراط کی غریب سیلان ہوگا، تفریط
کی طرف وہ ہمیشہ غیر منقسم ہوگا اور ایسے وسط پر نہ ضرور دشار ہے۔

شریعت کی نزاکت

ہم شریعت ان دونوں جانبوں پر نظر کر کے اپنی دشواری کی وجہ سے حصار سے تیز اور بچہ منقسم
ہونے کے بال سے باریک ہوگی، کیونکہ بال بھی منقسم ہے اور وسط عقلی غیر منقسم ہے، ویسے قیامت
میں روح شریعت یعنی وسط عقلی جو ہر سن کر پل صراط کی شکل میں ظاہر ہوگا، جس پر سب مسلمانوں کو
چلا یا جائے گا، پس جو شخص دنیا میں شریعت پر تیزی و سہولت کے ساتھ چلا ہوگا، وہ وہاں بھی تیزی کے
ساتھ چلے گا، کیونکہ وہ بھی تو شریعت ہوگی، جس پر دنیا میں چل چکا ہے اور جو یہاں نہیں چلا یا کم چلا
ہے، وہ پناہ صراط پر بھی نہ چل سکے گا سستی کے ساتھ چلے گا۔

لیجئے! میں نے آپ کو پل صراط کی سیر بھی دکھا دی، اب تو کوئی اشکال نہیں رہا وہی طرف ہمارے

یہ تمام شریعات کے عقلی انکار ہو رہا ہے، یہ نہ سمجھتے کہ ہر مصلحت کی خصوصیت ہے، لیکن ہم ان تحقیقات کو مقصود نہیں سمجھتے، اور ان میں مذہب تو یہ ہے کہ

ما قبلہ سندر و دھرا توادھہ اوم

اذا ما بجز دھات صرو و دھاتا ہرل

باقی میں نے نمونہ کے طور پر یہ تہتہ میں لے کر دی تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے پاکیزہ مذہب میں ایسی ہی تحقیقات موجود ہیں، وہ جو میں نے جانے کہ علم شریعت نے سامنے علوم فطریہ نہ دیکھی حقیقت نہیں، اس سے نمونہ کے طور پر اس وقت میں نے چاہا کہ یہ بتا دے کہ آپ علمائے اسلام کو تحقیقات سے محال نہ سمجھیں، بلکہ اللہ ہر نے پاس ان تحقیقات کا ذخیرہ بھی بہت ہے۔

صمیمت خیرت کہ از یاد بروں افتد وار

ہو نہ در مجلس مدعاں خیرے خیرت کہ نیست

(تقصیر نامہ ص ۱۵۳ تا ۱۵۴)

تیسواں اعتراض..... اس رائے کا جواب کہ مولوی سب یا ہم متفق

ہو جائیں تو سارا یہاں بھی نزاع دور ہو جائے!

واقعی یہ ایک نتیجہ ہے کہ میں میں ایک دھوکہ ان سے ہو کر ہو رہا ہے جس کو میں بیان کر رہا ہوں، مگر اول میں کی ایک نظیر پیش کرتا ہوں، کیا تکہ آج کل کے قول پکچر نہیں سمجھتے۔

اس وقت یہ بات سب کو مسلم ہے کہ ان میں سب آج کل سب سے زیادہ دو مسئلہ ہیں، بالخصوص انگریز اور یہی امور ہیں ان کی عقل و فہم سب سے زیادہ جھٹ لگتی جاتی ہے، ان کا ایک قانون ہے کہ وہ سب کوئی عدالت میں جا کر پیش کرے تو حکم و اس کی تسبیح کوئی چاہے شہادت اور شہادت صبر کرے، وہ دھوکا دہن میں مشغول ہو کر دیر تک حکم سب کی مضحکہ سنا رہے، بلکہ اپنی رائے کے موافق کسی ایک کو ترجیح دے کر دہریہ بنے اور اس درمیان میں ظاہر ہے کہ ایک وکیل اپنے موکل کو عیب کرنے کی کوشش کرتا ہے اور طرفین میں اچھی طرح مداخلت ہے۔

سب میں چاہتا ہوں کہ کوئی عقیدہ یا فقہی مسئلہ اس طرح تسبیح کرے کہ حکم کا حکم، کیے کو باہر کر دیں، بلکہ ہر ایک شخص اس کو عدل کے موافق سمجھتا ہے، جس میں اگر اختلاف بری چیز ہے تو ان کا حرج نہیں کہ

خود کو گناہوں کا پہلے آپ خالقِ حق سمجھتے تھے۔ سورتِ معاملہ کیا ہے؟ پھر جو حق جو سب جو حق
ماتحت: پہلے اور اس کے کو ماتحت سمجھتے اور پہلے کا تابع نہ بنائے۔ یہ جو دونوں کو ماتحت کی بات
ہے، سخت غلطی ہے۔

اس زمانہ کے زہیادوں کو یہ دھوکا ہوتا ہے کہ وہ اقلیت کو کھنڈ اور اختلاف کو مذہب سمجھ کر کہہ دیتے ہیں
یعنی دیتے ہیں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو، جس ان کی قبی بات تو قاضِ تسلیم ہے کہ نزاع و قتال
واقعی بری چیز ہے، اس کے ترک کر کے کا دوسرا پتہ بتایا جاتا ہے کہ دونوں کو مذمت کر کے اتفاق
کی دونوں ہی ترقی دئی جاتی ہے، اب بالکل سراسر عقل کے اور فطرت کے خلاف ہے، کیونکہ اس
سے قویٰ معنی ہوئے کہ صاحبِ باطن کچھ صاحبِ حق کا اتباع کرے اور صاحبِ حق کچھ صاحبِ
عقل کا اتباع کرے کہ پہلے ایک فرق جو خالص حق پر تھا تو اب وہ بھی باطن کا پھیر ہو جائے، اور تو
فطرتِ انسانی یعنی تسلیم نہیں کرتی۔

جب بات ہے کہ یہ لوگ خلافِ فطرت کی تعلیم تو ہمیشہ قاضِ امتاعت سمجھتے ہیں اور سب
سے زیادہ دلِ اطاعت ہیں، مگر وہیں میں نہ معلوم وہ فطرت لیا ہو جاتی ہے جو خلافِ فطرت
کی تعلیم دیتے ہیں۔ (وحدۃ الصواب صفحہ ۸۲)

اگلی سوالیں اکثر افسانہ... مرد و عورت میں مساوات اور اس کا فیصلہ

آج کل کے زہیادوں کا یہ دعویٰ سواتِ نفسان ہے ہی ہے، عقل میں دو بھی برابری نہیں
کر سکتے، ایک متدین قوم کو کچھ لایا کہ وہ عورتوں کی طرف نہ یا وہ توجہ کرتے ہیں تو خود بھی اس کا اتباع
کرنے لگے، عجیب نہ دیکھ کہ وہ لوگ کسی مذہب کے پابند نہیں، ایسے لوگوں کی تھیلہ پونڈ مذہبِ قوم
سیسے کو شستی ہے؟ پھر اس کے اس طرزِ وادہ کر کے تہ تیغ پر نکلنے کی کہ اس مساوات کا اثر ان کے حق
میں منہ ہونا معترض؟ غرض، لکھ کر اور نہ تہذیب کر کے مساواتِ نسائے کا کھل ہوئے گئے۔

جب خدا ہی نے عورت کو کھتر یا اظہارِ حق کا حکم دیا ہے تو اس کو برابر کر سکتا ہے؟ کیونکہ خدا کا
عورتوں کو حکم دینا جیسا کہ آیاتِ قرآنی سے معلوم ہوتا ہے، اس عقلی سے بھی معلوم ہوتا ہے،
کیونکہ اس بات پر سارا عالم متفق ہے کہ عورتیں مرد سے کم ہیں۔

بہت سی باتوں میں اس کا کسی کو انکار نہیں اور جس بات پر ساری دنیا کا اجماع ہو وہ بھی
تجربہ اور فطری قانون ہوتا ہے، عقلی دلیلیں کے علاوہ کسی دلیل بھی اس بات پر قائم ہے کہ
عورتیں مرد سے کم ہیں۔

مرد و عورت کی خلقت میں فرق

چنانچہ سنا جا رہا ہے کہ خدا اپنے عورتوں کو ہماری خلافت میں کتنا موقوف رکھا ہے؟ مرد اور عورتی تو ہے جس عورت سے نہ زیادہ نہ کم ہے، عقل مرد کی نہ زیادہ نہ کم ہے، رو بہ دہر مرد کی چلتی ہوئی ہے، مرد عورت سے روئے میں نہ زیادہ نہ کم ہے، عورت اور عورت کو تو ایسا ہی ہے تو اس کی جڑ پیڑ مرد سے تم نکھر آئی ہے، ظاہری اور باطنی کی یہ بات میں بھی اور عقل مردانے میں بھی۔

قرآن میں حق تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے ہوتے ہوئے نروے ہیں۔

"وَأَتَّخِذْ مِمَّا جَعَلْتُ عَبْدًا وَمَنَاسِكًا لِّهِنَّ هَٰؤُلَاءِ الْأُنثَىٰ"۔

یعنی کیا عہدِ تعالیٰ نے بچے کے لیے ننگے حقائق پر سے غریبوں کو جوڑ دیا ہے اور ہم کو ان لوگوں کے ساتھ
 قربت کیا ہے؟
 بچہ فرماتے ہیں:

اَو مِّنْ بَنُو اٰدَمَ فَفَصَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَاٰدَمَ فِي الْجَنَّةِ

مردہ اقلان کے لیے قہر پر بھی کس لانا یاں ہو، خدا سے دعا ہے کہ وہ لوگ جیسے میں نے دیکھے ہیں۔

اور دوسرے یہ کہ قوتِ ہوائی میں جو بہت شہینہ ہیں۔ یہ دو باتیں ضرورتوں میں ایک دوسری کی جیساں کہ
 انکھوں سے دیکھو اور واقعی لڑکیوں میں ابتداء سے ہی زہر کا شوق ہوتا ہے۔ اور یہ دلیل ہے، ان کی
 نہ دوریت فتنہ کی، چنانچہ نو سو مردوں میں سے ایک لڑکی کو زہر کا شوق ہوگا۔ اس کے خیالات بہت
 دور مدھ دو ہوں گے۔ اور یہ سادہ ہوگا اس کے خیالات خالص ہوں گے اور اس کا مانہ یہ ہے کہ لڑکیوں
 وغیرہ ضرورت کی چیزیں ہیں اصل مقصود نہیں، اسبہ مجھ لیجئے کہ ضرورت کی چیز میں سے کتنا معلق ہوتا
 چاہیے۔ اسو ظاہر ہے کہ ہر عقلی ضرورت کی چیز میں۔ بہت ضرورت عقلی رہے گا اور یہ وہ کوشش
 حاصل مقصود میں کرے گا وہ شخص نہایت بہت خیال ہے جو فیہ مقصود چیزوں کی ضمن میں بکھر رہا ہو۔
 ایسی لڑکیوں کو زہر اور زہریت۔ سے مراد ہوتا ان کے لہجہ خیالات کی رہیگا ہے۔ مرد و عورت سادہ
 ہوتے ہیں۔ مابنا! جن مردوں میں نہ مہم بن غائب ہو یہاں ان کا فتنہ نہیں۔

تعلیم یا فتوے کا حال

تعلیم کے ذریعہ قوم کو جس دینی تعلیم پر ترجیح دینا تو ان کے دلیاں سے کہ ان کی عورتیں، بوجہ تعلیم، صلہ کر لینے سے پھر بھی مردان سے بہت کم ہیں، ایک شخص کہتے تھے کہ اگر ان میں کئی عورت کو نامہ پان نہ ضرورت پڑ جاتی ہے تو وہ چند بچے کہ نہ بڑھ جاتی ہیں۔ مردان کی طرح انہ کی کمی نہ

میں بھی دوست نہیں بھرتی تو ہر پہلی خود نہیں لیتی لیاقت میں مردوں نے کہا یہ لڑکیوں کا
دوسری بات ہے کہ وہ دیکھ کر بھی پانی نہ چلتی ہیں۔ یہ کیا یاد ہے۔

[illegible]

۱. تجربہ کا تقاضا

[illegible]

تو یہ جوان کے لیے کسی کماحقہ ہونے لگی مصروفیت ہے تاکہ وہ اس کمزور و کُوفہ لڑکے اور بیکار راز سے اس حدیث کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی سے کمزور و کُوفہ کی شناخت نہ پاسکے۔ جس کی حد تک عورت ہوا، مرنے والی شہکار کی جیٹی جب بارش و برف کی قسب و سسپنہ آئے صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشارہ دیا تھا۔

غیرتوں و حاکم ہند؟

یہی ہے۔ یہ معلوم ہوا کہ آج کل کی غربت، انتہائی تباہی سے ایک پراسرانی ہے۔ ہم نے عورتوں کو اپنے سرکار میں باندھ دیا ہے۔ وہ اپنے چھوٹی سی کھڑکی سے باہر آتا تو جیٹے جیٹے ہیں۔ مثلاً شادی بیاہی اور دینی رکھیں جو توں سے تکی نہ اٹھیں۔ سے چوٹی کی بلندی ہیں۔ ہمیں کا تہہ و بلیا ہر بہ کمالیہ ہے۔ انکی قدر کا اندازہ ان کے معاشی شہ جہان سے کیا جائے۔ ان کے ان کے

میں نے کہا کہ عورتوں کی دل چاہی کو نہ سمجھ سکتی ہے مگر ان کے تابع بننا ہے اس لئے وہ اس کو سمجھ سکتی ہیں اور عورتوں کے لئے میں نے اس کو بوجھ نہیں دیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ اس میں سے تھک کر بیٹھ گئیں۔ اور چھوٹی لڑکی نے کہا کہ اب اس کو بوجھ نہیں دیا ہے۔ جو وہ میں نے نہ دیا ہے۔ اس لئے اس کی دل چاہی کو نہ سمجھ سکتی ہے۔ مگر ان کے تابع بننا ہے اس لئے وہ اس کو سمجھ سکتی ہیں اور عورتوں کے لئے میں نے اس کو بوجھ نہیں دیا ہے۔

تو انہوں نے دل کو پہنچا دیا۔ میں نے کہا کہ اب اس کو بوجھ نہیں دیا ہے۔ جو وہ میں نے نہ دیا ہے۔ اس لئے اس کی دل چاہی کو نہ سمجھ سکتی ہے۔ مگر ان کے تابع بننا ہے اس لئے وہ اس کو سمجھ سکتی ہیں اور عورتوں کے لئے میں نے اس کو بوجھ نہیں دیا ہے۔

میں نے کہا کہ عورتوں کی دل چاہی کو نہ سمجھ سکتی ہے مگر ان کے تابع بننا ہے اس لئے وہ اس کو سمجھ سکتی ہیں اور عورتوں کے لئے میں نے اس کو بوجھ نہیں دیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ اس میں سے تھک کر بیٹھ گئیں۔ اور چھوٹی لڑکی نے کہا کہ اب اس کو بوجھ نہیں دیا ہے۔ جو وہ میں نے نہ دیا ہے۔ اس لئے اس کی دل چاہی کو نہ سمجھ سکتی ہے۔ مگر ان کے تابع بننا ہے اس لئے وہ اس کو سمجھ سکتی ہیں اور عورتوں کے لئے میں نے اس کو بوجھ نہیں دیا ہے۔

تو انہوں نے دل کو پہنچا دیا۔ میں نے کہا کہ اب اس کو بوجھ نہیں دیا ہے۔ جو وہ میں نے نہ دیا ہے۔ اس لئے اس کی دل چاہی کو نہ سمجھ سکتی ہے۔ مگر ان کے تابع بننا ہے اس لئے وہ اس کو سمجھ سکتی ہیں اور عورتوں کے لئے میں نے اس کو بوجھ نہیں دیا ہے۔

بتیسواں اعتراض۔ ... اس شبہ کا جواب کہ غیر مسلم کو مذہب ہو تو نا

جی کیوں نہیں؟

ایک شخص سے کہہ دو کہ عورت کے ساتھ ایک ایک گناہ ہے مگر بیش بہا تو ان کے خلاف عمل کرنا ہے، یہودی بھی کرتا ہے، جو اچھی تعلیمات سے اور یہ تہذیب بھی ہے، تو ایسے شخص کے نسب میں چونکہ گمراہی نہ ہو، اس لیے اسے بدعت کی مانند ہوتی اور بیش بہا کے لیے مرد و عورت دونوں کا، بلکہ صرف انھیں سزا دینے میں نہ اور ان کے بعد پھر وہ کو بدعت کی محبوب رہا یا اس باطل ہو جانے کا۔

برتاؤ: اس شخص کے ہونے نہایت مذہب و تہذیب ہو اور اعلیٰ قیود خلاف قانون سے بھی بچتا ہو، تو گمراہی کے اعتقاد و ملامت کو تسلیم نہ کرنا، تو اس کو بدعت کی یہ سزا ہوگی کہ جو مرد یا عورت کو شہر کرنا یا جانے کا یا بھائی و سہیلہ یا جائے گناہ اور بیش بہا کے لیے معتبور ہے گا۔

اسے صاف بتا دو کہ ایسی طرح اسلامی قانون بھی ہے کہ جس کے حق نہ اچھے نہیں اور باقی ہے مگر چہ نماز روزہ کرے اور عبادی شائستہ ہو بیش بہا کے لیے مرد اور عورت دونوں کو شہر کرنا یا جانے کا، یہ خلاف اس شخص کے جو مرد و روزہ بند نہیں کرتا اور، ہر قسم کے خاص میں جتنا رہتا ہے، مگر عقائد اچھے ہوں تو اس کو وہی یہ عبادی مزا امانت قانون عمل کرنے کی ہوگی اگر تو یہ نہ کرے، لیکن باغیوں میں شمار ہوگا اور انھیں سزا کے بعد پھر وہی حق تعالیٰ کی محبوب رہا یا ملتی ہوگی اس شخص کو جانے کا۔

غیر مسلم کے ناجائز ہونے کی وجہ

مگر یہاں پر بعض شبہ کیا کرتے ہیں کہ جب کسی غیر مسلم میں اخلاق و امان شائستہ ہوں تو کیا وہ بے گناہ و ناجائز نہیں!

میں کہتا ہوں کہ گمراہی نہ ہے، یہی احترام کیا ہو کہ جب تک کہ سب ایک ہی مذہب ہے، یہی بدعت و نفرت توئی سے بھی محفوظ ہے، پھر کیوں اس کو سزا دینی؟ یہ سزا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ

ہاتھی ہے تو اس کے سارے سگڑا اسے چھوڑ بیٹھا میں اس کی اساری کا نشان بھی ایسا ہی ہے۔

میں نے جتنا دھوکا دیا ہے مجھے اعلیٰ درجے کے افسر نے سزا دی ہے تو مجھے وہ سزا ملے گی
 جو مجھ کو روک کر رکھنے والوں کو تو ان کے گھروں میں رکھتا ہے۔

اس کی جگہ پر آتے ہیں؟ لیکن اس طرح کے افسر کی سزا ہے اس کے لئے اپنے دوستوں کے

ساتھ ساتھ

تین "

تصحب چہ زمر

پہلا اعتراض..... ڈارون کے اس کہنے کی تردید نہ اصل زمانہ ہے!

کہنے انہوں کی بات ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمایا کہ انسان کی جس انسان ہے اور ڈارون جو ایک لحد ہے۔ وہ کہے کہ سب۔ سہ پہل ایک نہ دھلیق ہو جو تمام چڑھوں۔ اس میں حرارت پیدا ہوئی اور جس دلچیز دیا اور اس کے بعد پھر نہ کات۔ بنے کچھ زمرات بنے۔ ان میں بندر بنا اور بندر ایک جسے کہ انسان بن گیا مانی طور پر جو تمام مزیجات و نباتات میں اسی کا نمائندہ ہے کہ ایک: جس کے سے نکلتے چھ آنے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانے پہ لپکا یا پاتا ہے اور ڈارون کے کہنے پر یقین کر لیا جاتا ہے وہی ایران ہے۔ ۱۵۵۰ء اور نہ کہ کوئی نہیں تھا اس لیے کیا پیدا اور زیدودہ: شمس کرتا تھا، مگر ان لوگوں کو کیا ہو گئے ہے۔ سانچ کو۔ نئے ہیں اور پھر انہیں تالیوں سے قرآن پر شبہ کرتے ہیں۔ شاعر کوئی یہاں یہ کہے کہ نہ کوئی حقیقت جدید و نہ قرآن پر شبہ اس لیے نہ کہ کہ عکسہ کا مشابہ ہے اور انی بنا پر ہم دقت نہ پہنچے کہ مشابہ کے خلاف یہاں ہے؟ یہ پہنچے سے بھی زیادہ دیرات اکثریت ہے۔

یہ مشابہ نہیں ہے

میں کہتا ہوں کہ آپ تو مشابہ کی حقیقت کو نہیں مانتے، اس پر چھتا ہوں کہ کیا یہ بھی مشابہ ہے کہ مادہ خود خود اس طرح از کس سے ایک صورت پیدا ہوگی؟ پھر کس کو کسب کرنے، نباتات کوئی اور نباتات سے حیوانات اور حیوانات میں ایک خاص نوع بندہ بھی تھی، پھر بندر کا ایک جسٹ مگر کے انسان ہو گیا، یہ سب؛ حکمو سے ہیں، ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ خود ان مقررین باقرہ کوئی بندر

نہ بنے رہے، آدمی ہی عاقل، یہی مشاہدات ان ہی اہلکاموں اور جہلموں اور جہلیوں کو مشاہدات
قرآن سے کر خدا اور وحی پر شہادت اور اپنے تو مسلمان کہتے ہیں!! افسوس کی بات ہے کہ یہ
مشاہدات ہیں کہ آفتاب کو سکون سے آسمان کو حرکت ہے؟ خیر! میں اس سے بحث نہیں کر سکتا
سکون سے اور کس کو حرکت؟ یہ بتانا کہ آسمان کے خلاف نہیں، بلکہ اس کو آسمان کی طرف سے
دیکھ کر آفتاب کو حرکت نہیں دیکھ سکتے کہ آسمان کی طرف سے آفتاب کو حرکت نہیں دیکھ سکتے
آفتاب کو حرکت نہیں دیکھ سکتے، بلکہ اس کو حرکت نہیں دیکھ سکتے، بلکہ اس کو حرکت نہیں
آفتاب کو حرکت نہیں دیکھ سکتے، بلکہ اس کو حرکت نہیں دیکھ سکتے، بلکہ اس کو حرکت نہیں

زمین کی حرکت کا مسئلہ

مشاہدہ کسی کو یہ شہادہ کہ "و جعلنا فی الارض رواسباً" نفع سے تو زمین کا سکون ثابت
ہوتا ہے، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ حرکت ارض کا ماننا قرآن کے خلاف نہیں، بلکہ اس سے نفی
حرکت الخطا یہ امر ہے، خیر! خطا یہ کہی گئی ہے کہ اس کی طرف سے زمین کو
اُتر جی چاہے متحرک مانیں، اچھا حرج نہیں، اسی طرح اس کی طرف سے آسمان موجود ہے یہ کون
سے مشاہدہ کے خلاف ہے؟ تو اس کا تمام مطلقاً غروب کے لیے ثابت کی ضرورت نہ ہو لیکن نظام
خاص میں ضرورت نہ ہونا نفی کی تو دلیل نہیں ہو سکتی، آسمان دوسری مستقل دلیل سے ثابت ہے،
اس کی نفی کرنا چاہتے ہیں، یہ کس مشاہدہ سے ثابت ہے کہ آسمان نہیں ہے؟ بلکہ ہم آپ کے ممنون
ہیں کہ آپ نے اس نیکوں صورت کو مد نظر بن کر آسمان کی نفی کا ہمیں جواب دیا، کیونکہ
قرآن مجید میں کہیں یہ نہیں آیا کہ یہ نیلا نیلا جو نظر آتا ہے، یہی آسمان ہے، بلکہ اگر آپ کہیں گے
کہ اگر آسمان کوئی چیز ہے تو نظر کیوں نہیں آتا؟ ہم یہ کہیں گے کہ نظر اس لیے نہیں آتا کہ آپ نے
اسی حقیقت نیلی کو مد نظر مان لیا ہے، وہی جب یہ مد نظر ہے تو آسمان اس کے لیے ہے اور چونکہ نظر
کی یہاں تک اعتبار جاتی ہے، اس لیے آگے کی طرف سے آسمان کی نفی کرنے کی
بالکل معیشت نہیں رہی کہ ہم سمجھا کر قول پر قرآن کی حکمت یہ نہیں کرتے، بلکہ مشاہدہ کی بناء پر۔

آفتاب کا طلوع و غروب ہونا

جس کی مثال میں یہ نہیں کیا کرتے ہیں کہ مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ غروب کے وقت آفتاب
زمین کے اندر نہیں جاتا اور قرآن مجید میں سکندروہ القرآن کے شعبہ میں مذکور ہے کہ آفتاب کو کچھ
اور دلدل میں غروب ہوتے پایا، بھلا دیکھو! کتنا مشاہدہ کے خلاف ہے؟ آفتاب ایک جسم عظیم

سے زمین سے کٹا ہی نہ ہو۔ چاہے کبھی زمین کی دھن اور کچھ میں خواب سہکتا ہے؟ لیکن اگر عقل ہوگی تو اس میں جواب کھڑے آئے گا۔ یعنی قرآن مجید میں "وہ جس نے" اور "وہاں ہے" یعنی اس کو باہمی الفکر میں ایسا دیا یعنی اس وقت ایسا "ہو" ہوا تھا کہ کچھ میں عقل رہا ہے۔ یہ نہیں فرمایا "عزت میں حسنہ"۔ یہ نہ ہو اور نہ ہو کہ کچھ تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید "سورہ" میں سے نکلا ہے اور اسی میں خواب رہا ہے۔ اسی طرح پر ہم روز اند مشاہدہ کرتے ہیں آفتاب کے طلوع و غروب کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمین ہی سے نکلا زمین میں ہی عقل آیا۔ پھر مشاہدہ کر کے خلاف کیا ہوا؟ اب فرمائیے وہ مشاہدہ سے کہاں تعرض ہے؟ کہیں بھی نہیں۔ پھر اسوی ہے "مسلمان" ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور قرآن آفرینی غور سے قبول کے خلاف ہو تو قرآن پر خلاف مشاہدہ کا شبہ کرتے ہیں۔ وہ غور سے کہے تو ان پر خلاف "اتحاد" ہونے کا شبہ نہیں ہوتا۔ اس امر کی عظمت قبول سے چھٹی رہی۔ غور یہ ہے کہ جسے خدا تعالیٰ میں یہ غریبی پیدا ہوئی ہے کہ سائنس واسے جو کہہ دیا اس پر "وہاں" و "ہذا" قرآن پر شبہ ہے۔

(ماہیت عقلی ص ۱۰۷)

دوسرا اعتراض..... آدمی علم وین پر ہر کہ کرم عقل نہیں ہوتا ہے!

فرمایا میں اکثر عقل میں جان لیا کرتا ہوں کہ فی زمانہ جو اہل علم ہم عقل مشہور ہیں اور ان کو دیکھ کر ہم دین پر حائل میں یہ غور کرتے ہیں کہ عربی پر ہر کہ آدمی یہ قلوب ہو جاتا ہے۔ یہ غور کرنے والے دار غور تو کریں کہ یہ یہ قوی نہیں کی؟ بقول تجویز کا اثر ہے۔ کسی چیز کے پڑھنے سے عقل نہیں بڑھا کرتی ہے۔ ہاں علم بڑھتا ہے، عقل ایک فہمی شے ہے۔ اب اہل علم کے یہ قوی ہونے کی وجہ تو ملاحظہ فرمائیے آج دہائی میں ہو چکی ہے کہ سب اہل علم جو یہ قلوب، عجیبانہ عجیب محسوس ہیں سب قلوب ہوں اور جو کسی طرح و غریبی میں کام نہ آئے تھے جس کو غریبی نے واسے کسی وجہ میں بھی نہ ٹھہنے دیں اس کے واسطے عربی تجویز کی پڑتی ہے کہ اس کو مانا نہیں گئے۔ اب وہ اسحق نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ اور جو اولاد ویز و غریبی کی ہے وہ غریبی کی کے واسطے چھٹی جاتی ہے۔ آپ عربی و اقوال اور یہ قویوں کے سے عربی تجویز کرتے ہیں اور آپ ہی جیتے ہیں کہ عربی پر ہر کہ یہ قلوب ہو گیا۔ یہ یہ قوی نہیں؟ بقول تجویزوں کا اثر ہے اور اگر دیکھا نہیں اتنے اے دین ہو گیا تو طرح طرح کی غریبوں کا اندیشہ اس سے ہے اور اگر کہیں ایسا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے کسی نے اپنے جیز نہ ہیں لڑنے کے واسطے ہی عربی تجویز

ایک شب کا جواب

اور میں واللہ اکبر! ہوں کہ جو لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ ہم سمجھتے نہیں تو قرآن کے پڑھنے سے فائدہ؟ یہ محض حظ نفس کے بندے ہیں، ان کو عقل سے ذرا مس نہیں گود مولیٰ بہت کرتے ہیں، مگر یہ عقل کے بندے ہوتے تو ایسی بے عقلی کی بات نہ کہتے کیونکہ عقلی قواعد میں یہ نہیں ہوتا کہ ایک دلیل سے ضد شے اور مبین شے دونوں پر استدلال ہو سکے، مگر یہ عقلی ہوتا کہ جب معافی نہ سمجھتے تو الفاظ سے کیا فائدہ؟ تو بتلائیے اس قاعدہ عقلیہ سے کیا ثابت ہوتا؟ آیا یہ کہ الفاظ کو چھوڑ دو؟ آیا یہ کہ محض الفاظ پر اکتفا نہ کرو، بلکہ معافی بھی حاصل کرو، ظاہر ہے کہ اس کی الفاظ کے چھوڑنے پر ولایت نہیں کیوں کہ جب معافی کی ضرورت اس قاعدہ میں مسلم ہے اور معافی الفاظ کے تابع ہیں اور ضروری کا موقف علیہ ضروری ہوتا ہے تو اس سے تو خود علم الفاظ کی ضرورت ہے ولایت ہو رہی ہے اور اگر یہ یہ کہیں کہ ہم الفاظ کی ضرورت تسلیم کرتے ہیں مگر ان کو اس وقت حاصل کرنا چاہیے جب کہ معافی کی فہم بھی ساتھ ساتھ حاصل ہو سکے تو ہم کہتے ہیں کہ آپ کی یہ تاویل اس وقت چل سکتی تھی، جب کہ ہم دیکھتے کہ تم ایسے بچوں کو بچپن میں تو قرآن نہ پڑھاتے، کیونکہ اس وقت سمجھنے کے نہیں، بلکہ بڑے ہو کر پڑھا پے کے وقت سمجھیں گے مگر تمہاری حالت تو یہ ہے کہ تم نہ بچپن میں پڑھاتے ہو، نہ جوانی میں تو معلوم ہوا کہ تم اس قاعدہ سے علی الاطلاق خود عدم ضرورت الفاظ پر بھی استدلال کرنا چاہتے ہو اور یہ وہی بات ہے کہ دلیل سے ضد شے پر استدلال کیا گیا ہے، حالانکہ وہ مبین شے کو بھی مثبت ہے، معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ عقلیہ نہیں ہے، اس لیے میں کہتا ہوں کہ اس کا منشا محض نفس پرستی ہے، ان لوگوں نے اس قضیہ کو غرض نفس کا ایک بہانہ بنالیا ہے اور دل میں ان کے یہ ہے کہ نہ قرآن کے الفاظ کی ضرورت ہے، نہ معافی کی، گور بان سے معافی کی ضرورت ظاہر کرتے ہیں، مگر ان کا عقل بتلاتا ہے کہ وہ کسی کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے، اور نہ کسی وقت تو قرآن کو معافی ہی کے ساتھ حاصل کرتے اور اپنے بچوں کو اس کی تعلیم دلاتے جب عقل یہ ہے تو اب زبان سے معافی کی اہمیت ظاہر کرنا مخلوق کو دھوکہ دینا ہے، مگر خدا کو کس طرح دھوکہ دے ہو گے؟ جو عظیم بذات الصدور ہے، وہ تو تمہارے دل کی حالت خوب جانتا ہے کہ تم خود قرآن کی تعلیم ہی کو مطلقاً فائدہ سمجھتے ہو، تو وہ محض الفاظ ہوں یا معافی کے ساتھ ہوں:

عقلی را گیرم کہ بقرینی تمام

در قاطع اندازی تا ہر خاص و عام

کارہا با خلق آری جملہ راست

پاؤں، جڑوں، حیلہ کے روست

کارہا اور راست بائیں وائیں

راست اخلاص و صدق اور اشتیاق

خدا کے ساتھ و ملوک نہیں چل سکتا، حافظ شیرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ترسم کہ صرف نہ برد روز باز خواست

مان حلال شیخ نہ آب حرام ما

یعنی مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ہمارا آب حرام شیخ کے مان حلال سے قیامت میں بڑھ نہ جائے، کیونکہ وہ مخلوق کو دھوکہ دینے کے لیے آفتابی اور بزرگی کی صورت بناتا ہے اور ہم اپنے کو تصور اور سمجھ کر گناہ میں مبتلا ہیں اور خدا کے یہاں و ملوک چل نہیں سکتا، اس لیے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ کار مشائخ کا آفتابی ہمارے زندگی سے گھٹ نہ جائے۔

عام مسلمان بہتر ہے

اسی طرح میں کہتا ہوں کہ فاسق مسلمان جو اپنے کو کثیر سمجھتا ہے، ان مہذب لوگوں سے اچھے پڑے رہیں گے جو مطلقہ اسلام میں شبہات نکالتے ہیں اور عقل سے شریعت کا مقابلہ کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ ظاہر میں مسلمان ہیں، اس لیے زبان سے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرآن پڑھنے کو مطلقہ ہمارا ہی نہیں چاہتا، ورنہ کفر کا فتویٰ لگ جائے گا اس لیے یہ قاعدہ عرض نفس کے موافق گھڑیا کہ جب معافی نہیں سمجھتے تو الفاظ سے کیا نفع؟

اس کا جواب بس یہی ہے کہ بہت اچھا! آپ اپنے بچوں کو معافی ہی کے ساتھ قرآن پڑھائیے اور ان کو ابتداء ہی سے عربی کی تعلیم، صرف و نحو کی تعلیم دیجئے، مگر اس سے تو اور بھی خون خشک ہو جائے گا، کیونکہ وہ تو الفاظ کو مال کر معافی سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے، یہ ایسی ایسی پڑگئی کہ صرف و نحو بھی گلے پڑ گئی، مگر جو شخص الفاظ کو بدوین معنی کے بے فائدہ سمجھے اور صرف معافی کی ہی ضرورت کا قائل ہو اس کو یقیناً ضروری کی تحصیل پر مجبور کیا جائے گا، صاحبو! ظاہر میں یہ قضیہ بدوین سمجھے الفاظ سے کیا فائدہ؟ پر مغز معلوم ہوتا ہے، مگر دراصل ان لوگوں نے مغز اسلام نکال دیا ہے، ان میں سے بعض نے تحصیل معافی کی بھی کوشش کی، مگر وہ اس کا مصداق تھی:

مگر غفلت سے باز آیا جفا کی

مخافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی!

انہوں نے معافی حاصل کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ ترمیم قرآن کا مطالعہ کر لیا، مگر یہ ایسا ہے

کہ جیسے کوئی خانہ تخت سے گھٹکا پکاتا سیکھے، کیونکہ اس میں۔ یہ گھانوں کی ترکیب لکھی ہے، مگر اس سے آٹا ٹوند جینے کا طریقہ اور پانی کھپانے کی ترکیب اور آٹنی کا انداز لیسے معلوم ہوگا؟ نیز اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک صاحب نے شمار کے بارے میں مجھ سے تحریر اسوال کیا تھا کہ خدا کا مخرج کیا ہے؟ اور اس میں اور غلاموں میں فرق کیونکر ہوتا ہے؟ مگر میں نے لکھ دیا کہ یہ بات خط سے نہیں معلوم ہو سکتی، کیونکہ:

مگر مصور صورت آں داستان خواہ مخیہ

لیکے جبرام کہ تازش ما چہا خواہ مخیہ

اس کو کسی ماہر تجوید سے زبانی سن کر کچھ سمجھ سکتے ہوتے حضرات! بعض باتیں ایسی ہیں جو مطالعہ سے حاصل نہیں ہو سکتیں، بلکہ ان سے لیے استاد کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بعض باتیں سینہ بہ سینہ ہوتی ہیں اور اس میں کچھ تصوف اور سلوک کی خاصیت نہیں، بلکہ بزرگم میں ایک بات ایسی ہوتی ہے جو سینہ بہ سینہ نہ کر صرف استاد سے حاصل ہوتی ہے۔

نوبی ہمیں کرشمہ و ناز ا فرام نیست

بیدار شیعہ یاسے تہاں را کہ نام نیست

قرآن کا سمجھنا

پھر قرآن ہی اتنا سستا کیوں ہو گیا کہ اس کا مطلب بدون استاد کے سمجھ میں آجائے گا؟ آج کل تعزیرات ہند کا ترجمہ اردو میں ہو گیا ہے، ذرا کوئی اس ترجمہ کو دیکھ کر مطلب سمجھ سکتا تو بیان کر دے، یہی ثابت غلطی کرنے کا اسی طرح سمجھنا کی کتابیں اردو میں ہو گئی ہیں، کوئی ان کو دیکھ کر سمجھا تو بتائے، کبھی نہیں، بنا سکتا، پس معافی قرآن کے حاصل کرنے کا یہ طریقہ نہیں کہ ترجمہ دیکھ لیا جائے، ترجمہ قرآن اگر دیکھو تو صرف دیکھو اور قدرے فقہ کے بعد دیکھو، اگر یہ ہو سکے تو کم از کم اردو ترجمہ کسی عالم سے تو سمجھا سیکھا پڑھ لو اور ایک جماعت تو یہ بھی کہ جس کے حق تعالیٰ تعلیم پیدا کی ہے وہ شراب ہو گئے ہیں اور جماعت عوام کی ہے، ان کا عقیدہ یہ تو نہیں کہ بدون معافی کے قرآن پڑھنے سے کیا فائدہ؟ مگر اس کا اثر لے لے ہوئے ہیں کہ قرآن کے پڑھنے میں کوشش نہیں کرتے، سو یہ لوگ دوسرے رنگ میں اس غلطی میں مبتلا ہیں، اس لیے اس وقت میں اس غلطی کو مخرج کرنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اول: ”القرآن“ فرمایا ہے یہ تو حروف مقطعات ہیں، جن کے معنی ہم کو معلوم نہیں، گو بقول متقیین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھے، لیکن امت کو نہیں بتلائے

میں بلکہ میں ان سے بھی اپنے قصود میں کامیاب ہو گیا۔ ہاں مجھ کو کتاب بڑا بڑا کہ جب میں بھی معلوم کر لیا تو اس سے مفہوم ان اس طرح نکالتے جے جاتے یا کہ نہیں یہ قیاس ہی تھا میرے بعد مرزا جو جانے کو ابھی میرا آیت کا ترجمہ بیان کر دیا اس سے بعد ان توافیق سے نہایت ترس رہا تھا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا انصاف اپنے۔ لکھتے ہو کہ یہ آیت کہ ہے وہ قرآن میں کی چیز میں نہیں آتا۔ دوسری آیات کا ہے اسے کتاب قرآن کا ترجمہ تمام و کمال میں فرق ہے۔ تو اس کی آیات سے اور قیاس میں سے کہتے ہیں ایک قرآن اور دوسرے کتاب قرآن سے معنی میں اور دوسرے معنی میں اور کتاب کے معنی میں۔ اس کے معنی میں ہی اور غائب ہے کہ چھتے اور آٹھویں چیز کیا ہے تاں غلطی ہی فرمیں۔ معانی کو ان میں یہ کتاب ہے۔ ان کو ان کو غلط ہے اور ایک معنی میں اس میں کتاب پر روشنی میں ہے۔ اب تک تو ان میں یہ بات تھی کہ اللہ تعالیٰ پر حق تعالیٰ نے چیزیں معنی لکھ کر یا غلطی میں اس پر ایک ایسا یاد آیا ہے تو میں نے کہا کہ یہ سب سب میرے معنی ہے۔ ان کا جواب ہے تو ہے یہ کتاب میں بھی لکھا نہیں ہے کہ اس سے کہ ایک کتاب میں ہے سمجھا کہ سب۔ لیکن معنی میں بھی لکھی ہے تو آپ نے سب کو چھینا نشان یا یا یہاں تک کہ کافر چٹ گیا اور اللہ تعالیٰ سے دوسرے ورق میں اس کا جواب لکھا ہوا تھا۔ یہ بڑے دل سے۔ کہ واقعی دستور نے خلیفہ کہا تھا کہ اس نے اندر جو پوشیدہ ہے وہ خود بخود ہی سے نظر آئے۔ پھر دوسرے اس کے پاس آئے کہ دیکھ میں۔ یہ سب کو پتہ آیا کہ یہ معنی آج اس میں چھپ رہا تھا۔ اس کا مطلب دوبارہ سمجھا یا عرض یہ مالک علم یوں سمجھا تھا کہ۔ معانی بھی کتابت میں آتے ہیں۔ مگر یہ اس کی غلطی ہے۔ معانی قرآن و کتابت میں نہیں آتے اس کا عمل صرف زمین سے لوگ ہے تاکہ کی خبر پر قیاس کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے اس کو پہلے سے پیدا کر رکھا ہے۔ کیونکہ الفاظ سے معانی کا سمجھنا ہے۔ یہی ہی خبر ہے۔ لیکن معانی کا مرکز قیاس ہے اور یہاں الفاظ کسی کی زبان سے نظر معاہدہ معانی سمجھے گئے۔

خبریں ان آیتوں میں اشارہ کیا لیکن صراحت ہے کہ قرآن کے ساتھ ہر حصے کو قطع کر رکھو۔ کہیں سے الفاظ قرآن کے معنی میں ہیں اور غائب ہے کہ قرآن سے لفظ ہی کی ہوتی ہے نہ کہ معانی کی اور دوسری صفت اس جگہ کتاب ہے۔ جس کے معنی سمجھنے کی چیز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کے ساتھ قرآن کے معانی و مفہوم و کتابت کی بھی قطع رکھنا چاہیے۔ سو یہ ہے کہ قرآن کا مسدود حق حقیقتہً الفاظ ہیں۔ نہ معانی۔ کیونکہ الفاظ تو زبان سے آتے ہیں وہاں کہ کلمہ زبان ہے۔ لفظ کے معنی میں سمجھنے کے ہیں۔ لیکن الفاظ زبان سے چھٹے جاتے ہیں۔ یعنی نکالے جاتے ہیں۔ اس

لیے ان کو الفاظ کہا جاتا ہے اور معانی کا محل صرف ذہن ہے، وہ تو کتابت کا مصداق کسی طرح نہیں ہوں گے، بلکہ اس کا مصداق دوسری چیز ہے، یعنی نقوش جن کو عوام کرم کا نئے کہتے ہیں، کیونکہ ان پر حد آدمی لکھا ہوا پڑھ نہیں سکتا، نہ سمجھ سکتا ہے اس لیے وہ ان کو کرم کا نئے کہتے ہیں، مگر کتاب کا مصداق مطلق نقوش نہیں بلکہ وضعی نقوش ہیں، جیسا کہ الفاظ کی ولایت معانی پر وضعی ہے، اس لیے پڑھ سہے ہوئے آدمی ان کو سمجھتے ہیں، ان پر پڑھ نہیں سمجھتے، جب یہ معلوم ہو گیا کہ کتاب کا حقیقی مصداق نقوش ہیں تو آپ تو الفاظ ہی کو غیر مقصود بتلاتے تھے اور قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ نقوش قرآن بھی قابل حفاظت و مستحق ہیں، یہ تو اتنی پڑی کہ نئے تھے تھرا بخشواتے روزے بھی نکلے پڑ گئے، مگر صابو ایسے نکلے نہیں پڑے، کیونکہ اس کی ایسی مثال ہے کہ پیسے کوئی ہادشا کسی شخص کو اشرافیاں اور جواہرات دے کر اس سے کہے کہ اس کو حفاظت سے رکھو، قفل اور تالا لگا دو، اگر اس شخص کو روپے اور جواہرات کی قدر معلوم ہے تو اس نعم کی قدر کرے گا اور کہے گا:

جزاک اللہ کہ چاٹم پاز گرونی

مرا یا جان جان ہراز گرونی

اور جس کو روپے کی قدر نہ ہوگی وہ کہے گا کہ یہ اتنی بامیر سے سر پڑی کہ حفاظت کرو اور قفل لگاؤ۔ اسی طرح جو لوگ معانی کی قدر نہ کرتے ہیں وہ ان الفاظ و نقوش کی بھی قدر کریں گے، کیونکہ یہ ان ہی کی حفاظت کا سامان ہے اور جو قدر نہیں کرتے وہ اس کو سر پڑی یا سمجھیں گے، پس معلوم ہوا کہ جو تو تعلیم یافتہ الفاظ قرآن کے پڑھنے کو سبب فائدہ سمجھتے ہیں، درحقیقت وہ معنی قرآن کی قدر نہیں کرتے، ورنہ ان کی حفاظت کے ہر سامان کی ان کو قدر ہوتی۔

قرآن کا مجزہ

صابو الفاظ قرآن کو اس کی حفاظت میں بڑا اہل ہے، کیونکہ الفاظ قرآن کا یہ مجزہ ہے کہ وہ نہایت سہولت سے حفظ ہو جاتے ہیں کہ اگر خدا نخواستہ! خدا نخواستہ! یہ نکلے ہوئے مصاحف گم ہو جائیں تو ایک بچہ حافظ قرآن اپنی یاد سے اس کو وہ بار و یکبارہ لکھوا سکتا ہے، بڑوں کا تو ذکر ہی کیا، ملاحظہ فرمائیے کہ وہاں ایک واقعہ ہے کہ وہاں ایک واقعہ ہے کہ قرآن کے اس مجزہ کو ظاہر کرنا چاہا تو درمیان و وسط میں ایک آیت پڑھ کر رکنا گئے اور مجمع کو خطاب کر کے کہا کہ اس میں جس قدر حافظ ہوں، چاہوئے بڑے سب کھڑے ہو جائیں، مجھے ایک آیت میں شبہ ہو گیا ہے اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں تو چاروں طرف سے بہت سے آدمی کھڑے ہوئے جس میں بچے بھی، جوان بھی اور بوڑھے بھی تھے اور اراکین ہر

بھی، یہ دیکھ کر واعظ نے کہا: ”الحمد للہ! صاحبہ! مجھ کو آیت میں شبہ نہیں ہوا تھا، بلکہ صرف یہ دھماکا تھا کہ اس مجمع میں جس کے اندر حفاظ کو بالکل جمع نہیں کیا گیا، یوں ہی کیف مہر اللہ علیہ السلام جمع آ گیا ہے، اس قدر حفاظ قرآن موجود ہیں، اب قیاس کرو کہ سارے شہر میں کتنے حفاظ ہوں گے؟ اور پھر یہ اندازہ کرو کہ پورے ضلع میں کتنے ہوں؟ پھر سوچو سارے ہندوستان میں کتنے ہوں گے؟ اور دنیا بھر میں کتنے ہوں گے؟ صاحبہ! یہ قرآن کا تجزہ نہیں تو اور کیا ہے کہ اس زمانے میں جب کہ قرآن کی طرف رقت کا کوئی سامان نہیں ہے اس کے حفظ کرنے والوں کو کوئی بڑا عہدہ ملتا ہے، بلکہ زیادہ تر امراء کی توجہ انگریزی پڑھنے کی طرف ہے اور کفار قرآن منانے کی کوشش کرتے ہیں، اس قدر حفاظ موجود ہیں کہ بچے بھی حافظ ہیں اور مرد بھی اور بعض قصبات میں عورتیں بھی حافظ ہیں، چنانچہ قصبہ پانی پت میں بہت عورتیں حافظہ ہیں اور بعض تو سیدہ قرأت کی حافظہ ہیں۔

قرآن یاد کرنے کو بے کار کہنے والے

صاحبہ! میں نہایت آزادی سے صاف صاف کہوں گا کہ جب لوگ بدوینہ عاتق سمجھے الفاظ قرآن کے پڑھنے کو بیکار کہتے ہیں، واللہ! وہ حضرات حق تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو قرآن کے حافظ پیدا کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ محفوظ رہے اور یہ لوگ دنیا سے حفظ قرآن کو منانا چاہتے ہیں، کیونکہ تجربہ شاید ہے کہ حفظ قرآن بچپن ہی میں اچھا ہوتا ہے، بڑے ہو کر ویسا حفظ نہیں ہوتا تو اب اگر ان لوگوں کے مشورہ پر بچوں کو قرآن نہ پڑھایا جائے تو اس کا انجام یہی ہے کہ حفظ کا دروازہ بند ہو جائے مگر ”يُرْسِدُونَ لَكُمْ لِيُكْفِرُوا وَلِيَإْتِيَ الْفُلُكُ بِالْقَوَاهِبِ وَاللَّهُ مُنِمْ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ“

یہ خدا کے نور کو منانا چاہتے ہیں، خدا یہ خود ہی منٹ جائیں گے اور خدا کا نور ان کے مناتے سے ہرگز نہ مٹے گا، یہ لوگ اپنے ایمان کی خیر منائیں، یہ ہیں کس ہوا میں؟ خدا کی قسم! ان کا کام و نشان تک نہ رہے گا یہ بالکل جاوہر پاؤں ہو جائیں گے:

چراغِ ما کہ ایند و فروزہ
ہر آنکو آف زند رتیشش بسوزد

اور

اگر حقیقی سراسر پاؤں گیر
چراغِ معقبات ہر آنکو نمیزد

اس عارف نے یہ بات اہل اللہ کے انوار میں متعلق فرمائی ہے جو حسب اہل اللہ کے انوار میں
کے منانے سے نہیں من سکتے تو خود اللہ کا نور اس طرح من سکتا ہے؟ بعض اہل اللہ پر ظالموں
نے ستم کیا اور ان کو ذلیل کرنا چاہا، دوسری قبر پر خود لومیا و غیر ان کا نام اور ان کے انوار اب تک
تاہاں درخشاں ہیں اور یہ ظالم کونساں اور تاہیں جو جسے کوئی ان کے نام سے بھی نہ آئے ہیں وہ
ان کی قبر کا نشان پائی ہے اور اہل اللہ کے حرارت اس وقت تک سرخ اٹھتی ہے جو بے
جہاں۔ دوسرے یہ متباد ہے کہ اہل اللہ اپنے کو خود منانا، ناپید کرنا، کھام کرنا چاہتے ہیں اور اہل
ظہر اپنے کو ظاہر کرنا مشہور کرنا چاہتے ہیں، مگر اہل اللہ نہیں اہل باطن علی جیسے ہیں اور اہل ظاہر
کی شہرت چند روز و سب کر خاک میں مل جاتی ہے، بعض مصلحین نے اپنے کتابوں کا نام بیکہ ظہر
نہیں لیا، مگر تاہیں ان کی مقبول و مقبول ہیں اور اہل ظاہر بڑے اجتماع سے اپنا نام نہ
کرتے ہیں، مگر ان کی کتابوں کو کوئی بھی نہیں پڑھتا۔

اللہ کا نور من نہیں سکتا ہے

میں یہ کہہ رہا تھا کہ حسب اہل اللہ کے انوار کسی کے منانے نہیں من سکتے تو خود اللہ تعالیٰ کا نور کیوں
کر من سکتا ہے؟ جس یہ خدا کی حفاظت ہے قرآن کے اہل اللہ کا ہر زمانے میں ہوتے رہے ہیں
کہ ان کا جہر و انحصار مشہور ہے، اس پر بعض لوگ ہیں کہ یہ یا کرتے ہیں کہ خدا قرآن کا حافظ و مہربان
ہے تو ہمیں اس کے احسن مکی کیا ضرورت ہے؟ اسے عاصیوں بات ایسے دل سے نکلتی ہے جس میں خدا
سے ذرا بھی غلو اور کافہ نہیں، کیا اگر جلد ہی مجھ آپ کو کوئی تھوڑی تو آپ میں کی ہے اللہ کی کر سکتے
ہیں، خصوصاً ان کی نگاہ کے سامنے ہرگز نہیں، بلکہ اس کو سر اور آنکھوں پر رکھا جائے اور ان کی زبان سے
زیادہ حفاظت کی جائے اور اگر وہ کوئی حق کھانے کے واسطے آپ کو دیکھ لیں اور ان کے سامنے آپ اسے
کھائیں تو کیا زمین پر آپ اس کا کوئی ریزہ کرنے دیں گے؟ ہرگز نہیں، بلکہ اس طرح شوق سے
کھائیں گے کہ گویا کہ بھی یہ نعمت آپ کو ملی ہی نہیں تھی۔ مگر اس میں سے ذرا سا بھی زمین پر نہ رہے تو
نور اللہ کو سر پر رکھیں گے۔

قرآن کی حفاظت

میں سے سنو، حسنی اللہ یہ وہم کے اس ارشاد کی حقیقت سمجھو کہ اگر کھانا کھاتے ہوئے اگر
زمین پر گر جائے تو اس کو اٹھا کر حد تک کر کے کھاؤ، کیونکہ آپ چاہتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہم کو کچھ
دے ہیں، تو ان کی اہمیت کی ان کے سامنے بے قدر نہ کرنا پڑی ہے حیاتی ہے تو جب اللہ تعالیٰ

خلیفۃ اللہ کا خطاب

شاہ — پیر ابونے سے یہاں تک اللہ تعالیٰ نے ہر کوئی خلیفۃ اللہ کا خطاب دیا تو کیا خدا عزوجل نے اس کو حق ہے جو ہم اور اس سے یہ کہ زبان پر یہ بات آ رہی ہے کہ خدا قرآن کا تو نگہ بان ہے، ہم کو کیا ضرورت ہے؟ خدا تعالیٰ کی عزت تو دیکھنے کے ہم کو انہی حالت میں خلیفہ دنیا کے دوسرے لوگ اس منصب کے عہدہ پر موزوں تھے، ملائکہ نے اسی وقت جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اس معاملہ پر الارض حبسہ فرمایا، یہ غرض یہ تھا کہ ہر رتے ہوتے ہوئے انسان کے پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ قرآن میں مانگہ کا یہ سوال اور اس کا جواب انھیں مذکور ہے، میں اسی وقت اس کی تفصیل بیان کرنا چاہتا تھا، صرف یہ بتانا چاہتا تھا جو اس حق تعالیٰ کی تباری ضرورت تھی، بلکہ جس کام کے لیے ہر کوئی پیدا پایا ہے، اس کے انجام دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوق اپنی خدمات کو پیش کرنے کے لیے مروجہ تھی، مگر اللہ تعالیٰ کا یہ ہمارے حال پر غایت کرم ہے، دوسری جماعت کے ہوتے ہوئے پھر بھی ہر کوئی منصب خلافت عطا کیا اور ہم کو اس خدمت کے لیے پیدا کیا، اسی طرح خدمت قرآن کے لیے بھی خدا تعالیٰ کو ہماری کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟ اگر ہم خدمت دین میں کوئی کمی نہیں ہے تو دوسری قوم کو اس کی خدمت کے لیے پیدا کر دیں گے۔

ارشاد خداوندی

چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس خیال کا بھی جواب صاف صاف دیا ہے

”وَلَا تَتَوَلَّوْا بَعْدَہٗ قَوْمًا لَّہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ“

یعنی اگر تم دین سے اعراض کر دے گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے ہمیں عذاب عظیم کا قیام کر دے گا۔
 چچا یہ تمہاری طرح سست و کاہل اور دین سے جان چھڑانے والے نہ ہوں گے، صابو اتھار ہی تان کاڑی نہیں دے گی، تم آج چھوڑ کر دیکھ لو، چھڑائی دینی ہی چلتی رہے گی، بارش، قسم خوردگی، زبردستی، اللہ تعالیٰ اس دین کی خدمت اور قرآن کی حفاظت کے لیے ایسی قیامتیں پیدا کرے گا جسے جو تیر رہی ہوگی۔

دیدار محبوب کا

شاہ — ابھی آپ کو خبردار دیدار کرنا ہے چناں چہ کہ جلد ہی جلسہ میں اس دنیا کا ظہور ہوگا۔ یہ ہے یہ وہ جگہ جس کے آثار ظہور ہو رہے ہیں، اس وقت میں آپ کے حضور کچھ باتوں کو سامانوں

[illegible]

قرآن بعد حفظ ہوتا ہے

قرآن مجید کا یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کی تفسیر بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اس لیے قرآن مجید کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس لیے قرآن مجید کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس لیے قرآن مجید کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

کے مرتبہ تحت میں پیشانی پر اہم مقام

مصلحت را قیاس بر حق بودن چکین برده اند

۱۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سب کچھ ہے۔

کہیں میں اور کہیں = عظمت کل:

مفسر مصحح تحریر مہرانی

حلاوت قرآن کی برکت

مورہ رفیق کی نظر تو اس سے بھی آگے بڑھتی ہے۔ وہ رفیق کو دہقانہ آواز میں کہتا ہے: "تو میں تو یہ بات کٹھن ہوئی ہے کہ تم غور نہیں کر سکتے، بلکہ انہیں باجے کی طرح بول رہے ہیں جس میں کسی اور کو اس کا پتہ تو نہ پائے گا ہے۔ اس بات میں شک ہے جو تمہاری بنیاد یا تکرار غلط ہے جس کا کہ جب بول رہے ہو اس وقت وہ اگلے شعر کا حصہ سمجھ رہے ہیں۔ غصہ میں یہ دیکھنا کہ اس شعر میں اس کا کیا ہے۔" اس کے بعد وہی صدمہ ان کو مار دے جس سے کہنے لگے: "جسے انمورہ نے اس کی باتوں کی اور اس کی باتوں کو جانتا ہے۔" وہ بول رہا تھا اور وہ دیکھ رہا تھا جس کی اس کا حال اچھا نہیں تھا۔

چوٹا قلاب یہ سچتر ہے قسم بخاری میں

بقیہ صفحہ ۱۰۰ — ۱۰۱

$\frac{d}{dt} \left(\frac{\partial L}{\partial \dot{x}} \right) = \frac{\partial L}{\partial x}$

مجلس الشورى، ٢٠٠٤

آئیے دیکھیں کہ ان کے پاس کیا ہے۔

عاریفہ کا حال

حاضر کیا تو دسب اس عقیدے کا انشراح دیا ہے تو کچھ تو پہنچے کہ اس قرآن کے جیسے نہ کی
نیا حالت ہوئی ہے اور اس قرآن میں جو کچھ ہے اس کا ٹکڑا ایک خاص جگہ سے جدا کیا ہے کہ
قرآن میں کھڑے تعاقب صاف مد ف اپنی شائستہ و غصت و جمال کو ظاہر فرماتے ہیں انہیں کتاب ہے
انہیں شہادت ہے، انہیں کھلی ہے، انہیں بشارت ہے، انہیں تھم ہے، انہیں خطاب ہے، اور نہ ایک
اس قرآن نہ کیا انسان کے قوراء سے ہی افعال ایسے ہیں کہ ان میں انسان کو محض برا نام
ذمہ دہ و اصل کر کے اس کے وہی ہیں وہ کیا یاد کرنا چاہئے ہم و کمال جو کہ میں نے یہ کہہ دیا
ہے اس نے قرآن مستحق کیا ہے، اٹھنا اس کی شان باطن اس کی پڑھنے کو کئی شخص دوسرے نے
نہایت پرستی کر کے کہ یہ کھلی ہے کی ہے مگر ہم یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ زمین بھی دوسرے
وہاں بھی دوسرے کام میں ہے اس کو پانی یا کھو دہی اور عیت و پرورش کیا ہے اور اب یہ کہہ سکتے
ہیں کہ اس قرآن سے کچھ دسب مراد نہیں ہیں اور یہی ہیں جو کھلی جی تو ہے دہی ۱۲

کہیں کہ چونکہ اس موقع پر طیبہ، اداکار بھی تھے، ہر جس کی فیس گزشتہ، مگر مشاہدہ اس کے نکالنے کے لیے
مجبور رہا تھا، اس لیے کہ

درد از یاد است و ادماں نیز ہم

دس قدمے اشد ا جان نیز ہم

ہے چہ می گویند آں بہت ز حسن

یار ما این دار و آں نیز ہم

اب تو معلوم ہو کہ یہ کلامیہ قرآن پر عیناً بھی مشکلاً ہمارا کار فرما ہے۔ اس کے ساتھ تو ہم نہیں ہوتے؟
قرآن یہ کلامیہ حق تعالیٰ کا انعام ہے کہ وہ ہمارا کام ہی کرنا چاہتے ہیں۔ درت و ادماں۔ یہ تفرقہ شدہ
خود کر رہے ہیں، اگر اب بھی اس غلام کی طرف رجعت نہ ہو تو سخت محرومی کی عاقبت ہے، یہ مضمون
درمیان میں اسطر ادعا ہو گا اس امر پر متنبہ کرنے کے لیے قرآن کی حفاظت جو آپ کے پاس کی گئی
ہے تو آپ اس پر باز نہ کریں، خدا اگر آپ کی ضرورت نہیں، بلکہ آپ ہی کو خدا کی ضرورت ہے۔

بے معنی سمجھ کر قرآن کا فائدہ

اب میں پھر قسم دے کر طرف خود کرتا ہوں کہ یہ کہا ہرگز صحیح نہیں کہ بدہون معنی۔ کئے سمجھے قرآن
پر جانے کا کیا فائدہ؟ کیونکہ ایک فائدہ تو یہ ہے کہ مسلمان کی حفاظت بدہون حفاظت الفاظ کے نہیں
جو کئی اور حفاظت صحابی کی ضرورت آپ کو بھی مسئلہ ہے، یہ جواب تو سائنس اسٹیل کے وائلی ہے اور
آج کل عقل و سائنس کی پرستش زیادہ ہے اس لیے یہ جواب تو تعلیم یافتہ جماعت پر زیادہ رجعت
ہوتا اور ایک جواب ملتا ہے جو ہندوؤں پر رجعت ہے جو اس کے سامنے عقل کی کچھ حقیقت نہیں کہتے
وہ یہ کہ حضرات جس وقت علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قرآن کے ہر فقرہ پر دس نیکیاں ملتی ہیں، جس نے ایک
بار زبان سے الحمد کہ اس کے ہندو اعمال میں اسی وقت پچاس نیکیاں ملتی ہیں، شاید عقل پرستوں کو
یہ جواب پھر معلوم ہو، جو ان کے صاحبزادہ حقیقت میں بڑا قیمتی مصلح ہے جس کی قدر کرنے کے بعد معلوم
ہوئی کہ جب کہ نیکیوں کی پوری ہوئی اس نے ایسا مثال ہے جیسے کسی کے پاس مکہ کے بلائے اور
مجید ہاں بہت سی جمع ہوں اور ہندوستان والے اس کا مستحکم وراثت کر لیں کہ اس کے کو بیخ کن کرنے سے
تجھے کیا نفع؟ وہ اس سے جواب میں کہتا ہے کہ ہاں! بھی تو کچھ نفع معلوم نہیں ہوتا لیکن ایک خاص
دن معلوم ہو جائے گا، پھر شخص اور اس کا مستحکم اترنے والے رتوں رت کو باریک دیکھ کر
معاملہ برعکس ہو گا کہ اب وہ شخص جس کے پاس بلائے اور مجید ہاں خرچ نہیں، ان لوگوں کا مستحکم

استوں کے درختی لڑنے کا تو اتنا اہتمام اور خدا سے راضی کرتے کا مطلق دستار نہیں تھا۔ آپؐ نے فرشتہ تعالیٰ آخرت میں یہ سوال فرمایا کہ تم نے فلاں ان دوست سے ایک غصہ تک باتیں کیا ہیں جو تم سے آج تک نہ گئیں، تو ان کا جواب دیا کہ میں سچا جواب تو یہ دوں گا کہ میں کبھی ان سے ملنا (معاذ اللہ) خدا سے محبت نہیں کرتا یہ کہ وہ دیر پہلے میرا آپ سے خطاب ہی نہ کریں گے، لیکن آپ یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت

تو کہ آپؐ کو خدا تعالیٰ سے محبت ہے، اس لیے کہ آپؐ کو مومن ہیں اور مومن کی شان یہ ہے "وَاللّٰهُ مِنْكُمْ اَوْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ" کہ جو وہ ہیں، خدا میں ہیں، اور ان کو اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ محبت ہے۔ جس آپؐ کو اللہ تعالیٰ سے ضرور محبت ہے، اور جس محبت ہے کہ کسی سے گئی اتنی محبت نہیں، بعض لوگوں کو شاید یہ پسند نہ آئے، لیکن ان کو تو یہ یاد رہنی چاہی کہ اللہ اور پیغمبرؐ کے ساتھ محبت زیادہ معلوم ہوتی ہے، مگر یہ خیال صحیح نہیں، اولاد اور بیوی کے ساتھ بھی محبت ہے، غرض محبت نہیں اور طبیعت محبت تو جانوروں کو بھی ملتی، اولاد اور بیوی سے ہوتی ہے، یہ چھوڑ کر ان کے ساتھ اور رسولؐ کے ساتھ کیا محبت باہر ہو سکتی ہے، بلکہ محبت متعلقہ ماحول پر ہے، جس کا خضاعہ محبت کا کمال ہوتا ہے، سو یہ محبت اللہ و رسولؐ کے ساتھ زیادہ ہے اور کسی کے ساتھ ان کے برابر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے برابر صاحب کمال کوئی نہیں اور خدا تعالیٰ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کوئی صاحب کمال نہیں، اس لیے آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی یقیناً بہ نسبت سب کے زیادہ محبت ہے، مگر کتنی اور غور کر کے دیکھ جائے تو طبیعت بھی مسلمانوں کو خدا و رسولؐ ہی سے زیادہ ہے اور کسی کے ساتھ اتنی محبت نہیں مگر اس کا ظہور کسی محرک کے وقت پڑتا ہے۔

ایک واقعہ

چنانچہ ایک دفعہ سے یہ حقیقت دہرائی ہو رہی تھی، ہمارے اطراف میں ایک بزرگ مولانا مظفر حسین صاحب رحمان گزر رہے ہیں جو فتویٰ کے فائدہ بہارے اکابر میں مسلم و ہمساز تھے وہ ایک بار موضوع کوئی بیانیہ مقررہ کے لئے مجھے وہاں لے کر گئے، وہاں سے سوال کیا کہ حدیث میں آیا ہے۔ "لا یرس احدکم حتی یرکون اللہ ذر منہ احد۔" ایہ اس نفس و ملامہ و دندہ و لسانہ احد میں۔

کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہ ہوگا، جب تک اللہ اور رسولؐ اس کی جان و مال

حفظ تھا اور اس کے معنی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں حاضر تھے، صرف اسی لیے قرآن کے الفاظ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق قرار دوسرے کی زبان سے سننے میں بوجہ کی سوئی کے زیادہ توفیق، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف الفاظ قرآن بھی زبان لگانے والی کے مقابلہ میں مقصود میں اسباب سے بڑھ کر الفاظ قرآن و نقل اور کیا ہونا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پر اپنے واسطے قرآن کی قراءت کی طرف توجہ فرماتے ہیں، توجہ توجہ سے سننے میں، اب غور کیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز سے یہ معلوم ہو جائے کہ جو یہ شیخ کا نام دینی ہے، تو اللہ تعالیٰ کے واسطے اس کے لئے قرآن کا لے گا اور کسی طرح جاسنور کر دیتے گا، اس مقصود صلی اللہ علیہ وسلم سے انجیل اور عہد قیون مجرب ہوگا؟ یہ مقصود صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اپنے ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن پر اپنے واسطے قرآن سے توجہ فرماتے ہیں اور توجہ توجہ سے اس کی قراءت سے سننے میں، اس سے بھی الفاظ کا مشہور ہونا ظاہر ہے، نہ کہ قراءت اور استحسان الفاظ ہی کے متعلق ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے اور یہاں سے معلوم ہوا کہ ہم کو قرآن پر دیتے ہوئے اس امر کا اختلاف کرنا چاہئے کہ حق تعالیٰ تمام قرآن قراءت کو سن رہے ہیں، اسی امر کا یہ اثر ہو گا کہ نہایت مستیاء اور ہمت کے ساتھ صحت کا خدشہ نہ کرے، قراءت کی جانے لگی و رہے روانی کے ساتھ نہ پڑھتا ہے گا۔

الفاظ کا بھی مقصود ہیں

دوسرے اچھا میں نے مانا کہ حق ہی اصل مقصود ہیں، مگر یہ بھی نہ مانوں گا کہ معانی پر وقت مقصود ہوتے ہیں، بلکہ ایک وقت لیا بھی ضرور ہونا چاہیے، اس میں صرف الفاظ ہی مد نظر ہوں اور معانی پر وقت نہ ہو جیسا کہ دیکھا، اس پرمان سے یاد کیے جاتے ہیں، اس وقت مقصود پر اصحاب نظر نہیں، بلکہ صرف الفاظ ہی کو مانا جاتا ہے، اور جیسے کھا کھانے سے مقصود توجہ ہے، مگر کھانے کے وقت لذت پر نظر ہوتی ہے، صورت پر بھی نظر ہوتی ہے کہ روٹی چلی ہوئی ہے یا نہ ہو، حامل میں ایک مرتبہ بہت تیز یا کم تیز ہو، اس وقت کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ مقصود توجہ ہے، صورت اور لذت پر نظر کر رہا ہے، نہ کہ یہ، اس کو اس دنیا کی چیز اس میں تو صورت اور لذت پر نظر ہو اور قرآن میں یہ امور بے فائدہ ہو، میں سمجھتا ہوں کہ یہ امور قرآن میں لذت ہی وقت حاصل ہوتی ہے، جب کہ حالات کے وقت معانی کی طرف توجہ نہ ہو، صرف الفاظ ہی پر توجہ ہو، کیونکہ وہ مراقبہ جو ابھی بیان ہوا کہ تلاوت کے وقت اپنے کو پڑھنے والا سمجھے اور حق تعالیٰ کو شکستہ سمجھے اور اپنے کو شکر شجر و خور کے حکم کے در اقصیٰ سمجھے یہ مراقبہ صرف الفاظ ہی پر توجہ کرنے میں حاصل ہو سکتا ہے، معانی پر توجہ کے ساتھ یہ مراقبہ نہیں ہو سکتا، پابندی پر توجہ کر کے دیکھو، اسی طرح یہ مراقبہ بھی کہ اللہ

تواریخ ہندی اور عربی میں ہے کہ اس زمانہ میں علیؑ کا ظہور ہوا ہے، جو حق میں سے
 انھیں پہنچا، یہ الفاظ جو ان میں سے ایک میں ہیں۔

میں نے

[illegible]

اِقْدَارِ اَنْ

پھر اس کا وہ عذہ تعالیٰ سے قریب رہا وہ جو ان کی افتادہ آوازیں یعنی بھی وٹ تو مانتی کے لیے بیکر کافی تھے، کیونکہ محبوب مگر عاشق کو کافی پڑا۔ تو وہوں کو لڑتے ہیں وہاں نہ ت کہ پہلے کے ساتھ ت عشاقی، دوسری نعمت اس پر پڑنے کو کہوں وہی ہوتا ہے کہ عاشق کے نفس کے لیے تو بیکر لذت کافی ہے کہ اس کو محبوب کے ساتھ نہ یہ چاہی ہے، پہنچانچے بعض دلوں اس چیز کے لیے بھی نہیں کہ یہ سنا ہے، وہ محبوب کی یاد کا کھجور بطور دعا کے کہے کھالو یہ نہ ہے، میں جملہ مصلیٰ نہ طیارہ و کلمے کے ایک اصولی کو یک قہر اور قہر انہوں نے ہی دلوں میں نہیں کیا، بلکہ اس کو ہمیشہ اپنے ہار ہی دیا تھا، جس عشق کے لیے قہر تھا تو قرآن ہی نفس کے دوست کافی تھا، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارباب باعداات ہمارے کہی ہیں، مومن میں معنی ہے نہ ہوتے، مگر معنی سے وہ مذہبیں جمع ہو گئیں، تو اب کیا کہہ کر ہوتا ہے کہ نہ ت معنی۔ نہ ت ان کا کو چھوڑ دیا ہے؟ بلکہ وہ اس لذت قوش کی نہ ت اور الفاظ کافی نہ ت اس نہ ت ہے، یہ وہ قوش لہو ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارباب ہیں، اور وہ تہا و تہا و نے معانی میں ہیں اور الفاظ ان کے تابع، اور نہ ت انہوں نے اپنے اپنے اللہ کا کہنا، اور تہا ہے اور بھٹل برسات سے معانی کو لیا، اور تہا ہے وہی تہا و تہا و سے تہا و تہا و، یہ مگر نے مگر نے کہہ کر یا کہہ جس معنی اللہ تعالیٰ نے ہیں، ہر اسب نے انہیں جو ہے۔

کیونکہ لفظ کو غلط فہمی سے زیادہ قریب ہے تاہم ایک طرف نہ فیصلہ کر کے خوش نہ ہوں، میں ایک طرف فیصلہ کرنے کی قیادت نہیں دیتا، بلکہ دونوں باتوں کے لیے ایک دوسرے کا سہارا بناتا ہوں۔ اس لیے کہ اس سے فائدہ اٹھائی جاسکے اور محض جہالت نہ رہے۔ اس میں سچی فکر آئی کہ، دونوں چیزیں قابلِ اہتمام ہیں، ہر سے اپنی درستی بھی، ایک دوسرے کی طرف صورتِ آئینی، دونوں ہی کی وجہ سے نہ غلط فہمی نہ ہو۔

سیرت کے ساتھ صورت پر نظر

صورت کوئی بڑا حصہ نہیں کہہ سکتا، دیکھنے والا اپنی اپنی سہولت پر جی تو یہاں کی بھڑکی نے زیادہ ہے، تاہم صورت اور عفتان کی جگہ سے اولاً - نکالتے ہیں، اگر نہ صورت سے تو اس وقت تک نہیں جانتا تھا کہ یہ طلب و دینا ہے، اسی طرح کیڑوں میں ایک صورت ہے، ایک صفت متعبدہ و متعبدہ سے ہے، اور سیرت، مردی سے پیدا کر میں جو قسم کا کہنا ایسا ہے اور ایک صورت ہے، یعنی کپڑے کی پارکلی اور تزائت و تعلق، نظام و غیر نظام ہے کہ صورت سے محض جو نہیں بلکہ اس کے لیے بھی بڑی کوشش کی جاتی ہے اور جیسے! عادت کی ایک صورت ہے اور ایک فعل، صحتی تو اور ستر کی اور عادت اور اس کا کوسم لینا ہے، اس مقصد کے لیے ہر حال میں باطن اور عادت کافی ہے اور ایک صورت ہے کہ رنگ بھی اجاڑا ہو، اس لیے بھی خوبصورت ہو، طالعمان کی بڑی، اور اس صورت سے یہ - ہے تو یہاں صورت ہے یہاں سیرت ہو، اور وہ یہاں اس کے لیے خاک پھیلائی جاتی ہے، اور اسی طرح اور یہ سیرت بہت خیر کی کہلی میں جو باہر پیدا ہو، عادت رکھتی ہیں، مگر محض دیکھ اور یہ کہ صورت تو یہی ہے کہ عادت سے اختیار کیا جاتا ہے، یہ کہ یہاں وہاں محض عادت ہی رہتی ہوئی ہیں، جیسے "تعلق" کہہ کر یا "تعلق" کو ماننے ہے تو ایسی اور یہ صورت تو یہی ہے کہ عادت سے عادت ہوئی ہیں، یہاں صورت کا لحاظ نہ کرنا کیا جاتا ہے، اس لیے صرف سیرت سے اس لحاظ سے ہم حقد المعانی ہوتے ہیں، مگر صورت کی وجہ سے ان میں بڑا فرق ہو جاتا ہے، اس لیے کہ اس مقام القاب و القاب و آداب میں اپنی صورت کی وجہ سے مطلوب ہوتے ہیں، اور ان کی جگہ دوسرے طالعمان کی اس کے ہم معنی ہونے چاہئیں تو سیرت سے تعلق اور یہی جاتی ہے، مثلاً کوئی باپ کو خود اور، نہ تعلق نہ تعلق تو پاگل شمار ہوگا، حالانکہ اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں، اور خود اور معنی وہم تعلیم سے بہرہ ور ہونے سے بظاہر سمجھتے رہیں، یا صاحبِ تعلیم ہوں، اور خود تہتم کے معنی ہیں، اگلے کی رائی نہ مانا، آگاہ و دیکھن سیرت کا دیکھنا ہے، یہ آگاہ کی روشنی میں، اور کوہ چہ ہی سے تو معنی تو ہے کہ سیرت کا لحاظ صورت کی وجہ سے کتاب کو محض اور باطن دیکھا جاتا ہے، معصوم ہونا کہ یہ روشنی نہ دے کہ عفتان ہی، یہاں یہاں ہوتے ہیں اور اغراض مطلوبہ نہیں ہوتے۔

صورت کی اہمیت

اس سے بڑھ کر اور سنبھلے انسان کی ایک صورت ہے اور ایک معنی چنانچہ معنی انسان روح انسانی ہے جس کی بدولت آدمی گہ سے نکلتا ہے تو اگر یہ دھوکا مان بھی لیا جائے کہ صورت بھڑکے ہوئے انسان سے نہیں کو چاہیے کہ اپنی مواد کا گما کھڑت دیا کریں، کیونکہ یہ تو شخص صورت ہے اس کی کیا ضرورت ہے؟ بلکہ مقصد اس معنی میں ملتی رہے اور کچھ کم سننے کے بعد بھی باقی رہتی ہے، کیونکہ موت سے اور ان فنا نہیں ہوتیں، تو کیا اس کو کوئی عاقل گوارہ کر سکتا ہے؟ ہم جانتے ہیں، معلوم ہو آہ معنی کی طرح صورت بھی مطلوب ہے، پھر قرآن الہامی اس سما کے خلاف یہ ناکامہ دینیوں جاری کیا جاتا ہے کہ اس کی صورت یعنی الفاظ بدون معنی کے بیکار ہیں ۹۹

الحمد للہ میں نے مختلف اجداد سے مسئلہ کو درست کر دیا کہ الفاظ قرآن بدون معنی کے بھی مطلوب ہیں اور ان کا ہر جز بیکار نہیں، اب یہ دھوکا یا کمال بطل ہو گیا کہ یہ دن معنی کے الفاظ پر سننے سے یہ فائدہ۔

حروف مقطعات کے نکات

اب میں حروف مقطعات کو نکات بیان کرتا ہوں، جو ان قیادت کے شروع میں وارد ہیں، ان سے بھی اپنا دعویٰ ثابت کرے گا جیسا کہ میں نے شروع میں وعدہ کیا تھا۔

حروف مقطعات میں بہت سے نکات ہیں۔ ایک نکتہ یہ ہے کہ یہ اسرار ہیں، درمیان اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے معانی سے واقف تھے، مگر دوسروں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معانی ظاہر نہیں فرمائے، کیونکہ ان کا تعلق محکمہ شرائع عالیہ سے نہیں، بلکہ دوسرے نکتہ سے ہے، ان اسرار کو اسی نکتہ کے وسیلے پر ظاہر کیا جاتا ہے تو ممکن ہے کہ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام ان سے واقف کیا گیا ہو، کیونکہ امت کو اس نکتہ سے تعلق نہیں، اس سے سمجھوں کہ اس اسرار پر مطلع نہیں کیا گیا، ایک مرتبہ میں نے درس میں یہی ترمیم کی تھی اور اس وقت ایک کورس اسٹڈنٹ صاحبزادہ تھے، وہ کہتے تھے آپ جی کہتے ہیں، واقعی ہر نکتہ کے خاص اسرار ہوتے ہیں جن سے امر سے نکلے دلوں کو مطلع نہیں کیا جاتا، میں نے کہا آپ تو ایسے قصہ میں گر رہے ہیں جیسے آپ پر بات کر رہی ہو؟ کہتے تھے کہ ہاں، اچھے آج کل کی یہ بات پیش آئی ہے، میں فیکہ ان پر متذکرہ کی کونجی پر مبنی ہوا تھا، ان کی بنا پر ایک کتاب بھی لکھی گئی تھی اس کو دیکھنے کا صاحب نے نہ دیا کہ آپ میرے ہاتھ سے لے لی اور کہا یہ آپ کے دیکھنے کی نہیں ہے،

[illegible]

قرآن سے محض کے روحانی علاج بھی مقصود ہیں۔

یہ وہ شخص ہے جس کی ہر بات پر ہر شخص کی نظر پڑتی ہے۔ وہ ایک ایسا شخص ہے جس کی ہر بات پر ہر شخص کی نظر پڑتی ہے۔ وہ ایک ایسا شخص ہے جس کی ہر بات پر ہر شخص کی نظر پڑتی ہے۔

[illegible]

• not a sub unit

چوتھی حد: اہل فرشتوں سے سوال کیا۔ "میرے بندے کیا

’موتے ہیں‘

اسی کی وجہ سے کہ امتوں نے یہی دیکھ کر ہر دور کے محققین پر دست بردار ہونے لگی جس سے مابعد
الہ و مابعدیہ کے تصور نے جو پچھلے دور کے تصور تھے ان کو اپنے وجود پر جو اثر تھا اس نے ہمارے
سائنس دانوں کو متاثر کیا۔ ان کے خیالوں نے ان کو اپنی باتوں کے لیے دلائل کی ضرورت نہیں لگتی تھی۔

[illegible]

موقع ہوتا ہے تو حق تعالیٰ دیتا دیتے ہیں، اسی طرح فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے، عصر اور صبح میں جو فرشتے عصر کے وقت آتے ہیں، دو صبح کے وقت رخصت ہوتے ہیں اور ان کے بجائے دوسرے فرشتے آتے ہیں، پھر عصر کے وقت چلے جاتے ہیں اور دوسرے آ جاتے ہیں، شب وائیں ہو کر جاتے ہیں، تو ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے بندے کیا کر رہے تھے؟ وہ عرض کرتے ہیں: یا الہی! جب ہم گئے تھے جب بھی نماز پڑھے رہے تھے اور واپسی کے وقت بھی نماز پڑھتے چھوڑا، اللہ میاں دونوں وقت فرشتوں کو جتنا دیتے ہیں اور بدلی بھی خاص اس وقت کرتے ہیں جو نماز کا وقت ہے اور اسی وقت کی حالت پوچھتے ہیں کہ میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ حالانکہ فرشتے دیکھتے سب میں جو کچھ بندے کرتے ہیں، کیونکہ ان کی شان ہے "یَسْمَعُونَ لَمَّا تَعْمَلُونَ" مگر ان سے صرف اسی وقت کی حالت پوچھتے ہیں اور یا پوچھتے خود دیکھ نہیں سکتے۔ (اسلام پبلیکیشن ۴۵)

پانچواں اعتراض..... لوح محفوظ کی وسعت پر شبہ کا جواب!

ایک دفعہ ایک منکر خیالات نے مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ سے پوچھا کہ لوح محفوظ کتنی ہی بڑی ہاں لیجئے مگر کبھی تو ختم ہو جائے گی، ہزاروں لاکھوں برس ہو چکے ہیں، بے شمار چیزیں یاد ہیں اور فنا ہو گئیں، کہاں تک لوح محفوظ میں لکھا گیا ہوگا؟ مولانا نے فرمایا کہ تمہارا ذہن ہے یہ کبھی ختم نہیں ہوتا، اس میں تم نے کتنی چیزیں بھری ہوں گی، مگر وہ ابھی تک خالی ہے، تو لوح محفوظ تو ذہن سے بہت بڑی ہے، ہاں واقعی اسنے سے ذہن میں کس قدر گنجائش ہے کہ دلی، کھلت، زمین و آسمان سب کچھ سمایا ہوا ہے، اگر حصول الاشیاء یا نفسیات ماننے تو یا شیا بہا کے قائل ہو جائے، تب بھی شبہ دلی کی دلی کے برابر تو ہوگی، جیسا کہ سوچنے سے ساف معلوم ہوتا ہے، اتنی ذہن پیمانہ سہی کہ اشیا، یا شیا و لطیف ہیں تب بھی اتنا بڑا آسمان اتنی بڑی زمین اتنی بڑی دلی، ذہن اتنا بڑا کہاں سے ہو گیا؟ تو لوح محفوظ میں تمام چیزوں کا سمایا گیا مشکل ہے؟ تو ذہن محض اس وسعت میں تو سب کا مشابہ لوح محفوظ کے ہے مگر علم صحیح سے خاص یا اعتبار علوم عالیہ کے بھی بالکل سچا نمونہ لوح محفوظ کا ہو جاتا ہے۔ (روح البیرونی ص ۶)

چھٹا اعتراض..... مرنے کے بعد عذاب قبر روح پر ہوتا ہے یا جسم پر!

بات یہ ہے کہ وہ روح ہے جس کے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا ہے، ہاں کہ روٹ مجروح ہے، یا مادی ہے؟ بعض اہل کشف کا قول ہے کہ مجروح ہے اور بعض متقدمین اس طرف گئے ہیں کہ مادی ہے اور

سے مختصر نہیں سمجھتے، بلکہ بڑا کوسہ زور غی میں لڑائی کرتے ہیں، بہت اہم مجموعہ کہنے میں کو بعض اوقات بعض افراد سے اس طرح مختصر ہیں اور وہ اس دلچسپی کو نہ سمجھتے ہیں۔ نتیجہ میں یہ سب کچھ ایک پرچہ ہے جس میں کچھ کو اب ثابت ہے جو کہ بیکار ہیں۔ "اس" اور "ہم" ہونے میں یہ فرق ہے اپنے خیال میں سوچنا کہ اس کا نام اصطلاحاً "اس" رکھا گیا تھا، اس میں اس شخص کے شمول میں نے یہ تحریر کی ہے کہ اس اصطلاحاً "اس" ہے۔ اس فرق سے کو بہت حار و گرمی سے متوجہ رہنا، بلکہ کیا محض نام سے اس پر فرق کیا جائے۔ اس کے لیے اس شخص کا یہ اثر اس سے چھتے ہیں کہ اس میں "اس" کے ساتھ جس شخص کا تعلق ہے کہ ایسا۔

(از طریق خدمت اقامت و حقوقی ۱۱۴۰)

آٹھواں اعتراض... آیت کی تفسیر قواعد ہیئت پر ہے!

[illegible]

آ آں شریف سے ملانے کی معلوم ہوئے ہیں اور اب جو دنیا میں ہیں اور یہ سب — بدلتے نہیں۔

وَقَدْ شَهِدَ السَّخَاءُ لَهَا وَمَعَ كُلِّ قَبِيحٍ وَفُجْرٍ
نَسَرَ وَتَقَرَّرَ لَهَا فِي هَذِهِ السَّخَاءِ

ہر ایک کی فسی فطرت کے ساتھ یہ شہد کی کہ جو ہے کہ ہر ایک کو اپنا حق ملے۔ ان میں سے ہر ایک کو فطرت کے ساتھ
 ہر ایک کو اپنا حق ملے۔ ان میں سے ہر ایک کو فطرت کے ساتھ ہر ایک کو اپنا حق ملے۔ ان میں سے ہر ایک کو فطرت کے ساتھ

مجتہدین کی شان

مجتہدین کو حق تعالیٰ نے ایک نہایت بڑی شان عطا فرمائی ہے، آپ کوئی انداز میں اس شان سے اپنے آپ کو نہ لیں۔ ان کے اندر یہ قابلیت نہیں رہی؟ ان کے اندر ایسی باتیں بھی؟ تو یہ بات تمہارے لیے چھٹی نہیں، خدا نے تعالیٰ سے پوچھ لیا، پھر یہ بھی پوچھ لیا۔ کیا ان کو بہت دینی فہم کیوں نہیں دئی؟ ایک دیکھو، تمہارے کمال کو دیکھو، تمہاری:

بھائی وہ کیوں وہ اتنی کئی؟

دلِ ظلم نے اپنے اندر ایسی بات ہے، تو کراہی ترقی سے تو خدا کا برے، تو تو یہ سمجھتے ہیں کہ:

ہمیں کہ تو نکرتے تھی کردار

وہ مصحف تو ہر تو بہتر اند

غرض یہ کہ خدا نے انہیں میں ایک شان عطا فرمائی ہے، جو ہم دوس میں نہیں ہے اور اس کا انداز اس سے ہو گا کہ اس وقت تو ان سے تم چند نہیں رہنا، اس شان اور شان کا تصور، ان کے کام میں نہ دیکھا ہو، پھر اول معاملات میں فقہاء کا تو اس کا کھانا اور اپنے استاذان کے استاذان کے ساتھ مواظبت کرو، یہ معلوم ہو گا کہ فقہاء اور مجتہدین کی شان یہ ہے، انہیں اس لیے بھی ضرورت ہے، ہم کی سوا یہ کرنے پر بہت آسانی سے فیصلہ کیا جاتا ہے کہ ہم میں انہیں مجتہدین میں نہ پڑ فرق ہے، پس اس تفاوت کی وجہ سے وہ ہم کی تو ایسی مثال ہے جیسے عام رعیت اور علماء کی ایسی مثال ہے جیسے ہائی کورٹ کے جج، پس جب ایک رعیت کو ہائی کورٹ کے جج بلکہ ایک معمول جج کی مخالفت چاہیں تو اس کو علماء کی مخالفت کب چاہی ہوگی؟ میں یہ نہیں کہتا کہ علماء سے نفلی نہیں ہوتی بلکہ ہوتی ہے، مگر اس کا پھر عزم کا کام نہیں ہے، بلکہ وہ ان کو کام ہے اور جب ہم کہ ایک حد میں عالم کا فتویٰ بلا تعارض موجود ہے، عالم نے مذہب و ادب کے اس کا اتباع کرے تو اس کے کہنے کی بات چھوڑ دے، وہی کہ میں تو علماء کی مخالفت کرتا ہوں خدا اور رسول کی مخالفت نہیں کرتا! پس معلوم ہوا کہ علماء کی مخالفت کسی طرح جائز نہیں حتیٰ کہ اگر آپ کے سامنے ترجمہ حدیث کا موجود ہو جب بھی آپ کو علماء کی مخالفت چاہیں، تو ان کے ترجمہ کے سامنے اپنی رائے نہیں پیش کر سکتے، تو وہ تو ان کا ترجمہ ہونے کی حالت میں ہوتا یعنی تو ان کا مخالف قرار دیا جائے گا، تو اسی طرح اگر حدیث کا ترجمہ ہو گیا ہے، مگر پھر بھی آپ کو اس کا ترجمہ اور علماء سے

ہو گیا، میں اس کا انکار نہیں کرتا کہ طاعون میں ہوا جگہ نے کو دخل نہیں، ممکن ہے کہ اس کو بھی دخل ہو مگر میں یہ کہتا ہوں کہ وہ شریعت کے بتائے ہوئے سبب کا کیوں انکار کرتے ہیں؟ کیا ایسا ممکن ہو سکتا کہ ایک چیز کے متعدد اسباب ہیں؟ ایک سبب قریب ہو ایک سبب بعید، ایک سبب ظاہری ہو، ایک سبب حقیقی ہو آپ کہتے ہیں ہوا گزرنے سے طاعون ہوا کیوں ہوتا؟ وہی کہ یہ ظاہری سبب ہے حقیقی سبب اس کا یہ ہے کہ آپ نے گناہوں کی تفریق نہ کی، وہی کا انکار آپ کسی دلیل سے کرتے ہیں؟ میں اس مقصود کے واضح کرنے کے لیے ایک مثال بیان کرتا ہوں، اس سے آپ کی سمجھ میں آ جائے گا کہ ظاہری سبب اور حقیقی سبب میں کیا فرق ہے؟

مثلاً ایک شخص تو چٹائی پر بیٹا اور دوسرا گیا، وہ شخصوں میں تشکیک ہوتی کہ اس کی چٹائی کا سبب کیا ہے؟ آئیے شخص کہتا ہے کہ صرف اس کا سبب یہ ہے کہ وہ کسی طرح سے عقیدے کے اوپر کھڑا گیا اور روشنی پسند اس سے ٹکا جس پر گیا، پھر کسی طرح سمجھتا اس کے نیچے سے اگے ہو گیا تو اس کا تھلا گھٹ گیا اور مر گیا۔ ایک دوسرا شخص نے کہا کہ اس چٹائی کا سبب یہ ہے کہ وہی نے ایک جرم کیا تھا، اس وجہ سے اس پر حاکم نے تاراج ہو کر چٹائی دلا دی، تو کیا اس پر وہ پہلا شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ تم سائنس کے منظر ہو کہ اس کی موت کا سبب تو اختناق (یعنی گھلا گھٹ جانا) ہے اور تم جرم کو اس کا سبب بتلاتے ہو؟ کیا اس جرم نے اس کا گھلا گھونٹ دیا؟ ظاہر ہے کہ وہ یہ اعتراض بھی نہیں کر سکتا اور اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے بھی تو تمام حقوق اس کو یا تو مل جائے گی اور یہ کہہ گی کہ تیرا یہ کہنا صحیح ہے کہ موت کا سبب اختناق ہے مگر اس کا اصل سبب تو حاکم کا حکم ہے اور اس حکم کا سبب اس کا جرم ہے۔

غرض اس اختلاف میں ہر معاملہ بھی کہے گا کہ وہ شخص ہی اس حق پر ہے جو یہ کہتا ہے کہ اس سبب طبی کا سبب خود اس کا فعل ہے، اور نہ چٹائی تو پہلے سے بھی سو ہو چکی، پہلے سے کیوں نہ مر گیا؟ اور اب بھی موجود ہے، پھر اس سے روزانہ موتیں کیوں نہیں ہوتیں؟ تو صاحبو! غضب کی بات ہے کہ اس شخص کو تو حقیق سمجھا جائے اور علماء کو جو کہ طاعون کا سبب آپ کے گناہوں اور افعال کی خرابی کو بتلاتے ہیں، غیر حقیقی کہا جائے، یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جس کو کوتاہ نظر کہا جاتا ہے، وہی کی نظر کو دوسری جگہ عالی نظر کہا جاتا ہے؟

غضب ہے کہ دین ہی کے مواقع پر سب لوگ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔

ایک حکایت

اس پر مجھے ایک دوست کی بیان کی ہوئی حکایت یاد آئی ہے کہ انہوں نے لاہور کے پاتل خانے

[illegible][illegible]

کہ تم کو جو بڑی مصیبت پہنچتی ہے تمہارا ہے۔ تمہوں کے ساتھ ہے۔ کتنے بے راجہ تھیں۔ اور حق تعالیٰ سے
 سے خدا ہوں سے اور کتنی کجی کر رہے ہیں۔ ایسے نہ کہنا ہے۔ سب اس معاملہ کو ہماری
 مصلحتی خود بیان کر رہی ہے۔"

گھمیا رہواں اعتراض، مصیبت اُتر گئیاں ہوں کی وجہ سے آتی ہے تو

کفار پر آئی چاہیے

مصلحت کا سبب جیسا کہ گناہ ہے، اسی طرح رفع درجات بھی اس کا سبب ہے۔ بعض رفوہ احکام اور آزمائش کے لیے اور درجات بلند کرنے کے لیے بھی یہ میں تارن جھوٹی ہیں۔ شیخ الاسلامی فرماتے ہیں:

”أما حجتكم على الله تعالى والسعداء ولنا دلائلهم من غير جدوى من قبلكم مستقيم الله
رسالة محمد صلى الله عليه وآله حتى يقدر الزعمون والظالمين استواء معه حتى : دعوا لله ولا اله
إلا هو“

”یہاں قمر نے یہ تمنا یہ ہے۔ کہ جنت میں وہی ہے جو پہلے حلوں کو پیش آ چکا ہے کہ کوئی اور تکلیف نہیں اور وہ یہاں کے جہیز بھی اسے جتنے کہہ کر سال اور دن کے ساتھ ۱۱۷۱ مسلمان سنبھالے گئے کہ: ”کیونکہ ان کی مدد کی ضرورت تھی“۔“

”حتى اذا انشلت الشمس وضوا النجوم قد كفتم اداء هذه النافعي من شاة، ولا يرد بانسان الغوم مخمري“

”یہاں تک کہ جب ریل ۴۰ میٹر ہو گئے اور گھر نے ممکن کیا کہ اس سے جھوٹ بولا گیا اس وقت آدمی ہزار آئی تو جن کو ہم نے چاہا ان کو جھوٹ دے دی گئی اور باقی لوگ ہلاک کیے گئے اور ہر ممبر اب بھرم لوگوں سے مل نہیں سکتا۔“

ان آیتوں سے حاصل مشترک اثر ثابت ہوا کہ پہلے زمانے میں حضرات مقبولین پر اور ان سے
 پیوستہ گروہوں کا حلقہ ہے جن میں مسیحیت کا احتمال ہی نہیں ان پر ایسے ایسے مصائب آئے کہ
 رسول تکبر اگر سنبھلے گا کہ مری عسراف! کہ خدا کی مدد کب آئے گی؟ "خشی لا انتیب
 لہ شئ" ہی سے نجات دہانہ ہو گا۔ یہاں تک کہ رسول اپنی قوم کے ایمان سے واقف ہو گئے اور انبیاء
 علیہم السلام ہی یہ دقت فحشی کا ایک دفعہ کہہ کر جو دیکھا کہ لوٹ چلے بغدادی نہیں ہوئے تو ان کی
 اصلاح سے امید ہو جائے گی کہ حامت یہ فحشی کہ ایک مدت تک اخطا سہہ کر چکی، امید نہ ہوتے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے سنا ہے کہ جو سال تک اچھی قوم کو نصرت کی اور ایمان لائے، وہ سال وہی سال ہے جس میں بھی ان کو کچھ ترس نہ ہوا، جب ان کے ایمان سے ایمان ہونے میں سے ان کا زور نہ کم ہوا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی مدت و روز تک علی قوم سے بائیں نہ ہوتے تھے تو اتنی مدت میں مدت کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حال بد کی تھی اور اس وقت تک مدت اسے نہیں سمجھ سکا۔ اور سو مہینے میں بھی جیسے تھے۔ "وَلَا تَلُکُمْ" اور "وَلَا تَلُکُمْ" کی تفسیر میں بہت اقوال ہیں اور بعض نے سخت و دشوار میں مکرر یہ ہے کہ "تخلوا" کی تفسیر کفار کی طرف راجع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کفار سے کوئی جاکر کلمہ نہ دے، یعنی رسولوں نے جو کلمہ عذاب کی دھمکی دی، ہر وجہ سے نہ دے۔ اگر پہلی بات تو اس مدت اور اس عذاب کے لیے تو اس سے معلوم ہوتا ہے

حضرات انبیاء علیہم السلام پر عذاب

خوش ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور چلے مقبولین علیہ مدت تک "وَلَا تَلُکُمْ" کا عذاب نہ ہو گا۔ ان کی حالت میں اور ان کی زندگی میں کبھی عذاب نہیں آتا۔ انہیں ہمیشہ ہمہ گویوں کو بھی پیش بھی نہیں آتی۔ مگر آج تک میں (جس زمانے میں یہ ملاحظہ ہوا تھا اس زمانے میں قرآن کی جنگ کلمہ سے چوری تھی۔ بعض راوی بہت خوش خبریں آئی تھیں کہ قرآن مملو ہے جو کلمہ کی ذرا سی حالت میں لوگوں کو خدا تعالیٰ سے پرکھائی دے گا۔ یعنی یہ کہ کلمات تعالیٰ پر کھائی نہ چڑھائی ہو جن میں وہ کلموں کے روز کسی کو بھی "معلوم" آپ اپنے خدا کی علامات کے روز اپنے لوگوں کو نہیں ملے۔ تہہ حال ان کے آپ میں اور ان میں بہت قریب ہے مگر ان کے پاس جو بھی انہی عہد آپ لوگوں کو نہیں بتاتے تو خدا کیوں آپ کو اپنے عہد سے روز بتا دیں؟ آپ میں اور خدا میں تو کچھ بھی نہ سمجھتے تھے۔ چاہے نبی خدا کو آپ کو عذاب فرماتے ہیں

حدیث مطربہ: ہر کو دور دور کہتے ہیں

کہ کہیں ناکہ، کھڑے، غصے میں سمار

ہر سال حق تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جن کی وجہ سے متوہین یہ بھی وہ عذاب نہ کرتے ہیں

جان صد چارہ ازین صبرت بر ناکہ

کائنات بر برق الیسی خاک حقیت

زبان بر لبہ کافینہ ہر دامنہ

سر پیرش ہفتہ سین افراتینہ

درجات کی بلندی

یہ گویا رشتہ درجات ہے، ان بلندیوں سے مہتممین کے درجے منہ ہوتے ہیں، نیز اس میں تاجدار و اخترار یہ بھی ہے کہ حسب سبب سے اخلاق درست ہو جاتے ہیں، نفس کی اصلاح بہت کچھ ہو جاتی ہے، جب ہم لوگوں کو اپنے نفس کی صلاح اور درنگی اخلاق کی فوج نہیں ہوتی تو حق تعالیٰ خود و اضطراب سے ہماری اصلاح فرماتے ہیں، آپ ان قسموں کی خبروں سے یہ سمجھتے ہیں کہ ترک معصوب ہوئے، مگر آپ کو کیا معلوم کہ اس سے جو ان کے نفس کی صلاح ہوتی ہوگی وہ نفسی نجات کا پیش نیند ہوگی؟ کئی حال عاموں میں سمجھتا چاہیے کہ مسلمانوں میں ظالموں کا زیادہ پھیلنا اس کی دلیل نہیں ہو سکتا ہے کہ محاذِ ائمہ مسلمان خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کو قرواں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ ہرگز نہیں! بلکہ انھی مسلمانوں کے درجے منہ کرنے اور ان کو شہادت کے مرتبے دینے منظور ہوتے ہیں۔ اس لیے ان میں ظالموں زیادہ پھیلنا ہے، حدیث میں صاف تصریح ہے: "المظہورون شہید" یعنی ظالموں میں مرنے والا شہید ہے، اسی لیے جو لوگ اس راہ کو سمجھتے ہیں وہ ہر بل سے خوش ہوتے ہیں نہ ان شکست و ہزیمت سے گھبراتے ہیں نہ ظالموں سے پریشان ہوتے ہیں اور یوں کہتے ہیں۔

پاخوش تو خوش بود، جان من

دل فدائے یار دل رنجون من

اور دوسروں کو بھی اس کی وصیت کرتے ہیں کہ محبوب حقیقی سے راحت میں اور غم میں غرض ہر حال میں خوش رہنا چاہیے۔

بس زبون و سوسہ ہشی ولا

مگر طرب نا باز دلی از بلا

یعنی دونوں حالتوں میں کچھ فرق نہ ہونا چاہیے، سمجھ کر کہ یہ دولت محبوب ہی کی طرف سے ہے دونوں پر راضی رہنا چاہیے یہ تو خواہ کلفت ظاہری ہو یا باطنی، وہ ہر ایک پر راضی رہتے ہیں اور باطنی کلفت پر راضی رہنا بہت عرصہ ہے، کیونکہ ظاہر کلفت میں صرف جسم کو تکلیف ہوتی ہے، اور روح کو بے شاشت و رقی ہے، اور باطنی کلفت میں یہ وہم ہوا ہے کہ مرود ہو گیا کہ حالت قبض میں ایسا ہوتا ہے اور یہ خیال سادگی کے لیے سخت سوا بہا روح ہے، مگر وہ اس پر بھی راضی ہوتے ہیں۔

باغبان نرسائی روزے بھرت مگر پیدش
و جھنڈے خار بھراں سہ پہل پیدش
مے دل و ہمد بند زلفش تو چہ چہ فی مثال
مرغ زینک بھول بد م اندھن پیدش
آگے ہی کی تحفہ نے لیے کہتے ہیں:

تھیہ بد فحری و دافش در طریتے ہانرے
راہ و نرس حد بند و اور توکل پیدش

یہ تو لیے کہا کہ بھی اگر کو یہ خیال ہو چاہے کہ میں اتنا کام کرتا ہوں اتنا مجاہد کرتا ہوں تو
یہ پریشانی کیوں؟ تو کہتے ہیں:

دراہم نرس حد بند و اور توکل پیدش

(الہامی ص ۱۲۵)

فائدہ یہ ہے کہ عقیدہ لہجہ پر کائناتیں آتی ہیں، مظاہر پر ستوں کو اس سے فائدہ پہنچاتا ہے کہ اگر کھانا ہوں
کی جہت سے پھینک دیتی ہیں تو مہسور نے کیا کدو کیا تھا؟ یا کدو کیا ہے؟ نہ تک بند۔
اور متوجہ ہیں و غمزدہ کی وجہ و کی تشیخ زیادہ رانی ہے اور نہ بازار کی لوگ پر طرح میں و جہ۔
میں زندہ ملی نادر۔ تو ہیں و بھی ظاہری شش ان کو زیادہ ہونا ہے، کھانے پینے میں بھی نہیں ہوتی، شش
عید ہو ہے، کیونکہ دنیا میں عبادۃ اللہ یہ ہے کہ سب شش ایک شش کو نہیں دی جاتی، کسی کو کونہ جہتی
شش نصیب ہو ہے، کسی کو یا شش شش حط فرماتے ہیں، دیکھتے بندے بہت کم ہیں جن کو دلوں شش
نصیب ہوں ان کی کو ایک حقیقت کہتے ہیں:

کسم حلقس غافل عبت ہا تب

و د اھ ن د اھل قلعہ سرور

د اھل نیرالا و ہام حائرہ

و د اھ نیرالا و ہام حائرہ

خوشن لی و پردہ لی

لہجہ و نایم، کچھ جاتا ہے کہ بعض تہاقل کافی تھی ہیں ہیں کہ ان کو کوئی ذریعہ معاش نہیں کہیں
اور جہش کامل ص حب نصیب اور بہت و زرق سے مال مال ہے، اس بات نے قلوب کو حیران
کر دیا اور بعض قہر لہ اس سے زندہ ہیں جو کھتے، سمو، بالائے من، اللہ!

رو یہ کہتا ہے کہ ہار شاہ نے مجھے گھوڑا تو دیا، مگر جاکر میں نہیں دیکھ سکتا تھا، تو اس نے کہا کہ خط ہے، جسے جب تمہیں گھوڑا مل گیا تو کہہ دیا، اس دوسرے کو دے دو جائے گا، اسی طرح اس نے دوسرا مال بھی دیا، مگر اس نے بھی لٹا دیا، سو اس کو بونامہ بھیجے کہ یہ اس کی غلطی ہے، جب تو کلمہ دیا گیا ہے تو مال کسی دوسرے کو ملے گا، پھر بونامہ اس راز کو کھولے گا، وہ اپنی امانت سے خوش رہے اور نہ دعا پڑھنے میں کوئی عیب ہی نہیں۔

مصلحت کیوں آتی ہے؟

غرض یہ ہے کہ یہ واقع ہوا تھا کہ آپ نے یہ سمجھ لیا تھا کہ مصیبت ہمیشہ گناہی سے آتی ہے، حالانکہ کبھی رنج و وجہات کے لیے بھی آتی ہے، ممکن ہے کہ اس کو کوئی تاویل سمجھے، قرابت یہ ہے کہ محبت میں سب باتیں ظاہر ہیں، مرنے کو بھی نہیں، اگر خدا تعالیٰ سے تعلق اور لگاؤ ہو تو ہر مسئلہ میں وہ ایمان کی تسلی ہو سکتی ہے، مصیبت خود بخود رواہ نکال لیتی ہے اور اگر تعلق نہ ہو تو کبھی بات بھی تاویل معلوم ہوتی ہے، اگر اس تقریر سے کسی کی تامل نہ ہوئی ہو تو وہ یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ مجسم ہیں، ان کا کوئی فعل نہیں، اسے غافل نہیں اور غفلت کا معنی غافل ہے کہ اس عالم میں ہر چیز کی سبب اور علت کے ساتھ وادیت ہے، لیکن ماحولہ مصائب اور تکالیف کا بھی کوئی سبب ہونا چاہیے، مگر کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ ایک مصیب کے لیے ایک ہی سبب ہوتا ہے، اور کبھی ایک مصیب کے لیے کئی سبب ہوتے ہیں۔ جیسے چنانچہ کہ اس کے کئی سبب ہوتے ہیں، کبھی نماز کے لیے چلنے میں بھی قصداً حادث ہے، کبھی کبھی کسی پر غصہ کرنے کے لیے اور جیسے غصے کا بھی، غصہ ہوتا ہے جس کو سبب عداوت ہے اور کبھی کسی وجہ سے وہ سبب پر بھی آتا ہے۔ غرض ایک مصیب کے کئی اسباب ہوا کرتے ہیں۔ اب بعض اوقات ان اسباب میں سے ایک سبب ظاہر ہوتا ہے اور بقیہ اسباب باطنی ہوتے ہیں، جو کوئی ظاہر دیکھ کر اس میں سبب کو سبب سمجھتا ہے، اور باطنی اسباب پر اس کی نظر نہیں ہوتی تو اس کے لیے واپس ضرورت ہوتی ہے، صحیح اسباب کے لحاظ کی بجائے جس اس کی ایک اور شان بیان کرتا ہوں کہ سبب واحد کے لیے کئی اسباب بھی ہوتے ہیں۔

آیت مثال

حکۃ آپ کو یہ شخص نے بڑے زور سے دیا اور کہیا، دیا کہ آپ کی بڑی بیٹی کو شے ملی تو دیکھئے، اوبانے کے اسباب جدا جدا دیے، ایسا تو یہ کہ راستہ میں توپ کوئی دشمن ہوا، اس نے آپ کو کوئی تکلیف پہنچانے کے لیے، دیا اور ایک صورت یہ ہے کہ آپ کو کوئی ایسا شخص ملا جس کے

رہنے کو آپ ترستے تھے اور یہ امید بھی تھی کہ آپ کو وہ ساتھ لے گا، ورنہ انہیں یہ خبری جس آپ کو دے گا، اور بہت زور دے گا۔ آپ چاہتے تھے کہ آپ کو یہ علم ہو کہ وہ آپ کو لے گا، انہوں نے اس وقت آپ کو بتایا کہ انہوں نے یہ سب یہ معلوم ہو جائے گا، انہوں نے، اس وقت آپ کا کہیں گے:

اسی وقت شغرابہ روپے لڑد
 شہادت نہ جوید خلاصہ از کوئٹہ

میرے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی۔
 "میرے پاس آؤ، میں آپ کو کچھ دکھانے کے لیے لے جاؤں گا۔"
 "جی ہاں، میں آپ کے ساتھ ہوں۔"

نہ شور و غصہ، دشمن کہ شہر ہلاکے سب سے
سہر و دہشیں ملت کہ تو خنجر آزمائی

اور یہ کہ

مکمل جہاز تھے۔ قدموں کے نیچے
پیشیوں کی صورت میں آواز آتی تھی۔

تو تو سمجھئے! مسہب واحد ہے اور یہ مختلف ہے مگر ہر ایک کا اثر جدا ہے۔ جو دیکھا کہ عداوت کی وجہ سے بڑا اثر کا دوسرا اثر ہے اور جو محبت کی وجہ سے ہے اس کا دوسرا اثر۔ چہرہ مسہب یہ بات سمجھیں۔ آگئی کہ ایک مسہب کے لیے عداوت اسباب بھی ہوا۔ نسبت میں تو اب تفتیش آپ نے اب تک ضرور ایسا سمجھ کر لیا ہے۔ "ما اعدائکم من الذین عداکم" کہ جو نصیحت آئی ہے وہ انسان کی۔ اعلیٰ کی ہے۔

انبياء عليهم السلام اخرج من مصراع

[illegible]

طاعون سے بھاگنے والا

ایک شخص طاعون سے بھاگ کر ایک گواہی میں گیا۔ کہ وہاں پر غم اور قحط نمازی۔ مسجد میں نماز کے لیے جاتا تو اس مسجد میں بعض پرستہ نمازیوں سے نماز کے لیے آتا چھوڑ دیا۔ اس شخص کو کئی بڑی زلزلت ہے۔ "تو بات یہ ہے کہ طاعون سے بھاگنے والے کی کسی جگہ جا کر عزت نہیں ہوتی، جس میں راز یہ ہے کہ یہ شخص خدا تعالیٰ سے بھاگتا ہے، اس پر مجھے یہ شعر یاد آیا کرتا ہے

عزیزا — کہ راز رنجش سر نہایت

بہر وہ کہ شد جی عزت نہایت

اور جو موت کو اپنے گھر میں پڑھتا ہے، اس کی آخرت میں تو موت ہوتی ہے نہ حالوں کی۔ چنانچہ ان مقام کی بات سے شہرہ بننے پر شہادت کا ثواب کتاب چنانچہ امام بیٹے میں اس کی تصریح ہے، مگر اس کے علاوہ ان لوگوں کی دنیا میں بھی عزت ہوتی ہے کہ لوگ ان کو قوی و متکبر اور متکفل المذاہب سمجھتے ہیں، بہر حال اہل ذنوب کو پریشانی ہوتی ہے اور یہاں غفلت کا سبب رفع درجات ہوتا ہے وہاں آواز بھی اور سے آتے ہیں کہ نہ وہ پریشان ہوتے ہیں نہ ٹھہراتے ہیں۔ چاہے ان کے جسم میں تکلیف ہو مگر وہ خوش رہتی ہے، وہوں کے لیے ایک عید ہوتی ہے، کیونکہ "از محبت ملکہ پائیریں شود" اور اس سے زیادہ دیا ہوگا کہ اس مسرت کو بے ساختہ ظاہر کر دیتے ہیں، ورنہ دوسرے کو تکلیف دینے کی حالت میں مسرت کب ظاہر ہوتی ہے؟ مگر سب سے بڑی معیبت جس کو ام المصائب کہنا چاہیے، موت ہے کہ اس پر کوئی راستہ نہیں ہوتا، چنانچہ اگر کسی سے یہ کہنا جائے کہ تمہارے لیے دوسرے ہیں یا تو اسی وقت سر جاؤ، یا ایک برس تک بیمار رہو، ان دونوں میں سے جس کو چاہو اختیار کرو، تو کمال ہر شخص اسی حالت میں تک مرے بغیر، بے پردہ ہو جائے گا، مگر موت پر ہرگز راستی تو ہے مگر اہل اللہ کی یہ حالت ہے کہ وہ خود موت کے خشتاں پہنچتے ہیں، حضرات یوں کہتے ہیں:

خرم آں روز تو میں منزل ویراں بروم

داحت چاہی ظلم در پنے جاناں بروم

نذر کہیں مگر تو یہ بسر ایں غم روزے

تا دریکہ شادوں و غزل خوان بروم

خوشی بوقت موت

و موت کے وقت کہ یہ غریب مانتے ہیں وہی پر ثناء یہ ہے کہ جمع دہلی سے کہ یہ کہیں یا دیکھ کر وہ سب نوح کا وقت آیا جو اس وقت سرور کی حققت سے معلوم ہوئی ہو گی اس وقت یہ سب باتیں بھول گئے ہوں گے تو حضرت اسی وقت نہیں انفعالات سے ان معانات کی حالت میں معلوم ہوئی ہے وہ یقیناً وہ موت کے وقت بھی ایسے ہی خوش تھے جب یہ سب اور بیٹھ اس کی تعلیم کرتے آتے ہیں کہ نہ دلی نہیں اچھے نہ کرو گے مرنے کے وقت سب لوگ تباہی وقت میں رہ رہے ہوں اور ہم سال بھر دلی کے سرور میں ہیں۔ ہے ہر دن یہ ایک تباہی میں مغموم ہو کر بچے یا آیا کرتے ہیں۔

یہ دلی کہ وقت زمان تو

مہر خداں پر تو انہوں

یہی یہ آتش کے وقت فرماتے ہوتے آئے تھے اور وہ وہ تو ہے جس رہے تھے انہوں میں وہ رہے تھے۔

آج بھی زنی کہ وقت زمان تو

ہر گریں غم تو انہوں

زہد کی انکی تیار کر دے وقت اور سب تو وہ نہیں کہ تم جتنے ہونے کو کہ چنانچہ ایسے واقعے بھی ہوئے ہیں کہ انھوں نے ملے سرور کے وقت پاگل بنا دیا ہے نظر آتے ہیں۔ ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس کے وقت سب ضرور تھے اور ان کی یہ حالت تھی کہ وہ بے ساختہ یہ اظہار فرماتے تھے:

وقت آں آمد کہ میں عیاں شوم

نہم جھگڑاں نہم ہوں شوم

اب وہ وقت کہ کیا کہیں نہ کہہ سکتے: روز چہ نہ کہہ سکتے کہ وہ تو یہ بتا رہے ہیں کہ وہ صبح حق سے مرزا ہو چکا ہے کہ وہ صاحب المذاق کے وقت یہ جتنی بات کہیں نہ سکتی ہے اور ان کی موت کے بعد تو کوئی گریہ نہ کیا اور فرماتے ہیں:

نہم جھگڑاں نہم ہوں شوم

نہم جھگڑاں نہم ہوں شوم

بعد موت کا حال

یہ تو آپ نے موت کے وقت کا حال بتا دیا اس سے بھی زیادہ محنت موت کے بعد کا ہے۔ موت کے وقت ہے مصیبت کا جو کچھ خواب و خراب ہو گا موت کے بعد ہی تو سچا ہو گا۔ اصل اللہ کی حالت اس وقت بھی عجیب ہوتی ہے، آثار سے صوم ہوتا ہے۔ ہاں وہ اور بھی زیادہ عجیب۔ ہے۔

حضرت سلطان الاولیاء رحمہ اللہ کی حکایت ہے کہ جب ان کا جنازہ چلا تو ان کے ایک مرید پر حالت طاری تھی۔ یہ کتابت کے اقبال کو صدمہ مریدوں سے زیادہ کس کو ہو سکتا ہے؟ غرض جنازہ چلا باقیہ مرید نے جنازہ کو طلب کر کے یہ شعر پڑھا۔

سرو سمینار صحرائے کی روی
تخت ہے مبری کہ ہے ما میروی
اے تماشا مجاہد عالم روئے تو
تو کیا بہر قمریٰ کی روی

تاریخ میں لکھا ہے کہ کچھ عرصہ پہلے آپ کا جنازہ پڑھا ہوا تھا، لوگوں نے کہا کہ کیا غصب کرتے ہو؟ چپ رہو اس واقعہ سے جو غیب نہ کرتا چاہیے، کیونکہ مرنے کے بعد انسان کو اور بری حیات عطا ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سب کچھ احساس کر سکتا ہے اور یہ حیات اولیاء میں عوام سے زیادہ ہوتی ہے۔ تو سچی ایسی بھی ہو جاتا ہے کہ اس حیات کا اثر بطور تراعیت کے جسم پر بھی ظاہر ہو جائے، مگر یہ بھی کبھی ہوتا ہے۔

غرض خدا نے ظاہر کر دیا کہ اب یہ قوم اس قدر مطمئن ہیں کہ ان کو مرنے کے بعد وجد آتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: "الان فی قلبہ لا حروف ولا فہم بحر لیلۃ تو صاحبو! ان حضرات کو مصیبت کہاں ہوتی؟ جن باتوں کو آپ مصیبت سمجھتے ہیں، ان میں ان کو لذت آتی ہے۔

(ایضاً صفحہ ۶۳۴)

بدولتی کا اثر

نوٹ کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں آج کل افلاس ہے، اس لیے ان کی حالت خراب ہے، میں کہتا ہوں کہ صاحبو! افلاس کا تو رنگ، اصل میں اس فالج کا جب بدولتی ہے، آپ پوچھ لو دولت مند سمجھتے ہیں، عمر یا اس میں مصیبتی دولت مند ہیں، تاہم گریہیں اور ان میں بھی منہ مری ہوئی سے مر جاتے ہیں، معلوم ہوا کہ کسی قوم کی دولت اچھی ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ ان میں بے تحاشی

[illegible]

ماہنامہ اریک و مشرق

[illegible]

صورت و حقیقت

تو ان حضرات پر اگر مصیبت آئے کی تو کوئی مصیبت نہ آئے گی نہیں اپنا یہ مصیبت کی صورت سے حقیقت میں اور نہ مصیبت نہیں اپنی جہ میں کہ ان کوئی شخص معالیٰ کا نر ہے۔ اور اس کے متعلق یہ شخصوں میں اختلاف ہو، ایک تو یہ کہتا ہے کہ یہ ایک بے ادب اور سرکھٹا آدمی ہے معنی ہے اب وہ اس کے ان وقت کو گمان نہ کرے کہ یہ تو آپ کے کس لئے ہے، یہ وہاں ہے اور وہاں وہ نہیں اور حقیقت وہ معنی کی نہیں، اب وہاں صورت ہے، یہ تو ہے جس سے وہاں کوئی ہوتا ہے کہ اس دنیا میں وہاں کو ہرگز نہ کہتا ہے کہ یہ تو اس کے لئے تو ہے اس کے لئے تو ہے اس کے لئے مثالی اس انداز میں مصیبت اور نہ مصیبت کی ہے، بلکہ انداز میں مصیبت آتی ہے اور نہ مصیبت صورت میں معنی ہے جس سے اس صورت میں حقیقت ہوتی ہے اور اس صورت میں حقیقت میں نہ رہا، جو جس سے کوئی دنیا کی حاصل ہوتی ہے۔

جس سے اس کا جس میں ایک بار پہلے ملے کو باطل، جسے ارادہ آپ سے وہی، حقیقت میں کہ معنی کے خیمے کے برائے جس کے جانے میں، اور وہ جس صورت میں صورت ہوتی ہے، حقیقت میں وہ خاص نہیں ہے جس سے نہ ہے کہ گمان آئے جس کے بعد ہی کے معنی کا انداز، بلکہ یہ تو ہے جو وہ اپنے میں یہ رہے تھا، اس کے اندر نہ رہی اور اس میں سرخ قرابت تھا اور یہ تو ہے جس سے اس کا تصور نہ کہ ایک دولت میں باہر جوں کے معنی کا پانی ہو قیادت کسی نے اسے ایمان کرنا، انبیا پر اس ایک شخص میں کو گمان کے لئے اور اس میں اس پر نہ کرنے کے لئے اس کی طاقت ہے کہ نہیں، یہ چہا حقیقت ہے، تو جس طرح کرے کی دہشیں ہیں، انی طرح مصیبت کی دہشیں ہیں۔

مصیبت کی قسمیں

ایک صورت ایک معنی اور نہت کی بھی دہشیں ہیں یہ صورت اور ایک حقیقت کا نر اور نہت، یہ تو کی جس آواز سے یہ ہے، یہ وہ ظاہری نعمت ہے، حقیقت میں یہ وہ بیان جہ ہے اور مسئلوں کو جو مصیبت پیش آتی ہے، وہ نہ ہوتی مصیبت ہے، حقیقت میں وہ بڑی نعمت ہے، صاحب اس کو وہ سمجھ کہ جو اس مرتبہ کو پہلے سمجھ چکے ہوں، جس سے باطنی طاقت کا مرکز نہیں بلکہ وہ اس کو نہیں سمجھ سکتا۔

پہلے سے کہہ جائی چھوٹے
ختم کہ ہو گا شوقی جہلی

[illegible]

(۱۵۳) در حق حقوق پدر و مادر (۱۵۳)

اپنے لوگوں اور حقیقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق میں تقسیم کیے ہوئے ہیں۔ منافقت و محبت کا مایہ نورد ہونا تو ظاہر ہے اور اگر اس کو مراحت سے بیان کر دیا جائے آیت ان کے مرسل سے کہ ان کی نہ دانا و خم سے انھیں ایسے قدر میں صادر ہوتے ہیں کہ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے، یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ شاید وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق عظمت نہ دامت جبر، لیکن اگر ذرا نظر کو مبسوط کیا جائے تو ثابت ہوا کہ یہ احتمال بھی واقعیت نہیں رکھتا، حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس عظمت میں محقق ہو رہی ہے وہ عظمت ہے جس سے

[illegible]

دکام شرعیہ کی خدمت

ہماری ان تقریر کے سچائی نہ سمجھ رہے تھے۔ ادھر شریہ عدالت سے تو یہ ہوا کرتی ہیں اور شہاد
تلاش کا مقصد یہ ہے کہ ان کا بیان اور ان کی خاص عظمت کا اعتقاد و تہمت سے محفوظ رہے اور
یہ ہے ہمارا مقصد و اہداف۔ اس طرح اس کو اپنا ارشاد و تہمت کا تقبیہ و بدعتا بن گیا اور اس
تقریر میں اس کا جو نام لیا گیا اس سے جو بے شک کے طور پر ثابت ہو گیا ہے اس پر اس نے اس
تقریر سے اپنے ان میں سب سے زیادہ اہم اور اہم ترین قرار دیا ہے جس میں اس کا بیان بھی ہے
اور اس میں اس کا یہ بھی ہونا اور اس کے خیال میں اس قسم کی وحی عدالت کی بھی تو اس
کے سامنے ہے۔ اس کا علم تو یہ بھی ہے جو سچا ہے (مترجمہ) اور اس کے کہ وہ اس کو اپنی عدالت اور اپنی تعلیم
کا نام نہیں لے، اس کے علم میں اس کو بھی کوئی حد نہیں ہونا۔

یہ ہم اس لیے کہہ سکتے ہیں کہ جی ہاں، حضرت شیخ معلوم ہوئی، نہیں، جنس اوقات وہ وہاں غلط نہیں ہوئی کی نظر میں، وقت نہ ہوگی تو اس حکم کو بھی ہے بہ وقت کہنے لگے گا۔

موسم سے بے گھر فلفلیت ملک نہیں آئی، باغش اوقات مانی اس کو خات اور اصلی حبیب سمجھ کر کسی موقع میں اس کے سو جوانوں کے لئے ضامن کے تھے جو ہر روز ان کے کام لگے رہے۔

پہرہ میں کہ ہر نکتہ مقصود ہلکے نہیں ہوتا، بلکہ اوقات میں نہ مقصود ہلکا ہے نہ کسی موقع پر نکتہ میں سمیت کے حاصل ہوجانے کو کافی سمجھ کر چند نکتہ ضرورت نہ سمجھے کہ اعلان و اذکار سمیعوں (اسم و بیہ اسم) میں اجتہاد، کل کتاب و فقہ حرام، کدھن، مغرب میں مہمیت پر نظر کرتے نظر کا کلمہ مجرایا ہے۔ لیکن یہ طے نہیں کی گئی کہ ان میں مہمیت پر نظر کرتے نظر کا کلمہ مقصود و نکتہ ہے۔ لیکن یہ طے نہیں کی کہ اگر سفر میں مشقت نہ تھی نہ جو تپ بھی قصہ ہے اور اس طرح دشواریوں سے بچنا، سمیت و نکات الطہارت سے لیکن اگر طہارت و نکات حاصل ہو جہاں بھی دشواری نہ تھی نہ ہر جگہ۔

ختم ہے کہ مایہ حقہ دین کے مزارعہ و میں اس کو بیان کرے اور ان میں اسلام کو اور دینی کو ضرور
 منجے دشمن کسی نے نہ پائے کی ممانعت کی ہے غفلت کے ان کی کہ اس میں سب سے بدلی بہت ہے
 تو اگر کسی نے اس میں یہ خدشہ پیدا کیا کہ تعلیم کے بعد سب سے بدلی بہت ہے تو وہ
 شخص بنیاد حال میں حکم کو بے بنیاد کہے گا۔ بخلاف روحانی عالم کے کہ وہ بجائے غفلت کے کہے
 گا کہ ہمارے تمام تعلیم، انسانی صلی و ان مایہ عالم کا یہ علم ہے جس میں ہر شے کی تعلیم ہے تو اس
 شخص پر کوئی خدشہ ہی نہیں ہو سکتا۔
 (ایضاً صفحہ ۱۸۳)

تیسری بات اعتراض... ترقی کا مطلوب فی شریعت نے تعلیم نہیں فرمائی!

ترقی نہایت خوبصورت لفظ ہے لیکن اس وقت اس کا حاصل محض حواس اور مسرت سے
 کی شریعت مطلوب ہے جو کائنات میں ہے ممانعت ہے ہم دینی انداز میں جو کہ اب رسول مقبول صلی
 علیہ وسلم کے اپنے نمونے تھے اور اب اس کو اپنے خیال میں ابھی چاہتے ہیں۔ یہاں یہاں
 نہ معلوم اللہ صلی علیہ وسلم نے ابھی اس کی تعلیم نہیں فرمائی، قصہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے اہم کاتیبہ
 تیک وقت اچھا اثر میں ہے ان سے اس کو دیکھا جائے اقتداء سے وہ بدلتے نہیں تھے آپ کو یہ
 تعلیم نہ ملے۔ رہے ہمارے اوقات سوال کا علم یہ ہے کہ اگر اہل بیت کے مطابق ہوں تو
 تاہل وقتہ چر و نہ چر محض۔
 (تجارت آخرت صفحہ ۵)

غرض نہ بٹ کو دیکھتے تو اس سے معلوم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز زندگی یہ تھا کہ اور
 وہی طرز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تھا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے یہاں طلال
 حرم اور طلوع کا نشان بھی نہ تھا، ان کی ترقی ترقی دین تھی، مگر چاہے اس کے تالیق ہو کر ان حضرات
 کو دین کی بھی وہ ترقی حاصل ہو کہ آج لوگوں کو خواب میں بھی نصیب نہیں لیکن ان کے بعد صرف
 ترقی دین تھی، نہ چنانچہ ان حضرات کی ہی شان کو تہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"الَّذِينَ ابْنُوا بُيُوتَهُمْ عَلَى تِلْكَ الْأَرْضِ فَاسُوا بِمَنْزِلَةِ الْبُيُوتِ الْمَكُونَةِ فِي الْأَرْضِ"

ہو ان کے گھر کی طرح"

کہ اگر ہم ان کو زمین پر قبضہ دے دیں تو یہ لوگ اس وقت بھی تہذیب قائم کریں اور تہذیب دین
 اچھی باتوں کی ترتیب دیں اور بری باتوں سے روکیں یہ ہے ان کے دنیا کے نقشہ میں وہ
 بھی شے نہیں ہو سکتا کہ ان کو یاد رکھنے اور پھر ان کے ساتھ اپنے خیال سے نہ دیکھتے اور اعلیٰ
 کیجئے واللہ! ایسا اشارہ اعلیٰ ہے جس سے وہ مستقیم پر تہذیب کو منطبق کرنے گئے کہ جب تک یہاں
 تہذیب اور اس میں اعتناء باقی رہے گا، ابھی اعلیٰ ممکن ہی نہیں، تو ہمارے خیالات تہذیب کی

طرح ہیں اور ان حضرات رضی اللہ عنہم کے خیالات کی شائبہ مستقیم ہے، مجدد یہ مثال آئیے
 حاضر اعتبار سے بھی بہت سی انہی خیال میں آئی، کیونکہ قطعاً صحیح کے مطابق ہی اشتقاق کی شان یہ
 ہوئی ہے کہ اس کے بعض اجزاء تو قطعاً مستقیم پر سے نکلے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض اجزاء اس
 سے بنے ہوئے ہوتے ہیں وہی حالت ان خیالات سے تھکتی ہے کہ ان میں اگر ایک قد مشہوریت پر
 ہے تو دوسرے اس سے بالکل الگ جسم کا کسی تاویل سے بھی جاؤ شریعت پر مطابق نہیں ہو سکتا،
 جس ایسے حالات و خیالات کسی طرح کا منہ نہ ہو سکتے ہیں؟ (نقدی صفحہ ۴۲۳)

چودھواں اعتراض محمد شین رحمہ اللہ پر اعتراض کا جواب !

بعض خود رو مغفیلین پر افسوس ہے کہ وہ محمد شین رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے
 واقعات میں اپنی رائے کو شامل کیا ہے لیکن چودھواں محمد شین رحمہ اللہ کے حالات سے واقف ہے وہ
 خوب جانتا ہے کہ محمد شین عظیم الرحمن نے کس تاویل سے کام لیا ہے، البتہ یہ اعتراض مطابق
 واقع کے ہو زمین پر ضرور بیٹھتا ہے، اصل میں محمد شین کا تین اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ ایک
 باب کی حدیث سے ایک باب کو ثابت کرتے ہیں، تو اس کے بعد ہی دوسرا باب اس کا معارض
 معروضی بیان کرتے ہیں اور اس میں بھی حدیث پیش کرتے ہیں، پس معلوم ہو کہ ان حضرات
 رحمہ اللہ کا مقصود محض یہی کہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا بیع کرنا ہے نہ کہ اپنی رائے کو کاہت
 کرنا یا اس پر زور دینا، کیونکہ جب ایک حدیث کے ساتھ دوسری حدیث جو اس ٹکڑے سے
 معارض ہے موجود ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث کی رائے کسی ایک باب ہوگی تو بصورت
 اس دو معارض کوئی خاص رائے کیے کر مقصود ثابت ہو سکتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ان کو اپنی
 اعتراض کی تائید مقصود نہیں ہے، بلکہ ان کا مقصود تمام احادیث کا انہوں کے سامنے پیش کر دینا
 ہے کہ دیکھیں اور خوب سمجھ لیں ہاں! تاریخ میں اس قسم کے واقعات پائے جاتے ہیں کہ ایک
 مؤرخ نے اپنے خیال کے مزید واقعات کو لیا اور دوسرے نے اپنے خیالات کے مزید واقعات کو
 لیں جب حدیث و تاریخ میں یہ تقابلات ہے تو حدیث قابل وثوق ہوئی اور اس کے مقابل تاریخ
 قابل وثوق نہ ہوئی تو جو واقعات تاریخ میں حدیث کے خلاف ہوں گے اور حدیث ان کو باطل
 کرتی ہوئی تو وہ محض کچھ ہیں جو کچھ قابل قبول نہیں۔ (ایضاً صفحہ ۴۲۳)

پندرہواں اعتراض..... ممکن اصلاح دوسروں کی اصلاح کیا کریں گے؟

آئی دیکھ لیں کہ ان مدعیانِ خطابت اعلیٰ کیا برتاؤ قوم کے ساتھ ہے؟ بلکہ میں کہتا ہوں۔ اپنے ساتھ لگے ان کو بھاری قمیص اور اپنے عرض کے مدین پر بھی تو چھینکر اور اپنی سب سے قیمتی سے تعدادی نہ مرنے کا کیم تک جھانپنے پر آمادہ نہ ہوئے ہوتے۔ دوسروں کو جوئے خواہی کرنا ہے اس میں اپنی غیر خواہی مضمر ہوتی ہے، پس جو شخص یہ بھڑکانے والا دوسروں کا کیسے بھڑکانا؟ یہ وہ اس تو اپنی اصلاح کریں، پھر دوسروں کی اصلاح حقیقی کی نظر کریں، آئی یہ جانتے کہ اظہار بھارتی اسلام میں نہ ہے نہ یہ جیسے ہوتے ہیں۔ انجیل میں قاصر ہوتی ہیں، مگر فیضانِ نظر ہے، اندازے کا خیال ہے، اول کی کئی افراد ہے کہ اس میں میں کو اور بھی۔ چنانچہ انجیل میں بہت اسلام کا یہ عام ہے، یہ تو بھی جتنے کے کی واقعی نہیں ہوتی، مطلع کو، دیکھئے اس پرست پاؤں کے اسلام کے مالک خود، ان مخلوق کو دیکھئے اوہ مذہب سے واپس یہ اتنا مذہب ان کو اپنے عرض سے انجیل کی نظر نہیں تو پھر دوسروں کے مسائل کے ساتھ ان کو کیا بھارتی ہو سکتی ہے؟ بہت ہے کہ یہ زمانے کی ایک رسم ہوتی ہے کہ میں وہ نہ کر رہے ہوں، کتنے جیسا کہ کل یہ رسمت مہمطور یا تاج مشہور تحصیل نامت و پھیل شہرت کی تلاش کرتا ہے، اور اس کے بعد رائج پھر پانچا ہے، مگر ان کے انجیل کے ایک یہ بھی ہے کہ انجیل قائم کی جا میں اور چلے گئے یہ نہیں، کوئی ان انجیلوں کو بھڑکانا ہے، کوئی بیکڑی کوئی بھڑکائی ہے، مہم خاص نامہ ان کو مترادف ہوتے، پھر رسم بھی اور شریعت پر مبنی ہوتی تو کھوئی اس سے حق نہ دیتی، کیونکہ وہ احادیث کی برکت سے انجیل میں بدل ہے حقیقت ہو سکتی تھی، اور مذہب ظاہری انجیل میں اشاعت تھی نہ ہوتے سراسر مضمر، رسم قائم ہے، اور بھی ہے کہ نکلا، اس سے عوام نامہ اس سے ہی قدم کو کوئی سمجھ ہے کہ وہ اپنی صورت لے لے رہی شریعت کے موافق رہا میں اور صورت عبارت کے باندہ جو جائیں، کیونکہ وہ حضرات ہاں لے لے رہے۔ یہ صورت ہی ان تمام مذہبوں میں یہ حقیقت ہو چکے تھی۔ (تجارت و حرمت ص ۱۰۵)

آج کل چلے

مذہب یہ رسم آج کل کے چلے، انجیل میں ہاں رسم جاری ہیں اور صورت بھی نہیں نہیں اور لوگوں نے ان کو نہیں سمجھ کر اختیار کیا ہے، انجیل کا تیار نہ کرنا خصوصاً نہیں ہے، چہاں کہ میں نے بیان کیا کہ یہ مذہب اپنی دین پر ہاں کر رہے ہیں، تو دوسروں کو اپنی قطع پہنچنے کے کاتب قصد کر رہے ہیں۔

اور اگر کہیے کہ یہ ایثار ہے کہ اپنے دین سے دوسروں کے دین کو مقدم کر رکھا ہے، اسی لیے یاد کرو اپنے دین سے قائم نہ کرنے کے دوسروں کے دین کی وہ سی کرتے ہیں تو سمجھو کہ ایثار کی اجازت دنیاوی منافع میں ہے، دینی منافع میں نہیں، یعنی اگر ہزار کوئی دنیاوی نفع خیر ہو تو دوسرے کا نفع ہو جائے تو اس کو ایثار کہیں گے اور اگر دین کا دوسرا دوسروں کو نفع پہنچے تو یہ ایثار نہیں کہلائے۔ ورنہ اگر دین کو تیار کر کے بھی ایثار ہوتا تو باقی سب سے زیادہ صاحب ایثار ہونے چاہئیں اور ان کو سب سے زیادہ خیر خواہ سرکار کہنا چاہیے، کیونکہ ان میں اتنی بڑی بھرپوری ایثار ہے کہ انہوں نے اپنی جان بھی دے دی اور تمام منافع جو اطاعت سے ان کو پہنچے وہ دوسری رعایا کے لیے چھوڑ دیئے، پس ایثار یہ حق ایثار ہے جو فرعون میں تھا کہ دین چھوڑ کر دنیا پر فحشیت کی۔

(دینا صفحہ ۸۰۷)

غرض جیسے فرعون کی بدست تھی، ویسی ہی آج کل کے اور والوں کی، یہ بھی ہے اور فرعون کی وہ بدست نہ اٹھانے کے قابل نہیں تو ہمارا یہ ایثار بھی ایسا نہیں ہے، بس معلوم ہوا کہ جو ایثار خیر خواہ نہیں، وہ دوسروں کا بھی خیر خواہ نہیں تو ہم جو سمجھ کر رہے ہیں، گھٹیں دھم کے لیے کر رہے ہیں۔

(ایسا صفحہ ۹)

سولہواں اعتراض..... علماء کا استیصال اسلام کا استیصال ہے!

آج کل ایک جماعت علماء کے استیصال کی فکر میں ہے اور طرح طرح کی تدبیروں سے ان کے اثر کے مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے برا بھلا بھی ان کو کہا جا رہا ہے، مگر علماء اس بارے میں خاموش ہیں وہ بہت احتیاط کرتے ہیں، وہ کسی کو بلا ضرورت برا نہیں کہتے، اگر اب ضرورت ہے کہ ان لوگوں کی رعایت نہ کی جائے، جب کہ وہ اہل رعایت نہیں کرتے اور وہ ضرورت یہ ہے کہ عوام ان کی باتوں سے گمراہ ہو رہے ہیں، یہ لیڈروں میں داخل دیتے ہیں اور اپنی رائے سے جس طرح چاہتے ہیں، احکام میں تحریف کرویتے ہیں اور عوام اللہ اس میں صاف کہتا ہوں کہ یہ لوگ گمراہ ہیں، مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں، کیونکہ دین کا دارالافتاء پر ہے کہ مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتقاد ہو اور رسول پر اعتقاد، جیسا ہوگا جب کہ عاملان شریعت سے اعتقاد ہو، کیونکہ عوام کو رسول کی معرفت علماء ہی کے ذریعے سے ہوتی ہے، جس نے علماء کو نہیں پہچانا وہ رسول کو نہیں پہچان سکتا، پس جو لوگ علم اور علماء کے استیصال کی فکر میں ہیں وہ خود مسلمانوں کی، بلکہ عالم کے استیصال کی فکر میں ہیں۔

(المرآۃ صفحہ ۱۳۱۳)

حجۃ تیشیوں کا جواب

مجلس لوگ ان حجۃ تیشیوں سے کہتے ہیں کہ عمر بھی یہ دن میں لکھو! حجرو میں تیشوں بیٹھے! عمر ان سے کہتی ہے کہ حجرو، الوں کو میدان میں آنے کو کہہ دیتا ہے! ان سے کام کوئی یہاں نہ آئے! یہ میدان میں نکلیں گے تو شریعت کے اجتماع کا حکم نہ کرے گا جو ان کی کل لوگوں کے نزدیک ہے اور جسے دنیا کی جہ بھر تم خود ہی یہ کہہ گئے کہ یہ سو کوئی دوسرے کام میں دوسرے نکالتے ہیں! ان کو حلال ہرام جائز و ناجائز کی پڑی رہتی ہے! اب میدان میں نکل کر ان سے میدان کا کام ہوگا، نہ ظلمت کا۔ انوں سے کہنے کو دے ہو گئے اس سے تو ان وضو نہ کرے اور ریزہ چھوڑ دے! تم کو بھی خبر ہے! جو لوگ میدان میں نکلے ہوئے ہیں، وہ بھی ان حجرو تیشیوں کی بدعت سے کام لے رہے ہیں! کیونکہ یہ حجرو والے ہر وقت مسلمانوں کی کامیابی اور مصالح و فلاح کی دعا کرتے رہتے ہیں! احوال فرماتے ہیں۔

ہر کہ تھا تا اور میں ماہ و برہ

ہر بھون بہت مراں دسید

صاحبزادہ بن کا محمد ان فیڈروں کا کام نہیں ہے، بلکہ یہ آئیں لوگوں کا کام ہے جنہوں نے حرم میں بیٹھ کر پرائیوٹ کا جواں پھنگا ہے اور پائی کی تبدیلی کیا ہے۔

انہیں طلبہ کو ایسا لہجہ پیش آیا ہے کہ غلطی میں ان لوگوں نے پائی کی جگہ جمل دے دیا اور وہ اس طرح اور میں! ایسے سرورف تھے کہ ان کو اصلاً اس کی خبر نہ تھی۔ (ایضاً صفحہ ۱۲۴)

تو ترقی اور تحقیق اور کام ان علم کا کام ہے۔ فیڈروں کا کام نہیں، تو نسب یہ کہ فیڈر ملے گا، حکام بھی انہیں نہیں کرتے بلکہ اپنا کام بیان کرتے ہیں اور اپنے کام سے ملے گا۔ کام پورا کرتے ہیں۔ ان کا نام وہاں بات کی بھی سبقت نہیں رکھتے۔ ملے گا۔ کہ کام کو سمجھیں اس پر ان کا حصہ یہ ہے کہ ملے گا، کو میدان میں نکلنے کی تاکید کرتے اور ان کو اپنی حمایت میں دیکھنا چاہتے ہیں اس لیے امر سے زیادہ یہ اہمیت میں میں نکلنے کا کیا ہے کہ حدیث میں ہے: "ان رہہ طحا مطاعا و نجہ منہ سرہ و حرہ متعوا و متعوا" کھل دی رہی اور یہ مطلقاً حلال و حلال و حلال اور العبادہ۔

"اور میں نے فرمایا آج کسی سے سب خدمات میں جو ہیں، اس لیے وہی کھل و شمشیر اہم ہے، عمر میں، یعنی ماہ کے پھر اس میں ترقی، اور کسی طاعی اہمیت کے زیادہ کہ وہی ان طاعت کے پھر اور کا اہمیت نہ ہو تو ہم اللہ اور میدان میں نکلے مٹا پائیں ان کیوں اپنے ساتھ کھینچتے ہیں؟ آخر ایک کام یہ

ابھی تو ہے کہ خدا سے دعا کریں، تو ان کو اس کام کے واسطے رہنے دیں، ایک جماعت اس کے واسطے بھی بنی چاہیے یہ تقسیم عمل اچھی ہے، عمراتسور آج کل وہ مالو لوگ عمل ہی نہیں سمجھتے۔

(اینجا فقط فرم ۲۰۴)

متر ہوا! اعتراف..... نیکو ران قوم کے طریقے شریعت کی نظر میں!

آج لیڈروں نے لندن دنیا کے طریقے جانے اور سوچے ہیں۔ یہ وہ صورت اختیار کرتے ہیں جو
 یورپ نے اور غیر اقوام نے اختیار کر لی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ اندھیری چاندی میں غلط نہیں،
 مگر یہ ضرور کہوں گا کہ مسئلوں کے اعلیٰ مفید نہیں، کیونکہ مسلمانوں میں مذہب کی تائید سے
 ایک داغ موجود ہے، وہ لیاہ صنعت، خدا کی نافرمانی اور یہ مانع کفار میں نہیں ہے، کیونکہ وہ
 مکلف بالغ و بالغ نہیں اور تو صرف ایمان کے مکلف ہیں، ان کو کفر کا مذہب الیہ، دیکھ کر جس سے بڑھ
 کر کوئی مذہب نہیں، بلکہ اہل ان کی بابت خدا ان سے باز پرس ہے، نہ ان پر کوئی مزا ہے اور مسلمانوں
 سے مکر کا مذہب تو جتنا ہوا ہے، کیونکہ وہ محمدیہ دولت ایمان سے مشرف ہیں، اس لیے ان کے
 اعمال پر باز پرس و حُرمت ہوتی ہے۔ وہ یہاں سے طریقے لانا دینا کے لیے اختیار کرتے ہیں جو خدا
 کے حکم کے خلاف ہیں تو ان کو کامیابی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ ان تہا پر کے قراؤن کل کر دیتے ہیں
 تاکہ دینا میں مخالفت کی مزا نہ ملے۔ پس ان کی اور کفار کی یہی مثال ہے جیسے نولیاں اور جوتا کہ
 نولیاں میں تباہی لگ جائے تو نورا بھیج کر دی جاتی ہے اور انہی طرح پاک کرنے کے بعد اس کو
 استعمال کیا جاتا ہے اور جو تے میں پاکی لگ جائے تو اس کو بھیجے نہیں جاتا، جلد کرنا کہ کام میں
 لے آتے ہیں، جس طرح ہر چیز کے پاک کرنے کا طریقہ مختلف ہے، اسی طرح ہر قوم کی فلاح و
 ترقی کا طریقہ الگ ہے، یہ ضروری نہیں کہ جو طریقہ ایک قوم کو نافع ہو وہ سب ہی کو نافع ہو، اگر ہم
 مانا بھی نہیں یہ تہا اور ہم کو بھی مانا ہے، جب ہم کو ان کا نام لہجے کا انعام ہو سکتا ہے اور ان تہا پر غیر
 مشرور کا اختیار کرنا چاہتے ہیں، کیا شراب و قمار، وہ بھی مانع نہیں؟ ہمارے انھیں میں ارشاد
 ہے: "فان فیہا شر کثیر و مانع بلشیر" ہمارا مانع کوئی نہیں ہے، جس کے ساتھ خدا
 کا غضب بھی ملا ہوا ہے اس لیے مسئلوں کو یہی تہا اور اختیار کرتی ہیں، جس سے ہمیں جو شریعت کے موافق
 ہوں اس کی یہی صورت ہے، ہر کمال کو مانا جاتا ہے، اب لیڈر تہا پر تو خلاف شرع کرتے ہیں
 و علماء کی شکایت کرتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ نہیں کرنا چاہتے، میں کہتا ہوں کہ اہل ان غیر
 شرع میں تو شرارت کر رہی ہیں، اگر یہ اہل ان شرع و عین ہوں تب ہی شکایت صحیح نہیں تھی،

کیونکہ اس نے کام کرنے سے پہلے ہی نہیں جانتا کہ سب نے سب کے کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ سب کے
معنی یہ ہیں کہ کام کو سمجھ کر ہی نہ ہو سکتا، اس لئے لوہار، برتنی، مزار، مزار، سب نے سب کے کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ
ہیں اس لئے یہ معنی تو اس میں کہ ہر کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ سب کے کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ
اپنے اپنے کام میں ایک ایک کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ سب کے کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ
سے موافق نہیں تو یہ سب کے کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ سب کے کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ
ہو گیا ہے اس لئے اس کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ سب کے کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ
ہے یہ نہیں، بلکہ اس کے مختلف شعبہ شریعی میں ہے کہ اس پر عمل، بلکہ اس کے کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ
طریقہ ہے کہ اس کے کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ سب کے کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ
نہ ہو سکتا ہے جو میں نے نہ نہیں، بلکہ سب کے کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ
ہی، بلکہ اس کے کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ سب کے کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ
نہیں ہی سے حاصل ہوئی، بلکہ اس میں بھی اس کے کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ
نہ ہو سکتا ہے جو میں نے نہ نہیں، بلکہ سب کے کام کو پختہ نہ نہیں، بلکہ

12 000 000 000

اچھے رہو اب اعتراض : غیر قوموں کی ترقی کا راز کیا ہے؟

آئی کل ترقی کی پکار بہت ہے اور غرض ترقی کا کتاب کار ہے اور وہی قوموں کی ترقی کا راز ہے۔ کہ مسلمانوں نے سب سے پہلے اپنی نیر آج ہے اور ان کے ایذا ریزہ دہریں میں نمود کرتے ہیں کہ دوسری قوموں کی ترقی کو انہیں ہے ان کا سب تک مصیقت تک پہنچ گئیں۔ چنانچہ ان کے کہنا یہ لوگ سوچتے ہیں، اس وجہ سے ترقی ہو رہی ہے، مگر یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اگر ہم میں یہ نہ سیرت ہو جاتی تو چاہے کہ جو مسلمان ہو، لیکن جس میں کوئی ترقی ہو۔ جو احمد دوسری قوموں کے مقابلہ میں دوسری قوم ترقی یافتہ نہیں ہیں۔

مغض تھے جس کی شریعت میں چونکہ تجاوت کی بعض صورتوں کو نہ دیا گیا ہے، اس لیے مسلمان حرقی نہیں کر سکتے مگر یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ معاملات میں نہ وہ دشمن کے پابند تھے تاہم جس وقت کہ قوت و طاقت میں وہ اپنے کے ہاتھوں نہ ملے گا، پھر من مسلمان نہ جڑوں کو قرقی کیوں نہیں کرتی؟ یہ لوگ نہ خدا کا برا معاملہ سمجھتے۔ یہ ہیں ان فاضل صاحب کی منطق معلوم ہے کہ وہ مسیحی قرقی نہ کرتے۔
 اجماع دین الہی و رسولی علیہ السلام

مسلمانوں کی حالت

مراہوں کو تو مسلمان بھی نہ جان چاہتا، یہ جانتے کہ مسلمان جو روزانہ پیر بھیجیں، عمرایت تو وہ چارہ ہی نہیں کے، زیادہ وہی ہیں جو بیٹے کوڑے کی قیمت سے ۱۰۰ لکھ روپے کی طاقت سے مبراہ ہیں۔ اس لیے حال ہی یہ کہ مرئی کرتے ہیں، کوئی مسلمانوں کی طاقت کو تسلیم نہ کرے تو ان میں بڑے اور ایتھلیس کے ہوں تو کھیل بھی نہیں آتا۔ اگر ان کو اپنے طیس کے جو نماز کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے تو ان کو اس پر کچھ ہے۔ اور بہت سے لکھتے۔ کہ وہ کسی مرئی میں ایک دو دفعہ پڑھ دیتے ہیں، بھی نہیں یہ جو بعد کو بھی مسجد میں آجاتے ہیں، جو قہور سے بے لطف کے ہوتے پانچوں اکتھن نمازوں کے پڑھتے ہیں، جن میں بھی کچھ روکے رہتے تھے، طور پر ادا کرتے، لے رہتے تو ہیں، اسی طریقہ غلط ہے، کسی کا یہ کہ جس کو قہور کسی کو قہور، یہ تو کچھ نہیں ہے، تو یہ آخر کیا ہے؟ یہ قہور کی کیا نہیں اور بھی ہے۔ یہ کہہ دینی اس مائے سے کہ قہور نہ لے لے تو جب کا نام لکھو نہ بتاؤں کہ لکھتی ہوئی ہے اس کو قہور نہیں، وہ لکھتی ہے نماز روزہ اور بیوی لاتی سے منع لکھتی ہیں اور ان کو لا قہور سے معلوم ہو رہی اور یہ بڑھاپے کی کہ جس وقت قہور لکھتی ہیں اس میں بھی نہیں پڑھتا کہ یہ لکھتے کہ مسلمان اس وقت کہ۔ ہمارے کو ہمارا لکھتے ہیں کہ اس سے کہ ہم نے کچھ اچھا نہیں انھوں نے خلاف سے مطالبہ سے کہہ لکھتے وہی کہ قصہ نہ ہو رہا ہے اور سن رہے، اور خود سامنے ہو رہا ہے ہیں، اگر فرض لاتی کے سہا پہ تو آپ نے لکھتے ہیں صوبہ میں اور آپ بھی کہ لکھتے کہ لوگوں نے کہہ لکھتے ہیں کہ یہ لکھتے کہ لکھتے ہیں سے لکھتے اور وہ لکھتے کہ لکھتے لکھتے ہیں، انھوں نے لکھتے ہیں۔

ایک مسجد پر ہوں تو ایک فرقہ
 تو بھی لکھتی مسجد پر ہوں
 ۱۰ لکھتی مسجد پر ہوں
 ۱۰ لکھتی مسجد پر ہوں

بھگتوں کے آداب

۱۰ لکھتے ہوں تو لکھتے ہوں اور ہوں اور ہوں۔ لکھتے لکھتے ہیں، اور ہوں اور لکھتے
 ۱۰ لکھتے ہوں تو لکھتے ہوں اور ہوں اور ہوں۔ لکھتے لکھتے ہیں، اور ہوں اور لکھتے
 ۱۰ لکھتے ہوں تو لکھتے ہوں اور ہوں اور ہوں۔ لکھتے لکھتے ہیں، اور ہوں اور لکھتے

تقصیریں نہیں کر سرائے مکان میں بھی، اگر کوئی پردے چھوڑ کر بیٹھا ہے، اس سے پاس بھی بدعتِ اجازت کے نہ جانا چاہیے اور زمانہ مکان میں جس طرح دوسروں کو استیذان کا نظم ہے، خود بخود اسے کو بھی حکم ہے کہ اپنے گھر میں بدعتِ اجازت کے نہ جانے دیکھ کر کوئی پردہ اور عورت آئی ہو، اگر تم بنا اطلاع ملے جاؤ اس کا سامنا نہ ہونے، یا ممکن ہے تمہاری ماں، بہن، اسی کسی وجہ سے تنگی نہیں ہو جائے گھر میں بھی بدعتِ اجازت کے نہ جانے، پھر اس کے ساتھ یہ بھی حکم ہے کہ جب تم کسی کے پاس جانا چاہو اور وہ اجازت نہ دے بلکہ یہ کہہ دے کہ میں اس وقت نہیں مل سکتا، پھر کسی وقت ملوں گا تو اس بات کا یہ انداز نہ ہو، بلکہ بوقت آکر وہ ان فیصلہ لے کر فرسفر، فار جعفر، احوال کسی شخص اور اس میں شکست یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ نہ تاؤ تمہارے دلوں کو زاری و مسافہ کئے والا ہے، کیونکہ ایسے وقت میں شرابا شرب و اگر کسی نے باہر بھی لیا تو مشق اس و ایسا اس کے ساتھ و تم سے نہ ملے گا، اس لیے کہ دل تو ملے گا پھر بتائی و تھا تو پھر اس کے قلب پر تمہاری واقعات سے ٹرائی ہوگی، پھر ممکن ہے کہ اس ٹرائی کا اس میں ہم کو بھی ہو جائے تو اس سے تم کہہ گی دل میں بچہ دیت، دینی کہ یہ کیسا سنگین آؤں ہے؟ کیسا بدعت ہے؟ جس پر یہ آنا آتا تو اس ہوا، اس لیے مجھ سے بھی ہے کہ جب کوئی سبب دے کہ اس وقت نہیں مل سکتا، فوراً لوٹ آؤ، اب اس مسئلہ میں ہم کو بے ترقی کو تاحی کرتے ہیں، اختیار ان کا سبق ہم لوگوں نے بالکل ہی بھلا دیا، مگر دوسری تو اس پر نہ مل ہیں، کوئی شخص کسی سے سرے میں بدعتِ اجازت کے نہیں جاسکتا، ہو کوئی بھلا، جو اس پر عمل کر دی ہیں ان میں باہم کیسا اتفاق ہے، آگے بیان کے نگہداشت ہیں کہ مستی ان کے لیے اپنے پچہ کا کارڈ بھیجے ہیں، ہم کو ان نگہداشت کی ضرورت نہیں، بس نہ بانی اجازت لینا کافی ہے، مگر ہماری تو یہ حالت ہے کوئی پردے چھوڑ کر بیٹھا ہو چاہے کوئی سہارا ہو، مگر ان کا سلام اور مصافحہ حضرات ہو، حالانکہ شریعت میں سونے والے کی اس قدر رعایت ہے کہ حدیث میں آتا ہے:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک بار یہ اور چند اشخاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہمان تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو زار ادر سے گھر میں تشریف لاتے اور یہ مہمان لیے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت آہستہ آہستہ تشریف لاتے اور اسکا ڈانز سے سلام فرماتے کہ جاگئے، لاؤ سن لے اور سونے والے کی نیند خراب نہ ہو، حالانکہ یہ وہ اوقات سے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قتل بھی کر دیتے تو صحابہ کو وہ رضی اللہ عنہم کو اذکار نہ ہوتا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ سے خوش خوشی بیان دینا، ان کے نزدیک خرقہ، مگر پھر بھی حدیث صحابہ رضویں

گفتار کا قیام

[illegible]

نظافت کا قول

اسی سے نقل مجھے ملتا ہے کہ جب حضور علیہ السلام کو کوفہ کی خلافت کا انتخاب ہے تو مخالفت باطنی کا قاتل کر دیا۔ اہتمام ہو گا مگر آیت کل مسلطان ایضا تحریر کے اس سبق و ایسا مجھ لے میں کہ اگر کوئی اس زمانے میں خلافت کا کون انکے وقت لہاں ایوان کا استقامت کرنے لگے تو میں کوفہ مانی اور انگریز کہنے لگیں۔ چنانچہ وہ اس میں ایک تحریر اسلام آباد ایڈیٹر روز دنیا مع مسجد میں بیا تو جو میں نے دیکھا ہے اس قدر درخشندہ ہوا قہر ہے، کیجئے کہ کھن آتی تھی داس۔ یہ نہ رہ گیا اس نے ایک دو گونے پانی سے سب دھویا اور لوگوں سے کہا کہ سامیوں انکال میں سے کسی کبھی رہا نہ تو صاف کر دیا کرو۔ وہ کھو کھوایا معصوم ہوتا ہے تا تو لوگ کیا کہتے ہیں معصوم ہوتا ہے تجھ میں ابھی میرا نیت کا ثبات ہے اس لئے کہ وہ اس کے واسطے راجعہ ایسا ہی بھی کرتی بات ہے۔ خلافت اسلامی کو کوئی

[illegible]

1. $\frac{1}{2} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4}$

مجلس الشورى

یہ نکتہ ہمیں سمجھانے کی ضرورت ہے کہ جو مسیحی تو انھیں کہتے ہیں:

الماء والنجاسة، فيكون الماء طهوراً، والنجاسة نجاسة.

انجیو اس اغترافہ . . . ہندو مسلم اتحاد و خیرانی :

میں کل اتحاد، اتحادی جمہوریت شوق ہے۔ نئی روش میں یہ مانی تعلقات اور ہر ایک ذات
پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ملے گی۔ اگرچہ میں ایک جہد لے چکی ہوں اب بھی کسی قدر شبہ برائے
اتحادیوں کے سامنے ہیں جو ملحقہ ہونے کو چاہتے ہیں۔ ہم نے کیا معنی ہیں؟ ہم نے معنی میں اتحاد
بھائی در سہماں "بابا" سے مراد ہوا اور "معلم" سے مراد سلطان احمد صاحب سے ہوا اور ان کے معنی یہ
ہوئے کہ "بابا" آزادی ہے اور "معلم" اللہ ہے۔ یہ ہے جو ہندو اور مسلمانوں کے لئے اتحاد ہے۔ اب
میں ہر قسم سے نہیں آئے ہوں مسلمان عرب اور ان کے لئے اور بہت اور تو ان کے لئے ہیں جو ان کی
مسافات بہت ہیں۔ اس لیے ان کے لئے "معلم" اتحاد دیکھا گیا اور ان کو ساتھ کیا گیا۔ اب ہر قسم
شخص نے مسلمانوں کی ہمت پر قبول کیا کہ شاید وہ یہ فکری نہ کر سکیں کہ "بابا" کسے لکھا گیا ہے "معلم"
کو چھپے اور "بابا" کو "معلم" کے سر پر ہار کیا گیا۔ اس کی کیا وجہ؟ شاید ان کو عرب یہ پانچ نے کہ
ہندو یہاں سے تھے۔ اس لیے "بابا" کو چھپا اور "معلم" کو پہنچا۔ ان کی ہمت پر چھپا گیا۔

رہا ہے کہ ”ج“ کو ”کھ“ سے برمودا نہیں کیا ہے اس کو پہاڑ میں بھی جو کچھ ”کھ“ ہے ”ج“ کے
 لکھا ہوا ہر شاعر شاعر کے تعلق و تعلق نام لکھنے کے لیے خاص ضرورت تھی دوسری یہ اپنا کیا۔

غیروں کی تعریفیں

وہابیات خرافات یہ آج کل کے نکات ہیں، جن کے تادم پانچوں فکر و خیال میں کہ ان مشائخین پر جویر اور ستم یہ کہ مسلمان بھی مسلمان بنے نہ سکتے تھے، جن کے یہاں مذمت و دورف و پناہ اپنے مال میں کہ دوسری قوموں کو ان کی جو بھی نہیں تھی، اسی اسی قسم کے جوتے ہونے سے وہابیات، جن میں ایک قبیلہ لڑاکا مسلمان اس کی تحریک کریں چھوڑ دیتی تو ہمیں ایک مخالف میں نہیں یہ تھی ہے کہ دوسری قوموں کے مفکران کی مدد کرتے ہیں اور اپنے کمر کی پیروں پر ان کو ڈالتے، ایسے ہیں، پتہ نہیں لگتا کہ ان لوگوں کی پیشکش کا حق اس وقت تک ان کے عقول اور معاشیات کی مدد سے ہی ہو سکتی تھی اور مسلمانوں کے طرز معاشرت پر اس کے طرز معاشرت کو لایا جانی ہوئی تھی، اب بعد ازاں کی پیشکش کا دور ہے، اب اسلامی باتوں کی مدد و مدد دہوتی ہے، اس میں یہ عیوض و مدد دہوتی ہے، پتہ نہیں میں رچ رہا ہے، ان میں یہ اصول نکالے، ان کو اپنی اولیت کے ماتحت ہی کی تیرہ لوگوں میں ایک کمرہ، ایک کمرہ، واقع کے لئے راستہ جوڑنے کی یہ پیشکش کریں، انھوں نے اپنے مسلمان اب نہیں کے خود چننے کے، اب تو اپنے مسلمان رہ گئے ہیں کہ یہ مسلمان اب ناقابل خیر میں نمان ہو چکا کہ انہوں نے تہمت یہ ہوئی تو فلاں شخص (یعنی گاندھی) انہوں نے حقیقت تھی، انھوں نے سائنس کو مسلمانوں میں کوئی اس قابل نہ رہا، ایک ہندو ہی اس قابل رہا تھا۔

۱۔ صابو اسی پر چھتا جس کو آخر یہ کون سا حلال ہے؟ جس میں نہ تو نے کے لیے قاتل کی بھی شراکتیں۔ پھر لوگ کہتے ہیں کہ جندو مسلم تو اپنی مخالفت نہ کرو، اس اتحاد کا یہ نتیجہ ہو۔ مسلمان اس سے اپنی طرف جاتیں اس اتحاد پر یہ غور کریں۔

پھر کوئی حق میں نہ رہا۔ وہ اب سے پہچانے کہ یہ تمہارے ہیں۔ یہ سب بھی قلم نبوت کے احکامات پر
قرآن کی تفسیر شرعیہ کو کیوں تکلیف دیتی کہ اگر نبوت قائم نہ ہوتی تو کیا کلام الہی ہوتا تو قسم نہیں
ہوئی، اس لیے تم تو وہاں دینی ہے جو پہلے شروع ہو چکی ہو اور اس کی نبوت تو آج تک قرآن
کی نہیں ہوئی جس میں اسلام و ایمان کی قیادت ہو، جب وہ شروع نہیں ہوئی تو قسم بھی نہیں ہوئی،
بلکہ یہ قسم نبوت کی فی حق تصدیق ہے، اس کے لیے یہ شروع ہوا جتنا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو
محض حاکمیت ہے، تم کو یہ کہہ یہ جیسے تمہارا کہ اسلام نہ ختم ہو چکی، اب میں نبوت کی تکلیف دیتی
تمہارا بظاہر ہے، جس میں ایمان و سلامتی بھی قیادت نہیں اور اس قسم کا یہی غلط فہمی ہے عرض

تحریر: اے۔ اے۔ سی۔ ایچ۔ گنپتہ
 اے۔ اے۔ سی۔ ایچ۔ گنپتہ، ایک معروف اور مشہور اردو ادیب ہیں۔ ان کی تصانیف میں "میر تقی میر"، "میر تقی میر کی شاعری"، "میر تقی میر کی شاعری" شامل ہیں۔ ان کی تصانیف میں "میر تقی میر"، "میر تقی میر کی شاعری"، "میر تقی میر کی شاعری" شامل ہیں۔ ان کی تصانیف میں "میر تقی میر"، "میر تقی میر کی شاعری"، "میر تقی میر کی شاعری" شامل ہیں۔

فوضیہ کے بعد اس کے سر پر یہ مرض پیدا ہوا ہے کہ ان دوسری قوموں کی پٹھانیاں اور قومیں معلوم ہوتی ہیں اور اپنے خاص اور بڑے اور بڑے قوموں کے فوجی خدمت کرنے لگتے ہیں اور چار دہائی مہرے ہیں کہ ان قومیں اور ان کی سرحدیں جو اب ہیں، وہ بڑے چار پانچ قومیت سماجی کی بنی
تاریخ ہے ان اسلامی خطہ اور اس کے سرحدوں کی قومیں نے اس کے اندر ان دوسری قوموں کے
افراد کے سامنے کوئی مہم نہ کرنا، ان کی دوسری اسلام اور ان قوموں کے سامنے ہیں اور ان
قومیت اسلامی کو یہ کہتے ہیں ان قومیت کے ساتھ ان کو اب یہ بنی نہیں اور ان قومیت
نویس نے ان کے سامنے ہیں، ان کی بھی جائز ہے ان کے سامنے ہیں۔

قبو میرے کی حفاظت

قومیت کی خاصیت کا امر یہ ہے کہ اپنی قوم کو دوسروں سے مستثنیٰ ثابت کرنا، خود بخود ان کے دلوں کو اپنے محتاج بنانے اور اپنی تعلیم کے مقابلے میں کسی کی تعلیم کو ترقی نہ دینا اور ثابت کرنا اور ان کے اعلاقی تعلیم سے بہت کم کوئی تعلیم نہیں دینا اور اپنے علماء کے سامنے دینا جو کہنے لگے تو ان کو پست اور تنہا انسانہ و عوام کے لیے تو کچھ کرنا نہیں پڑے گا، بلکہ دلوں سے لڑنا اور کلمہ خدا کا علم میں اور اسے

موجود ہیں جن کے سامنے دنیا و آخر کے سیاستدان عقل و فہم میں قرآن وحدیث کے برابر یہی

نہ کہہ کر علیحدہ نہیں کر سکتے ہیں بلکہ قرآن کو اپنی بات کو کر کے الجھ بول کر قرآن وحدیث کے کلمہ حق

خود پر جھٹھولے ہیں ان کے برابر کوئی ایسی طاقت یا اسے متدین جو ملتا ہے کہ انہیں خدا پرست

نہیں بلکہ یہ ساری غریب ان علماء کی ہے جو ہر بات میں ان پیروں کے ساتھ دلیٹے ہیں اور

پیروں کی طرف غریب کا گھر کی پستہوں کے متعلق ہیں ان کی یہ بات کرتے اور نہیں پر

پیروں کے متعلق ہیں تعلیم سے ان کا واسطہ نہیں ہے وہ یہ دوسرا ہیں جنہوں نے کسی سے حسب دل

میرا تو سب سے زیادہ نصیب ہے۔ میرا کام ہے کہ میں اسے

۱۰ - در صورتی که در یک سال دو بار یا بیشتر از آن

2. 7. 1. 2. 3. 4. 5. 6. 7. 8. 9. 10. 11. 12. 13. 14. 15. 16. 17. 18. 19. 20. 21. 22. 23. 24. 25. 26. 27. 28. 29. 30. 31. 32. 33. 34. 35. 36. 37. 38. 39. 40. 41. 42. 43. 44. 45. 46. 47. 48. 49. 50. 51. 52. 53. 54. 55. 56. 57. 58. 59. 60. 61. 62. 63. 64. 65. 66. 67. 68. 69. 70. 71. 72. 73. 74. 75. 76. 77. 78. 79. 80. 81. 82. 83. 84. 85. 86. 87. 88. 89. 90. 91. 92. 93. 94. 95. 96. 97. 98. 99. 100. 101. 102. 103. 104. 105. 106. 107. 108. 109. 110. 111. 112. 113. 114. 115. 116. 117. 118. 119. 120. 121. 122. 123. 124. 125. 126. 127. 128. 129. 130. 131. 132. 133. 134. 135. 136. 137. 138. 139. 140. 141. 142. 143. 144. 145. 146. 147. 148. 149. 150. 151. 152. 153. 154. 155. 156. 157. 158. 159. 160. 161. 162. 163. 164. 165. 166. 167. 168. 169. 170. 171. 172. 173. 174. 175. 176. 177. 178. 179. 180. 181. 182. 183. 184. 185. 186. 187. 188. 189. 190. 191. 192. 193. 194. 195. 196. 197. 198. 199. 200. 201. 202. 203. 204. 205. 206. 207. 208. 209. 210. 211. 212. 213. 214. 215. 216. 217. 218. 219. 220. 221. 222. 223. 224. 225. 226. 227. 228. 229. 230. 231. 232. 233. 234. 235. 236. 237. 238. 239. 240. 241. 242. 243. 244. 245. 246. 247. 248. 249. 250. 251. 252. 253. 254. 255. 256. 257. 258. 259. 260. 261. 262. 263. 264. 265. 266. 267. 268. 269. 270. 271. 272. 273. 274. 275. 276. 277. 278. 279. 280. 281. 282. 283. 284. 285. 286. 287. 288. 289. 290. 291. 292. 293. 294. 295. 296. 297. 298. 299. 300. 301. 302. 303. 304. 305. 306. 307. 308. 309. 310. 311. 312. 313. 314. 315. 316. 317. 318. 319. 320. 321. 322. 323. 324. 325. 326. 327. 328. 329. 330. 331. 332. 333. 334. 335. 336. 337. 338. 339. 340. 341. 342. 343. 344. 345. 346. 347. 348. 349. 350. 351. 352. 353. 354. 355. 356. 357. 358. 359. 360. 361. 362. 363. 364. 365. 366. 367. 368. 369. 370. 371. 372. 373. 374. 375. 376. 377. 378. 379. 380. 381. 382. 383. 384. 385. 386. 387. 388. 389. 390. 391. 392. 393. 394. 395. 396. 397. 398. 399. 400. 401. 402. 403. 404. 405. 406. 407. 408. 409. 410. 411. 412. 413. 414. 415. 416. 417. 418. 419. 420. 421. 422. 423. 424. 425. 426. 427. 428. 429. 430. 431. 432. 433. 434. 435. 436. 437. 438. 439. 440. 441. 442. 443. 444. 445. 446. 447. 448. 449. 450. 451. 452. 453. 454. 455. 456. 457. 458. 459. 460. 461. 462. 463. 464. 465. 466. 467. 468. 469. 470. 471. 472. 473. 474. 475. 476. 477. 478. 479. 480. 481. 482. 483. 484. 485. 486. 487. 488. 489. 490. 491. 492. 493. 494. 495. 496. 497. 498. 499. 500. 501. 502. 503. 504. 505. 506. 507. 508. 509. 510. 511. 512. 513. 514. 515. 516. 517. 518. 519. 520. 521. 522. 523. 524. 525. 526. 527. 528. 529. 530. 531. 532. 533. 534. 535. 536. 537. 538. 539. 540. 541. 542. 543. 544. 545. 546. 547. 548. 549. 550. 551. 552. 553. 554. 555. 556. 557. 558. 559. 560. 561. 562. 563. 564. 565. 566. 567. 568. 569. 570. 571. 572. 573. 574. 575. 576. 577. 578. 579. 580. 581. 582. 583. 584. 585. 586. 587. 588. 589. 590. 591. 592. 593. 594. 595. 596. 597. 598. 599. 600. 601. 602. 603. 604. 605. 606. 607. 608. 609. 610. 611. 612. 613. 614. 615. 616. 617. 618. 619. 620. 621. 622. 623. 624. 625. 626. 627. 628. 629. 630. 631. 632. 633. 634. 635. 636. 637. 638. 639. 640. 641. 642. 643. 644. 645. 646. 647. 648. 649. 650. 651. 652. 653. 654. 655. 656. 657. 658. 659. 660. 661. 662. 663. 664. 665. 666. 667. 668. 669. 670. 671. 672. 673. 674. 675. 676. 677. 678. 679. 680. 681. 682. 683. 684. 685. 686. 687. 688. 689. 690. 691. 692. 693. 694. 695. 696. 697. 698. 699. 700. 701. 702. 703. 704. 705. 706. 707. 708. 709. 710. 711. 712. 713. 714. 715. 716. 717. 718. 719. 720. 721. 722. 723. 724. 725. 726. 727. 728. 729. 730. 731. 732. 733. 734. 735. 736. 737. 738. 739. 740. 741. 742. 743. 744. 745. 746. 747. 748. 749. 750. 751. 752. 753. 754. 755. 756. 757. 758. 759. 760. 761. 762. 763. 764. 765. 766. 767. 768. 769. 770. 771. 772. 773. 774. 775. 776. 777. 778. 779. 780. 781. 782. 783. 784. 785. 786. 787. 788. 789. 790. 791. 792. 793. 794. 795. 796. 797. 798. 799. 800. 801. 802. 803. 804. 805. 806. 807. 808. 809. 810. 811. 812. 813. 814. 815. 816. 817. 818. 819. 820. 821. 822. 823. 824. 825. 826. 827. 828. 829. 830. 831. 832. 833. 834. 835. 836. 837. 838. 839. 8

تاریخ: ۷ بهار ۱۳۸۷

۱۔ چک مر بہ شہر قلندری، نہ

$$(r_{\alpha}^{\beta}, r_{\alpha}^{\gamma}, j^{\alpha}, k^{\alpha}, l^{\alpha})$$

نخبر مسلمانوں کا معاہدہ

بڑے بچے جنھیں گاہری دعا، دعاؤں کے درتوں اور تحریکات میں شریک نہ کر دیں اور چاہے وہ بچے کدلی، مٹھی، پٹیل سے تو کچھ نہ کھانے دے، لیکن بوقتِ نذر و دیوانہ طبعی ہے۔ نامور طریقہ اعتدالیوں کو یہ دینا کہ انھوں نے اعتدالیوں کو شہر میں ان حرات کو کھڑا ہوا وقت مل جائے اور وہ انھیں کے سرداروں کے لیے تو ان میں ہر گز بھی قصور نہ ہے۔ انھیں خود ہر گز بھی قصور نہ ہے۔

فہم جس دوسرے میں ہو کر رہے، نہ کچھ اور نہ ترس مکی بات ہے، ان لوگوں نے یہ خیال نہ کیا کہ جو عمر بیت نظام کے لیے حصول عزت کے واسطہ بنوں گے، اُسے دوسرے بھی نہیں ہے، مسلمان بھی، دوسری قوموں کی، اپنا حق کر کے قی نہیں کر سکتا، اور دوسرے میں ہے، مسلمان کی ساری عزت اسی میں ہے کہ وہ اپنے طریق پر قائم رہے اور کسی حال میں ادعا و مستزادیت سے تجاوز نہ کرے، اسی سے غارت ہوتے، مگر سامان کم، اور اس کے خلاف ہے، یہ نظام نہیں، جو سامان قریب دو ہوں۔

فتاویٰ کی اجازت

دیکھئے! اس کی جانب میں ایک پارٹیکلر تہذیب ہوئی ہے اور یہ کہ مسلمانوں کو کہہ دیتے ہوتے
حقار کی اجازت نہیں ہوئی اور یہ سچے کراچیت ہوتی اس کی کیا وجہ ہے؟ ظاہر میں یہ سمجھتے ہیں کہ
تسمت یہ موت و قتل اس سبب اس کا جب تھا، یہ طائفہ تسمت ہے، کیونکہ یہ دین ہی پہنچ کر لایا جاعت
باد کی تھی؟ کہ نہ رکاوٹ پر کچھ لپکے تھے، یہ نہ کہ جماعت تہذیب عرب کے مقابلہ میں لایا جاتھی؟ بلکہ اگر یہ
دیکھا جائے کہ تمام کفار عالم کے مقابلہ میں یہ اجازت ہوئی تھی تو یہ کہ یہ کفار اور یہ بھی قلیل
تھا، اسی طرح یہ دین سچے کراچیت میں کیا زیادتی ہو گئی تھی؟ کہ نہ ہمیشہ تہذیب ساز و سامان سے
متہ بد کرتے تھے اور مسلمانان ہند نے ان کی حمایت تھی کہ بعض موقع میں ایک ایک سواری پر سات

ایک مہاجر صحابی رضی اللہ عنہ من سے کہا کہ تم میرے بھائی ہو مجھے ہو، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اپنے تمام مال، آہوں آدھ تقسیم کر کے نصف خور، لے لو اور نصف تم خور سے ۱۰ روپے میرے پاس ۱۰ بیسیاں شہداء ان میں سے جو کسی تم کو پسند ہو، میں اسے طلاق دے کر انہیں آگ کر دوں، اعدائے خور نے کے بعد تم اس سے نکاح کر لینا۔ مہاجر نے ان کو رضائی کہ خدا تمہارے دل و عمل میں برکت دے، مجھے اس کی ضرورت نہیں، تم مجھے باز روکار مت بنا دو، میں تمہارا کرم کر کے بے گزر کر دوں گا۔

۱۰ القہر جبریت سے امتحان

غرض واقعہ جبریت سے مہاجرین و انصار دونوں کا امتحان ہوا تھا، اس میں دونوں نے اس نے بعد ان نواہزت قرآن کی کئی کتب جو کچھ تھیں گئے، محض خدا کے لیے کریں گئے، اس وقت یہاں قافلہ ہونے کے بعد بیت لیلیٰ لان کا ماتھو اسے اور طائرہ دست ان کی ہاڑیاں، چنانچہ حضرات سے یہ وضو ہوا، انہیں ہر جمعین کے واقعہ اس پر شاہد ہیں کہ وہ جو کچھ کرتے تھے، خدا کے لیے کرتے تھے، حتیٰ کہ مشغول میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ یہودی کو معرکہ قتال میں پہنچے اور وراثت کا ارادہ کیا، مرزا ایماں اس گنہگار نے آپ رضی اللہ عنہ کے پیروں پر رکھ کر چوکا، اب چاہیے تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو توڑا ہی داغ کر دیتے، مگر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس کے سینے پر سے گھڑے ہوئے اور فوراً سے پھول دیا، ہو یہودی چلا، حجب ہوا کہ میری اس ترکیب کے بعد تو ان کو چاہیے تھا کہ مجھے کسی طرح جیتا نہ بھڑکتے، مگر انہوں نے ہر قسم سے صلہ کیا، آخر اس سے خدا میرا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی بیہوشی کو آپ نے اگر مجھ کو کا قریب تو قریب کرنا چاہا تھا تو تمہارے کے بعد کیوں رہا کرو؟ اس میں سے میرا غرور اٹل ہو، خدا دست مایہ ختم ہوئی، بلکہ اور زیادہ ہوئی تھی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تیری من فعل کے بعد میرا بڑا کرو یا بڑا کر مجھ سے، اگر بات یہ ہے کہ اس میں اب میں نے تمہارے چہرے پر تو اس وقت مجھ کو رضا کے حق کے مجھے کچھ مطلوب تھا، اور جب تو نے مجھ سے یہ تمہارے مجھے خدا اور جبریت تمام پیدا ہوا، میں نے دیکھا کہ اب میرا حقے قتل کرنا محض خدا کے لیے نہ ہوگا، بلکہ اس میں نفس کی ہیرش ہوگی اور میں نے نہ چاہا کہ نفس کے لیے کہ مکر کے اپنے عمل کو شائع کر دوں، اس لیے مجھے یہ نہ کر دیا، یہودی یہ سن کر لڑا مسلمان ہو گیا اور مجھ کو کہ واقعی یہی مذہب حق ہے، جس میں مکر سے اس میں نفرت رکھنی گئی ہے کہ کوئی کام نہیں، کے لیے نہ کر دیا۔

مخلص نہ اسے ہے۔ کام نہ ہو، سچی اور جھٹی میں بھی غم کی میناں سے واقف ہے، سب دہریہ
سست یہ ہے کہ یہ لوگ خدمتِ اسلام کا معنی نہیں دیتے ہیں۔ ان میں اٹھ، دلوں میں جو کچھ
مانٹے دھرتے ہیں، اپنے اراکرام کے کارناموں کا چھ لٹا اور قسم دہریہ میں لٹا کرتے ہیں،
انکا مافیہ فی البرہان نہیں کہتے ہیں ان کا قصہ وہ ہے کہ کام بدھنا چاہیے تو دہریہ سے واقف ہو
یا خوفِ جہنم میں جا کر دہریہ کوئی پروا نہیں، یہ قب میں عمارتِ عوام کا نیا نہ کہیں بچہ حمایت
ان کے ساتھ کیا کر ہو۔

من حضرات کا اجماع، اب بھی بانی ہے، جہاں سے کوئی چاہے۔ یہ مسلمانوں کو بخیر و برکت دینا ہے۔ تو کیا مسلمانوں کو مرتد ہونے دیا جائے؟ ان کو سنبھالنے کی کوشش نہ کی جائے۔ اگر ان کی یہی رائے ہے تو اس کا یہ مطلب نکلا جائے ایمان چاہا رہے، اگر اچھا نہ جائے تو ایسے اچھا پر اصرار ہے جس کے ہائے ایمان و اسلام کی بھی پروا نہ رہے، جن مسلمانوں کی یہ رائے ہو وہ خود تبلیغ نہ کریں مگر دلوں کے یہ کام نہ کرنا چاہیے۔ ان کو یہ نہیں لے کر دیتے ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۵۵)

اور تمنا شاید ہے کہ آج کل جو یہ تحریک اسلامیت اور جہاد کی ہے، اس سے متعلق ایسے بعض علماء نے ایک اشتہار میں شائع کیا ہے کہ یہ تحریک نہ تو کمال میں مذہبی تحریک ہے۔ اس لیے اس میں ہر طریق کو شریک نہ ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی تحریکات نہ صرف مذہبی تھیں، اس میں تین نہ رہ گئیں، مثلاً، دلی میں تو ان تحریکات کی حقیقت تو عجیب رہی تھی، الحمد للہ، برسوں سے اسلام آباد میں ان سے بھی واقف ہو کر یہ کلیہ تحریکات کمال میں مذہبی تھیں، پھر مدعو ان میں اثرات نہ کرنے والوں کو فخر افاق نہیں بنا کر لیا، یعنی جو اسلامیت و جہاد ہے، اس میں دیکھا کہ قس، اسلامیت بھی نہیں ہو سکتا مگر تم یہ کہہ کر ان لوگوں کے تحریکات، دین کی شان نہ قس، اسلامیت۔ رملہ ہے۔

سنا یہ کہ یہ میں بھی سیاسیات کا بہت بڑا حامی ہے، مگر وہ سب مذہب کے تعلق سے اور دینیات کمال میں مذہبی سیاسیات ہیں، ان میں غیر مذہب کا دھن بہرہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ان اثرات کے نزدیک، پہلی تحریکات مذہبی سیاسیات میں داخل نہیں تو ان کے اس قول کو مطلب یہ ہے کہ تحریک اسلامیت اور جہاد کو خاص مذہبی تحریک ہے، اس میں مذہب کو شریک نہ دیا جائے، اس سے تو سالہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی تحریکات کمال میں مذہبی تھیں، تو پھر وہ مذہبی سیاسیات میں داخل نہیں۔ (ایضاً صفحہ ۶۴)

جیسو اس اعتراض..... مقصود بالذات رشائے حق ہے نہ کہ سلطنت!

آج کل جو وہ حکومت کے قیام میں بہادر رہتے ہوئے ہیں، اس کا رویہ ہے کہ وہ دہانتے ہیں کہ ہم تو پوپستانوں کے حامی و جوتے مشہور ہیں، ان کا قصور سے مل جائے نہ کہ تک بہادری، یہ کہہ کر ان کو بہادرت اپنے اپنے طور پر ہے، تو اس سے بحث نہیں کہ یہ بہادری جائز ہے یا نہ، یہ ان کی محاسنیت یا نہ، فی تصور ان لوگوں کو علماء سے پوچھو مگر صاف بات یہ ہے کہ، ابھی سب

نہیں ہیں، بلکہ وہ بھی حقیقت میں وہی ہیں جو لیدروں کے نتائج سے سوس و پنچم شرعی کے نتائج ہوں
 ۱۰۔ جو علماء اپنے دلوں کے نتائج میں وہی کی حالت یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ یا راجع الیہ راستے کو بدل دیں
 آپ سنا بھی اور نہ نہ جانیں، بلکہ جس عقل مند فرد فطرتی نہ ہوں گے کیونکہ اس دستِ عوام کو نہ صرف
 عظیم یورپ سے کہ ان کے فحشے لیدروں کی راستے کے نتائج میں، بلکہ آہستہ آہستہ دنیا و مافیہا کو
 برس لرا لیدروں کے راستے پر چاہیں گے۔

علماء لیدروں کے ساتھ

آج کل علماء لیدروں نے ماحول راہ سے ہیں، یا تو اس لیے کہ ان سے منکھالی میں تو وہیں جا رہا
 اندیشہ ہے، چنانچہ شاہد ہے کہ جو علماء ان کے ساتھ ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے ان غریبکات
 میں شرارت کی تو ہم سے کہ چند روزہ ہو جائے گا، کوئی مدرسہ کی حالت نہ کرے گا، ایک لڑکے سے لے کر
 تاحہ تھ کر ان کی شکایت، اس سے منکھالی کا نتیجہ ہو گا کہ تم، کئیے رو جہاں کے کوئی تمہارے ساتھ نہ ہوگا،
 میں نے جواب دیا کہ مجھے شک ہے کہ اس کے ساتھ ہوئے لی ضرورت نہیں اسلئے ہے
 میں نے جہاں وہاں چاہے سے فطرتی کی روشہ منصوص ہو۔

مسلمانوں کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ اللہ نے ان کی کمر ہائے ان کو کسی کی پروا نہ ہو، ان کو محنت
 اس کو پاگل نہ کر چھوڑ دے مگر خدا کا حق ہو تو اس کے لیے مصیبت ہے، اللہ وہ پاگل بھی ہے تو
 اس کا پائل ہے؟

اگر لقاؤں و مگر دین نہ ایم

مست آں ساقی و آں بیات الی

اس کے نزدیک جو خدا کا ماحول نہ ہو وہ خود ہی اللہ ہے۔

اوست دیونہ کہ دیونہ طہ

مرعش ما دیو و ارفاں نند

سحرین کی دیوانی عقل کی دیوانی نہیں، اللہ کی عقل — من بریکہ منی سورہ، یہ دیو و دیو
 اس میں پر غرور عقلیں تر و تازہ ہیں۔

او گل سرب سست تو از غمیش مملو

مست عقل سست او تو محنتش غم

کوئی تو اس لیے غم میں سورہ ہے کہ وہی گناہی، فرقہ گزربہ ہمارے میں لیے قیود میں ہے کہ

تھوڑا دیر نہ ہو، چاہے بہت میں مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے، مان کے تھے، فیصلے شریعت کے موافق ہوتے تھے؟ اور وہ خود انکار کا کام لیتے کرتے تھے؟ حاسد یہ بھی کہ، انہوں نے لوگوں کے سامنے ہونے میں اور دنیاویات میں فیصلہ کر رہے ہیں، جن میں اسٹریٹسٹے خلاف شریعت ہوتے تھے، امرائے نوکوں کو سلطنت مل جاتی تو کلکوں کو کیا کھا جاتے، تو تین تم یہ جانتے ہو خدا تعالیٰ میں ظلم کی حالت میں تم کو سلطنت دے دیں؟ اور اگر تم یہ دیکھا ہو جاتے تو یہ معلوم تھوڑا دیر نہ ہو، چاہے بہت میں مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے، مان کے تھے، فیصلے شریعت کے موافق ہوتے تھے؟ اور وہ خود انکار کا کام لیتے کرتے تھے؟ حاسد یہ بھی کہ، انہوں نے لوگوں کے سامنے ہونے میں اور دنیاویات میں فیصلہ کر رہے ہیں، جن میں اسٹریٹسٹے خلاف شریعت ہوتے تھے، امرائے نوکوں کو سلطنت مل جاتی تو کلکوں کو کیا کھا جاتے، تو تین تم یہ جانتے ہو خدا تعالیٰ میں ظلم کی حالت میں تم کو سلطنت دے دیں؟ اور اگر تم یہ دیکھا ہو جاتے تو یہ معلوم

(انقلید و تفسیر: مصلحہ ۱۰۰-۱۳)

اکیسواں اعتراض تشہد بالکفار مذہبی کاموں میں حرام ہے!

میں ایجادات پر پست انتہا کو منع نہیں کرتا، ہاں اکتب اور کورائے تقلید سے منع کرتا ہوں، اور تشہد بالکفار جو شریعت میں حرام ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ تشہد بالکفار اور مذہب میں تو حرام ہے اور شعائر قومی میں کفر و تحریک ہے، باقی ایجادات و انتظامات میں جائز ہے، دو امر حقیقت تشہد علی نہیں، بعض لوگ ان احکام کو شریعت سے خارج سمجھتے ہیں، اس لیے میں نے اس مضمون کو بیان کر دیا کہ شعائر قومی میں بھی کفر حرام ہے، مگر تم لوگوں کے دہشت میں دھمکیاں ڈالنا اور پانڈل میں فرق ہونے سے کوئی چیز بظاہر چھوڑا کر لے گا؟ ہرگز نہیں! بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے کوٹ پتلون پہن کر ٹوپی تو اسلامی پہن لی ہے، اب کچھ کہاں رہا؟ میں کہتا ہوں کہ بچہ کاسن کی منہ قص تو ہوا کرتا ہے، ایسا کرتے کہ سارا لباس ڈھنڈھ نہ پہن کر آدمی سے مردانہ ٹوپی پہن میں اور ایسی طبع سے محفل میں جا سکیں تو ہم آپ کو اسلامی ٹوپی اور کھری یا بچہ مد کی بھی اجازت دے دیں گے۔

فصل دوم در بیان حقایق

[illegible][illegible]

۱۔ اسلام کی تعلیم

عظیم محمود خاں کہ یہ کہاں تھا کہ وہ جو بتائے کسی ترکیب نہیں نکھڑا دیتے تھے، اب یہ بتاتے تھے کہ جو اس طرح ملت سلوٹنگ، انس کی پھینک، پھیر، پونی ہوس، اس سے صحیح دھڑکی ہو جائے، اس طرح اسلام، ایجادات نہیں نکھڑاتا، یہاں ایسا نکھڑاتا ہے کہ کسی ایسی دھڑکی سے اس طرح نہ تھکے اور نہ جس سے دین میں خلل ہو، یا جان کا خطرہ ہو، اسی طرح یہ بتاتا ہے کہ بے ضرورت، بے نیجہ منت، آجہو، بچے جو کہ ضروری کاموں کو ضائع نہ کر، اور ضروری ایجادات میں بھی اس کا کام لارکھو کہ سوزوم منفعت کے لیے خطرہ قبول ہو جس نہ کر۔

فرض اصول تو براہیاد کے متعلق جماد ہے ہیں امرات کی تری تہ یہ فیض ستانی، کیونکہ یہ مقصود اسلام سے ملک ہیں اور کس اسی کا نام ہے کہ مقصود سے تمکوز کیا جائے، یہ تو ان ایجادات کا ختم تھا جن کا بدل مسلمانوں کے یہاں نہیں ہے اور جمادات تک نہیں ہو جس کا بدل مسلمانوں کے یہاں بھی موجود ہے، اس میں کچھ تکرر ہے، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوری صورت کے استغفار سے منع فرمایا ہے کہ ان کا بدل مسلمانوں کے پاس عرب کمان موجود تھی اور دونوں کی شلخت برابر تھی صرف راست کا فرق تھا۔

فرض اسلام میں تعصب نہیں جو یا کسی تفصیل سے معلوم ہو گیا ہو یا اس میں کسی غیرت ہے۔ جو غیر مسلموں کے پاس بھی ہے، اور کفار کے پاس بھی ہے، صرف وضعِ آلع کا فرق ہے۔ اس میں اسلام نے تنبیہ یا منکر سے منع کیا ہے کہ اس میں علاوہ گناہ کے یہاں بھی غیرتی بھی تو ہے کہ بلا جہد معینہ کو دوسری قوموں کا حق ظالمینہاںے منکر و تکلیف مسلموں میں غیرت نہیں رہے کہ یہ اپنے گھر سے بے خبر ہو کر بلکہ جان لے کر اپنے گھر کو آگ و کانکر دوسروں کی عداوت و معاشرت کا اتباع کرنے لگے۔ اس میں ان کی مثال ایسی ہے، جیسے مولانا فرماتے ہیں۔

کچھ سے بڑا نہ ہو، ہر فرقہ پر
تو بھی توڑی مبینہ ہیں اور ہر
: : انوکھی صورتیں تمہارے آج
مردانہ و زنجیر شعلہ خراب

بے پروگی

چنانچہ آج تک ہے پردہ کی میں بھی مسلمانوں جو پہ کی نصیحت نہ کرے تھے ہیں۔ مولانا یوسف

والے جو دوس کی تزاری سے بہت تلخ ہوئے، جس اسی صحت بعض لوگ عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں مساوات دینا چاہتے ہیں۔ چاہتیں بھی یورپ سے تھیں اور یورپ والے اس سے تلخ ہوئے ہیں انہیں ان لوگوں نے ملحق بن کر رکھ کر ہے، اخبارات کے ذریعے سے معلوم ہو گا کہ اہل یورپ کو عورتوں نے پریشان کر رکھا ہے۔ !!

[illegible]

فرضِ سلام میں نور و آں کو مردان سے ساتھ سلام سے قبول نہیں ہے مگر حقوق کی اس نعمت و رعایت کے کہ
روحانی اندام صحت مند رہے اور اس کے اندر نہ کسی عجز و غفلت کی ہے۔

$$(1 - \frac{1}{2} + \frac{1}{2}, \frac{1}{2} - \frac{1}{2}, \dots, \frac{1}{2} - \frac{1}{2})$$

یائیکہ سواں اعتراض :۔ آج کل کے مسئلوں کا حال !

آج کل کے مسئلہ نوکریں ملتی چھٹی ہے، دوسری قوموں کے ساتھ ان میسر ڈیپارٹمنٹوں پر نہیں جانتے کہ غیر زر سمجھی اس ملک ہے کہ ان کو دنیا میں دوں ہے، ان کو کوئی دہالی دیا جائے تو رات

دن دنیا ہی کی فکر میں رہتے، آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے۔

کاپور میں دو شخص شب قدر میں ایک بڑا سا میلہ راولی سے نکل کر بیٹھے اور رات بھر وہی کرتے رہے کہ ات اللہ ان کو سونے بڑوں، اعلا میں کسی مولوی سے سن میں تھے۔ شب قدر میں دعا قبول ہوتی ہے، وہ ظالم یہ دعا کرنے بیٹھے صبح کو خوشی خوشی جو رمال نکھو ات وہا میلہ کا ڈھیلہ علی تھا، یہ جہان ہوئے کہ شب قدر میں دعا کیوں نہ قبول ہوئی؟ ایک روزی نے کہا کہ اللہ میاں تقسیم ہیں ہی دعا قبول فرماتے ہیں جو بندے کے ایسے مصلحت ہو۔ خدا کا شکر کریں کہ یہ سوانہ بنا۔ ورنہ تم آج کل میں ہی مرگت جاتے واقعی سچ کہا! بعض لوگوں کے لیے یہی حکمت ہے کہ ان کو سامان میں زیادہ دینے جانے۔

اس پر شبہ ان کو یہ شبہ ہو کہ بتا دی نیت تو یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ہم کو سامان زیادہ دے تو خوب نیک کام کریں اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خوب خرچ کریں، تو وہ یاد نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ دے جانتے ہیں، تم کو کیا خبر ہے کہ اس وقت جو اسے اور نہیں دے، زیادہ مال ملنے سے بعد پانی دینا ہی یا نہیں؟ اس کو تو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بڑھ کر خوشی شیت کون ہوگا؟ مگر حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہار صحابہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہوگی جب کہ میرے بعد ممالک و بلاد منہوج ہوں گے اور تمہارے پاس کثرت سے مال و متاع اور غلام غلام ہوں گے، حضرت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا یا رسول اللہ! اس وقت ہم اللہ کی عبادت کے واسطے فارغ ہو جائیں گے "نفسنا للعبادة وكفى المتنونة" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری یہی حالت اچھی ہے جو آج کل ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے زیادہ مال کو پسند نہیں کیا حالانکہ ان حضرات نے واقعی زیادہ سامان ہونے پر عبادات میں پہلے سے زیادہ ترقی کی اور دنیا میں متبرک نہیں ہوئے، مگر وہ ہرے لیے کثرت مال یہ نکر مفید ہو سکتی ہے؟

ابن مسعودؓ کو دوسری قوموں کی حالت دیکھ کر رال نہ نکالنا چاہیے "انزلناك على هذه الامم طيناتهم فاني جاعلهم انديا" ان کو سب رانست تنک دی گئی اور پیٹ بھر کر روٹی مل جانے ہر عورت کے لیے کپڑا اور ہنر و کھنکر مکان اور آٹھ بھائی اور اکثر مسلمانوں کو آج کل حاصل ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو اتنا بھی سامان بھرتا تھا، ہم لوگ تو اس زمانے کے اعتبار سے آج کل بااشراف ہیں، کیونکہ حدیث میں ہے: "من اصبغ معافى فني يومئذ اصا" یہی مسرہ و عمدہ قومند ہو مد و کما صا حرت له الدنيا بعذا فیرھا" کہ جو شخص اس حدیث میں صبح کرے کہ جن میں صحت ہو اور تمہا میں بے لگائی ہو، ایک دن کا کھانا پاس ہو اس کو تمام دنیا

علمائی، جب صحت اور اطمینان کے ساتھ انہیں دین کا کھانا ٹھہریں تو بیوروکریٹوں، جموں کے تمام دنیاویوں میں آگئی، انھوں نے دین کی فکر نہ کر۔

مترن از بانی کے شب و درمیانست
جس مصیبت کے درمیان رات مائل ہو اس سے اندیشہ نہ کرو، جب کبھی ہوگی دیکھا جائے گا کہ مکی خیر کل کو تم بھی جو گے یا انھیں ۱۹ ایک بزرگ اسی کو فرماتے ہیں۔

چوں ترا نماند و فرماتے ہو:

ہرین سوئے تو بکانے ہو:

خوش خلق تعالیٰ کی نکت ہے کہ بعض لوگوں کو خریب دیکھتے ہیں، اس کو کیا خبر کہ میر ہونے کے بعد وہ کیسا ہوتا؟ ۱۹ ایسے شخص کو خواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نیت ساتھ مٹا فرمادیتے ہیں، اس لیے یہ نیت ہی درجہ ماتہ حاصل کرنے کے لیے کافی ہے کہ اُمیر سے پاس مال ہوتا تو وہیں خریب خرتا، جن تعالیٰ کے یہاں حبیب و رب ہے، وہاں یا کھانا تعالیٰ ہی پروردگار وہ نہیں، خریب کے حق میں نیت اتفاق بھی بزرگ اتفاق کے ہے، خود نہیں میں اور شاویے: "اَلَا ذَلٰلٌ مُّرَازِقٌ" و منصرفہ سبب میں مسند غفرانہ اذی و اللہ عسری حلیہ۔ پس جس کے پاس مال نہ ہو وہ مال و مال سے خواب نہ مل کرے:

لا جبر عندک تھا، یہاں لا مان

ولیس عندک الم یسعد العباد

اور جس کو خدا نے مال دیا ہو وہ اپنی رحمت و رحمت کے موافق خرچ کرے خدا کو راضی کرے۔
(مطہر الاموال صفحہ: ۱۸)

تیس سو اعراض... جدید تعلیم یافتہ کا غلط استعمال!

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کیسے جاں نثار تھے کہ انہوں نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بزرگ تاہیر کی طرف دیکھا وہی وقت سب نے تاہیر چھوڑ دیا، جس کا یا اثر ہوا کہ اس سے بھل کم آیا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ یہ کوئی نوا کا نہیں، بلکہ اس فعل میں طبی خاصیت ہے اور یہ طبی تدبیر ہے اس لیے آج کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور فرمایا: "انکم اعلمم ما سود دباکم" کہ اپنے دنیاوی کاموں کو تم ہی زیادہ جانتے ہو۔

اس سے تو تعلیم یافتہ نے یہ مضمون نکالا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دنیاوی امور

ہیں بالکل غلط نہیں کیا۔ بلکہ ان کو ہمارے اسے پرچہ دیا ہے کہ جو طریقہ مناسب سمجھیں اختیار کریں۔ یہ مولویوں کی زیادتی ہے کہ دنیاوی معاملات میں بھی غلط دیتے ہیں کہ غلام تجارت حرام ہے، نکاح جائز ہے اور اس طرح بیچ کرنا جائز نہیں، اس طرح اگر وہ لوگ غاصد بنے وغیرہ وغیرہ میں کہتا ہوں کہ اگر انہیں اسے سمجھ سکیں، مگر یہ مطلب ہے تو کیا قرآن کی ان آیتوں کو جن میں رہا، سوز، ہر اکھ، اسوہ یا کمال اور رشوت وغیرہ کو کام کیا گیا ہے پھر ان سے نکالے دے گئے؟ اور ہزار بار نہیں بھی جن میں بیڑا اور اجارہ سے نکالنا وطلاق اور میراث کے احکام مذکور ہیں، حدیث کے کتابوں سے نکال باہر کر دے؟ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو یہ دعوے کیونکر صحیح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیاوی معاملات میں دخل نہیں کیا؟ معلوم ہوا کہ تم نے اس حدیث کا مطلب غلط سمجھا، بلکہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ امور دنیاوی جو چاہے کے متعلق ہیں، ان کو تم زیادہ جانتے ہو، پتی ان امور کے حقائق جو احکام ہیں، ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی زیادہ جانتے ہیں، مگر یہ کہ اتنا جانتے کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ بُد کہے ہیں، ان کو حقائق و شریعات کا صحیح علم حاصل نہیں ہوا، اس لیے کہ رفع کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما دیا: "انہو اسلام سامو و دنیاک"۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ تجارت کا جائز ہونے کے لیے ضروری نہیں بلکہ ضروری حقائق کا علم ضروری ہے۔

(البہار ص ۲۰)

چوتھے سوال: عشر! افس... ہر اتفاق نہ محمود ہے اور نہ ہر اختلاف نہ مذموم ہے!

خوب سمجھ لو کہ اتفاق صرف اسی وقت مطلوب و محمود ہے جب کہ دین کو مفید ہو، اور نا اتفاق! جب ہی مذموم ہے کہ دین کو مضرت ہو، اور اتفاق! دین کو مضرت ہو تو اس وقت وہ نا اتفاق! مطلوب ہوگی، اول و ثانی، اپنے معاملات میں اس کو خوب سمجھنے ہیں، چنانچہ جب کسی شخص میں دینی اور دنیاوی امور سے مراد کرتے ہیں تو اس وقت دونوں سے کچھ نہیں کہا جاتا کہ تم دونوں اپنے اپنے دعوے سے دست بردار ہو جاؤ، کیونکہ اس دعوے سے تمہارے اندر نا اتفاق پیدا ہو گئی ہے اور نا اتفاق! مذموم ہے، بلکہ گناہ دیدہ ہے کہ جو شخص حق پر ہے اس سے کہا جاتا ہے کہ تم حق کی طرف رجوع کرو اور نا حق پر اسرار کو چھوڑ دو، بلکہ بعض معاملات میں اگر کبھی صاحب حق دعوے سے دست بردار بھی ہو جائے تو وہ غلط نہ ہو جاتی ہے اور وہ حق کی حمایت کرتی ہے۔

صاحب! اگر نا اتفاق! مطلقاً مذموم ہے تو چاہیے کہ کوئی مقدمہ عدالت میں دائر ہو تو جج دینی اور دنیاوی دونوں کو سزا دے کرے، کیونکہ نا اتفاق! کے حکم دونوں ہیں، مگر ایسا کبھی نہیں ہوتا، اور نہ مطلقاً کبھی ایسی

رائے دے سکتے ہیں؟ مگر یہاں سب یہ کہتے ہیں کہ کوئی اخلاقی دونوں طرف سے ہے، مگر ایک طرف سے حماقت حق کے لیے ہے اور دوسری طرف سے حماقت باطل کے لیے، ایسے تفتیشی و تحقیق کے بعد جو عقل حق پر ہونے کی قیاسی ہونا چاہیے اور عدالت کو اس کا ساتھ دینا چاہیے، یہاں تو سب کا اتفاق ہے کہ بائبلاتی مطلقاً مذہب نہیں، مگر فلسفہ ادین کے معاملے میں اس قاعدہ سے کام نہیں لیا جاتا، بلکہ یہاں دونوں سنتے کہتے ہیں کہ اتفاق چھوڑ دو اور اتفاق پیدا کرو۔

حق کا ساتھ دینا چاہیے

مثلاً: آخر یہاں پر کیوں نہیں دیکھ جاتا کہ ان دونوں میں سے کس کی: اتفاق حماقت حق کے لیے ہے اور کس کی حماقت باطل کے لیے ہے پھر جو حق پر ہوا اس کا ساتھ دیا جائے اور جو باطل پر ہو صرف اسی کو رہا جانے اور آپ جو دونوں کو اتفاق کا امر کرتے ہیں، تو بتائیے! صاحب حق صاحب باطل کے ساتھ کیونکر اتفاق کرے؟ دونوں طرف سے ان اتفاق ہو گا تو عقلاً اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ صاحب حق حق کو چھوڑ دے اور، دونوں باطل پر ہو جائیں، یعنی دین و دارین کو چھوڑ کر بدین ہو جائے، ایک یہ کہ بدین اور تو دنیا پر قائم رہے اور چھوڑ دے، دوسری صورت یہ ہے کہ کچھ بدین اور بدین کو چھوڑ دے اور کچھ بدین بدین کو چھوڑ دے، دس طرح دونوں طرف سے اتفاق ہو سکتا ہے، اب عقلاً، خود فیصلہ کر لیں کہ ان میں سے کون سی صورت عقل کے مطابق ہے؟ یقیناً صرف دوسری صورت کو عقل کے مطابق کہا جائے گا کہ بدین اور تو دین پر قائم رہے اور بدین بدین کو چھوڑ دے اور اس کا حاصل یہی ہے کہ بدین کو تو بدین سے اتفاق کا حق ہے مگر بدین بدین سے اتفاق کا حق نہیں رکھتا، بلکہ اس کو بدین اور کے ساتھ اتفاق کرنا چاہیے۔

افتراق کی مثال

صاحب ایدہ افتراق ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا، یہاں پیدا کیا ہے، کیونکہ آپ کی نبوت سے پہلے سب لوگ کفر پر مشفق تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر اس اتفاق کو توڑ دیا اور باپ بیٹوں کو باہم جدا جدا کر دیا اور یہ افتراق ہے جس کو حق تعالیٰ بشارت کے طور پر بیان فرماتے ہیں: "مَا أَتَيْنَاكَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْ تَنْفَخَ فِي الْفُخْلِ لَكُمْ فِرْعَانُ، لِيُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ" اسی کہ ہے میں حق تعالیٰ نے فرکان کو مایہ بشارت بتلایا ہے جس کو حق تعالیٰ پر مرتب فرمایا ہے اور اس لیے قرآن کا ایک لقب فرکان بھی ہے جس سے مظلوم جو کہ قرآن میں ہے جوڑ دیا نہیں، بلکہ

نہیں جڑتا ہے اور کہیں ڈرتا ہے، تو حلق حق پر دوس ان کے ساتھ دامنِ حکم سے درجہ پا کر
ہوں گے ساتھ لھلھ کا نام ہے۔

جس یہ سخت فحشی ہے جس میں لوگ آج کل نکلا ہیں کہ جہاں درسا دعویٰ میں اختلاف دیکھتے
ہیں، دونوں کو درملا مت دلاتے ہیں کہ تم کیسے مسلمان، دونوں میں اختلاف کرتے ہو؟ اور
دونوں کو ہم اتفاق پر مجبور کرتے ہیں، جس کا مطلب وہ اس کے اور کیا ہے کہ دینہ اور کوہنہ چھوڑ
کر رہیں ہونا چاہیے اور صاحب حق حق کو چھوڑ کر باطل طریقہ اختیار کرے اور اس کا غلط ہونا
ظاہر ہے، بلکہ متفقہ رائے فحشی پہ ہے کہ جب دو مخالفوں یا شخصوں میں اختلاف ہو تو اول یہ معلوم
کیا جائے کہ حق پر کون ہے اور ناحق پر کون، حق متعین ہو جائے تو صاحب حق سے باندھ نہ رہ
جائے، بلکہ اس کا ساتھ دیا جائے، ورنہ صاحب باطل کی مخالفت سے روکا جائے قرآن میں اس
کی پراپیگنڈہ جگہ نہیں ہے، "فصلنا فیہ فی حقہ" یعنی حق ہی اس میں رہا، اور اگر آپ کو تحقیق حق
نی لرمیت، لیاقت نہیں تو آپ سے نقل دینے لکھنے نے کہا ہے؟ اپنے علم میں اپنے اور تحقیق
سے پہلے کسی کو برا نہ کہئے۔ (۱۱۔ لہذا اہل علم، ص ۳۸)

بیچہ سوال اعتراض..... حقیقت شریعت اعتدال کا نام ہے!

اعتدال اور دس کے لیے تو فرضی ہے، مگر شریعت کے لیے حقیقی ہے کہ جس کی ہر بات الزام
و تفريط کے درمیان وسط ہے اور وسط بھی حرکت میں یعنی وسط حقیقی کیونکہ ایک تو ہے وسط سکون
اسمیں یعنی وسط مطلق اور ایک وسط ہے متحرک اسمیں، یہ ہے وسط حقیقی، اس واسطے مشہور ہے کہ الوسط
متحرک یعنی متعین نہیں کہ اگر اصرار ہو سکتا ہے، الوسط ساکن یعنی متعین ہے، میں نے اس سے بھی
زیادہ لطیف کر دیا کہ اس کا متحرک وال متحرک ساکن اور وسط اسمیں ان اسمیں پر چلنا آسان ہے اور
جب اسے بدل دینی میں کافی تردد و پیر مشکل ہوتا ہے، کیونکہ وسط حقیقی ایک غیر منقسم شے ہے،
کیونکہ اگر اس کی تقسیم ہوگی تو پھر اس میں بھی طرفین اور وسط نکلتے ہیں، حالانکہ اس کو وسط حقیقی فرض کیا
تو، ہذا منصف اور اظہار ہے کہ غیر منقسم پر چلنا جیسے اشدوار ہے، چنانچہ اگر کوئی کہے کہ مرکزہ جس اس حرم
جو کہ دو جوتیوں کے کا یہ حفاظت ہے، اس سے دھرا ہرنہ ہو تو بہت مشکل ہے، اب اس امر کی نے
وسط حقیقی میں ایک ذرا (بچہ) نکلتی اور تو اس کی سیدھ پر چلنا آسان ہے اور شریعت حق
حقیقت ہے وسط حقیقی، چنانچہ شریعت نے ہر چیز میں ایک وسط نکالا، مومن و کفر میں فصاحت و فساد
نور و یس و ذلت وسط نکالا، مافی طرہ ہر چیز و دہلا بہت میں حکمت وسط نکالا، اسے یعنی جو ہر چیز ہے

[illegible][illegible][illegible]

— 1 —

تو شریعت بھی افراتفری کے درونِ کائنات میں ہے، میرے علم تک کی انہی کتابوں و جرائد، و قیامِ صلیت سے، غلط فہمی سے غلط فہم، ان دنوں میں نکلتا ہے۔ یہاں تیسرا کی

ضرورت ہے مثلاً ہم نے ایک مسئلہ لکھا، اسے کسی نے رد کر دیا، ہمیں حصہ آیا اور فی نفعہ ہم نے وہ مسئلہ صحیح لکھا ہے، اس حصہ میں غلط ہے کہ آیت اللہ ہے کہ اس نے حق کو رد کیا یا اللطیف ہے کہ اس نے ہم پر دیکھا؟ سو فائدہ طریقت پرے حاوی طیب تھے، وہ اس کا فیصلہ کرتے ہیں کہ اسے عزیز، غور کر کے دیکھو، اگر وہی امر میں تیرے کسی حاضر مولوی پر بھی رد کیا جاتا تو رد قائل کر دے، حاضر جس کی ذات سے تمہارا نفس خوش ہو، اگر ایسے شخص پر بھی یہی رد ہوتا ہے تو آیا اس وقت بھی تم کو ایسا حصہ آتا یا نہ آتا؟ اگر سوچنے پر معلوم ہوا کہ آیت اللہ قویہ غضب اللہ ہے اور اگر حصہ کم آتا تو آیت اللہ شہ ہے اور اگر بالکل نہ آتا تو اس وقت کا حصہ محض اللطیف، نفس کی شرارت اور بد معاشرے، اسی طرح دوسرے اخلاق مذمیہ اور اخلاق شہیدہ میں امتیاز کے واسطے علم صحیح کی ضرورت ہے اور چونکہ شریعت نام ہے وسط حقیقی کا اسی لیے صراط مستقیم بھی ہے، کیونکہ خطا مستقیم کے لیے "انصر خطوط واسطہ" میں اللطیف "اور" واسطہ خطوط واسطہ "ہونا ضروری ہے، یعنی دو نقطوں کے درمیان میں بھی ہوگا اور یہی صراط مستقیم شریعت ہے جو قیامت میں بالکل صراط قائم ہوگا، ایسے وہ شریعت کی صورت مثالیہ ہے اور یہی معنی ہیں اس کے بال سے باریک ہونے کے، کیونکہ بال تو بھر بھی تجزی ہے اور شریعت وسط حقیقی ہونے کی وجہ سے غیر متجزی ہے، کیونکہ شریعت اتنا واسطہ ہے کہ اس میں پھر وسط نہیں، اسی واسطے قیامت میں بال سے باریک نظر آئے گی، بالائی گوارے سے سچ ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ چونکہ شریعت نام ہے وسط حقیقی کا اور وسط حقیقی پر چلنا اس سے بھی زیادہ دشوار ہے، جیسا کہ کوہ کی دھار پر چلنا، اس لیے وہ صراط دھار سے زیادہ تیز نظر آئے گا۔

البتہ جن کو یہاں وہ ذوری امتیاز کی دعا ہونے سے چلنا آسان ہو گیا تھا، چونکہ صراط وہ چیز ہوگی جس پر چلنے کے خوف نہ تھے، اس لیے وہاں بھی وہی درجہ میں اس صراط پر چلنا آسان ہوگا، یعنی اگر یہاں برقی کی طرح ہے تو وہاں بھی ہے، اگر یہاں چلنے میں اکتا تھا تو وہاں بھی اکتے گا اور جہنم میں گرے گا۔

(روح البہار ص ۲۳)

چھبیسواں اعتراض... شریعت سے ناگواری کی وجہ!

شریعت سے ناگواری کی وجہ یہ ہے کہ شریعت کی خوبیاں دیکھنے کے لیے آنکھیں ہیں، اگر آنکھ ہو تو سلوہ ہو جائے کہ شریعت میں کہیں حق تعالیٰ نے اپنی غرض پوری نہیں کی ہے۔

من نہ کرم خلق تا سوے کرم

بلکہ تا بہ بندگاں جودے کرم

آپ کے مصائب کی ایسی رعایت کی ہے کہ شریعت آپ کو بھی نہ کر سکتے۔ مثلاً شریعت نے منع کیا ہے کہ بھلے آنے سے پہلے باغ کی فصل بیجیں، مگر یہ فیصلہ ایک بے گناہ کو تیار ہے کہ بھلے آنے سے پہلے تو باغ پاؤں سوکا جاتا اور آپ بھلے آنے اور تم آنے تو از حدانی سوکا بیج پڑائیں خریدنے والے سے پوچھو کہ شریعت سے کتنا غش ہے کہ پانچ سو جس یاں کے ریتا تھا اور حاکم حوش مل گیا، اسی طرح ایک شخص نے ایک بیٹی اور ایک دھرم کا عصبہ چھوڑا، آدمی میراث بیٹی کو مل گیا اور آدمی مصعب کو۔ اس میں بیٹی کو گوارہ ہوا کہ میں عاص بنیما، اور میرے باپ کا مانا یہ دور کا رشتہ دار اسے خواہ مخواہ دے دیں مگر اس عصبہ سے پوچھو تو وہ کہے گا، سبحان اللہ! شریعت میں حقوق کی کیا رعایت ہے اور میری قرابت کو بھی اس قدر مانتا ہے تو اب ایک ہی حکم ہے مگر آزاد و عصبہ میں سے اپنے اپنے دل و غش کی چیز سے ایک کو گوارہ ہے اور ایک دھرم کو گوارہ اب جو جس کے فیصلہ کو ان دونوں میں سے مانیں گے۔ ۴۴۰

شرعاً اقلیت و العزیز جلیلہ

تکلف بجمع السرد علیہ

یعنی... اسے اور عزیزی دونوں کو چھوڑ دیا، ہم دونوں میں سے کسی کا فیصلہ نہیں مانیں گے، کیونکہ یہ دونوں خود غرض ہیں، ہم تو وحی کا فیصلہ مانیں گے۔ کیونکہ وہاں شاہد بھی غرض کا نہیں ہے، وحی لیے جتنی قابل اعتبار ہے، وہی کا فیصلہ یہ ہے کہ شریعت کا قانون ہے جو معائنہ عامہ کی رعایت کرتا ہے، جیسے سرکاری قانون، مثلاً سڑک پر پیشاب کرنا حرام ہے۔

اب ایک شخص کو زور کا پیشاب لگا، وہاں تو یہ حکم ہے کہ پیشاب مت کرو اور یہاں نوبت نکالنا جا رہا ہے، تو وہ شخص کیا کہے گا کہ بڑی سختی کا قانون ہے! کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ پیشاب کی تو اجازت ہوئی، مگر اس کی بدبو سے بچنے کے لیے کوئی ایسی دوا ڈال دی جاتی کہ دماغ بے حس ہو جاتے، اس لیے کسی کو بدبو سے معلوم نہ ہو، کون اسے پتہ کرے گا؟ اسی گدھے کے موٹے کے واسطے سب کو بے حس بنادے، اسی طرح شریعت نے بھی مصالحوں عامہ کی رعایت سے قانون بنایا ہے، تم اس میں مصالحوں عامہ کو دیکھو، یہ دھرم ہے جو شریعت کا اچھا معلوم ہونا منع عامہ کی رعایت سے ہے۔

قانون میں حکمت

یہ تو حکماء و عقلاء کی فکر میں ہے اور ایک نظر بے عشق و محبت ڈالنے کی اس کو اس وجہ سے معلوم ہوتی ہے کہ یہ دوست کا قانون ہے، یہ ستماء کی نظر سے بڑھ کر ہے، جیسے کوئی طنز نقب اپنے کسی

خاص عاشق سے یہ کہہ دے کہ تم لشکری باندہ کر رہا نہیں تھے بازار میں پھردہ یہ اس سے نہیں پوچھتے گا کہ اس میں تمہارا کیا فائدہ ہے بلکہ فوراً اور ہر احمد و دہ نے گئے گا۔ اگر کوئی کہے بھی کہ اس سے یہ کیا ہے؟ تو وہ کہے گا۔

قال الحنابلہ لم تنفسي

قال: لو تدانظر الي ما بد نفسي

ایک شخص دیوار میں کھینچا تھا تو دیوار نے کھل سے شکایت کی کہ میں نے کیا کیا جو میرے جگر کو شافہ کر رہی ہے؟ کھل نے جواب دیا کہ اس سے پوچھو جو مجھے خوب کر رہا ہے۔
تو مگر وہ عقائد اسلام کے کلمہ کے درجے ہوں گے اور جو عاشق بیتاگاہ یہ کہے گا کہ حق تعالیٰ اس سے پوچھو جس نے یہ قانون مقرر کیا ہے، مجھ کو کچھ نہ ملے گی، بس مولوی صاحب کو یہی جواب اختیار کر لینا چاہیے۔

وہ بھی آئینہ صوفی معظم داشت اند

آئینہ استاد ازل گفت گوی موی

غرض سنی علماء کو بھی مناسب ہے، میں اس کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر حکم و اسرار معلوم بھی ہوں تو بھی پوچھنے پر پرگزشت متاؤ، چاہے سنی کمان کریں کہ انہیں نہیں آیا اور پوچھنے والے بھی خرب مجھ لیں کہ جاننے والے بھی بہت ہیں مگر تمہارے غلام نہیں ہیں کہ تمہیں سب بتا دیا کریں جیسے طبیب کہ چائنا سب ہے کہ تین۔ شگل بنفشہ کیوں نکھایا ہے؟ اور چہ ناش گل کا گزبان کیوں نکھایا ہے؟ مگر کوئی مریش پوچھنے لگے تو وہ نہیں بتائے گا، وگرنہ وہ سب معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں طب نہیں آتی؟ ہاں صاحب! انہیں آتی تھیں پسند ہو جو دور دست ہو، عارف شیرازی کہتے ہیں:

مصلحت نیست کی از پردہ بردن افتد راز

دور در مجلس رندال خبر سے نیست کہ نیست

یعنی کوئی خبر اپنی نہیں ہے کہ میں معلوم نہ ہو، مگر ہم تمہارے کہنے سے نہیں جانتے اور حقیقت میں مصلحت اور حکمت پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ محبوب مجھ کو اس کے حکم کی سنت دریافت کرنا عشق کے بالکل ہی خلاف ہے، اگر کوئی کہے کہ جاؤ؟ ہم عاشق ہی نہیں، پھر وظائف عشق بھی واجب نہیں، تو صاحب! تمہارے کہنے سے کیا؟ وجہ ہے؟ عشق تو لازم ایمان سے ہے جب تم نے تمہارا کہا تو حقیقتاً کا انتر ام بھی کر لیا، جیسے کوئی شخص کہے کہ مجھ پرانا دھنقہ بی بی کا کیسہ واجب ہو گیا؟ میں نے تو اس کا انتر ام نہیں کیا تھا، مگر اب قبلت الکاح کہا جب ہی شوہر کی کے حقوق مستزم

ہو گئے، لیکن زنی طرح: جب "لا" نہ ملا۔ نہ محمد رسول اللہؐ کہہ پائیں عاشق کو جسے تین تک اس گلے سے لٹک سکن جو گئے، عاشق کے ہار سے میں درشاہ ہے: "و اندر سب سے" نہ کہ نہ لے کر دے گا۔ خدا پر ایمان لائے وہ خدا کے ساتھ سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں، جو تصدیق ایمان کے ساتھ ہی سارے کے سارے عاشق بن گئے اب آپ عشق سے انکار کریں تو کیا ہو؟ جب عاشق ہونا ثابت ہو گیا تو عشق کے حقوق ادا کرو، جس کا راستہ پاؤ اور سیدھے محبوب کے غم پر چلے رہو، اگر کوئی اس اختیار کا قصد کرے تو اس کو قتل و آغوش ہوتا ہے، پھر اس کی موت ہو جاتی ہے، تو اس کے ترکے میں تقف ہوتا ہے، تو اس طرح وہ اعادت کرنے سے نڈا ہو جاتی ہے مگر کوئی کہے کہ وہ کیا مگر نڈا ہو جاتی ہے، تو یہ سب آپ اس کی لا جواب مثال یہ جو ہے، لیکن اسے اعتراضات تمہارا کوستہ اندہ حال نہ کوئی نہ۔ اسے مشکلیں سے بچا ہو گا، کہیں انڈا، کہیں شراب اس کا استعمال ہوا کرتا ہے، اسے شرب کرتے وقت کسی بھی حکم کی جاتی ہے، لیکن اس کا کیا حال آتی ہیں، پھر اسے اسے مگر حسب حالت پڑ جاتی ہے، تو پھر یہ خدا سے زیادہ مریخو بہ ہو جاتا ہے، روزے میں سب کو تو پانی اور شربت کی فکر ہوتی ہے، مگر اس میں نہ پھنسنے کی پرواہ نہ شربت کی پرواہ نہ افطاری سے مطلب، ارے بھئی حقارت سے وہ ایک پانی کے ذریعہ اپنی تکرر وہ چیز کسی محبوب کو دل سے نڈا کر لیا کوئی توفیق محبت اور شریعت کی اتنی بھی نہیں، ارے بھائی تمہارا کوئی سمجھ لیا، وہ تمہارا کوئی کیا؟ آج کوئی طرح سے دے، تو اس کو سمجھاؤں بھی، اگر نہیں دے گا تو پانی نہیں بچھتے تو شیر و تمباکو کی بھوک۔

بہر حال سب یہ سمجھ آسان ہو گیا کہ وہ دست و پاؤں لہو و لہجہ نڈا ہو جاتی ہے۔

ایک مثال

بعض بزمیوں کو کسی تکلیف کے وقت تک نہ چڑھتے دیکھ کر اگر یہ شہزادہ کے عادت چڑھنے کے بعد ان پر اثر رکھیں ہے، بات یہ ہے کہ ان کے دوسرے پر اثر نہیں ہے، صرف یہ قسم پر عشق ہی جب سے اثر ہے اور دل میں نہایت خوش ہیں، اس کی مثال بھی میرے پاس موجود ہے اور وہ نتیجہ منفرد ہے تمہارا کہ کے دوست "میر تقی" ہیں کہ، ایک بہادر شاہی ہے، آفسیواری ہیں، مئی کی گردے ہیں، ان کے چہرے۔ نہ ہیں، کیوں معاصیہ اگر تکلیف ہے تو کیوں لگاتے، وہاں بات یہ ہے کہ عینہ نہ ہوئے، غور زبان اور عشق کو جبر آتا ہے، اس سے نہ کیا نہ کیا نہ وار و کسے تو اب تمہاری تکرر نہ دے، عالم دونوں ایک ہی وقت میں جمع ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح امتحان امر محبوب میں کو بدن کو تکلیف ہو مگر دل اور روح خدا ہی ہیں، اس عادت کا یہ اثر ہے کہ اگر آپ نماز بھی قضا ہو جائے تو بدن کو آدھ مارا کر پڑھتے ساتے، اسے نہ قلب کو جو

تکلیف ہے اس کے آگے یہ آرام کچھ بھی نہیں، حضرت مولانا فرماتے ہیں:

ہر دل سناٹا، ہر دل غم، ہر دل

مگر زباغ دل خلائے تم ہو

یعنی آریغ دل سے ایک ٹکڑا بھی کم ہو جائے تو اس وقت دیکھو ان کے غم کو، پھر اس میں بھی دو درجے ہیں، زیادہ تو غم ہوتا ہے، مطلقاً غل غوت ہو جانے کا اور ہر غم ہوتا ہے، باخیز رخورد فوت ہو جانے کا اور بچا اختیار فوت ہونے کا کچھ غم نہیں ہوگا، دوست نے اس میں جو غل غوت صرف کیا، مگر یہ بات عام لوگوں کو سنانے کی نہیں، کیونکہ اگر یہ قصداً بھی سوچیں اور نماز، فتنہ، آمدنی، اقوال، نکاح، لیس، کچھ بکریوں کی مرضی تھی تو یہ مرضی مرضی ماعول کے لیے نہیں، کیونکہ وہ خود مرضی بفتح، امراء ہیں یعنی مرضی والے، بہر حال تکلیف غمی سے جسم کو پریشانی ہوتی ہے، مگر، روح کو نہیں ہوتی، بلکہ ان اعمال سے ایسی مناسبت ہو جاتی ہے کہ وہ غمزدانے روح میں جاتے ہیں کہ اگر ہوش میں تو پریشانی ہوتی ہے، اس پر شروع میں کس قدر تکلیف ہوتی ہے، جیسے سب سے پہلے کچھ ہوئی ضرورت ہے، یا غمزدانے پہلے دو آگئی جہت ہوتی ہے، پھر تو، راہی غمزدانے ہو جاتی ہے۔

تو حضرت لایکسی چیز ہے شریعت جس سے ذرات ہیں لوگ مالا تھ اس میں، ہمارے کل معدن و معدن کی بنیاد نہایت کی ہے اور ساری مصیبتوں سے بہادر کو چین ہے جو بدلتا اجازت احکام شریعت نصیب کی نہیں ہو سکتا، یہ کہہ چھین تو بقول تمہارے تعلق مع اللہ سے حاصل ہوتا ہے، پس اگر ہم ہر وقت خدا کو یاد کریں اور اپنی شریعت نہ کریں تو تعلق بالذات حاصل ہو گیا، پس چین سے رہ گئے، تو خوب سمجھ لو کہ مطلق نقص سے یہ قدر حاصل نہیں ہو سکتا، ایسے تعلق میں چین کا گمان ہے جس سے، فی الواقع اس میں بے چینی مضر ہے جو مرنے کے بعد غم میں جائے گی۔

غیر ملکی کی ایک حکایت

جیسے ایک سرحدی مغل اور ہندوستانی میں آیا، ایک سلاوئی کی دوکان پر جہ کر علو الہی، اس نے حاسم لائے، یہ وہاں سے بھاگا، وہ سلاوئی بھی پیچھے بھاگا جب دوکان پر لگا کہ قریب تھا کہ پکڑ لے، آپ نے وہ صحت و صحت میں نہ کھلایا کہ چاکا آپ نہ ہمارا نہ تمہارا دو پکڑ کر پولیس کے پاس لے گیا، تھانیدار تو دھڑل تھے، انہوں نے بھانے چالان کے یہ ہزار کی کہہ گئے، پھر ہزار کر کے اور انہوں کے لیے بھولتے ساتھ شہر سے باہر نکال دینے کی ہزاروں، ہندوؤں نے اسے کہہ پھر یہ مبارک دیکھا تو وہ بھی تماشا کے طور پر ساتھ ہو لیے یہ ہندوستانی کی میر سے فارغ ہو کر اپنے ملک میں پہنچے وہاں لوگوں نے پوچھا کہ "آپ ہندوستان رفتہ ہوئی" چہ طور ملک و ملت؟" جناب ہندوستان تمہارا ملک

قرب سے بار بار وچکھاپ کو پیچھے کر۔ دلوں میں جو بظہر معلوم ہو گا، وہ دلوش نہیں ہو اور اس کے منکر
لئے اور انھیں دلوش کر دے۔ محو نے کہا کہ اگر میں بھیج دوں تو میں یہ لوگوں کی بھلا بھلی بات کہوں گا ایت
نہیں رہے ۱۹۱۱ء میں جب معلوم ہوا کہ حق شہداء اس قصص سے راضی نہیں ہوئے تو اس کا اعلان و
کے ساتھ کے بعض وہی ہے جو کہ ان لوگوں نے اب سے ہزاروں یہ قصص ہزاروں کتاب شریعت کے نہیں
ہو سکتا تو دیکھئے اثر عیسائی دینی چیز ہونی لگا اعلیٰ حق و باطل۔ یہ ہیں

[illegible]

ابن ماجہ شریعت

اس پر کھٹکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلمہ "اتحاد شریعت" کا قرار کسی کا نہیں ہے جو اپنے کو اس سے آزاد سمجھے۔ "وَلَا تَتَّبِعِ أَهْوَاءَ زَنَاتِهِمْ لَا يَقُولُوا" اور ان جہلوں کی خواہش کا اتباع نہ کیجئے "سُبْحَانَ اللَّهِ" کیا پاکیزہ لفظ! ان سے اپنی نہیں فرمایا! "وَلَا تَتَّبِعِ نَفْسَهُمْ" کہ غیر شریعت کا اتباع نہ کیجئے بلکہ یوں فرمایا کہ جہلوں کی خواہش کا اتباع نہ کیجئے "وَأَسْمَاءُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ" جو شریعت کے مقابلہ میں ہو، وہ خواہشیں ہیں اور ہوں گے نفس فی ہیں، اس لیے وہ عمل سے قاصر نہیں "تَلْبِیْنِ مَسْمُونًا" سے کوئی یہ نہ کہے کہ یہ قید احترامی ہے یعنی "تَلْبِیْنِ مَسْمُونًا" کی براہ کمال اتباع نہ کرے بلکہ یہ قید واقعی ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ واقع میں ملا رہی نہیں جو شریعت کے مقابلہ میں اپنی خواہش پیش کرتے ہیں، بلکہ وہ تو جہلوں ہیں، جیسے یوں کہتے ہیں کہ مفسد اس نے بگاڑنے میں آجائے نہیں، بلکہ مطلب یہی ہے کہ بگاڑنے والے سب کے سب مفسد ہوتے ہیں ان سے

ہتکتے رہنا وہی طرح یہاں بھی سمجھو اور "الکذب لا یغنی عنکم" کا مقولہ جو یہاں آکر نہیں لگتا،
 سبحان اللہ اس میں عجیب رعایت ہے، اگر مقولہ "انفرہ" سے تو وہ "اسر السب" ہوگا تو آپ کو نہ
 وہ دور ہوگا، کیونکہ مردین کی ملک تو کام ہو رہا ہے، تو اس صورت میں یہ حاصل ہوگا کہ غیر دین
 اس لیے مذموم ہے کہ وہ دین نہ جانے والوں کا فعل ہے، اس لیے یہاں "طلق علم کی نفی کر دی کہ
 اسرار اس لیے نہ سم ہے کہ وہ ایسوں کا فعل ہے جو بالکل ہی جاہل ہیں، یہ دعویٰ کہ جو شخص شریعت کا
 قبیح نہ ہو وہ بالکل جاہل ہے، تاثر بڑا دعویٰ ہے کہ سارا عالم اس میں مقادیر ہے جناب رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کو پورا یقین ہے کہ یہ ساری دنیا کو جاہل بنا دیتی کیا بات ہے کہ اس میں دارالافتاء غلام
 فک کا نہیں، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تک غرضوری ہوتی کہ کوئی مطالبہ نہ کرے بیٹھے اور اس وقت کو
 غابر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تخریف رکھتے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم و فہم تو ہے، جیسے
 آفتاب پر ابرہہ آجائے تو آفتاب نظر سے پوشیدہ ہو کر اسی کی روشنی تو ہے، بلکہ چاندھوں سے لیے تو
 یہ اب بھی رحمت ہے کہ برا راستہ اس کا قائل نہ کر سکتے اسی طرح بیس لکھ ایسے ہیں مگر منظور سلی
 اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سوئے تو یقیناً یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انبار سے خارج کرتے اور اس سے
 حد تک نہیں پڑ جاتے جو اچھا ہوا کہ برا آگیا اور نہ ان چاندھوں کو ہی مشکل ہوتی ہے۔

آفتاب کی مثال

بہر حال اب آفتاب کی روشنی اور سے چمکنہ رہی ہے، وہی موقع پر میں سولانا کا یہ شعر بڑھتے
 پڑھتے دکھایا، وہ شعر یہ ہے:

چمکتہ شد خورشید و درو کرد داغ

چارہ نہ نبود در مقابلش از چراغ

یعنی آفتاب رخصت ہو گیا اور میں است اس لیے پسند نہیں کہ آفتاب رخصت نہیں ہوا، وہ جواب
 بھی درخشاں ہے، صرف اہل کے بچے چھپ گیا ہے، بلکہ یہ شعر اس موقع پر مناسب ہے:

ہنوز آں ابر رحمت در نشان است

غم نشانہ ہامہ • نشان است

اور مولانا نے وہ شعر کسی دوسرے موقع پر فرمایا ہے، غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم فیض لینے والے اب بھی موجود ہیں، جواب بھی اس بلائی کو ثابت کرنے کو
 تیار ہے کہ جو قبیح شریعت نہ ہو وہ چلے اور میں خود تو دعویٰ نہیں کرتا، مگر دین کے کسی من پر نظر

کرتے ہیں۔ لیکن انہوں نے کوئی شخص متناہی ہوا۔ نقل ہو کر عام نہ ہوا۔ نہ ہی حالت محنت کی حالت میں یہ ہوا۔ اس کوئی شخص کی محنت میں یہ مینے کے لیے بھیج دیا۔ وہ کوئی شخص اس پر مینے میں رہا۔ محنت یہ ثابت کر دے گا کہ اس حالت کی زبان سے اتر کر لے گا۔ میں اس وقت اس وقت جسم سے زیادہ اور کسی نہ یہ ہے۔ یقین نہیں دلا سکا۔ اگر اس سے زیادہ دلیل کوئی چاہے تو تجربہ کر لو کہ جو مینہ کی رخصت ہو کر محنت کا پتہ ہم سے پوچھو۔ اس وقت دیکھو کہ یہ شخص آئے ہو تو بڑے ہو۔ نقل کہتا ہوا۔ اگر جانے کا یہ کہتا ہوں کہ میں اس وقت نہیں آتا۔ حق حق کیونکہ اب تو اس شخص کی محنت سے متعلق آجائے گی۔ تب معلوم ہوگا کہ انصوائف۔ بس لا یغفلون۔ کا عاقل ہے۔ یقینی ہے کہ جو چیز شریعت سے متواہد میں ہے اور اصل ہے۔ میں حالانکہ یہ کہی نہیں ہو کر دینے کے لیے فی عاصیاب میرے یہاں آئے۔ جو عرفی تہذیب۔ سے آواز دے تھے۔ میں تو اوٹی سے اوٹی اوٹی سے اپنی آویں ہوں۔ اس شخص نے اس وقت اوٹی کی انصاف اوٹی کی طرف کی ہے۔ اسے ہر حال میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ اگر چند روز رہے۔ بعد وہ وہاں آئے۔ تو وہاں جا کر کہیں نہ آئے۔ وہاں نہ آئے۔ اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ عمر میرے جتنے تہذیب تھے۔ وہاں جا کر یہ معلوم ہوا کہ وہ تہذیب کی نہیں تھی۔ تہذیب تو میرے ملے ملک اور اسی کے طریقہ آئے۔ تہذیب اور زبان رہے۔ وہ بھی یہ کہنے کے کہ جن کو ہم لوگ اب تک کمانت سمجھتے تھے۔ سو رہے۔ تو نہیں تھے۔ اور جنہیں ہر سمجھتے تھے۔ وہ تہذیب تھے۔ جو اس وقت اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہوں؟ اگر شبہ ہو تو تجربہ کر لیجئے اس لیے فرماؤ۔ لا یغفلون۔ جاہلوں کا وہ نہیں تھے۔

اتباع شریعت کا فائدہ

یہاں اتباع شریعت کے شعلی ایک نکتہ ہے۔ جسے ہم غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ انسان کی سلاقی مستعد رہنے میں ہے اور اطلاقی صغر ہے۔ کیونکہ اطمینان اور یقین پر ان تعلیم کے نہیں ہوتے۔ مگر ہم نے یہ یاد رکھ لیا کہ جب بچہ ہوں تھے۔ ہم غلا۔ نے سبب کا علاج کریں گے۔ تو طہیزن ہے کہ طہیزب موجود ہے۔ بیماری کو خوف نہیں ہوگا اور نہ بیماری کے وقت سوچنا پڑے گا کہ کس کا علاج کریں؟ اور اگر وہ تعلیم نہیں ہے۔ بلکہ ہم کسی خاص طہیزب نے یاد نہیں کیا۔ اگر آج اس کا تعلیم دیتا ہے تو ایک طہیزب سے رجوع کر لیا۔ اور ساتھ پیش آیا۔ دوسرے سے رجوع کر لیا۔ تیسرا پیش آیا۔ تیسرا۔ سے رجوع کریں تو اس میں دل کو یقین نہیں ہوگا اور ہر وقت یہ غم رہے گی کہ اب کے خیر میں کس طہیزب سے رجوع کریں گے؟ غرض تعلیم نے اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ چاہے وہ طہیزب ناقص نہ ہو۔ مگر یہاں سب نفس ہو تو اطمینان نہ ہو جائے گا۔ اور اس تعلیم حقائق کے موافق ہو تو یقین اللہ کی

لیجئے اس کو جس لاش کے اور راستہ ایک ہی ہوتا ہے نور مقصورہ کی سب کا آئینہ ہی رہتا ہے۔ اس لئے وہاں مفسرہ اسے پھر آگے فرماتے ہیں یہ درست تو ہے، مگر ہر شخص کے لیے نہیں بلکہ "لنعمم فیہ فلوں" یعنی یقین کر سنا دلوں۔ یہ یقین کرنے والے ہیں۔ ایک تکیہ کی اور ایک حقیقی تکیہ کی تمہید کی تو یہ ہے کہ احکام کو بلا دلیل مان لو، پھر ان احکام کی بدست سے حقیقی یقین ہو جائے گا، جیسے شروع میں اہل حق ہے کہ محض سنا کی تکلیف سے مان لیتے ہو۔ اس کے بعد اس تکیہ کی بدست سے بڑے علوم کے تحقق ہوتے ہو، اثر شروع ہوتا ہے کہ چھ کداس کی کیا دلیل ہے کہ یہ اہل حق ہے؟ تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمیشہ جاہل رہو گے۔ اس لیے پہلے ہی تحقیق کی تکلیف کرو، اپنے عی محض بننے کی کوشش مت کرو۔

نہ بے خبر کوشش کہ صاحب خبر شوی

سارہ میں نہ ہوشی کے راہبر شوی

اور طریقہ تحقیق بننے کا یہی ہے کہ پہلے تکلیف کرو۔

در کلب حقائق پیش ادیب حقیق

بالا اسد پھر کوشش کہ روزت پر شوی

(ہاشیہ ص ۳۰ صفحہ ۶۲۱)

ستہ میسواں اعتراض..... عذاب قبر پر اعتراض کا جواب!

اعلاہ یہ تھا کہ عذاب و ثواب قبر کا ذکر ہے، یہ وہی جھوٹا ٹکڑا آیت ہے کہ ہم نے انسان کے سر جانے کے بعد اس کے جسم منصری کا مینوں پیرو ہو رہا ہے، ہم کو تو یہ کہو بھی عذاب و ثواب نظر نہیں آیا، جواب یہ ہے کہ بدوش میں انسان کو دوسرا جسم عطا ہوتا ہے جو کہ جسم مثالی ہے، عذاب و ثواب اسی کو ہوتا ہے، لہذا جس منصری پر عذاب و ثواب محسوس نہ ہونے سے اس کی مطلقاً نفی نہیں ہو سکتی، پھر بعض دفعہ حق تعالیٰ نے اپنی قدرت ظاہر کرنے کے لیے اس جسم منصری پر بھی عذاب و ثواب کو ظاہر کیا ہے، چنانچہ اس قسم کے واقعات مذکور ہیں کہ بعض لوگوں نے کسی مرد سے قبر میں کہ "مٹی ہوئی" بھی اٹھیں لوگوں کو کسی قبر سے نہایت پاکیزہ خوشبو محسوس ہوئی، لہذا اس حدیث پر کوئی اشکاب نہیں خوب سمجھ لو۔ (ترجمہ و تفسیر صفحہ ۶۲۱)

اٹھیا میسواں اعتراض..... اسلام اور حقیقت اللہ کا راستہ ہے!

بعض جید مفسرین علیہ السلام کی طرف اس صراط کو اس لیے مضاف کر دیا گیا تاکہ سامعین کو

اس شخص کو سزا دی گئی کہ وہ ایک سال کے لیے جیل میں رہے گا۔ اس کے لیے اس کو سزا دی گئی کہ وہ ایک سال کے لیے جیل میں رہے گا۔

۱۔ پرت از خیال و قیاس و طوائف و مہم
و زہر چہ شستہ شستہ ایم و توانوا ایم
خدا تعالیٰ کو امت تک و ہم بھی نہیں بچتی حکمرانوں کے متعلق انکار انہیں میرا ہے خدا
تعالیٰ اس سے بھی دور انوار و شہرہ دارانہ ہیں اتنی وصولیات ہیں
در تصور ذاتہ اور زائید کو
تو وہ یہ در تصور شکلہ

[illegible]

مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات کو کسی کے تصور میں سمجھا کر نہیں سکتے، بلکہ ہر انسان کی آفاقی فطرت میں حق تعالیٰ کا وہ پس منظر آتا ہے جس کی تصویریں سب عقول میں مذکور ہیں۔ حق تعالیٰ کی ذات ہمہ رسائی نہیں تو اگر ہر خدا تعالیٰ اسلام کو موصوفہ اللہ تعالیٰ پر مبنی حق کی طرف اس کی نسبت کی جاتی تو لوگ کبھی آجائے اور سوچ میں پڑ جائے کہ حق تعالیٰ تو ذاتی سے بہت دور ہیں، پس اسی طرح اس کا راستہ بھی یہ معلوم کیا اور وہ درود کا ہے؟ اس نے پہلے اس اور میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ملاحظہ کیا تاکہ لوگوں سے کہہ دیتے کہ یہ تو میرا راستہ ہے اس پر بیاد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سببی۔ مہربانی ممکن ہے وہ آپ کا مناسب ہے، مہربانی ہیں، پھر پھر بت کر سب سے شریک ہیں، انہما کے ہی کہ رحمت بندگی کی یہ تو میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راستہ ہے اور یہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں سے دور نہیں ہیں تو یہ کہ راستہ میں اور نہ ہو کہ بندہ نزدیک ہے یہ فائدہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے سے کہ راستہ کی اس درود کا یہ معلوم ہوا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسائی ہو کر اور اس راستہ پر چلا شروع کیا اور حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ تو حقیقت میں خدا کا راستہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف راہی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود

بھی اسی راستہ پر چل رہے ہیں، یہ دیکھ کر احواس بندھ گئی کہ حق تعالیٰ اس کے طے کرنے میں بندوں کی امداد فرماتے ہیں، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی راستہ کو طے کر لیا ہے، معلوم ہوا کہ اس کا طے کرنا انسان کی قدرت سے خارج نہیں تو ہم بھی اس کو طے کر سکتے ہیں، خصوصاً جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو اوقف طریق ہیں، ۱۲۰۰ سے ممکن اور یقینی ہیں۔

حق تعالیٰ کی امداد

واقعی اگر حق تعالیٰ کی امداد نہ ہو تو پھر اس راہ کا طے کرنا بہت دشوار ہے، کیونکہ خدا تعالیٰ راستہ ہے جس کو وہی طے کر سکتا ہے، جس کو حق تعالیٰ طے کرنا چاہیں، اس لیے مائیک کی جب اس پر نظر ہوئی ہے کہ یہ راستہ خدا تعالیٰ کا راستہ ہے، اس وقت وہ بڑا پریشان ہوتا ہے، وہ اس کے طول و عرضی کے خیال سے گھبرا پڑتا ہے اور یوں کہتا ہے:

بحریت بحر عیش کر بخش کنارہ نیست

آنجا جز ایشہ جاں سپاند چارہ نیست

لہذا جب اسی پر نظر کرتا ہے کہ راستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے ہیں تو اس کی حمت بندہ حقیقی ہے اور یوں کہتا ہے:

تو دوست گیر شائے خضر پنے خستہ کر من

بیارہ کی روم و ہرہاں سوارند!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت و رفاقت سے اس راستہ میں چلنے کا ارادہ کر لینا ہے، یہ تو ان لوگوں کے لیے ہے جن کی رسائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک ہو چکی ہے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک بھی وصول نہ کر سکتے ہوں انہیں اس کی ضرورت ہے کہ ان سفارح کا دامن دھریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسائی کر چکے ہیں، جیسے بادشاہ تک پہنچنے کے لیے وزیر کا واسطہ ضروری ہے، مگر جو وزیر تک نہ پہنچا ہو اس کو چاہیے کہ ان لوگوں کی خوشامد کرے جو وزیر تک رسائی رکھتے ہیں۔

(ابو سعادہ الاہواصی: ۳۹)

اتنیسواں اعتراض..... بعض عامی کی مغفرت بدون عذاب کے بھی ہوگی!

بعض متکبرانہ بدون عذاب کے ہی بخش دیے جائیں گے مستزلہ کے سوا کسی کا اس میں اختلاف نہیں، ان کے نزدیک تنہا کو عذاب ہونا لازم ہے، لہذا شاید ان کو تو ان کی عقلیں کہیں

[illegible][illegible]

تیسواں اعتراض... مرتد بغاوت میں کافر اصلی سے بڑھا ہوا ہے:

قوامین سلطنت میں، نفی کی مزاحمت لوگوں سے زیادہ ہوتی ہے جو پہلے ہی سے اس سلطنت کی حمایت میں ہیں، بلکہ کسی مخالف سلطنت کی مدد میں ایسے لوگوں پر اگر کوئی غلبہ نہ ہو جائے تو ان کو بھروسہ دیا جاتا ہے، یا احسان کر کے رہا کر دیتے ہیں، یا عاقبت کے ساتھ خطرہ برداشت کرتے ہیں، مگر ہائی کے لیے بڑے فتنے یا مہموروں کے شر کے تصور ایسی نہیں اور اس کی وجہ سے کہ نہ دیا جائے کہ ہائی کو جانے میں مخالفت کی زیادہ وجوہیں ہیں۔ یہی امر اسلام یا اگر مہموروں کو جانے میں اسلام کی سخت قومن سے اور اس کی تعلیم کو دوسروں کی تعلیم میں امتیاز کرنا ہے۔

دیکھنے پر تیار ہو گئے۔ وہ شخص جسے اس سے ملنے کی توقع نہیں ہوئی، بلکہ ہیچ سے ٹھاکہ ہے، اس کی مخالفت سے آپ کا اعتماد نہیں رہے اور اگر ملے گا تو آپ کی خدمت و وجہ کرے تو دونوں کی نظروں میں اس کی کچھ وقعت نہیں ہوتی، سب کہہ رہے ہیں کہ جہاں اس کو تو ہمیشہ سے اس کے ساتھ

عداوت ہے اور جتنی میں لیں، تمہیں کچھ سے اور ذلیق، ان شخص ہے جو سامہ سارے سے آپ کو دوست
روہ پھر کسی اہل مخالف میں کیا۔ اس نے حققت سے بہت فخر پہنچاتا ہے اور اور جو کچھ: انکا نہ رجا
ہے، اہل ان یہ تو بہ کرتے ہیں اور چوں سمجھتے ہیں کہ وہ شخص جو کچھ بہ رواج اس کا مٹنا، پھٹنا
عداوت کس سے، اگر دشمن یہ کہہ لیں، تو یہ دوست کیوں بنے؟ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی کے بعد
ذلیل شخص کے لئے ہے۔ چہ۔ معلوم ہوئے ہیں اس لئے مخالف ہو گیا، اس لئے یہ نہ ہوئی تھی۔ یہ
کہ وہ شخص واقعی کے بعد انہیں نہ اور دوسرے سے چہ۔ صوفیہ کرنے کے بعد ان تہیں بنا ہو، لیکن اس
شخص نے واقعی ہی میں نیت سے کسی نہ کہ نہ ہوئی۔ لے: یہ نے میں سمجھے اس کا زور اور کچھ لیں گے
تو مخالفت کی حالت میں جو کچھ کہیں، اس کو یہ سمجھ کر قبول کر لیں گے کہ یہ شخص زوردار رو چکا ہے،
اس کو کھڑو کر کے زورداران یا تہیں معلوم ہوئی ہیں اس لئے جانتے ہو گئے، چنانچہ انہیں یہ اور۔ نے سزا
کے ساتھ یہ پرچہ ان کے لئے اور دیا تھا، وہیں یہ چند دوست کی مخالفت سے۔ یہ اس اتنا ہی ہے، لیکن
وہ دیکھ کے دوستوں کی مخالفت سے صدمہ بعد یہ نہ ہو سکا۔ لیکن اس اتنا ہی ہے، لیکن
لے اتنا اور عداوت کو کچھ دشمن بہت روز جو نہ ہوئے جو مخالفت کے بعد مخالفت نہ رہے، اس لئے
شاید بھی مرے گئے، یہ انہی سے بھی محبت ہے اور خدا بہ خیرت بھی اس سے۔

إني من العرب عفا: ١٤٦

ستیواں اغترض۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غنائے قلب کا غنا!

[illegible]

انجیل کا لینی یہ تباری مہلات خود وہ نہ رو، آپ سے اس کے حقوق نے متعلقہ رہی جو اس کے
 باز میں نہ ہوئی۔ جس طرح کیا ہو شرف کرانگی و تیار رہے، دوسری جگہ جسے زیادہ پسند ہے اور اقلی
 ملیں علیہ السلام کے لیے اقلی جی سلطنت اور اسے دوسرا اسمان خراجان ہو جائے کر ان کی ملی
 اس طرح نہ کی جاتی، جب "عصا" کہہ کر پادشہم پکا کر لیا، اس کے بعد انہوں نے اپنے
 ٹمری سے سلطنت کی، اس سے ظاہر اسمان کی کثرت کا جو جب پریشانی ہو کر توت ہو گیا تب ہی
 تو ان کا اور الکی تیار کی، اس وقت جب حق تعالیٰ نے مشورہ سنی اللہ علیہ وسلم کو اللہ علیہ وسلم سے پاپا ہے کہ
 ہو: اختیار کر لیں یا اپنی دوا: اختیار کر لیں و ملنے کے جو انکے لیے اسماء کے مشہور سے نبی عبد ونا
 اختیار کیا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں مانگے ہو نا پاپا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نہیں
 دشمن و جو: "خدا علیہ وسلم تو اس کے برابر ہو۔" اس کے بعد وہ "اب" اور اس سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 ہی بھی تعلق کر دی ہے، پاپا "مگر" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سے پاپا بدین کو تعلق ہوئی اور تمنا سے
 ظاہر کی اختیار کر لیں، فرما پاپا: "مگر" اس کے بعد ہی انی مرادوں سے صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی مشورہ
 سے تو کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مانگے ہو نا پاپا ہے تو اس سے شہید نہ ہو کر نے ظاہر کی
 کہ ہو کر ہے مگر یہ مقتدر ہے مقتدر۔ "خدا ہی" اس کے لیے مسلمان تھی۔ "اب" اور مشورہ اس حد سے
 حاصل ہے کہ وہ تو اس قدر کہ آتا تھا "خدا ہی" اور اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر
 فرماتے تھے اس میں یہ بھی خدمت تھی کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقتدر" تھے اور مقتدر، اس کے لیے
 خدمت ہوتی ہے اور وہ عرق و تول سے ہوتی ہے، بشریکہ تول پر قول بھی مسودہ ہوتا تھی خدا سے بھی
 ہو کر لوگوں کو دلا دلا ہے جس سے دل چلتا پھر رہا ہے، لہذا پاپا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ظاہر کی غنائی بھی پاپا مات بھی کہ آپ نے حق دیا اس میں ہوا اور تو فرمان کیے جس میں رہا تھا، پاپا
 دست ہو کر سے مگر کیے اس کی تعلیم مسودہ سے تھی ہے "اب" اس میں رہا اس کے کہ ذات
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے گردن پر مساتق ہو یا ہر ایک یہ پاپا تھا کہ پہلے مجھے نہ کہ
 کہنے جو ان کے کیا شان محمد سے تھی۔

یہ آہوں سحر سرخو نہادہ نہ گف

وہید آس کہ روز سے شکار خود ہی آمد

یہ شعر مشورہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں زیادہ چاہا ہے، اقلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو
 ایسے ہی تھے کہ جانور اپنی گردنیں خود سے ہر حاشے تھے اور ایک چاہتا تھا کہ کاش پہلے میں آپ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سے نہ کیا ہو چاہے تو اسے انہوں کو ان کا ہوا چاہے نہ چاہی ہونا کے کہ
 ممکن ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صمد اور مصلحت کی یہ خدمت تھی کہ ان کے لئے آپ صلی

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو سو دو سو نوٹ ایک ایک ٹھیک کر کے فرمایا، ایک امر الی کو گریوں کا ہجرہ جنگل عنایت فرمایا، بحرین سے جب نہ آیا تو روانہ تھ کہ مسجد میں سوئے چاندی کا قہر لگ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کا سب کب سے باقیہ، بازار انش صحابہ کا اتار یا جتنا وہ ٹھیک تھے دایسے نظیریں تو سلاطین کے یہاں بھی نہیں تھیں جو تیس درہن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قتلہ ظاہری بھی ظاہر ہے کیونکہ عیسائے ظاہری کی مشیت، کارکنان نہیں، بلکہ مال کا خرچ کرنا ہے اور وہی اصل طاعت ہوئی۔

(اوار الیہ ص ۲۸)

تیسواں اعتراض:۔۔۔ جنت میں شہداء کی ارواح کا سبز پرندوں میں ہونا:

جنت میں وہ جسم طیر (پرندہ) شہداء کے لیے مہرب ہونا، ان کا حقیقی جسم اور نہ ہوگا بلکہ ان کے ہے جسم انسانی دوسرا ہوا، ایسا ارواح شہداء کا اصل طیر غصہ میں ہونا یہ ہے چھبہ کہ دنیا میں ہم پہلی اور بھی پاؤں اور پائی میں سوار ہوتے ہیں اور اگر بھی بند ہو تو دیکھنے والے کو بھی معلوم ہوگا کہ پائی اور بھی کرتے ہیں، دارا شہزادوں کو غصہ نہ آئے، مگر اس سے پتہ سمجھ جائے گا، انھی اور پاگل، تمارا جسم ہے، وہ تو کی روح اس کے فخر پہنچا، دل ہے اس کا، جسم بھی اور، کئی کے جسم سے فخر ہے اور یہ جس اس کی سوار ہے، اسی طرح یہیں سمجھو کہ جنت میں ارواح شہداء کے ہے سبز پرندوں کا جسم، بھولہ پائی کے ہوگا، وہ اس کے عذر، روح انسانی اپنے جسم کے ساتھ سو رہی، جس اس سے انسان کا پرندہ ہونا جائز نہیں، یہ سورہت جسب ذرا آتی کہ روح انسانی اپنے جسم میں طیرہ ہو کر جسم طیر میں ملوں، رقی اور وہاں یہ بات نہ ہوگی، اب وہی یہ بات کہ وہ جسم انسانی کون سا ہے جس میں شہداء کی، جس میں سول کر کے جو اصل طیر غصہ (سبز پرندہ) کے پانوں میں سوار ہوگی، آیا وہ بھی جسم غصہ ہی ہے، کوئی دوسرا جسم ہے؟ اس کی تحقیق کے لیے کشف کی ضرورت ہے، کیونکہ نفس اس سے ماکت ہے، اہل کشف کو معلوم ہوا ہے کہ عالم برزخ میں انسان کو جسم مثالی عطا ہوتا ہے جو اسی جسم غصہ کے مشابہ ہے، مگر اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے، لیکن یہ جسم مثالی صرف برزخ میں عطا ہوتا ہے، اور جنت اور قس میں بھی جسم غصہ ہی پھر جائے گا، مگر برزخ میں جسم غصہ کا ہونا کچھ صحیح نہیں، مگر خلاف مشابہ ہے، اہل کشف کو معلوم ہوا ہے کہ برزخ میں عذاب و ثواب ارواح کو جسم مثالی کے لیے سے ہوتا ہے۔

(ترجمہ قرآن ص ۲۳)

تین تیس سو ال اعترض اہل دنیا کے آخرت کا نفع دنیا کے نفع سے

بڑھا ہوا ہے!

اس کا جواب بھی سن لو! "فلا حسرتاً علی من زهد فی الدنیا" اس میں جواب ہے اس نذر کا جس سے اس کا غامد ہونا مضمون ہو گیا، حاصل جواب کا یہ ہے کہ کسی منفعت کا محض حامل ہونا اس کی ترجیح کے لیے کافی نہیں، بلکہ ترجیح کے اور اسباب بھی ہوتے ہیں۔ سودیہ میں ہر چند یہ منفعت ہے کہ وہ حامل ہے مگر آخرت میں اس کے مقابل وہ جنتیں ہیں، ایک خیریت دوسرے جتنا یعنی دنیا سے آخرت عمدہ اور کثیر بھی ہے اور پائیدار رہنے والی بھی ہے دنیا میں نہ وہ عمری اور زیادت ہے نہ پائیداری ہے اور اللہ دونوں میں ہر منفعت دیکھتا ہے اس کے مقابل وصف حامل کو ہرگز کوئی ترجیح نہیں دیتا، کیونکہ اگر حامل ہونا ہیٹھ موجد ترجیح ہو تو پھر تجارت بھی نہ ہو سکے کیونکہ اس سبب سے عاجز کہ اس وقت لگا ہوا پتا ہے اور قطعاً اندازہ مل ہے، لیکن تمام عقائد اس وجہ سے تجارت کو محفوظ نہیں کرتے کہ اس کا نفع بعد میں حاصل ہوتا ہے، دوسرا یہاں اس وقت موجود ہے، بلکہ سب لوگ خوشی کے ساتھ موجود سرمایہ تجارت میں لگا دیتے ہیں، مجھے اس امید پر کہ آخرت نفع دے گا۔

معلوم ہوا کہ زیادہ کثرت کے مقابلے میں وصف حامل نفع انداز کر دیا جاتا ہے۔ پھر تم آخرت پر دنیا کو کسی وجہ سے کیوں مقدم کرتے ہو کہ وہ حامل ہے اور نفع آخرت آجمل ہے؟ تم نے یہ بھی سوچا کہ آخرت دنیا سے کتنی زیادہ اور کتنی عمدہ ہے؟

اسی طرح ذرا مت بھی دنیا میں نہ ہو کتنی کیونکہ اس میں بھی موجودہ فائدہ کو قیدہ کی امید پر مٹی میں لٹا دیا جاتا ہے، اگر تم منفعت حامل کے ایسے ہی عاشق ہو، پس نہ راحت کو بھی چراغ دے دو، مگر تم ایسا نہیں کرتے بلکہ ہر سال ذرا مت کرتے ہو، کیونکہ اس میں زیادہ ملنے کی امید ہے، پھر آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے اس وصف کو کیوں دیکھتے ہو کہ وہ حامل ہے (یعنی بطوری ملنے والی ہے) اور یہ آجمل ہے (یعنی دیر سے ملنے والا ہے) اور وہ آجمل ایسی ہے کہ اس کے سامنے دنیا کسی قابل بھی نہیں اور دوسری حققت آخرت میں یہ بھی ہے کہ وہ "ابھی" چند بہت پائیدار ہے اور پائیداری بھی خود ایسا وصف ہے کہ اس کے مقابلے میں وصف غلبت کوئی چیز نہیں، چنانچہ دنیا میں اس کی حد باظہاریں ہیں، ایک شخص آدھ کو مکان دینا چاہتا ہے مگر اس کے پاس دو مکان ہیں، ایک تو کچا ہوا ہے اور چھوٹا بھی ہے اور دوسرا چھت اور عالی شان ہے اور وسیع بھی ہے، وہ آپ سے کہتا ہے کہ اگر تم پختہ مکان لینا

جاتے ہو تو کسی یہ بھی دے سکتا ہوں مگر چار سال کے بعد یہ واپس ملے لیا جائے گا اور اگر کچا مکان لینے ہو تو ہمیشہ کے لئے تمہاری ملک کردوں گا، آپ بتائیے کیا کریں گے؟ یقیناً یہ عامل بھی کہے گا کہ بھئی اس کا نشان گل سے جو عاریہ ملتا ہے وہ کچا مکان اچھا ہے جو دائم ملک ہے۔

دنیا کی وجہ سے آخرت چھوڑنا

مگر انہوں نے اصرار کیا کہ آخرت کے معاملہ میں اس فیصلہ کو نظر انداز کرتے ہو کہ آخرت کو جو دوالی ہے، دنیا کے لئے چھوڑتے ہو، جو چند روزہ ہے، انسان کی حیات ہی کیا ہے؟ بعض لوگ رات کو اچھے نائے سوئے اور صبح کو مرے ہوئے پائے گئے، اس ناپائیدار مردار کے لئے قربانیاں ادا کرنا برادر کرتے ہو جو ہمیشہ کے لئے حق تعالیٰ تمہارے کام کرنا چاہتا ہے، مگر مزہ یہ ہے کہ یہاں معاملہ برعکس ہے کہ دنیا سے عاجز کوئی عالی شان و خوب صورت عورت یا زیادہ نہیں ہے، آخرت اس سے کہیں زیادہ کئی سی چلی ہے اور نہایت خوب صورت و عالی شان ہے، تو یہاں تم ایک کچے اور ناپائیدار مکان کے لئے جو، پیل رہا ہے اور ماریت بھی سال دو سال کے لئے نہیں پکا ایک دو گھر کے لئے مل رہی ہے، جس میں کھوراہت نہیں کلفت ہی کلفت ہے اور آخرت ہمیشہ کوئی رہی ہے وہیں رہیں گے، تم کائنات میں جس کو دیکھ کر نہ مانت ہو گے

”فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ إِذْ أَخَذَ عِثًا فَيَعْرِي الْإِسْلَامَ لَقَعُوا فَنَجَّوْا ۝ وَاللَّيْلَى اخْلَاصًا لِّزَا
لِلْمَغَانَةِ مِنْ فَعْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نَقَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ“

آخرت کا نفع یقینی ہے

رہا یہ شرک آخرت کا وہ راہیہ ہے کہ نہ معلوم کب ملے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آخرت زائد کی وجہ سے عامل کو ترجیح اس وقت ہو سکتی ہے جب کہ عامل کے لئے کام پر یقین نہ ہو اور اگر پورا یقین ہو کہ یہ عامل ضرور ملے گا تو وہاں تاخیر زائد کی بنا پر عامل کو ترجیح نہیں ہو سکتی، اب یہ دیکھو کہ آخرت کا ذریعہ تحمل ہے یا تنگی؟ فرماتے ہیں: ”إِنْ هَلَاكَ الْبَنَى الْفُجُوبِ الْكَافِرِينَ“ ۝ مُسْتَجِيبُ
إِلْرَاهِمَهُمْ ذُنُوبِهِمْ

یعنی آخرت کا آنا یہاں یقینی ہے کہ خیر حوالہ سے ثابت ہے، امیر ایم اور موسیٰ علیہما السلام کے وقت سے اس کی خبر ہر زمانے میں دی جا رہی ہے، لہذا یہ غور بھی باطل ہو اور ایک جواب میں پہلے دے چکا ہوں کہ آخرت کے آنے میں صرف تمہاری موت کی دیر ہے، مرنے کے بعد ہی سے تم کو آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ ہو جائے گا اور مرنے میں دیر ہی کیا ہے؟ زندگی کا وہ صحت بھی بھر دے

عمرہ وادہ، اسرحہ نزعہ ای من الذی عاقلہ" (جائے اس پر شکستہ ہوتا تھا اور دن بدن دل میں حرارت پلا جاتا تھا) اسماعیلی حدیث علی انصار کبیر میں حاصلہ ہے، اشعۃ السیاحۃ - حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن پر گورڈوں کا عاشق ہو جانا، اقول ہے، عمری تفسیر یہ دو لفظ نہیں، بلکہ ایک اطری امر ہے، جو نہ دست کے مطابق ہے، جو کسی درجہ خاطر میں عاشق نہ ہو، دست بھی ہے اور حضور پر دروہلی شیطیہ و سلم پر دروہ عاشق تھے، جن میں بچے بھی تھے، بزرے بھی تھے، مردوں کا عاشق ہونا اور دو لگی بچوں اور بزرگوں کا، کافی تفسیر بہت غریب ہے، ایک عاشق صحابی فرماتے ہیں:

"ربہ حسنی علیہ وسلم لیلۃ فی حلقہ حدیثہ، و انفسہ صلیع کدت لروافدہ و قد مرہ و فنی بہ، حسنی اللہ علیہ وسلم مرہ و فنی حدیثہ و وہیہ احسنہ و کمالہ"

یعنی: ایک رات میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ (دستاری دار) جوڑے میں دیکھا، اس وقت چاند نکلا، ہوا تھوڑی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر نظر کرتے، کبھی چاند کو دیکھتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک چاند سے زیادہ خوبصورت تھا۔
ای کوئی شاعر نے مجرب فیض عنوان سے تعبیر کیا ہے:

تھے بسوئے تو کوسے بسوئے مدنی مکرر

کند متابلہ چوں نہیں کتاب را حبا

یعنی کتاب کے مقابلے کے لیے تو وہ کسیوں کی ضرورت ہوتی ہے، میں نہا کیونکر متاثر کر رہا؟

ایک مرتبہ حضرت طوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑائی میں اپنے ہاتھوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پر خاں تھا، کفار کے جیتے تھے، تھے، اس سب کو اپنے ہاتھ پر دے گئے تھے، تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی تیر نہ کٹے، یہ عشق نہ تھا اور کیا تھا؟ ان کے کا، وہ حضرت عفاہ رضی اللہ عنہ، عیسیٰ و یحییٰ کی محبت کے، انھما کتابوں میں بکثرت موجود ہیں، بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گھر بار بیچ دیا، بچے چھوڑے، اپنے عزیزوں کو دے دیا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے غلہ ہوئے، یہ بے غلہ تھے، جی کہ خود اپنی جائیں مسطورہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شمار مریں دوسرے کو، یہ وہی حسن کے متعلق ہم و ملائین حضرت فاطمہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں،

"ہو محسن ربہ، کو تو لیں حبہ لا تزل، یقفہ الفلور، عہد"

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سن میں سن تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانہ معرہ کچھ نہیں تو بجائے ہاتھ کے دلوں کو پیہ پیہ نہایتیں۔

نہیں بلکہ تصور کسی حد تک ہر قسم کے متعلق میں اپنی ہمت نہ کرنا چاہئے۔
حقیقت میں تو میں نے۔۔۔ نہ صرف اس بات میں قاضی شہداء کو تو یہ ہے
حق نے انکار عاف ہے لیکن میں اس پر غور کروں گا۔ یہ وہ ہے جو میں نے

پیشکشوں اور اعتراضات۔۔۔ عہدہ گراں میں غیر خدا سے طبعی خوف کی وجہ!

انہیں ایک ہی چیز کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ چیز ہے جو ان کے دل میں ہے۔۔۔ وہ ان کے
کوئی نہ بھی ہے۔ ان کے دل میں ہے کہ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔
ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔
ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔
ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔
ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔

ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔

اور ان کے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عرض نے کہ اب ہمارے یہ وہ دور ہے کہ ان کے دل میں ہے۔
ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔
ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔
ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔
ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔
ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔
ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔
ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔
ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔
ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔

ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔ ان کے دل میں ہے۔

مؤغلپہ حاصل ہوگا۔ جب حضرت سید علیہ السلام نے اپنے ہمین خوف کے ازالے کا سہارا کر لیا۔ اس وقت فرعون کے پاس بھر پور ہتھیار تھے، اس سے معلوم ہوا کہ "بعضہم ولا یخشون احدہم ولا اللہ" میں خوف طبعی کی نفی نہیں، یہ خوف عقلی کی نفی ہے۔

دوسرے یہ کہ آیت تخلیفِ اکام کے متعلق ہے اور مضمود یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام تخلیفِ اکام میں سوائے خدا کے کسی سے ایسا نہیں کر سکتے۔ جسے کہ اوتخلف سے مانع نہ ہو جائے چنانچہ پوری آیت میں حرمت ہے:

”شَرِّينَ يُبْعَثُونَ ۖ سَابِقَ آلِهِ وَخَشَوْتُهُ ۖ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَخَشِيَ آلَافَهُ”

”وہ انبیاء علیہم السلام ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر روز تھے اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لیے کھڑے تھے۔“

اس میں تصنیف ایک مہر سے دولت خیر اللہ کے خوفِ حقیقی کی نشانی کی گئی ہے اور ہایہ کران کو کسی سے خوفِ طبعی بھی نہیں۔ دوسرے اس آیت کا مقصود نہیں۔ بلکہ قرآن کو اور حوا پر مشتمل ہیں۔ اس سے انکار ہوتا ہے۔ چوتھے مضمون پر نظر کرنے کے بعد کچھ نکات میں رہتے۔ غرض کلیۃً ایک مہر کے وقت بھی اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس وقت خوفِ طبعی کسی اور بار کا لائق نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرت مہدی علیہ السلام کے اہل بیت سے معصوم ہو رہا ہے کہ ان کو فرعون سے طبعی خوف تھا، حتیٰ لے مایوس نے حق تعالیٰ سے اپنا خوف ظاہر کر کے کہا کہ اعلانِ چار۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ انہما علیہم سلام تصنیف ایک مضمود کرتے ہیں۔ اور تصنیف کے معنی خوفِ حقیقی تو ان کو صرف خدا سے ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا خوفِ حقیقی نہیں، وہ انہیں ہوتا، جس کے اثر سے خوفِ حقیقی کا ان پر ایسا غالب نہیں ہوتا، جو تصنیف سے روک دے، بلکہ اگر کسی وقت مخلوق سے ان کو خوفِ طبعی ہوتا بھی ہے تو وہ غشیت خداوندی سے غلبہ ہو جاتا ہے۔

یہاں غلوک کے خوف غمی کی تر مٹھنا نفی ہے اور خوف صبی کی مٹھنا نفی نہیں، بلکہ اس کے نسب کی نفی ہے، اب یہ مضمون ان شرائط سے کسی نفس سے متعلق نہ ہوگا اس پر شاہد کوئی یہ ہے کہ پھر عدا کو کو بھی یہاں ہی ہونا چاہیے کہ حقوق سے خوف ان کو زار نہ ہو اور خوف طبعی اگر ہو تو خوف نہ ادا نہی سے مضروب ہو اس پر غالب نہ ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس مذکورہ وقت اسے تسلیم فرض ہوتی ہے وہاں بے شک وہ پر خوف خداوندی ہی غالب ہوتا ہے، غلوک کا خوف صبی غالب نہیں ہوتا، مگر زبان ان پر تسلیم فرض ان کے بعض مضروب ہو، وہاں مگر ان کو حقوق سے خوف طبعی ہو تو اس میں کیا حرج ہے؟ اختلاف حضرات انبیاء علیہ السلام کے زمان پر تسلیم ہر حالت میں فرض ہے، اب یہ خیال ہے کہ جن حکام کو مخالف سمجھتے ہو، وہ اس خوف کی وجہ سے کسی فرض و واجب کو ترک کر رہے ہیں یا

میراث و مستحب و غیرہ کے خلاف سے دلائل میں غور کرو گے تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ قطعی ہے۔
خوف سے کسی فرض اور واجب کو ترک نہیں کرتے، یہ ممکن بعض مباحات یا مستحب سے بہت
بعض مستحبات کو ترک کر دیتے ہیں، سو ایسی حالت میں وہ "بالجسوسہ" اور "بالمیلون احدا" الا
ہذا کے خلاف کیونکر ہو سکتے ہیں؟ جس میں شرعی کر کے کہتے ہوں کہ جن مسائل کی تعلیل آج کل کے
پروہ ہوگ کر ہے ہیں، ملنا ملکی ان سب کی تعلیل کرتے ہیں جن کو تم غائب کیجئے ہو، وہ وہ تہہ بہہ اور
زنی کے ساتھ ان مسائل کو بیان کرتے ہیں صرف جن ان کا فرق ہے، یہ وہ ان کو ہم تہہ بہہ بہ
بشر کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اب صرف اس بات کا فیصلہ پڑتی رہا کہ مخالفین اسلام کے مسائل آیا
ہم کو ملتا ہے اور سب دشمن کے ساتھ کام کو ظاہر کرنا چاہیے، یا زنی اور تہہ بہہ کے ساتھ؟ سو اس
کا فیصلہ خود قرآن نے کر دیا ہے۔

حق تعالیٰ نے مسرت میں بنیاد اسلام کو نبوت و طہارت کو جب فراموش کئے ہیں صحیح احکام کے۔ ایسے
ہائے کا علم فرمایا تو اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا: "فَلَا تَقُولُوا لِمَا كُنَّا نَعْمَدُ بِهِ كُفْرًا" اور فراموش
سے زنی کے ساتھ بات بیت کرنا، شہد کہ جس کو نصیحت ہو جائے، یا نہ کا خوف اس کے دل میں
آجائے و خیر لیجئے! حضرت "وہی ملیہ اسلام سے زیادہ کون متعلق، دیکھا اور فراموش سے زیادہ عالم و
نہیں ان کا طہر دینا، یہ یہ حکم ہو جائے۔" اس سے زنی کے ساتھ نہ کہتے تھے۔
عاجز! قاضی دیکھا ہے کہ جب کسی غیظ پرانا زور اور دباؤ ہو وہاں متا بلد اور خبیث فتنے
ہوتی، ایک نظر مقرر ہو جاتی ہے، ایسے موقع پر اکثر زنی ہی سے کچھ بھگتتا ہے۔ (جامع)
(احکامات المذہب، ص ۱۰۰)

چھتیسویں اعتراض: جن جنس مینوں کا انگریزی کو علم میں شمار کرنا غلطی ہے!

جتنے فضائل احادیث میں سرے لیے وارد ہیں، انگریزی تعلیم پر بھی ان کو باری نہرتے ہیں اور
اس کے متعلق یہ حضرات ایک حد تک بھی پیش کرتے ہیں: "اطلبوا العلم ولو بالخص" یعنی
ہم کو طلب کرو اگرچہ ہمیں پڑھائی ہو، وہ کہتے ہیں کہ دیکھئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سے
طلب ہم کی ترغیب دی ہے، حالانکہ اس وقت ہمیں میں، جن کا علم، بھلے تھا، یہ نفس، یہ وہی علم
تھا معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم متعلق علم کی ترغیب دے رہے ہیں، خود دیکھا کہ علم ہو، دین کو
پس اندر نہیں لے بھی ہم سے اور اس حدیث کے تحت میں، اصل ہے، ان لوگوں کو بل تو اس حدیث
حدیث دینا چاہیے، ان الفاظ سے یہ حدیث احمد شین کے ترغیب حدیث کی نہیں۔

۱۰. ذکر لغوی شفا حدیثی است: قال ابو سعید: من اقر بکتاب من احسن
 ما اقبل لا یقبل به، یا اخرجه من النجور ان قرأ جموعاً من القرآن و قرأ الله فی نفسه فی
 الضیق، قلت: و انتم ان یخرج من اسوءه؟ قال: لا، لا یخرج من الضعیف، و ان یضعیف
 لا یحتج به، فی الا = کلام جامع"

[illegible]

فلے کے نام پر بھیجے گئے ہیں

اور حدیث ہے۔

"الديبا معجزة" وما فيها من قوى لا يدرك بالحواس ولا بالادراك (الحديث)

معلوم ہو کہ جو چیز خدا کی طرف قریب نہ کرے، وہ اٹھائے دھوئے، اس میں اپنے غلو بھی داخل ہیں، اب میں آپ کی سی پوجیتا ہوں کہ کیا سائنس اور جغرافیہ اور انگریزی کی زبان سے خدا کی طرف قریب ہونے کا اصل ہوتا ہے؟ قصلاً؟ قریب ہوتا ہے، بعد ازاں یہ ہے کہ ان سے جدا بن کر رہتے ہو تو آپ اپنے تئیں کہہ سائنس سے نہ کی طرف قریب رہتے، کیونکہ میں سے کہہ رہا تھا کہ ان کی طرف ہوتا ہے، ورنہ مجھ پر یہ وہ مشابہ ہوتا ہے، کیا توحش سائنس دان ترقی کی فکر میں رہتے ہیں، اس لیے ان کے مقاصد بہت وسیع ہیں جن میں کثرت کے اپنے مقاصد بھی ہیں، ان کے بعد تکہ پورے ٹیکس ہوئے، غور سے براؤننگ ان میں نہ کاشی باقی ہے، آخر فائدہ ہمارے مقاصد کے کہ وہ معدودہ چند ہیں، جو انتہائی بڑے ہو جاتے ہیں، مگر ہم جرمی اپنے غلو کے معترف ہیں

ان لوگوں کے زیادہ مقاصد کا سرچے چوں جو کھلی دھکیل ہے غلو کی، مگر یہ لوگ یاد ہووے غلامہ بجز ان کے بجز بھی اپنے کو قادر سمجھتے ہیں اس لیے یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے بکڑے نظر نہیں کرتے، ہمیں عرض ہے کہ بعد جو کسی مقصود میں کامیابی ہوئی، اس پر نازاں ہوتے ہیں کہ ہم نے یہ ایجاد کر لی یا ذمے چھڑا، اگر ایجاد تمہارے ہاتھ میں تھی تو پہلے ہی دلائل کیوں نہ مجھو کر لی، تمہارے کام صرف اتنا ہے کہ سوچو اور غور کرو، باقی ذہن میں آئے، کچھ طریقہ آجائے تمہارے اختیار سے بالکل خارج ہے، یہ کھنسن من توانی کے ہنسن میں ہے، مگر موت ہمیں ہے کہ جب کسی ہمت کے لیے انسان غور، فکر کرتا ہے تو داکٹر راستہ کھول دیتے ہیں اور بعض دفعہ اپنی قدورت ظاہر کرتے کے لیے جڑاویں قوم دھگر کے بعد بھی حقیقت ظاہر نہیں کرتے، چنانچہ اب تک کسی کو یہ ہمت معلوم نہیں ہوئی کہ مرقا نہیں لوہے کو کیوں بند پ کرنا ہے، اور ایسی لکھان کثرت موجود ہیں، اور غور و فکر کے بعد حقیقت کسے پہنچ جانا تمہارے اختیار میں ہے، ان چیزوں کی حقیقت کا انکشاف کیوں نہ کر لیا؟ غرض ہر ہے سے یہ ذات مشاہد ہے کہ کچھ عوارض کی بجز اور نرم کے ہیں، آپ سے آپ جمع ہو رہے ہیں، چونکہ سائنسی اور تحقیقی سے قرب خدا کوئی نہیں بدھتا، بلکہ بعد ہی ہوتا ہے، تو یہ علم شرعی میں داخل نہیں ہو سکتے اور ان کے جاننے سے دین کا علم حاصل ہو سکتا ہے ہاں! ایسے لوگوں کو یہاں علم و دین الیت حاصل ہو جاتا ہے۔

جیسے ایک لیڈر کا قصد ہے جو آج کل مسلمانوں کے مقصد اس لیے ہوتے ہیں کہ کسی جگہ نماز کا وقت آ گیا اور پانی نہ تھا، تنہم کی ضرورت ہوتی تو لیڈر صاحب نے اس طرح ختم کیا کہ اول تو کسی کو ہاتھوں پر بٹایا، وجہ پانی کو بھاپا کرتے ہیں، بھرنی کرنے، دوسرے حصے میں آ گئے اور صبح کے لیے سر پر بھی ڈالے اور پتوں پر بھی رکھی جہاں تھے، غور میں دیتے ہوئے بعض لوگ غصہ پڑے، اس لیے وہ آگے نہ بڑھ سکے، بس انھیں بڑی پڑھ کر ایسا علم ہوتا ہے کہ جھل نک میں مل جاتی ہے، بھلا اگر وہ کسی سے پوچھ ہی لیتے کہ تنہم کا طریقہ کیا ہے، تو اس میں کیا حرج تھا؟ تو پوچھتے کس طرح؟ لیڈر ہو کر اپنے جھل کو کیوں ظاہر کریں؟ گوشتی سے کئی کر کے اس سے زیادہ جھل ظاہر کر دیا، اور حرج یہ کہ عبور جھل کے بعد بھی وہ قوم کے لیڈر رہی رہے، یہ حالت قوم کی ہے کہ اس جھل پر بھی ان کو مقصد مل ہی جائے رکھا، انہیں حضرت کا یہ واقعہ بھی ہے کہ ایک دفعہ موٹر میں سوار تھے، روڈ کا وقت آ گیا، موٹر ٹھہرا دیا گیا اور اسی میں بیٹھے بیٹھے روڈ چھ لی، حالانکہ سامنے سڑک پر ایک طرف کھڑے ہو کر گزار پڑھ سکتے تھے، مگر انہوں نے موٹر کے اندر بیٹھ کر ہی پڑھی، بھلا دتر میں نہ رک کھیا، کس طرح جانتا ہو گیا؟ جب کہ موٹر کھڑا ہوا تھا، چلتی ریل میں تو انکر کرنے کا اندیشہ، تو جینے کر نماز کی گنجائش بھی ہے، مگر موٹر میں چلتے ہوئے بھی نہ رک کھیا، کس قیام کی گنجائش تھیں، کیونکہ اس کا غصہ الیہام وقت ہمارے اختیار میں ہے اور دین کا قیام الیہام ہمارے اختیار میں نہیں، اور اگر موٹر ٹھہرا ہوا ہو جب تو کسی طرح

ترک قیام کی گنجائش نہیں مگر ان لوگوں نے محض پذیرہ بننے کے لیے لازماً شروع کی ہے، اس لیے انہیں بھی لمبہ دی میں ہوتی ہے، شرعی غارتگی ان کو دنیا ضرورت ہے؟ گواہیں غلطیاں وہ بیہ نیوں سے بھی ہوتی ہیں اور ان کو سب کل کا علم نہیں، مگر وہ اپنے کو تعلیم یافتہ تو نہیں کہتے، نہ علم کا دعویٰ کرتے ہیں، بلکہ بچارے اپنے جھیل کا اقرار کرتے ہیں تو مگر ان سے بھی مس دین سے غفلت کرنے پر کچھ سواغدا ہو مگر شاید ان کے غرور و نیاز کی وجہ سے ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ ہو جائے، چاہے تعویذ کی سی سزا کے بعد ہی سہی، حق تعالیٰ کو عاجز پر درم آتا ہے، اس لیے بعض ائمہ کرام جو ان کی عاجزی پر بخش دیا جاتا ہے اور دعوے کے ساتھ سارا صبر اور تصوف اور تقویٰ و عبادت دیا جاتا ہے۔

(ابوہادی و المصنف و المصنف ۱۳)

سینتیسواں اعتراض۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا سے طلب کرنا

محبت الہی کا نتیجہ ہے!

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِالْحَقِّ وَالْحَقِّ وَالْحَقِّ بِمَا فِيهِ مِنْ فَضْلٍ وَأَوْفَى عَمَلٍ“

”اے اللہ! میں آپ سے جنت مانگتا ہوں اور بھروسہ کرتا ہوں جو جنت کے نزدیک کرنے والی ہو قول ہو یا عمل۔“

اس سے معلوم ہوا کہ جنت کی رحمت سے عمل کرنا سب سے ارفع حالت ہے۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی تو سمجھ لیجئے کہ ارفع تو وہی حالت ہے کہ محض رضائے محبوب کے لیے عمل کیا جائے۔ رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت مانگنا، اس کے متعلق وہ بات یاد کر لیجئے جو میں نے پہلے بیان کی ہے کہ شوق کو محبوب کی چیزوں سے بھی محبت ہوا کرتی ہے، وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت مانگنا دیکھا نہیں ہے جیسا ہمارا مانگنا ہے، ہر تو جنت اس لیے مانگتے ہیں کہ وہاں ہم کو آرام ملے، جو بری باتیں مگر خوب مزے آئیں، کچھ غرض ہم کو مکمل سے مطلوب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت مانگنا اس بنا پر تھا کہ وہ خدا کی چیز ہے اور خدا تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانگنے کا امر فرمایا ہے جب محبوب خود چاہے کہ مجھ سے میری چیزیں بھی مانگو تو اس وقت مانگنا ہی موجب رضا ہے، اس وقت استغناء مناسب نہیں۔

چوں طمع خواہد ز من - ملطغان دین
ناک پر فرق قرعت بعد ازین

انہ نے یہ سلی مشیہ ہلکے نے جنت۔ مکی اور اس سے استفادہ نہیں ہر، عارف کامل خدا ہی ہوتا
جنت سے بھی استفادہ نہیں کر سکتا، یہ جاننا جنت سے جو کہ اصل نعم ہے، وہاں کوئی ذوق نہیں
جیسا کہ حسب دل ذوق و فائدہ استفادہ نہ کرے اور اپنے کوئی غلبہ مال سے مقدر ہوں گے، وہ نہ
جنت کا حقدار ہوگا، یہ کہ ہم مجھ سے دیکھنے خوب طلب کی جاتی ہے، اسی طرح ہمیں بھی
اسے، تمنا ہے کہ وہ بھی اسے اور یہ بھی در حقیقت طلب رضا ہے، کسی دوسری چیز کی طلب نہیں،
دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کا سوال کرنا، پر بھی نہ کہ جو وہاں سے ہر ذوق حقیقت یہ
جنت کا سوال تھا، بلکہ یہ کہ جو اس کا سوال تھا ہی کہ جنت میں۔

”خالد بن ولیدؓ جرات و شجاعت کی راہ نمائندگی کرتے ہوئے

ہمارا ایک ہمتیہ نے بھی ہر ایک سے ۱۰۰ روپے پیش دفعہ ہمت کی طلب اس نیت سے بھی نہیں
 دینی کہ وہاں محبوب کو چہرہ دروگا، بلکہ بھٹن اسے غریب سے ترنا کی جاتی ہے کہ یہ بھی شان تو کیاں جو
 چہرہ ملی تھا کریں، ہم تو انرا سانس دے اور ان کو تو یہیں تو لای قسمت ہے!!

یہ سب وکھڑا خواب میں دیکھنے کی فکر کرتے ہیں۔ یہ تو اپنے کو اس قدر علی گئی نہیں سمجھتے کہ یہ خطا علی نظر آئے۔

میرا نہ زلف تم موئے پشید است

اوتی را دے جو ہے میت امٹ

تو بعض وفدِ غیر تو اسعِ عالمِ جنت کا منشا ہوتا ہے کہ عاشق اپنا کھوسل محبوب نے قابل
 کیوں سمجھا۔ اس لیے تنہا کرتا ہے کہ میں اس کو دیکھنے کے لائق نہیں کاں! اس کے شہر میں حق
 چاروں اور کبھی اپنی اہلیہ و انکھار ظاہر نہ رہے کے لیے جنت کی طلب کی جاتی ہے کہ اے اللہ!
 میں آپ کی رضا کا تہ کیوں نہ ہوں گا۔ میں تو جنت تک کا بھی محتاج ہوں۔ اسی لیے حضور اکہمار
 اہلیہ و انکھار کے دعا کی جاتی ہے کہ اے اللہ! جنت دے اے! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حال
 پیش نظر ہوتا تو آپ کھانا کھا کر فرما دیتے تھے۔

"الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا من السماء من غير أن نسأل" لا اله الا الله

”یعنی اے اللہ! اس وقت پہنچ جیسا ہے کہ میں اپنے گناہوں کو ادا کر رہا ہوں، انہیں کو بیٹھ کر اپنے دماغ سے نکالتا ہوں۔ تو وہ اس کی بقا دیتی ہے۔ تو میں اور تیرا خدا! میں ہی ہوں۔ قلنا۔ ہے، حقیقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کی یہ حالت ہے کہ:

وہ لڑکی تاہم بہ کمال کی محرم
فرہد، دامن الٰہی نشہ کر چکا تھا
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنس دیکھ کر میں غصہ کیا ہو رہی تھی۔ پھر کہیں یہ نہ لے کر
تمنا نہ پیش ہے، بلکہ ایک بے سادہ حال ہے۔

میں لڑکیاں پہننے پر زور دیتا

ولیر ہاستہ کہ ہاتھ میں خدا کا آم

خود نہیں نے بھی اتنا ترانہ گویا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوٹی کی شبہ سے انی اور ان نو، چاہیں
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں جس قدر کمال ہے، اس کے اصلی، خیر، تقویٰ اور اللہ کا ہاں نام نہ تھا،
فرض ایک بڑے طالبِ ہمت کا یہ بھی ہوتا ہے، یعنی تمہارا شیطان، جس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمت
مانکر اور نہ راجع تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا یہ غضب نہیں کہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
وہ نظر کرنا ہے جسے بدنامی کا جوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے نامناسب تھا، وہ اپنے ہم
مردوں میں گرا دیا لیکن ان کوئی شخص ہمت ملنے کی نیت سے نہیں کرے گا، وہ بھی اس جواب پر
ہے وغیرہ اور نہیں، خدا تعالیٰ نے بہت بڑی چیزیں جو وہاں اچھے اور سب سے زیادہ ہمت کے واسطے
تھے وہ سب ٹھیک ہے۔

جنت اگر خدا کا وہ پیشہ اور ہمت

نہ کہ جہاد ہے شرف و رخصت ہے طہ

جی تو حضور اقرب ہے، مگر قرب ہونا چاہیے خواہ میں انہیں صحیح ہوں یا وہ صحیح ہوں، میں انہیں
کہہ کر کہ حضور تو کام چاہتا ہے کہ بندے کو خدا کی اطاعت و ذکر کی توفیق دے جائے، اب وہ خدا کی
مدد و راست محبت سے ہوا تو کیا اور ہمت کی رخصت سے ہوا تو کیا اور اس راستے ٹھیک ہیں اور انوں
پر صبر ہیں، مگر ایک ریش سے وہ ایک واقعہ۔
(دوسرا بیان صفحہ ۴۸۸)

اگر قیسواں اعتراض... انبیاء علیہم السلام پر ترغیب کی کیفیت کیوں ہوتی ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زراعت میں بہت شہادت ہوئی تھی کہ وہ انہیں حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت زراعت کی تھی کہ میں کسی کی مہارت زراعت
کی تمنا نہیں کرتی، اسی طرح انہیں دیکھا کہ بھی زراعت میں شہادت دے رہا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو بات یہ ہے

کہ شدت نزع کا سبب تہ تعلقات علی ہیں، جس قدر روح کو ناسوت سے تعلق ہوگا، ان کے نزع میں شدت ہوگی، مگر تعلقات درجہ پر ہیں، ایک دو یا تین غن یا ثرت ہیں، ایسے جانے اور مانگے وغیرہ کی محبت، ان سے جو نزع میں شدت ہوتی ہے، اس سے تکلیف مختہ ہوتی ہے، اور سب سے وہ تعلقات ہیں جو آخرت سے رابطہ نہیں ہیں، بلکہ حسیں آخرت ہیں اور یہ وہی تعلقات ہیں جو اس کے مصداق میں داخل ہیں۔

اسیرش خواہر خالصہ زیدہ

اس کی قیمین عترت آپ آتی ہے، اس سے بھی نزع میں شدت ہوتی ہے، مگر اس سے روحانی تکلیف نہیں ہوتی، بلکہ وہ شدت لذیذہ ہوتی ہے، کیونکہ اس کا خفاء و قید نہ ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اہل اللہ کو حقیقی تعین تو بجز ذات حق کے کسی سے نہیں اور اس کا مقصد مہربان نزع ہے، مگر بعض حضرات کو حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد حق و بریت حائنین کی خدمت میں دہوتی ہے اور یہ ان کی اخلق کے نہیں ہوتی، اس لیے ان کو اس حق سے غفلت کی طرف توجہ کرنا پڑتی ہے اور اسلاف و ارشاد کے لیے ان سے ایک کو نہ تعلق ہوگا تاہم اور یہ تعلق چونکہ باسحق ہے، اس لیے آخرت سے مانع نہیں ہوتا، بلکہ موجب امر و رعب نرتی ہے جس سے قدرہ اسلاف و ارشاد کا فیض ہوگا، اسی قدرہ اس کے درجات میں اضافہ ہوگا، چنانچہ یہ خدمت سب سے زیادہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے یہ دیکھی ہے، اس لیے حضرات انبیاء علیہم السلام کو حقوق کے ساتھ محکم زیادہ ہوتا ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام میں بھی ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد سب سے زیادہ یہ خدمت تھی، کیونکہ قیامت تک آنے والی مخلوق کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی رموز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا سوال آنے والا نہیں ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ ارشاد و اصلاح کا شرف و اہتمام تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نزع میں شدت زیادہ ہوتی، کیونکہ روح کو اس خدمت کے ساتھ تعلق تھا، اور وہ اس کے وقت بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا ہتمام تھا، مگر یہ تعلق لذیذہ اور یہ فکر خوشگوار تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس میں اجر اور نرتی درجات تھی، اس لیے شدت نزع سے جسم کو تو تکلیف ہوتی مگر روح کو کچھ تکلیف نہیں ہوتی، حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد بعض اولیاء ایسے ہوتے ہیں جن کے سپرد خدمت و ارشاد و تبلیغ ہوتی ہے، ان کو بھی نزع میں بہت طبعین کی فکر کے شدت ہوتی ہے، مگر ان کو حضرات انبیاء علیہم السلام کے برابر شدت نہیں ہوتی، کیونکہ ان کی ذمہ داری حضرات انبیاء علیہم السلام کے برابر نہیں ہے، اس لیے ان کو مخلوق کے ساتھ اسلاف و ارشاد کا تعلق بھی ان سے کم ہوتا ہے اور جن بعض اولیاء کے سپرد یہ خدمت نہیں ہوتی، وہ بالکل آزاد ہوتے ہیں، ان کو کسی کا فکر ہے، نہ کسی سے تعلق ہے، ان کا

نزارع بہت سہل ہوتا ہے، ایسے لوگ مرتے ہوئے بڑا شادیں و فرحان ہوتے ہیں، بعض غریب پڑھتے ہوئے جاتے ہیں، بعض جلتے ہوئے جاتے ہیں، عارف شیرازی فرماتے ہیں:

خوش آں روز گزیرا منزل دیواں بروم .

راحت جاں خشم و زپے جاں بروم

نذر گروم کہ عمر آید ہر ایں غم روزے

تا در سیکوہ شادوں و غزل خواں بروم

ایک بزرگ مرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقت آں آمد کہ من عریاں شدم

ہم نیکو آدم سراسر جاں شدم

ان کی یہ حالت دیکھ کر بعض نیکوں کا خیال ہوتا ہے کہ یہ لوگ ان الیام سے افضل ہیں جن کے پروردگار شاد رہتے، کیونکہ وہ موت کے وقت ان کے برابر بے غم رہیں ہوتے، ان کو اپنی زندگی واری کی بھی فکر ہوتی ہے، اپنے متعلقین کا بھی خیال ہوتا ہے، اسی وجہ سے ان کے نزع میں شدت بھی واقع ہوتی ہے، مگر یہ اعتقاد انغلیت سمجھ نہیں، ایسا کفر و ابدانہ افضل ہوتے ہیں جو صاحب ارشاد ہیں کیونکہ ان کی حالت انبیاء علیہم السلام کے مشابہ ہے، درجہ جتنا اونیا و علیہم السلام کے مشابہ ہوگا، دوسروں سے افضل ہوگا، انہیں ہم کو اس تجویز کو حق نہیں کہ اپنے صاحب ارشاد ہونے کی تمنا کرے، بس ہادشاہ و اختیار ہے کہ تمہارا امتحان لے کر جو عہدہ جس کو چاہو۔

(اسرار تہذیب الغفرہ صفحہ ۲۱)

انسا لیسوا ان اعتراض..... تفاضل فیصلی بیان الانبیاء ممنوع ہے!

آج کل ایک سیرت نبویہ شائع ہوئی ہے (یہ سیرت مولوی شبلی نعمانی نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے تصنیف کی ہے) جس کو تعلیم و فتنہ طلبہ میں بہت مقبولیت حاصل ہے، لوگ شوق سے اس کو خریدتے ہیں، کیونکہ کاغذ چکنا اور کھدائی عمدہ ہے، ظاہری ٹیپ ٹاپ بہت ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کا اطمینان ایسا ہی ہوگا، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کو دیکھ کر کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، کیونکہ کمالائے نبوت سے اس میں بھٹ ہی نہیں رہیں، یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑے بادشاہ کی سوانح عمری ہے، درپارہ تر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر سے انتظام کا فن

[illegible]

منہرے نور علیہ السلام کی بددعا کی وجہ

[illegible]

ازدہ یا ست مغربت نوح علیہ السلام نے اپنے قیاس سے نہیں فرمائی، بلکہ وحی سے ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب ان میں یا ان کی اولاد میں کوئی بھی جہنم نہ ہوگا۔

”اے نبی! جسے سوچا کہ میں نے جو کچھ میں نے تم سے سنا ہے وہ سب میرا ہے، تو تمہارے لیے اس حالت میں اگر حضرت نوح علیہ السلام کے لیے یہ فرما دے تو اس کا

انجام کی جیسا؟ لکھ رہا تھا کہ اس وقت تمام اہل کافروں سے بھری ہوئی تھی، مسلمان بہت کمی
معدودے چند تھے، دوسرے کے متعلق معلوم ہو چکا تھا کہ یہ غلامان لائیں گے، دس دن کے ولاد
میں کوئی مومن ہوگا اور مسلمانوں کی اولاد کے متعلق یہ یقین تھا کہ یہ سب لائے نہ رہی ہوں گے۔
بلکہ ان میں ایسا کدواؤں کا فردوں حصہ کے لوگ ہونے والے تھے، بلکہ مسلمانوں کی اولاد میں بھی
غلیہ کفار ہی کو ہونے والا تھا اب اگر اسی زمانہ کے کافر فریق نہ کیے جاتے اور ان کی دل و دلی سے
وقت موجود ہوتی، یہ مسلمانوں کو دین میں زندہ رہنا و غور و جہاد و جاریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس
وقت ستنے لوگ موجود ہیں، وہ حضرت نوح علیہ السلام کے صرف تین بیٹوں کی اولاد ہیں، اب تین
وہ بیٹوں کی اولاد میں کدوا کا خاندان ہے جو متاثر و مشہور ہے، تو دنیا بھر کے آدمیوں کی اولاد میں
کفار کا یہ کچھ نہ ہوتا؟ سب کافر بن گئے، اس مقدمہ کے ملانے کے بعد تو یہ ختم ہوتا ہے
کہ واقعی حضرت نوح علیہ السلام نے مسلمانوں کے خلاف پر بہت ہی رحم فرمایا جو اپنے زمانہ کے
کافروں پر عداوت کی اور نہ آج کدوا کا وہ خلیہ ہوتا کہ مسلمانوں کو حقیقت نظر آتی ہے اور ان کا بیٹا
میں یہ جاتا، غرض اس سیرت کے مصنف نے صرف ایک پہلو کو دیکھا کہ حضرت نوح علیہ السلام
نے اپنی قوم کے اسٹے ایسی نسبت پر مانتی جو بے رحم معصوم ہوتی ہے، اگر اس نے دوسرے پہلو کو
دیکھا کہ ان کی یہ دوا مسلمانوں کے حق میں خود دشمن میں یہ مصنف بھی واضح ہیں، ہر اس پر ہم بھی
دور سے مسلمانوں کو آج دین میں رہنے اور نہ رہنے میں بخانا اور بھروسہ ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اعتراض

یہ امر واضح تو حضرت نوح علیہ السلام پر تھا، اس کے بعد کعبہ سے کہ حضرت عیسیٰ خلیہ و سلام میں تمدن و سیاست کا، دونوں تھا، نہ معلوم اس کے پاس کون کیا دیکھ آئی تھی؟ یا اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چہرہ دیکھ کر قیامت سے پہچان لیا تھا کہ ان میں یہ دو ملت اور دو مادہ نہیں، کچھ نہیں اس امر واضح و صرف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زندگی میں سختی کا انتظام اپنے ہاتھ میں نہیں لیا تھا، اس سے ان حضرت نے یہ ہوا مستحکم کر لیا کہ ان میں یہ دو دلی نہ تھا، نہ لاکھ بدمذہب، نہ شیعہ، نہ علویہ و نہ مہم کو مستحکم نہیں، ابھرا، ترکش شخص کو زندگی بھر یہ یہ تھیں کرنے کا موقع نہ ملے کہ کیا بنا لگتا ہے کہ اس میں اتنی بات کا مادہ نہیں؟ ذرا اس کے ہمہ تن میں روپیہ دے کر دیکھو، اگر پھر بھی دو تہ وقت نہ کرے اس وقت تم کو اس بات کا کھلی سے اور نہ دعویٰ ملادیں گے۔

ای طرح دھڑکتے ہوئے علیہ السلام کو اتر مسطرت کا موقع ہی نہ ملتا تو اس سے لڑنا کا تہن و بیاست سے خالی ہونا ہی سب سے لازم آجیگا اور حرم نے یہ کہہ کر بھیج دیا کہ میں اس خطا کی توبہ لیتے نہیں تھی یہ بات

جب چل سکی کہ ان کو سلطنت کا موقع ملا اور پھر انھوں نے ذکر کیے، پس اس شخص کا اللہ تعالیٰ تو لغو ہو گیا، اب میں ثابت کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تیرا وہی ست اور انتہائی قویٰ ہے۔ یہ درجہ کمال ہو جو ہے، وہاں جو ہے ابھی تک کام نہیں لیا ہے اور اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

”کیف اسمہ او نزل فیکم عیسیٰ بن مریم عدلا لا مظنا او کف ذل“ یعنی تمہارا کیا حال ہوگا، اس وقت جب کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تمہارے اندر (آسمان سے) نازل ہو کر آئیں گے، عادل و نصف ہو کر حکومت کریں گے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت سے سرسٹ فرمائی جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں میں حکومت کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق عدل و ادا کی خبر دے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ عدل و احسان بدون قیامت و انتظام کے نہیں ہو سکتا، عدل و ادا کی جگہ ہے جس میں سیاست کا مادہ بدرجہ کمال موجود ہو، نیز احادیث میں بھی یہی مذکور ہے کہ اس وقت بہت امن و امان اور خیر و برکت ہوگی، پس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہایت عمدگی اور خوبی کے ساتھ سلطنت کا انتظام کریں گے۔ اگر ان میں فی انفس یہ مادہ جو ان میں اس وقت کیونکر سلطنت کا انتظام کریں گے؟ پس معلوم ہوا کہ اس شخص نے حضرت نور علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہر سمیت پر جو اعتراض کیا ہے وہ نہایت لغو ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ثابت کرنے کا یہ کون سے طریقہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائیوں میں نقص نکال جائے، کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش ہو سکتے ہیں؟ برگر نہیں! یاد رکھو! حضرات انبیاء علیہم السلام کامل ہیں، ان میں نقص کوئی نہیں یا اور بات ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم غلط ہیں، مثلاً بنی النبیہ سے اسی واسطے منع کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بھائیوں کی تحقیق میں مگوار نہیں۔

الغرض حضرات انبیاء علیہم السلام کے مذاق باہم مختلف ہیں، ہر کام میں ہیں اور ہر ایک کا مذاق خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے۔
(الغرض وہی ایترہ صفحہ ۴۸)

چالیسواں اعتراض..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال بیان

کرنے میں اعتمداں!

مرید نے غضب کیا ہے کہ عرب کی خدمت کیجئے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ اس قوم میں کینہ بہت ہے، حتیٰ کہ وہاں کے جانوروں میں بھی اس نفرت کا ظہور ہے، چنانچہ شتر کا کینہ مشہور ہے، مولوی محمد

کہ صاحب نے سرسید کی تقریر کے راہ میں ایک "ترب" "برہن" بہت ہی عمدہ لکھی ہے، چنانچہ بہت سے جواب دیاتے، یہوں نے اس مختصر اخص کا بھی بڑا عمدہ جواب دیا ہے، اور مانتے ہیں کہ یوں ائمہ اول تو کیا دوسروں نے ذہن و قلب سے انہوں کے اطلاق پر استدلال کرنے پر عجیب طریقہ استدلال ہے، پھر ہم سید صاحب سے پوچھتے ہیں کہ شریعت جو مشہور ہے، یہ عرب کا محاورہ ہے یا فارس کا؟ کہ ہر ہے یہ عرب کا محاورہ نہیں فارس کا ہے، تو اس سے بہت سے لازم آیا کہ فارس کے ائمہ میں کین ہو، ہوگا، عرب کے دلائل میں اس صفت کا ہونا ایسے لازم آیا؟ اور اگر وہ ایسا جائے کہ عرب کے ائمہ میں بھی یہ صفت ہے، تو آپ نے اس کے ایک عیب کو تو دیکھ لیا، اس کی دوسری غور سے تو بھی بیان کیا ہوتا۔

عرب آں، بلند کیفیت، ہنر مند نیز حکم

اولت میں اگر ایک عیب کینے کا یہ تذکرہ رہا، تو یہاں میں اس میں قبح و جفا کشی بہت ہے، قیامت کا مادہ بہت ہے، عرب کے وقت مکتب و مکتب دہشت ہو، تہ ہیں، چنانچہ ہر سے خود دیکھا ہے کہ جہاں کسی سے اولت پر سو رہنے کے لیے اس کی گردن کو بھکاریوں اور نوٹوں پر رکھ دیا ہے، پھر وہاں رہنے کے بعد آہستہ آہستہ اس طرح اچھڑتے ہوئے ہو کر ماریت سمات سے پشت کٹے سنا جاتا ہے، لوگ کھڑے۔ اس طرح چلتے آتے ہیں، اولت کی اس گردن میں جی کا کام دیتی ہے، اور اگر اس کے ایک عیب سے عرب کے ایک عیب پر استدلال کیا گیا ہے تو اس کی ان غور میں سے بھی تو اس عرب کی غور پر استدلال کیا ہوتا !

عربی گھوڑے

پھر عرب میں جہاں اولت ہیں وہاں گھوڑے بھی تو ہیں، جن کی اصالت و اہمیت و شرافت ضرب الخ ہے، وہاں کے گھوڑے، لک کے ساتھ ایسے وفادار ہوتے ہیں جن کو سب جانتے ہیں، لڑائی میں جہاں عربی گھوڑا نہ لیتا ہے کہ میرا ملک دشمن ہو کر گرا رہا ہے۔ تو اس وقت دشمن پر حملہ کر کے وہ لک کے پاس سے لوگوں کو بھاگ کر میدان سے اس کو بھگتا ہے، اور اس طرح طریقہ استدلال ہے تو گھوڑوں کی ان صفات حمیدہ سے بھی تو اہل عرب کے کمالات پر استدلال کرتا جائے تھا، مگر یہ نہیں، آج کل لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا، نہ کہ اس عرب کی جہات و جہات کو بہت ہی خدا اور بدنامی کے عقوبتوں سے جان کر کے وہاں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ثابت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے چاروں کی اصلاح کی، ایسے زمینوں کو تمدن دیا، ان لوگوں کی بہت تو بہت اچھی ہے، مگر نہایت برا ہے۔

اہل عرب کا حال

اول تو بات اتنی کہیں چاہیے جتنی اصلیت ہو! اہل عرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جہالت و وحشت، غم و غمی، بکری اتنی جتنی یہ لوگ بیان کرتے ہیں، پھر جتنی جہالت تھی۔ اس کے ساتھ ان کولات و صلات میریہ کو بھی یہ بیان کرنا چاہیے جو ان میں زمانہ جہالت میں تھیں، اہل عرب میں میریہ شجاعت کا نہ ہر سو جو تھا، نہ بان کے بڑے کچے تھے، بھرت لانا جانتے ہی نہ تھے، مہمان نوازی اور بخشنے اور اہل تھے اور ایک بات ان میں ایسی تھی کہ جو دنیا کی کسی قوم میں بھی نہ تھی وہ یہ کہ جب دشمنوں کے ساتھ اپنے مقابلہ اور لڑائی کا وقت کرتے تو دشمن کی شجاعت و بیاداری کا دل کھول کر تذکرہ کرتے کہ وہ ایسے بہادر، ایسے کریم اور اہل تھے جتنی کہ کبھی مقابلہ میں پہنچا ہوا بھی ذکر کر دیتے۔

غرض دشمنوں کی تعریف کرنا اہل عرب کی خاص صفت ہے، اس پہلو کو بھی بیان کرنا چاہیے۔ تاہم ظاہرین و سامعین و اہل عرب سے نفرت نہ پیدا ہوا۔ ان کی نظروں میں یہ قوم ذلیل نہ ہو۔ مسلمان کا دل اس بات کو کبھی گوارا کر سکتا ہے کہ اپنے لڑائی کی قوم کو انہوں کی نظروں میں ایسے جھٹیر کرے اور اس طرح ان کا تذکرہ کرے جس سے غلوب میں ان سے نفرت پیدا ہو، جیسا سرسید نے کیا، اس لیے مولانا محمد علی کو فخر آیا، اور اس کا خوب جواب دیا۔ اللہ ان کو جزائے فیروزے۔

(بہارِ نبی، البقرہ ص ۲۹)

اکتالیسواں اعتراض... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاجِ فرما نے کی حکمت!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں مہاراج کیوں نہ ہوتیں، ناراضیوں نے بھی عجیبہ عجیبہ مہاراج مزاج میں اختیار کی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں علو و ادرہ مہاراج کے آئینہ دارانی مصلحت کو از کم یہ تو ضرور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تہذیب و تبلیغ و احسان ہے جس میں ایک کا جوتو آپ کو ہے نہیں پہنچا دینا اور ایک کام تلاش کا ہے کہ وہ فیض لے جس سے لے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم و حق تعالیٰ نے وہ ہمت و طاقت فرمائی تھی کہ جس کی وجہ سے بڑے بڑے سلاطین و دربار و اشراف و اعیان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب سے کانپنے لگتے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتا تھا اس کو از خود غنڈہ کی سمت نہ سوئی تھی اور فیض لینے کے لیے مستفیہ کے دل حملے کی ضرورت

ہے۔ جب تک اس کا دل نہ ٹھکے۔ اس وقت تک وہ فیض نہیں لے سکتا۔ نہ یہ حال ہو جاتا ہے۔
 راستے سے جب روٹو گزرا آجائے ہے
 تھا نہ ہوں دل کو پر محسوس تھا چائے ہے
 عاشق پر جب محبوب کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے تو جو کچھ وہ سوچ رہا ہے کہ یوں ہوں گا، یہ
 پوچھوں گا، سہرا دیکھتے ہی سب ذہن سے نکل جاتا ہے اور وقت پر کچھ بھی نہیں کہہ جاتا۔
 ہزار سالک عزیزانِ خواہندہ کہتے ہیں۔

یوں تھے یوں تھے تو وہ آجاتا
 سب کچھ کی بات کو چہ کچھ بھی نہ کہا جاتا

اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ شرمیلے شخص تھے۔ کابے گارے سزا فرما کر کہتے تھے
 تاکہ ان کا دل ٹھک نہ جائے اور بے تکلف ہو کر استفادہ کر سکیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تو
 بھلا کبھی کبھی ہوگی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے غلامانِ غلام کی یہ حالت تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ
 عنہ ایک مرتبہ ایک جماعت کے ساتھ چلے جا رہے تھے کہ وہ میں پیچھے غز کر دیکھ تو سب ہارے
 جیت کے ٹکٹوں کے ٹکڑے پڑے، حالانکہ یہ وہ حضرات تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مرید نہ
 تھے، بلکہ جن میں سے چاہے کہ ہر بھائی تھے جن میں کوئی مساوات ہو کر نہ تھی، مگر ان پر بھی آپ کا
 اس قدر عجب تھا۔

مگر شاید اس میں کوئی یہ شبہ نہ کہ وہ حضرات تو معتقد تھے بلکہ یہ غیر معتقدین ہر آپ کے
 رعب کی یہ شان تھی کہ ایک مرتبہ سفیرِ رومی خان و شاکر کے ساتھ مدینہ کی آمد
 کر آیا اور شہر میں داخل ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ ظفر کا قصہ کیا ہے؟

گفت کہ ظفر ظفر اے چشم
 ؟ من اس را دست : آنجا کعبہ
 قوم گفتندش کہ : را ظفر نیست
 مگر وہ ظفر چاہا، دہشت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

اس واقعہ پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، اگر بہت ضبط سے کام نہ لیا تو اس سے کچھ کچھ
 رضی اللہ عنہ کے بچے ظفر ہے، انداز میں ہے، اس کا دل ہی ظفر والوں سے کچھ زیادہ ہی ہے۔

ہوئی کہ وہ خلیفہ جس کے نام سے مسلمانین کا پختہ ہیں، اس کے مکمل نہ قصر، یہ کیا معاملہ ہے؟ پھر اس نے پوچھا کہ آخر وہ کہاں بیٹھا کرتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ مسجد میں اکثر بیٹھا کرتے ہیں اور کبھی بازاروں میں، کبھی کوہنوں میں اور کبھی جنگل میدانوں میں گھومتے پھرتے ہیں، تلاش کر لو! کبھی مل جائیں گے، اب وہ آپ کی تلاش میں نکلا، معلوم ہوا کہ ابھی جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ سفیر کو بڑی حیرت ہوئی کہ یہ غریب، رشاہ ہے جو تنہا بازاروں، جنگلوں میں پھرتا ہے، نہ ساتھ میں پہرہ دار ہیں، نہ پولیس، آخر وہ جنگل کی طرف چلا، جس وقت اس بارگ کی حد میں قدم رکھا جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ پڑے ہوئے تھے۔ قدم رکھتے ہی اس کے دل پر ہیبت و رعب نے غلبہ کیا، کیونکہ جنگل میں ایک خدا کا شیر پڑا ہوا تھا اور کاغذ کہ جہاں شیر پڑا ہوتا ہے، اس جنگل میں قدم رکھتے ہی بڑے بڑے بہادروں کے دل کا تپ بے ہوتے ہیں۔ اب اس سفیر کو بڑی حیرت ہوئی کہ اس شخص کے پاس نہ کوئی پہرہ چوکی ہے، نہ جہ و جشم ہے، نہ وہ ساز و سامان ہے، پھر یہ کیا بات ہے کہ صورت، دیکھنے سے پہلے ہی میرا دل ہاتھوں سے نکلا جاتا ہے؟ یہاں تک کہ جب قریب پہنچا تو دیکھا کہ ایک خدا کا شیر جنگل میں تنہا پڑا ہوا ہے، رشاہ سے کسی دشمن کا خوف ہے، نہ ہوس کا، اور ہر گے نیچے ایک لہٹ نکلی کی بجائے اٹھی ہے، نہ کوئی لڑائی ہے، نہ ہتھیار، جس گھمے میں ایک گھوڑا پٹی ہوئی ہے اور بے لگرمو ہے ہیں، اس حالت کا مقصد تھا۔ یہ تھا کہ خیر کئے دل میں غلبہ کی ہے واقعی ہوئی، مگر یہاں ہر گے معاملہ یہ ہوا کہ صورت دیکھتے ہی سفیر دھڑکنے لگا، غریبی نظر پڑی، میرا منہ نے ہی سمٹ نہ رہی۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اس وقت وہ سفیر اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ بڑے بڑے مسلمانین کے دربار دیکھے ہیں جن کے دربار میں رعب و رعب کے خزاں سوائے ہوتے تھے، مگر مجھ پر گھم کی رعب طاری نہ ہوا، آج کیا بات ہے کہ اس بے سرو سامان شخص کے رعب سے میرا پتہ پانی ہوا جاتا ہے، آخر اس شخص کے اندر کیا چیز ہے کہ میری دھڑک دھڑک میں اس کے دیکھنے سے لرزہ پیدا ہو گیا؟ بہ شک:

حیث حق است ای از خلق نیست

حیث آں مرد صاحب بقی نیست

یہ خدا کی رعب و جلال تھا، جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ سے ظاہر ہو رہا تھا، بارگ فرماتے ہیں کہ یہاں ہی سمٹ نہ ہوئی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود چکائے تو اپنی جگہ پر رہ کر کھڑا کھڑا ہوتا رہا۔ کچھ ایسے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود ہی یہ رعب دے کر دیکھا اٹھیں تو یہی کھڑا کامپ رہا ہے۔ آپ نے اس سے کہا کہ تم مجھ سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا میں تم سے، اس غریب عورت کا بچہ

ہوں جو سکہ کوشت کھایا کرتی تھی۔ معنی تہ رضی اللہ عنہ کی باتیں سننے کے بعد ہیبت میں مبتلا ہو گیا۔
 ہیبت ہو گئی اور سفیر کو آگے نہ جانے اور بات ہیبت کرنے کی ہمت ہوئی جس کے بعد وہ مجھ گیا کہ
 تہ سب سلام حق پر ہے، مجھ و اسلام سے شرف ہو گیا۔

یہ جو اللہ استغفار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عانت تھی، ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھانے اور خدا تعالیٰ نے
 ان کو نبی، رعب فرمایا تھا کہ بڑے بڑے لوگوں کو ان سے ہات کرنے کی ہمت نہ دینی تھی۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا رد یہ

حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کے رعب و ہیبت کی یہ شان تھی کہ بڑے بڑے بزرگ اب وہاں
 رحمہ اللہ سے بے خوف باقی نہ رہ سکتے تھے۔ حضرت رحمہ اللہ کا ان پر ایسا رعب نہ تھا کہ وہ ان سے
 گرتے ہوئے رکت اور خلیج اور دست تھک اور توڑ پھوس بڑوں سے تو لوگ ان سے ڈرتے تھے
 کہ وہ قہیہ نہ کرتے ہیں، وہ ہت میں ان کو دھرتا ہے، وہ ان سے ہات لے لے کر ہات دیتے
 ہوئے کھینچتے ہیں۔ جیسے مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تھے، کیا حق تعالیٰ ان سے ہات نہ لے

ہاں۔ بڑا کام خدا کا تو جانتی تھیں

ایضاً

مگر مولانا گنگوہی رحمہ اللہ میں تو جس کا نام بھی نہ تھا، جس سے بھی مولانا رحمہ اللہ کو ہراس نہ
 ہوتے تھیں، نہ کھانچا، نہ گھراس، نہ بھی مولانا رحمہ اللہ کا اتنا رعب تھا کہ حضرت حق کا اثر تھا اور یہ ہیبت جس
 اوقات غالبین کے لیے مانع فیض ہو جاتی ہے، اس لیے حضرات انبیاء علیہم السلام، اولیائے کرام
 اپنے اصحاب سے کچھ عزت کر لیتے ہیں تاکہ ان کا دل کھل جائے اور ہیبت و محبت کے دل جانے
 سے اعتدال پیدا ہو جائے۔ (۱۱- حادوالابواب صفحہ ۱۳۰)

یہاں سوال اعتراض ... اس شیعہ کا جواب کہ تقدیر کس طرح بدل سکتی ہے؟

حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کا واقعہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ کے زمانے میں ایک بزرگ
 صاحب سلسلہ تھے، جن سے بہت فیض ہو رہی تھا مگر حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کو ان کی ذات
 کشوف ہو کر ان کا خاتمہ شکاوت ہو گیا، جس حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ نے کچھ کرنا چاہا تو کئے۔
 آپ رحمہ اللہ کے دل نے ٹھکانہ کیا کہ میرے رسول کی امت کا ایک شخص شیعی ہو کر مرے اور وہ
 شخص بھی کیا جس سے بزرگوں کو دین کا فیض ہو رہا ہے، آپ رحمہ اللہ نے ان کے لیے دعا کرنا

چاندی مہاراجہ نے کہا کہ اس میں حضرت حق کی مداخلت نہ ہو کہ اللہ پر مشغول ہونے کے بعد اس نے خلاف کی رائے کرتا ہے۔ مگر پھر حضرت شیخ عبداللہ اور جیسا فی رحمہ اللہ کے معقول یاد آئے کہ میں وہ شخص ہوں کہ حق تعالیٰ سے نہ کہرتی ہو، حیدر، اسکا بیوی، اس پر ہندو جب رحمہ اللہ کو بھی ہم سے ہوئی، معلوم ہو گیا کہ یہی دعا کا مظاہرہ کر رہے ہیں، چنانچہ پھر تو آپ رحمہ اللہ نے اس کے لیے بہت دعائیں کیں اور پوری کوشش کی کہ کسی طرح اس شخص کی شے دست کو تبدیل پر سعادت کر دیا جائے، حتیٰ کہ آپ رحمہ اللہ کو مشغول ہو کر حق تعالیٰ نے اس کو سعید کر دیا، تب آپ کو چھٹن آیا۔ تو دیکھئے! ہندو جب رحمہ اللہ نے اس شخص کے حق میں وہ برہمن ستاوا، اصن لکھی، مگر اس شخص کو پڑ بھی نہ تھی، اسے کچھ معلوم بھی نہ تھا کہ میرے واسطے کسی شخص کے دل پر یا نہ پڑ رہی ہے، راتوں کی نیند اس کی آدھی ہے۔

خیر واقعہ تو بڑی مگر اس پر یہ شبہ رہتا ہے کہ تقدیر میں طرز بدل گئی؟ میں نے متعلق رہا ہے "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" حق تعالیٰ حضرت نوح و رحمہ اللہ نے اس کا جواب بھی خود ہی دیا ہے۔ میں نے اصل یہ ہے کہ بعض امور کے متعلق کون کھولا میں اطلاق ہوتا ہے اور وہ تقدیر میں وہ کسی قید کے سامنے مقید ہوتے ہیں، مگر وہ قید کون کھولا میں نہ کہ نہیں ہوتی بلکہ وہ علم الہی میں ہوتی ہے، تو اس شخص کے متعلق کون کھولا میں تو صرف اتنا ہی تھا کہ اس کا خدا تر شکوک پر، وہاں مگر علم الہی میں اس کے ساتھ ایک قید تھی یعنی بشریکہ کوئی متبوں بعد اس کے لیے دعا نہ کرے۔ سو یہ واقعہ تقدیر کے خلاف نہیں ہو سکتا، اصل میں تقدیر ختم الہی کا نام ہے، اسی لیے یہ دعا ہے کہ اس کتاب کی تفسیر علم الہی سے نہ کرتے ہیں، کیونکہ میں میں تفسیر و تفسیر کبھی نہیں ہو سکتا، جس دراصل اس کتاب دہی سے موعود کھولا بھی کتاب احمود الایات کے اعتبار سے "اس الکتاب ہے" ہے یہ کھولا اور کھولا میں اتنا تفسیر تبدیل نہیں ہوتا، بشا کتاب احمود الایات میں ہوتا ہے، مگر فی الجملہ تفسیر میں ہو سکتا ہے اور ہو جاتا ہے اور جہ تقدیر صحیح الہی کے در ہے میں ہے، اس میں اس کا اعتبار احتمال نہیں نہیں معیت کے اعتبار سے اس کتاب دہی سے اور اس کی تفسیر کے اعتبار سے کلام غیبی کے در ہے میں قرآن کے تقدیر ہونے کی وجہ سے نکل سکتی ہے، کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں "وَمَا تَسْأَلُهُمْ إِلَّا أَنْ يَحْكُمُوا" "یعنی حکم" "یعنی قرآن میں ہم سے فرماتے قرب کے درجہ میں "علیٰ حکم" ہے یہ بہت قرب "نہی" کھولا ہے اور نہ بہت ذات حق سے مرتبہ صفات کو ہے تو اصل یہ یہ کہ قرآن مجید درجہ معیت میں "عسی" ہے "نہی حکم" ہے اور قرآن مجید درجہ معیت ہے اسی کلام نہیں ہے اور اس لیے اس کو "علیٰ حکم" کہہ دیا اور "علیٰ حکم" کا اطلاق قرآن مجید میں کسی حدت پر نہیں "باتو" اور "علیٰ حکم" کی ولایت اس کے معیت ہونے اور تقدیر ہونے پر ہوتی اور اس سے

قبل جو رشاد ہو ہے "ان شاء اللہ قرآن عربی" میں میں اس سے اعلیٰ کا حصول ہوتا ہے عربیہ تعلیم سے
 ہر کچھ موصوف ہوں قرآن ہے کہ اس سے کام لے لفظی کا وسیع مراد ہے۔ تو دونوں آجوں میں دونوں
 اور جو کا یہ نیا ہیئت وضاحت سے ہو گیا۔ (۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵)

ترالہ سول اعتراض..... فائدہ اور تخفیم حضرت انبیاء علیہم السلام میں فرق!

تھو رفتی دنیا ہے کہ پڑھنے پڑھنے دماغ خراب کر لیا اور خیر میں توجہ کیا؟ کچھ بھی نہیں ہوئے
 اس کے کہ اشرف انہی کے یہ دے ہے ورثہ لیکن کہ یہ دے ہے معلوم نہیں کون تھو ہے اور کون صحیح
 ہے؟ اور ہمارے علم میں یہ ہے کہ اس کی ذہن آسمان پڑھ ہے و سوس میں سے فرشتے ہیں اور سوس کرنا
 شروع کرنا ہی اس وقت سے حاصل نکلے گا اور اس عمل پر ثواب کی وسیع ہوئی اور تمہیں کیا؟ کون سا
 ثواب ملے لیکن وہ اشرف انہی کی روئے پر ملے کی امید ہے؟ جس میں فرق ہے حضرت انبیاء و سوس
 و السلام کی تعلیم اور حکم کی تعلیم میں کس قدر فرق ہے؟ یہ معلوم ہی میں ہے کہ کسے کس قدر سہولیات اور
 ممانعت ہیں؟ ایک ذرا سی بات ہے وہ سے ہی نہیں ہوتی رہا وہ کام انمول تحفہ ہے مجھ سے اور
 اس پر کا زان ہیں کہ ہمارے حوسہ سے دیکھیں ہیں اور کسے بے شک ہیں اور اس وقت کا حاصل کیا
 ہے؟ اگر کوئی بات مشکل سے حاصل ہو لیکن یہ امید ہو کہ اس کو حاصل کر کے کوئی تحفہ ملے یہ حاصل
 ہوگا تب بھی تحفہ نہ نہیں لیکن یہاں حاصل کا نام صرف ہے، تمام عمر اس کوٹ کھوت میں رہے کہ یہ
 ٹھیک ہے اور سے جب بھی نہ ہوا کہ کیا ٹھیک ہے؟ اگر سے بھی ہو جائے کہ امر میں یہ ہے کہ وہ
 بھی اس کا کچھ حاصل نہیں صرف ایک بات کا ہم ہو گیا، اس سے کام کون سا لگا؟ ۹۹

علم معقول

دیکھئے معقول میں پہلے علم ہی کی بحث ہے اور میں علم اس قدر منہ گفت ہے ہیں انسان کی وجہ
 سے اس بحث کو سمجھ کر قرار اختیار لیا ہے، اس میں سب سے پہلے اس پر بحث ہے کہ علم کون سے
 معقول سے ہے؟ یہ دو قسمی بات ہے، علم کون سے ہے؟ اس میں کتا جس کی کتا میں یہاں کہی ہیں، کوئی
 کتا ہے کہ معقول معقول سے ہے اور کوئی کتا ہے، انسانیت سے ہے، کوئی معقول کیف سے بتا
 ہے، پھر سب طرف وہ تحقیق اور واپس پیش کی گئی ہیں کہ انہی توجہ، اس پر نشان ہو چکا ہے اور نتیجہ
 اس بحث کا کچھ بھی نہیں، اگر تحقیق ہو تو اس امر واقعی معلوم ہو گیا کہ علم کون سے ہے؟ تو شرعاً
 نہ بدرا، یعنی جو نتیجہ اس علم سے حاصل ہونے والا ہے، وہ تو ہر حال میں ٹھیک ہی ہے وہ ہے علم کی

مقالہ سے برادر اور تحقیق نہ ہوا اور امر حق معصوم نہ ہوا جب بھی شروعات بد یعنی جو تہذیب اس علم کے
 ہونے والا ہے۔ وہ اب بھی مرتب ہونے بہت محال۔ بات ہے کہ ہم بلا انہاء میں یا کوئی نیکون کھادیں
 تو اس کی لذت یا مختلف علم ترتیب پر موقوف نہیں۔ اس ترتیب کا ہر کلمہ بدینہ و مختلف ہر بھی
 حاصل ہوگی۔ فوٹ ساری طریقہ کھاتے ہیں اور کھانچا کا ہے اور کھانچا لیتے ہیں اس کی لذت اور
 مختلف ہواں ہے مرتب ہے۔ براہ حاصل ہوتی ہے۔ حالانکہ ترتیب اس کی کھانچا آتی۔ اچھا تو یہ
 ہے کہ جسے ترتیب آتی ہے۔ یعنی باور پڑا اس چارے تہذیب سے انحراف و مرتب ہے۔ لیکن وہ ہے چارہ
 کھانچا تو نہیں ملا۔ نتیجہ صاحب فائدہ کو حاصل ہوتا ہے اور چارہ ۱۰۰ سے ۱۰۰ جس دور و ہر ہر فنکوں میں
 یوں ملتا ہے۔ علم ہزارہی ہے اور شریعت کا صاحب خانہ حاصل ہے۔ صاحب صاحب شریعت سے مراد
 جس صاحب نے مانے کہ ہم چھوٹے دنیا میں حال ہمارے میں ہر علم شریعت کا ہے۔ ان کے پاس نہ
 علامہ ہیں۔ ہر انہوں نے ان کو مانا جائے نظر قرار دے رہا ہے ہر علم حاصل ہے شریعت جانتے
 والوں کو حلال ہے انہیں ہر اسلام نے تو لہذا لیا جاتی رہی ہے اور انہوں نے پانا مانا ہے۔ ہر
 انہوں نے جس چیز کا پانا تھا یا نہ دیکھا ہے۔ اس میں نہیں۔ محض سرٹھن کی ہے۔ دن جرت ہوا
 جب یہ قرار ہوتی تو معلوم ہوا کہ یہ تو کھانچا نہ تھا۔

چل دو رہا شریعت مادہ آد

اور یہ میں بالکل لڑائی کرتا ہوں کہ ان کی جگہ آتی ہوئی چیز کھانچا کی جگہ ہے۔ بلکہ یہ بالکل
 بات ہے۔ جن باتوں کو انہوں نے تمام عمر ہمارے ملے یاد و اخیر میں غلط ثابت ہوئیں۔

تعلیم انبیاء کریم

اب دیکھ لیجئے کہ وہ کار آمد ہیں یا نہیں؟ جب غلط ہیں تو کار آمد کیسی؟ یہ بات صحیح ہوئی کہ جو
 چیز انہوں نے پائی تھی وہ کھانچا کی جگہ نہ لگی، علامہ یہ ہے کہ تعلیم انبیاء، علیہم السلام کی اصل ہوتی
 ہے کیوں کہ وہ فضول باتوں میں ڈلنا نہیں چاہتے۔ کوہ میں نکلتا ہے جہت میں، ان کو غلطی نہ
 غایت رہے کہ حقیقت ہوتی ہے اور اگلی جگہ آتی جتنا مشکوک نہیں ہوتی تو سہولت تعلیم انبیاء کی ہے۔
 یعنی حقیقت۔ لیکن نتیجہ اس سہولت کا یہ ہوا کہ عام فہم ہونے کی وجہ سے لوگوں نے اس تعلیم کی کو
 سرسری سمجھ لیا ہے۔ یہی بات ہے۔

(الباہن صفحہ ۵)

جو ایسا اس اعتراض..... تو تعلیم یافتہ کو خط ہر اصلاح کے ساتھ باطنی

معنائی بھی ضروری ہے!

آج کل دین کی طرف سے ایسی کوپ دوائی ہے کہ وہ تو بہت زیادہ منسل کرتے؟ مسلمان کونوں پر بیٹھے ہیں جو دین کا نام لیتے ہیں۔ اس کا قدر و قیمت سے جتنی دیکھیں ہے اور اگر کسی کا خیال دین کی طرف سے بھی تو ظاہری اصلاح کا نام دین رکھ لیتا ہے۔ نظریں دوانا یاد دہانہ ہیں۔ دوسرا قلم مسلمانوں کو کسی عبادی ایس اس کا نام دین ہے۔ ان کی فکر بھی اس سے آگے نہیں جاتی کہ وہ اس سے آگے فکر بھی نہیں کرتی تو ان کے اعتراض کا علاج اور اصلاح اس سے جو ہو سکتی ہے۔ حواہ ہیں اور اعتراضات بھی ہیں جو اس فکری جدوجہد میں پیدا ہوئی۔ اب مجھے کہہ دیجئے کہ اس میں شہادت ہے تو میرے پاس حدیث "وَأَمَّا الْإِسْلَامُ فَسَلَامٌ لِلدِّينِ وَالْوَطَنِ لَا يُسْتَعْبَدُ الْخَلْقُ"۔

جس کی طرف توجہ دلائی تھی ہے۔ ان تمام امر میں نہ ایک ایسا اور جز ہوتا تھا جس سے اس کی نفسیات سے معلوم ہوگا کہ کس قدر ترقی یافتہ ہیں فرمانی کی ہے تفصیل یہ ہے کہ میں نے دو چیزیں دیکھی ہیں۔ ایک یہ کہ پائوں کے لباس سے بھی دیکھ لیا جاسکتا ہے، اب میں نے دیکھا ہے کہ کس چیز سے بھی دیکھ لیا جاسکتا ہے۔ جس میں بھی ہو، حلال سے ہو یا حرام سے ہو۔ یہ بشراف انکس کے ساتھ ہو، بلا نیب خاطر ہو، جو ہے ہو۔ جس طرح سے جی میں ہے، تمہارے پاس کر لیا جائے، وہ اپنے ملک کے حکام نے فوراً اور مست کر لیا ہے اور اس !!

اور ان میں بھی دولہ لڑتی ہیں۔ ایک تعلیم یافتہ اور ایک عوامی امام تو اس بارے میں اقداری
 بکرم ہیں، خود اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ یہی ہمارا کیا دین؟ انہی سیاحی مگر میں مار رہے ہیں، دل دینا
 میں لگے ہوئے ہے، کس وقت خدا کی یاد دل میں آتی ہی نہیں، آخر یہ بچا ہمارے اقدار کو کترتے ہیں،
 اے قصورکار !

دوسرا امر وہ جو تعلیم یافتہ ہے، اس پر زیادہ فصوص ہے۔ اپنے قصور کے بھی متور نہیں بن کر وہ خیال بھی نہیں آتا کہ وہ کون کونسی جڑ بھی ہے، عوام کو ان کا خیال تو ہوتا ہے ہم جو کچھ ہیں، دیکھتے ہیں، دیکھتے ہیں، ہمارے وطن سے ہم محروم ہیں اور تعلیم یافتہ لوگ محروم ہونے کا کام بھی اپنے اوپر آئے نہیں دیتے کیونکہ دشمن میں غرق آ جائے گا، انہوں نے باطنی جڑوں میں سے نکل کر دیکھا، اس کا ظاہر پر نکلتا ہے، ملی اور اس پر ناکر، چپکے، اب سمجھ گئے کہ ہم پورے ہندوستان میں اور پھر ملک ہر ملک سے

بھی چھانٹ لیا ہے بعض اجزاء کو کیا دین میں سے انتخاب اور انتخاب کیا ہے اور اپنے نرا پلٹ کر خود کوئی جزو نکال دیے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک جزو محمود یا مہملہ قبول اور نہ میں اور دو انتخاب کن اجزاء نکالے گئے ہیں جن میں کجیات ہے یا جن کی عادت بدیہی ہے جیسے ذم مسلمانوں کا سارے لیا اور برت مسلمانوں کی ہی بنایا، دوسرے عیسائی اجزاء کا جو دین بھجوا دیا ہے۔

دین کے اجزاء

مسلمانوں کے اجزاء تو ہیں عقائد، اعمال، معاشرت، معاملات، اخلاق ان سب کی تشکیل دین کی تشکیل ہوتی ہے اب ہر ایک سے کیا اجزاء ہیں ان کے معنیوں کا نام دین کر بھی جانتے ہیں اور تعجب نہ رہے ہیں بعض وقت کہتا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کو دین سے یہ مطلق؟ معاشرت بھی دین سمجھانے کی چیز ہیں؟ یہ آپ کو اس کے برتاؤ میں جو سٹے چلے سے آدمی خود سمجھتا ہے وہ اس میں بھی مسلمانوں نے پختہ کیا ہے، ملی ہذا معاملات میں بھی ایسی باتیں کہی جاتی ہیں۔

غرض بعض اجزاء کو دین کا جزو ہی نہیں سمجھا جاتا ہے۔ ایمان، ایمانات تک دو حصے ہیں اور وہ اعمال بھی سب نہیں ان میں سے بھی وہی ہے جس میں دین کی ایک ذمہ داری آتی ہے اور جس کی پیروی سے عادت پڑتی ہے، چنانچہ بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ نماز پڑھنی اور صحت رکھنی اور کھانا پاجامہ پہننا لپٹا کر دھو کر کھانا، صورت، شکل وضع مسلمانوں کی ہی رہی ہے ان کو دین کا انتہائی کمال ہے جو اپنے آپ کو دیندہ کہتے ہیں اور جو اپنے آپ کو دیندہ بھی نہیں کہتے ہیں ان کا تو دین ہی نہیں ہے۔

غرض دین کے اجزاء میں ایسا انتخاب کیا ہے کہ اب علماء کا بھی کوئی اور جو کچھ پاپا اور دین نام دیکھا گئی کے صرف چند عمل کا اور وہ بھی اس سے زیادہ نہیں کہ ظاہر کے چند شعبوں کو درست کر دیا۔

غرض اس انتخاب میں بھی جو راہ ظاہری رہی ہو، اس کے ساتھ دوسری پیر چنی دین کا نام بھی نہیں آتا، اس کا مقصد ظاہر کو، مگر خوش نہیں کہ ہم دیندہ ہیں اس بات ظاہر کو کا کرنے اور خوش نہ ہوں کہ جمہور دیکھنے یا طعن پر مست ہیں، مسلمانوں میں اس خیال کے لوگ بھی بہت ہیں جو سمجھتے ہیں کہ باطن کا درست ہونا کافی ہے، بدیہی پر۔ اسے درست کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے نزدیک ظاہر کا درست کرنا باطن کے درست کرنے کا کافی ہے، لہذا ظاہر کو کیا دیکھتے ہیں کہ یہ بھی نہیں پہچانہ جاسکتا کہ یہ بھی مسلمان ہیں؟ وضع قطع بھی مسلمانوں کی ہی نہیں رکھتے۔ جسے نماز بھی نہیں پڑھتے۔ جو کہتے ہیں کہ کسی سے مانتے نماز پڑھیں گے تو وہ ہمارا معتقد ہو جائے گا، اس سے

ہمارے نفس کو خوش ہوئی تو یہ نفس پر ہری ہوئی اور قہر کی بہت سی نراہ سے تنہا ہوئے۔ اس لئے کہ یہ نفس نے اپنے لئے ہر ایک چیز کو ہمارا باطن درہست ہے، کچھ ظاہری کیا ہے، اس سے ہے؟ اور توئی لڑائی کی نہایت سے اس میں کہ یہ لڑائی خوش رہتے ہیں، اس لئے جہاں ان کے ان کو خوش نہیں ہونا چاہیے لہذا میں تمام انسانی کی نہایت نہیں کرتے بلکہ اس پر اکتفا نہ کرنے کی نہایت کرتا ہوں تاکہ وہ اعمال باطن کی فکر کریں، لیکن اصناف ظاہر پر وقت نہ کریں۔ قی ظاہری اور جتنی بھی فعل سے۔ اور لیے کسی عویہ مکتبہ میں ان کے اعمال ظاہر کو ترک کرے۔ گو یا غرض باطن بھی درہست ہوا دونوں پر دونوں کا تو باطن بھی درہست نہیں، بلکہ انہوں نے باطن اور ظاہر دونوں کو جوڑ کر رکھا ہے، ان کا جو جوڑ کر رہی ہے، وہ نہیں کہ بھی بے غرا ہے۔ یہ اس جھوٹ میں پڑے ہوئے ہیں کہ وہ باطن درہست ہے، اس سے اشتقاق ظاہر تو درہست ہوتا، نہ ایک فرض قرار ہوتا۔

باطن کی اصناف

انسان کو توئی کی طرف کہا جائے کہ ہم اس کو نہیں مانتے کہ ہمارا باطن جو ہوا ہے، وہ جتنا ہے، بالکل اچھا ہے، تاہم نے کہ جو کو جو جن ہی کے درہست کرنے کے لیے بگاڑا ہے، اس سے باطن ہمارا بالکل اچھا ہے، لیکن یہ کیا کیاں بھی ہوا کہ انہوں نے باطن اور ظاہر دونوں کو بگاڑ رکھا ہے، اس میں ہمارا اثر ہی ہے، اب کے کہنا ہوں کہ ایک شخص باہشتا سے باقی سے اور ہر شخص کی مخالفت کرتا ہے اور کسی بات میں اعانت نہیں کرتا، لیکن جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ کیا وہ اپنے آپ سے تو کہتا ہے کہ میں دل سے باہشتا کو برا تو خواہا ہوں، یہ جو کچھ مخالفت میں نے کر رکھی ہے صرف جب سے پہلے کے ہے کہ نہیں ہے تاکہ میرے غموں میں فرق نہ آئے تاکہ اسے باطن اس کو یہ نہیں گئے؟ میں نہیں نے کہ جو تا یہ محاش نہ کہتا ہے فرمائیے اس کی تہجد ہے، جب ایک شخص اپنے آپ سے کہتا ہے کہ میں اس میں ملتی ہوں اور خیر خواہ ہوں تو آپ اس کو جھوٹا کہتے ہیں؟ اور اس کو باقی کیوں سمجھتے ہیں؟

اب میں تحقیق جواب کے طور پر کہتا ہوں کہ اس کی جہد ہوائے اس کے لیے ہے کہ ظاہر عنوان ہوئے ہے باطن کا جب اعمال اس کے مخالف نہیں ہیں تو اس کو کوئی تہجد نہیں کرتا کہ باطن اس کا دفاع اور مخالفت ہے اور یہی کہا جائے گا کہ وہ واقع میں بھی مخالفت اور باقی ہے، اس طرح مجھے سمجھے کہ جب ایک شخص ظاہر غریب سے تو یہ کہیے، ناچا سکتا ہے کہ اس کا باطن درہست ہوا، مگر میں اس کا اثر نہ پیدا ہوا، سمجھ لیتے کہ یہ ناممکن ہے کہ قہر میں کسی کی اطاعت ہو اور وہی اضطراب ہی کے قہر اس کا مخالف ہو۔ یہ تقریر تو بطور جملہ، مگر یہ کہ مریدان کو کوئی اصل چاہئے تو کہ اسے کچھ بہت

[illegible][illegible]

کہ جسے اللہ دوسے ہی طرف
 از راستہ تک دے گا وہی طرف
 خلق رہے ہیں کہ ہرگز نہ
 نہ تھو نہ زنی تا جہ غافل و غم
 کارب و خلق آری جسہ راست
 خدا قدم آ جہ کے دوست
 کارب او راست پایہ عشق
 راست انیس و صدق قرع عشق

ظاہر سے بتانے سے دینا تو جھوٹ ہے اس واسطے آگئی کہ ان کی نظر صرف ظاہر تک ہے مگر باطن کو بکاؤ نہ دھو۔ کیسے وہ سکتے ہیں؟ جب کہ ان کی نظر باطن تک بھی پہنچتی ہے۔ وہ دنیا کی نظروں کے سامنے تاویلیں کر کے سرگرد ہو گئے تو کیا ہوا؟ تاویل سے اصل واقعہ تصور ہی بدل جاتا ہے۔ حتیٰ توئی کو تو اصل واقعہ کا علم ہے۔

تاویل کی خرابی

اور تاویل میں ایسا بڑا خرابی یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کی برائی پر پردہ چڑھ جاتا ہے۔ اصل گناہ تو مرض تھا ہی یہ تاویل کا مرض اس سے بھی سخت ہے، کیونکہ یہ نہ ہو تو گناہ کی چیز ہے کہ اس سے علاج سیکھ لیتے نفرت ہی کرتی ہیں تو امید ہو سکتی ہے کہ کبھی اس سے تنبیہ ضرور ہو جائے گا اور جب تاویل درمیان میں آگئی تو گناہ کی برائی پر پردہ چڑھ گیا اب تنبیہ ہو تو کیونکر ہو؟ اس حالت میں دوسرا آدمی تو اس وجہ سے سمجھ نہیں کر سکتا کہ وہ ظاہر کو درست پاتا ہے، کوئی برائی اس کی نظر میں نہیں آتی اور خود تنبیہ اس واسطے نہیں رہا کہ مرض پر تاویل کا پردہ چڑھ گیا، تنبیہ اور تنبیہ سب اڑ گئے اب اصلاح کی کیا امید ہو؟ دیکھئے! کس قدر دشواری ہے باطن کی اصلاح میں۔ !!

بعض وقت یہ خیال ہو کر مانتے ہیں کہ ایک اور طرح فیصلہ کرتے ہیں کہ اس میں تاویل کی ضرورت نہیں اور نفس کا مطلب حاصل رہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے محبوب کو بھی جانتے ہیں اور ان میں کچھ تاویل بھی نہیں کرتے اس لیے اس بات کو مانتے ہیں کہ اگر سے اندر یہ محبوب ہیں، لیکن ساتھ ساتھ اپنے کمالات کو بھی یاد کرتے ہیں کہ فلاں فلاں کمال بھی تو ہم میں موجود ہیں، ظلم ہے، ظلم ہے، ظلم ہے، نماز ہے، روزہ ہے، جب اتنے کمال موجود ہیں تو وہ محبوب بھی کچھ فیصلہ غلط سے ہوتا ہے اور بھلائی زیادہ ہے اور برائی کم تو بھلائی ہی حکم ہو گا، اس صورت میں کسی تاویل کی ضرورت بھی نہیں رہی اور اچھے بن گئے اور سب بات کا وعدہ کے اندر راق رہی، یہ فیصلہ دکن کا سب سے بڑا کمال رہا، اس سے بات بھی دہی کی دہی اور دل کو اچھی طرح سمجھا لیا کہ ہم اچھے ہیں۔ یہ ایسی بدل مقرر ہے کہ اس کا جواب دینا بھی مشکل ہے۔

۱۔ صاحبِ اول کو سمجھانا جب کافی ہے کہ ہمارا دل قیامت کے روز فیصلہ کنندہ قرار پائے مگر قیامت میں تو فیصلہ دوسروں کے ساتھ میں ہو گا اور وہ حقائق کے موافق فیصلہ کرے گا اور اس روز دل کو سمجھانے سے کچھ کام نہ چلے گا اور حقائق کے ظہور کے وقت ممکن ہے کہ آپ کا غالب تو مغلوب ہو اور مغلوب غالب ہو۔

دوسرے میں کبھی ہوں۔ آقا دی کی ضرورت تو صحت کی ہے، وہ یہی ہے۔ مگر اور نہ کہ یہ ہے جو
میں کے اندر ہے۔

تو کیا اس دل کو سمجھ لینے سے ان عیون کی اصلاح ہو سکتی؟ ہرگز نہیں! بلکہ جسے تادوین سے ان
عیون پر پردہ پڑ گیا تھا، اسی طرف اس لپٹیلے سے بھی پردہ پڑ گیا، تادوین بھی ایک مرض تھا۔ یہ بھی ایک
مرض ہے، وہ ایک قسم کا پردہ دوسری قسم کا پردہ ہے۔ جگہ جگہ کھل جاتا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی تادوین
ہی ہے، اس میں اور اس میں اتنا فرق ہے کہ اس میں تادوین کا حاصل یہ تھا کہ کناہ کو گناہ و تسلیم نہ کیا
تھا، اس وجہ سے نفس پر وجہ نہ آیا، اس تادوین میں اس سے بھی بڑھ کر کامل ہے کہ گناہ کو گناہ نہ لکھا
اور نفس پر وجہ اب بھی نہ آیا، خیال کیجئے کہ یہ کس قدر نفیری تادوین ہے۔ !!!

باخشی بیماری کا علاج

بہر حال، نئی لمبی تقریر سے یہ بات ذہن میں قائم ہو گئی کہ امراض، بدن کا اور وہ نہایت دشوار
ہے، کیونکہ اسے سوانح موجود ہیں اور بدوں پر بروے پڑے ہوئے ہیں جب اس کی اطلاع
دشوار ہے تو ظاہر ہے کہ علاج بھی دشوار ہے، کیونکہ مرض کا علاج تو بسبت سے ہو سکتا ہے جب مرض
کی خبر ہو اور جب خبر ہی نہیں تو علاج کیسا؟ اس دشوار کو دیکھ کر بعض لوگوں نے بسبت پاری دی کہ
کوئی علاج کرے؟ اگر اندازے اندر امراض ہیں تو بلا سے، اندھ میاں پڑے کریم ہیں، ہم کون کون
سہی۔ اللہ میں معاف کرنے والے ہیں، پھر زیوں مصیبت میں پڑی کہ اصلاح کرنے والے کو
کھائش کرو اس کے فخرے اٹھاؤ، بروقت اسی اور عزیز بنیں، روزانگی خاص مصیبت ہے، جب اللہ
میں رحم کریم ہیں تو کیا ضرورت ہے اس مصیبت کو اٹھانے کی؟ وہ اپنی رحمت سے خود ہی سب
کام بنا دیں گے۔

یہ ان لوگوں کے خیالات ہیں جو رہنما رہنا چاہتے ہیں اور کوئی کام غلط شرع نہیں کرنا چاہتے،
ان کے ذہن میں نماز کی بھی ضرورت ہے، روزے کی بھی ضرورت ہے، وادھائی کی بھی ضرورت
ہے، مگر قلب کی طرف کبھی ان کو توجہ نہیں ہوتی، کہ اس کے بھی کسی مرض کی اصلاح کی ضرورت ہے
یہ نہیں۔ ۹۹

پس سن لیجئے کہ قلب میں بھی کیا امراض ہیں اور ان کے کدو کرنے کی بھی ایک ہی ہی ضرورت ہے جیسے
ظاہر کو شواہد نے کی ضرورت ہے، جیسے کہ میں نے صوفی تقریر سے ثابت کر دیا۔

(وہی ملن ص ۳۱۲-۳۱۳)

چیتا لیسوال اعتراض ظاہر و باطن دونوں کی اصلاح ضروری ہے؟

میں نے تعلیم یافتہ اصحاب کے خیالات بھی سنے ہیں، انہوں نے دین کا خلاصہ ایک نئے فرہیتے سے کیا ہے یہ دعویٰ تو ان میں اور فقراء میں دونوں میں مشترک ہے کہ دین کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور مقصود اعظم باطن ہے، ظاہر کی چنداں ضرورت نہیں اور آگے اس بات میں دونوں متماثل ہیں کہ وہ باطن کیا ہے کہ حقرا۔ نے تو ہر عمل کا باطن الگ نکالا ہے، نماز کا الگ روزے کا الگ اور حج و زکوٰۃ کا الگ جیسا کہ بیان کیا گیا اور ان اسرار نے اس سے بھی زیادہ اختصار کیا ہے، گویا اس کی صنعت بہت زیادہ تھی جی ہولی ہے، انہوں نے مت کا بھی مت نکالا یہ مولوی اور فقراء کو سب کو انمول سمجھتے ہیں، انہوں نے فکر دین کا خلاصہ ایک ہی چیز کو نکال لیا ہے وہ کیا ہے؟ تہذیب اخلاقی بس تمام اعمال تو دین کے لیے ظاہر ہیں اور باطن دین کا اور حقیقت اس کی تہذیب اخلاقی ہے وہ کھلے الفاظ میں کہتے ہیں کہ الٹک، بیٹھک اور مال کا خرچ کرنا اور پیٹ کا ٹنا، جس جس محل کو عبادت کہا جاتا ہے وہ سب باقی اسلام علیہ السلام نے صرف اس واسطے تجویز فرمائی تھیں کہ تہذیب اخلاق حاصل ہو، بلکہ عرب وحشی ملک تھا اور وہاں بیہیت بہت زیادہ تھی، ان کی اصلاح بلا اس سخت گیری کے ہو نہیں سکتی تھی، اس واسطے یہ احکام تجویز کیے گئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت بڑے ریفورمر تھے، ان کی اصلاح کے لیے ایسی صحیح تدبیریں تجویز فرمائیں کہ ان سے بہتر ہوئی نہیں سکتی تھیں اور ہم کو وہ بات بدوں نماز روزہ کے حاصل ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اصلی تھا یعنی تہذیب و اخلاق، کیونکہ ہم تعلیم یافتہ ہیں اور "بیہیت" عرب کی ہی ہم میں نہیں ہے تو واسطے اس سخت گیری کی کیا ضرورت ہے؟ اور یہ بڑی نادانی ہے کہ حکم کی اصل غرض کو نہ سمجھا جائے اور صرف الفاظ پر رہا جائے، جیسا کہ خشک مولوی کر رہے ہیں، کیوں صاحب! کیا دلیل ہے اس بات کی کہ تمام احکام سے مقصود اصلی خطر و شامع یہ اسلام کا صرف تہذیب و اخلاق ہے؟ کوئی دلیل اس پر ہونی چاہیے اور میں دور کی بات کہے دیتا ہوں کہ اول تو دارلحکمیہ سے اس کا احتمال بھی خفی ہے، لیکن بغرض محال اگر اس کا احتمال بھی ہو کہ شاید بھی مقصود ہو تو صرف احتمال پر اس دعوے کی بناء ہوئی دلیل پر تو بناء نہ ہوئی تو کیوں صاحب! ایک دین ہی آپ کے نزدیک ایسی چیز ہے کہ جس میں اسچے مطلب کے لیے احتمال ہی پر بناء کر کے اس سے تسلی کر لی جاتی ہے؟ کبھی دنیا کے بھی کسی کام کی بناء پر آپ یا کوئی عقل مند صرف احتمال پر کیا کرتا ہے؟ مثلاً ایک بہت بڑا مہاجرین ہوں جس کے یہاں بہت دولت ہو اور مر جائے تو آپ اس کے یہاں جا کر

کھیں کہ اس میں سے مجھے بھی حصہ ملنا چاہیے یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور وہی کہے کہ تم اپنے حصے کو تو جواب دیجئے کہ احوال تو ہے کہ میں اس کا حصہ نہیں اور جب میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میں یہ نہیں دیکھتا میراث ملنی چاہیے کیونکہ صاحبو! کیا یہ بات جس ہائے حق؟ اور کیا اس کو میں نہ کہوں؟ یہ کہہ کر وہ پاشا جو آپ کا چچا ہے اس کو آپ میراث سے محروم نہ رہتے ہیں اس حد تک کہ وہاں کو بیٹا بناتا ہے اور انکس تو ہے۔ بیٹا نہ ہو! چند اسی شین کو ترجیح دلی جاتی ہے کہ بیٹا نکلیا ہے اور میراث سے محروم ہونا چاہیے تو کیا یہ بات مان لی جاسکتی ہے؟

دین سے بے رنجی

سہ ماہی! آج سے کہو دیا کے تو کسی معمولی بہہ سکتی ہے۔ بھی حیل پر نہیں ڈالتے اور دین سے یہ حد تک کہ ہمارے میراث کرتے ہیں اور بغیر کر ڈالتے ہیں۔ دین میں تو یہ حالت ہے کہ احتمال کے موقع پر بیٹھ اٹھیں گا پہلا اختیار کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی دوا میں شہبہ جو کہ یہ دوا دلتی ہے، یا کوئی تاج آپ ہے تو اس کو کوئی بھی نہیں لے گا بلکہ اسی کو لینہ کریں گے کہ اس کو وقف کر دیا جائے۔ کوئی بھی دامت اس میں ضائع ہوتی ہو اور اس کے مکان میں رہتا ہو اور نہ کریں گے۔ میراث میں سے کہ کوئی چاہتا ہے اور نقصان نہ ہو جائے۔ واللہ! دین نہ کیا انکی سستی اور بیکار چیز ہے کہ اسے باقی رہے سے لے کر دے کے لیے صرف احتمال یعنی ہے تمام رکان دین کو بدل دلا۔ اس میں احتمال یہ کہ شاید مقصود ان سب سے تہذیب ادا حق ہو اور خلف یہ ہے کہ احتمال بھی مر جوں بلکہ ملو اور علی تراش ہو اور میراثی کا قتل ہے۔ کیونکہ احتمال تو دماں ہو سکتا ہے جہاں حکمرانی طرف سے کوئی بیان نہ ہو۔ یہاں تو صاحب شرع کی طرف سے صاف صاف بیان موجود ہے۔ میراث میراث کی کیفیت اور اس کے کرنے کی ضرورت اور میں پر جواب اور ترک پر وہ دین بیان فرمائی ہیں۔ اگر یہ احتمال بھی کہاں رہا کہ شاید مقصود تہذیب خدائی ہی ہو! یہ تو کھلی ہوئی توجیہ! افسوس۔ سہ ماہی! فرض یہ کہ "تہذیب تو پاؤں لایا ہے جیسا کہ تو کہہ کر سے کہیں کہ انکو لے آؤ اور آئے سے آئے اور کہے مقصود تو کھانے سے تغذیہ بدن ہونا ہے اور وہ انکو میں احکام میں ہے جتنا آئے میں ہے کیا یہ درست اس کی مالک مانی نہیں؟ حالانکہ وہ ایک محصول وہ بیان کرتا ہے مگر جواب میں اس کے بھی کیا پانے کا کہ تو اپنی طرف سے فرض اور مقصود کو تراشیں والا کون ہے؟ کیا وہ نہیں ہے اس بات کی کہ اس وقت ہم کو مقصود تغذیہ بدن ہے؟ ممکن ہے کہ مقصد مقصود ہو جس کے لیے انکو سوزوں سے نہ آئے! خصوصاً جب یہ صورت ہو کہ تغذیہ مقصود نہیں، مثلاً کھانے کا وقت نہ ہو یا ابھی کھانا کھا چکے ہیں یا انکو میں کوئی چیز موجود ہو جس کو طیب نے انکو کھانے کے لیے کہا ہے تو اس کا

دین میں دو لوگ جو افسوسناک ہوئے تھے اور تعلیم یافتہ اور مہذب ہوئے کے مددگار تھے، انھیں بے جا جبراً
 اختیار نہیں کرتے بلکہ ایک سن عزت و احترام پر قطعی مقرر ہو جاتے ہیں اور اپنے بے فکر ہو جاتے ہیں
 دوسری جانب کا (جو درحقیقت راجع اور تعلیمی ہے اور اس کے مقابلہ میں یہ عیش و عشرت و
 فساد ہے) ان کو قتل ہی نہیں ہوتا اس کی وجہ صرف دین کا غیر ضروری کھن ہے اس کا آخری جزو
 سب ہمارے پاس ملے گا کہ یہ کچھ بچنے پر مہموم ہو جائے گا کہ اس کو حاکم میں رہے گا اور اس وقت
 اس کا چھوٹا ہی تارک نہ ہو سکے گا۔

امراء کا حال

غرض اس امراء کے فرقے نے بھی دین کا ایک ست نکالا اور یہ ست اس سے بڑھا ہوا
 ہے جو انھوں نے نکالا تھا، یہ ستہ انھوں نے جو ست نکالا تھا وہ ایک دین کی چیز تو ہے اور انہوں
 سے بھی دنیا کی ایک حقیقت نکالی ہے کہ وہ ست تھا اور یہ روئے ہے، آج کل ہر چیز کی
 روح نکالی گئی ہے، مگاہب کی روح نکالی ہے، چھیل کی روح نکالی ہے، انہوں نے یہ روئے نکالی
 (روحانی نکالی کر دین کی روح ہی نکال دی) تمام دین کی روح نکال دی اور اس نکالی جس کا نام
 تہذیب اخلاقی رکھا ہے، اس کو اور وہ بھی اپنے ہی نزدیک حاصل کر لیا ہے۔ اس کسی عمل کی
 ضرورت نہیں، اگر کوئی کیا بھی تو دنیا کے فائدے کے لیے مثلاً نو ذریعہ بھی تو اس فائدے کی بناء
 پر نہ ان حرکات سے جسم کی ریاضت ہو جاتی ہے، اسی واسطے بھی اٹھک بے تک نہ رہتے ہیں اور
 کبھی اور طریق کی ریاضت نہ ہوئی مثلاً گھوڑے کی سواری کر لی، یا سرکٹ اور فٹ بال کھیلنے یا تو
 اس ریاضت کی ضرورت نہیں رہی، اس کے فائدہ حذف۔

یاد رکھنا کہ کاندھل ہے کہ اس کے واسطے وضو کیا جاتا ہے، اس سے منائی ستمرائی ہو جاتی ہے
 اور صفائی اچھی چیز ہے اور تہذیب میں داخل ہے اور اس طرح اچھے کر عمل کیا یا سائنس سے ہاتھ منہ
 اٹھایا اور بلکہ اور کوششوں میں رہتے ہیں، مگر وہ عبادت کا اہل و نقل نہیں تو اسی صورت میں نماز کے
 واسطے وضو کی کیا ضرورت ہے؟ چنانچہ ایک صاحب ایسا ہی کرتے تھے کہ بے وضو نہ پڑھ لیتے تھے
 اور اگر کسی نے کہا کہ بے وضو نماز نہیں ہوتی تو کہتے کہ یہ اقلوی مولویوں کے خیالات ہیں دو لوگ
 غور نہیں کرتے اور دین کی تہذیب میں پہنچنے، عرب میں جب اسلام شروع ہوا تو انہوں نے بہت تھا،
 لوگ بہت مزدور تھے، یہ تہذیب بھرتے تھے اور میلے کپڑے پہنتے تھے، اسی واسطے وقت کے سینے پانی
 اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قید لگا دی تھی کہ جب نماز پڑھو تو منہ ہاتھ دھو لیا کرو، اسے دو بار منہ دھو
 نہیں لیا ہے، اب دل کی افراط ہے، محنت اعز و دینی کی ضرورت نہیں، ہم کو تھیوب اور بظنون میں

رہتے ہیں، روزِ مہک کا صابن مل کر غسل کرتے ہیں، مگر وہ غبار کا یہاں تک گزر نہیں، بتاؤ! ہمارے بدن پر کیونگ رہا ہے جس کے واسطے بار بار دھوئیں؟ لا کوئی پوچھے کہ ہر روز مہک کو کیا لگ جاتا ہے جس کے واسطے روز روز نہاتے ہو؟ مگر یہ کام تو اس راستہ نے بتایا ہے جس کے حکم پر چلنا، چہ اگر مہک نہیں، یعنی فیشن نے (خود یہ بات بھی نہایت تعجب خیز ہے کہ عرب عموماً میلے چمکے رہتے تھے، یہ دینی بات ہے کہ ان کے یہاں تاریخ کو بڑا دخل ہے اور اس پر بڑی جلدی ایمان لاتے ہیں، تاریخ میں یہ مل گیا کہ عرب میں افلاس تھا، آگے مومنانہ پنی برائے سے تجویز کر لیں، کیا جڑیں نہیں نکلیں یہ بھی ہے کہ اہل عرب سب ایسے حق غریب اور مفلس تھے؟ کیا ان میں عقیم اور صاحب ثروت نہ تھے؟ عرب میں وہ لوگ بھی تھے جن کے یہاں موصوفیہ تھے، تو اگر وضو کی بنا، غربت اور مطلق پرستی تو ان لوگوں کو مستحکم کر دیا جاتا اور صرف غریبوں کے لیے وضو کا حکم ہوتا نیز حضرات صاحب کرام، رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات ابتدائے میں بے شک ایسے تھے، مگر پھر حق تعالیٰ نے تو حالات میں اور دودھانی لٹک ہوئے اور یہ حالت تھی کہ بدن پر بجائے منظر کے منظر خاک مارتے تھے، مگر کیا ہے، سچ نہیں کہیں ہے کہ انہوں نے وضو کرنا چھوڑ دیا تھا؟ پس نہ، نہ آزادی کا ہے جو چاہو کرو جو چاہو کہو، کوئی پوچھنے والا نہیں، چنانچہ وہ صاحب اپنی اہل وقت نماز بے وضو اڑاتے تھے، ایک صاحب نے اور زیادہ ترقی کی کہ نماز بھی نہ ادا کر دی، کیونکہ مقصود یہوں اس کے حاصل تھا یعنی ریاضت جیسے ٹھنڈے کی ساری وغیرہ۔

ایک اور صاحب کا قصہ ہے کہ وہ ایک جگہ مدعو تھے اور بلاے معزز شخص تھے، ان کے ساتھ اور بہت سے اشخاص بھی مدعو تھے، مگر کیا تمام جلسہ انہیں کی وجہ سے سے مدعو تھا اور سالار قافلہ بھی یہی تھے، نماز کا وقت ہوا تو سب لوگ اٹھے مگر یہ ناشائے کسی نے کہا آپ بھی نماز کو چلیں تو کہا کہ میں نماز کو بغیر کھتہ ہوں (نہوڑ بات) لوگوں نے کہا: نماز تو اسلام کا رکن ہے آپ ایں کیوں کہتے ہیں؟ تو آپ جواب میں (توبہ توبہ!) کیا کہتے ہیں کہ میں اسلام ہی کو نہوڑ کھتا ہوں!!

صاحبو! یہ نوبت ہے ان لوگوں کی جو سر پر آورہ کھلتے ہیں اور جن کی عزت کو لوگ انسانیت کی عزت سمجھتے ہیں، اس پر اگر کوئی مدعوئی کچھ کہے تو کہا پتا ہے مولویوں کو تو بس فتویٰ لگانا آتا ہے! مسلمانوں کے کسی ایک فرد کو مشکل سے ترقی ہوتی ہے، اس کے یہ لوگ پیچھے بڑھ جاتے ہیں، بس ترقی قوی: یکہ ہی نہیں کھتے!

صاحبو! یہ کیا انسانی ترقی ہے؟ اب سنیں! کہ اس شخص کے لیے اہل جلسہ میں سے بعض آدمیوں نے یہ تجویز کیا کہ اس شخص نے ایسا ہودہ کلمہ بکا ہے، اس واسطے اس کا باریکات کرنا چاہیے اور اس سے قطعاً حسن کر دینا چاہیے تو دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ ہم کیوں اختلاف ڈالیں؟ اس نے

اندھیاں کی مثال میں نکلتا ہی ہے، لہذا یہاں آپ فرم لیں کہ میں نے اندھیاں سے کبھی ملنے کی
 دہلی کے کھربے پوچھیں کہ ان سے "ادارہ معاملات کے بارے میں" کتنی باتیں ہوئی ہوں گی۔ انہیں یہ بھی
 مذاق کو سامنا ہے کہ ان کے یہاں اہل حدیث کو جس طرح سے "کایت و جود" سے باز رکھتے ہیں۔
 یہ سب کچھ نہیں؟ انہیں اور ان کی اہل گھر کو تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی جتنی بھی کوتاہی کی
 چیزیں ہیں، ان کی ہی ہے ان کی کوتاہی اور ان کی ہی ہے ان کی کوتاہی۔ انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 ناقصہ فکر و چاہیے، حکومت اور سرکار کے لئے ساری چیزیں ہیں، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 یہ سب باتیں اندھیاں کی ہی صورت اور صورت کے لئے ہیں، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 اہل گھر کی اہل میاں و دیہات مسلمانوں میں سے کتنی ہی ہیں۔

ایک لپٹہ

میں نے یہ لپٹہ اور لپٹہ ہے، جو یہ سب باتیں ہیں، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 کہ ایک سبب سے لپٹہ ہے، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 میں نے یہ لپٹہ ہے، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 کہ یہ لپٹہ ہے، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 باتیں تو ان کی ہی ہیں، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی

یہ غیرتی کی منہ

اس سبب لپٹہ اور لپٹہ ہے، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 میں نے یہ لپٹہ ہے، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 کہ یہ لپٹہ ہے، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 میں نے یہ لپٹہ ہے، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 کہ یہ لپٹہ ہے، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 میں نے یہ لپٹہ ہے، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 کہ یہ لپٹہ ہے، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی

باتیں یہ سب باتیں ہیں، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 میں نے یہ لپٹہ ہے، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 کہ یہ لپٹہ ہے، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 میں نے یہ لپٹہ ہے، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی
 کہ یہ لپٹہ ہے، انہیں تو یہ بھی پتہ ہے کہ ان کی

میں لڑائی لڑ چکا تھا کہ میں نے کافر کی وجہ سے بہت لوگ مریں ہیں آنے سے دہکتے ہیں، اگر علماء و فاضلین کو اس میں سے نکال دیں تو ہزاروں آدمی شرفِ اسلام ہو جائیں اور مسلمانوں کی جماعت میں معتزل، مہنہ نہ ہو جائے اور بہت زیادہ حلقی اسلام کی ہو، کیونکہ مذہبِ اہل اسلام ہو جو ۵۰ میں اس سے بھی پہلے ترکیب بنائوں؟ دو یہ۔ پہلے مذہبِ قوموں کا تمام مسلمان رکھ دیا جائے، پھر اہل و عیال کو پھینک کر میں یہ نہ کریں، پس آج ہی کروڑوں کی تعداد کا خاتمہ ہو جائے گا، دنیا میں کوئی قوم اور رہے گی انہیں سب مسلمان ہی ہوں گے۔

صاحبِ ایضہ ان قوم و درمقا، مکی رائے سے نہ معذور محض ان لوگوں کی فہم نے یہ؟ ایک چیز کی ذاتیت اور ارکان موجودگیوں اور جنے سوچو دیکھتے ہیں، کبھی چیز پر ایمان نہ ملے تو صداقت آئے ہیں وراثت کو اس پر صداقت دیکھتے ہیں، یا کسی کے سر کا ٹکڑا اٹک پھینک دیا گیا، یا جس لنگ پھینک دیے گئے اور تمام جسم کی جڑی ہوئی لنگ پھینک دی گئی، اگر اس کل کو یہاں تک قوم سمجھ رہے ہیں، یہ معنوم یہ کون سی معنوم کا مسئلہ ہے کہ وہ خود ہم کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے ورنہ کی ہر چیز کو تو حذف کرنا اور دین سو پروردگار مسلمان ہونے کے مدعی ہیں، یا سورات میں سے کوئی چیز نامور نہیں ماننے، بعد از کی ضرورت نہیں، اس کی حقیقت جسمانی ریاضت ہے، وہ دو طریقہ سے کر دی جاتی ہے، روزِ بدیلت کو نہ دینے کے لیے قہار، اس زمانے میں رہی نہیں، کیونکہ تعظیم کا زمانہ ہے، اسی طریق پر زکوٰۃ وغیرہ سب تہذیب و تمدن کے عہد اور گریز اور حرکات میں سے کسی چیز کو منسوخ نہیں سمجھتے، سود کی حرمت از ادوی، اس کا تو آج کل کچھ زور و شور ہے اور، میں مسئلہ میں ایسی قاطعیتیں دکھاتی ہیں کہ عدلی ہی کر کے چھوڑا ہے۔

غرض و جزائے: میں کو سب کو اٹک کر دیا ہے اور مزاحمت دین کو دین میں، جس کریم سے اور خوش ہیں کہ ہم نہ بدلا رہیں اور ہمیں مسلمان ہیں یہ تو ایدہ ہوا جیسے کوئی اپنے کنبہ و اولاد اور دستوں کو اپنے گھر سے نکال کر باہر کرے اور غیروں کو اور چٹائی ڈالیں، پھر میں واضح کرے اور دیکھ کر خوش ہو یا ہوا، خوش خوش لوگوں کو دکھانا ہوا کہ دیکھو انہا کو گھر کیا آیا ہے، انہی تھوڑی دیر میں معلوم ہو جائے گا کہ کیا آیا ہے؟ جب کہ وہ تیری ٹکانہ بنی کر میں گئے۔

ایک بڑھیا اور شاہی بزرگ

آج کئی فیڈہ ران قوم نے دین میں دو تعزلات کیے ہیں اور انکی خبر خیر علی اس کے ساتھ کی ہے کہ جیسے کسی بڑھیا نے ایک شاہی باز کے ساتھ کی تھی، حکایت اس کی اس صحنے ہے کہ شاہی باز

نزدیک ہوا کے بہاؤ چاہیٹا، برصغیر نے اس کو پڑیا اور میں نے چرچے اور جھگڑے کو دیکھ کر خود کو محفوظ سمجھا۔ آج وہ جھگڑا کہ چرچے کی بجائے ہے، دشمن کی قدر یہ ہے کہ وہ نے ہیں اور سزا بھی ہیں اور میں کو گھر میں لے کر رہا شروع کیا کہ اے بچے! تو کیسے زمین پر بیٹھا ہو؟ "تیرا ہی ٹھکانہ ہی ہے۔" دشمن اسے یہ بات سننے میں اور کہتا کہ "کیسے ہو گا؟" لیکن چرچے میں بھی جی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو ہے۔ ہاں باپ کا بھائی کوئی تیرا خود کہنے، انہیں ہے، جو دشمن کو آواز اور چوہے کو اور سے کرتا اور تم وہ شفقت ہے۔ اس نے وہ کہہ سکتے ہیں۔ لیکن دشمن کا ہے۔ اور چرچے میں تو شہر ہوتی۔

اپنے نزدیک تو بصری نے باہمی خیر خواہی اور ہمدردی کی جھگڑا بچائے انکی ہمدردی ہے۔ جس کو ہر باہمی سرحد سے بے پروا ہو گا۔

میں نے خود بھی زندہ اور زخمی نہ تھا۔ کوئی حاجت نہیں، آج بھی فتنوں سے اور پھر مسلمانوں کے دھوکے سے بچنا ضروری ہے۔ ان کوٹ کا نام ہے یا مانگوان کا نام ہے۔" جب اسلام آباد پر جہاز فتنوں سے، تو کل بھی فتنوں سے، اس کا نام ہی کیا ہے؟ ہمارے ہاں بھی فتنوں سے، جو انہی فتنوں سے تھے، تو انہی سے کہ درحقیقت میں لوگ فتنوں میں، ایسے ہر کام کے لیے تھے، تو انہی سے، ایسے ہر کام سے، ایسے ہر کام سے۔

غرض اس کردار نے (یعنی امر نے) عجیب شہادت عطا کی، اور حقیقت یہ تو میری ہے۔
 باقی اہلک ہیں، مگر تائب ہو گئے، ایسے ہیں، ایک ناسخہ نکال دیا، اور اس کو دین کا مہربان سمجھ کر
 خوش ہیں، کہ وہ دوزخ سے پاویں محفوظ رہیں، بلکہ دوزخ میں داخل ہیں، اور خدا صحت عطا فرمائی ہے، اس کو
 دین کا مہربان کہتے ہیں، اور انہیں ہے کہ یا مومن! تم سب کو حکم ہے، اللہ کی نیا خبر دے، تم انہوں
 نے اس امر کو دین کا یا مومن نکالا، اور دوزخ سے دور رکھا، جس کو میں نے دیکھا ہے۔

عرض کی دو قسمیں جماعتوں۔ نے خواہر کی قسم درست نہیں دیکھی بلکہ یہ حدیث اس پر رد کردہ ہے اور یہ وہی ہے کہ ظاہر بھی مقصود، غلط ہے۔ لیکن حضور و قلب کو شرط کیا اور اس کے لیے چنانچہ فرماتے ہیں۔
 "وَاللَّهِ لَا مَسْجِدَ إِلَّا الْمَسْجِدُ الَّذِي فِيهِ خُصْرُ الْقَلْبِ"۔ یعنی جس میں خسر ہو۔
 یہاں دعا عمل ہے اور اس کے لیے شرط خسر یا ہے حضور و قلب اور ظاہر ہے (یعنی اگر میں خود پر بھی
 تیر چکا ہوں کہ شرط میں جہت الشریعہ قائم ہوئی ہے۔) آپس میں ملو ہوا کہ اصل مقصود دعا ہے اور حضور
 و قلب اس کے تابع ہے۔ اس کو دوسرے مقصود میں جس کی شرط میں کہ اصل مقصود عمل ہے اور
 ہاں میں اس کے لیے شرط اور اس کا تابع ہے۔ میں سے ان دونوں مقصودوں کے اس خیالی پر رد ہو گیا
 کہ اصل مقصود ہاں ہے۔ یہ تحقیق تو نسبت میں ہے نہ ہر دو اہل علم کی مشیت سے ہوئی وہ عملی صورت پر

سمجھئے کہ اس میں فلسفیانہ رائے وہ ہے کہ ہر چیز کی ترقی عمل سے ہوتی ہے، یہ یہاں مسئلہ ہے کہ اس کی آج کل کے لوگ تہذیب سے ماننے ہیں، کیونکہ ترقی کا مدار اسی پر ہے، مگر ترقی ہی ترقی کا تو جملہ ہر چہ اہل طرف عمل ہے، سوسپ کو معلوم ہوا کہ خیال باطن سے اور عمل ظاہر اور ترقی صرف خیال سے نہیں ہوتی، چنانچہ لکچر میں برابر لکھا جاتا ہے کہ ترقی کے لیے ہاتھ پیر ہلاؤ، مگر صرف خیال سے کچھ نہ ہوگا، عمل کر کے دکھاؤ، عملی حالت بدل دو، تب تو بخشتی سے نکل سکتے ہیں اس کے میدان میں آؤ گے، اس کی بناء پر اسی بات پر تہہ ہوتی کہ ترقی عمل سے ہوتی ہے، مگر صرف خیال اس کے لیے کافی نہیں، مگر یہ ضرور ہے کہ عمل اس خیال ہی سے پیدا ہوتا ہے اور خیال کا وجود عمل سے پہلے ضرور ہی ہے کیونکہ اعضا، جنم ہوتے ہیں غلبہ کے اور قلب میں ایک بات مرتبہ خیال میں پیدا ہوتی ہے، تو اس کے بعد اس کا معلقہ مرتبہ فعل میں اعضا، سے جڑے ہے، کہ ان میں مدعیان سائنس اور مدعیان تعلیم؟ ذرا اپنے سائنس ہی کے مسئلہ میں غور کریں کہ ہر فعل کے وجود کے لیے دونوں باتوں کی ضرورت ثابت ہوتی، خیال کی بھی جس کو دوسرے لفظ میں باطن کہہ سکتے ہیں اور عمل کی بھی جس کو دوسرے لفظ میں ظاہر کہا جاسکتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ ان دونوں میں سے کاوا د اصل چیز جس سے شرعہ مرتب ہوتا ہے، وہ عمل ہے، یعنی ظاہر نہ کہ خیال باطن، مگر بچ باطن کے وجود کا ہر ضمیمہ ہو سکتا ہو، اس کی مثال پھل اور گھٹلی کی ہے، مثلاً آم ہے۔ آم کا پھل ہے نہ کہ گھٹلی، مگر وجود پھل کا مقوف ہے، گھٹلی پر تو جس کو آم کہا جاتا ہو اس کی گھٹلی سے بھی نریر نہیں ہو سکتا، بلکہ ہول کا معلقہ ہی سے چڑے گا مگر مقصود بالذات اور کام کی چیز پھل ہی ہے، جیسے کہ سب جانتے ہیں۔

ظاہر و باطن

تو ان لوگوں کی مثال جو محض باطن کو مقصود اعظم قرار دیتے ہیں اور ظاہر کو نہیں سمجھتے ایسی ہوگی کہ ایک شخص نے گھٹلیاں لڑ کر و بھر کر جمع کر لی ہیں اور خوش ہو کہ ہر رے پاس آم ہیں اور ہم آؤ مکھاتے ہیں اور جب کوئی اس پر اعتراض کرتا ہو تو جواب دیتا ہو کہ میاں اصلی چیز تو یہی ہے اس کے بغیر تو پھل کا وجود ہی نہیں ہو سکتا!

صاحبو! یہ دلیل تو ٹھیک ہے مگر کیا کوئی اس کو اس دلیل کی را سے آم کھانے والا کہہ سکتا ہے؟ حاشا وکھ! آم کی ان کو خوشبو بھی نہیں آتی اور بوجہوں سے حق تو اصل یہی ٹھہری کہ با مقصود ظاہر ہی ہوا کہ وہ وجود میں مقوف ہو یا باطن ہوا، یہ بیچنے سائنس کا وہی مسئلہ ہے کہ ترقی کا مدار عمل پر ہے، اگر خیال کافی نہیں، مگر عمل کا وجود خیال ہی سے ہوتا ہے، ورنہ نرا خیال تو فتح چلی نے

درہائی طاعت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور جماعت نام ہے مل کا جس میں۔ طہن کے علاوہ بھی آسمان میں
میں مل نہیں ہوتا اور سید بھی نہیں ہوتا۔

(ابن عربی، ۲: ۴۶)

چھیا جسواں اعتراف۔ طہیت بے شعور کو نہ مل ماننا سراسر حماقت ہے!

معاذ اللہ! میں اب تک اختلاف ہے کہ عقل جو بر مجرد ہے یا جو بر مادی ہے؟ اور یہ نفس، عقل کے
علاوہ کوئی چیز ہے یا خود نفس ہی کا نام عقل ہے؟ یہ عقل کا ہم ہے یا مجرا اس کو احکام خداوندی میں
محرمت کو کیا حق ہے؟ جو اولیٰ نفس کے بہت ضعیف ہیں وہ ہر وقت نہ سہ پریشان ہیں ہر چیز کی نہ
در یافت کرتا رہتے ہیں مگر بعض جگہ کا زنی اتک چلی ہے اور نولی بات نہیں مانتی اور یہاں پر
اسباب و احساں معصوم کی ہوا ہے ہیں وہ بھی تعینا اور انکس سے زیادہ واقعت میں رہتے اور اس
آندھی آتی تھی، میں کہہ رہا تھا کہ عقلاء کے نزدیک اس کے بھی جھڑا اسباب ہیں تو کہنا اسباب
میں تصرف کرنے والے اور اس کو تو ہیں۔ آخر بہت سے اسباب ہیں یہ تصرف کے مدعی ہیں۔
آندھ کے اسباب میں اسراف تصرف کرنے کے دکھائیں اور حال سے غافل نہیں یا تو اسباب اختیار
یا غیر اختیار کی اور اختیار کی میں اور یہ قابل تصرف نہیں تو معلوم ہوا کہ آندھی کا آلا اور اس کا روکن
کسی کے اختیار میں نہیں ہوتا پھر خواہ مخواہ اسباب کا نام تیوں کرتے ہیں یا صدقہ طری ساف
کیوں نہیں کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے فضل سے آندھی آتی ہے اسی طرح زلزلہ آتا ہے اس کے
لیے جس ان کے نزدیک یا کچھ اسباب ہیں تو ذرا ان اسباب میں تصرف کر کے زلزلہ کو روک تو دیں۔
میں جیجوں کا ان کو تجربے سے علم ہی ہو چکا ہے ان کے بعد لم معصوم نہیں، مثلاً زلزلہ سے پہلے جتنا
طہیت کی غافل جذب زلزلہ ہو جاتی ہے، ذرا اس کی لم تجھے کوئی تلاوت کہ آفر زلزلہ میں وہ
تا ناٹھتی کی قوت میں تعلق کیا ہے؟ زلزلہ سے اس کی قوت جذب کیسے زلزلہ ہو جاتی ہے؟ کوئی
مغض اس کی عمر جان نہیں ترکتا! نفی انکس چھ بات گھڑ دینا تو ایک کو تو سران ہے، لم تو وہ ہے جس کو
اس میں قبول کرنے، وہ گھڑ گھڑ کر دینا کر دینا کیا مشکل ہے؟ مگر وہ لئی تو لم ہوئی پیسے بھڑ
لوگوں نے پیسے کے بدلے پر تھکاوت کی جب یہ بتائی ہے کہ وہ دعوپ میں بیانی دار و دست کے نیچے
بیٹھتے تو اس نے جہاں دعوپ پڑی وہاں سے سفید ہو گیا اور جہاں سر یہ پڑا وہاں سے سیاہ ہو گیا،
بھلا کوئی ان سے پوچھ کر اس پیسے کے بدلے کوئی پکا گھڑی کہ ہر روز ایک حق جگہ میں کھینک سکتا تھا
اور آہستہ آہستہ دعوپ سے سایہ میں اور سایہ سے دعوپ میں اس طرح جتنا کہ بدن پر توں گوں
کی نشانات پڑیں، کوئی نشان مرگ، یا شعلیں، مثلث، یا مکعب نہ ہوا کیا کہی۔ لہذا کو یہ بات لک

ہزاروں مربع جھنڈا بکھار ہوتی ہیں، اٹلائے، یہ فتنہ چھان میں ہے، ادا شخص جو بھی اس سب کو قائل
مانا ہے، کئی ضحیت کو بھی بخت و ثنائی کو، موجد ان اسباب پرستوں کی پریشانی کو سمجھ کر یہ سنا نہیں
ہے۔

اور ہمارے ہمارے

دین : لا مروت

نہ کہ سادات و شعری جمیعاً

کذا لکن لم یعمل الفرج جمیعاً

ادان سب ادا ہے، دروغی پر است مارتا ہے، در ایک خدا کو قائل مانا ہے اور اسباب پرستوں
سے کہتا ہے کہ تم ایک خدا کو چھوڑ کر کبہ مارے مارے پھرتے ہو، اچھوڑو، ان خرافات کو دور یہ نہ ہے
واقعیہ و گروہ۔

مصلحت دیدن آنت نہ یران ہم کار

نگارند و خرم طرہ یاری میگرد

اور مولانا جانی دہلوی فرماتے ہیں

شمیل آواز در ملک یقین زن

نوائے ما حب آظلمین زن

کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ سباب اس کے قبضہ میں ہیں۔

خاک و آب و قعر بندہ اند

یا مگر تو مراد با حق زندہ اند

و آئی موجد سے بڑھ کر کوئی جھگڑا نہیں، پھر مشرکین کے بعد یہوں ویسے ہیں کہ ان میں ہر
قابلیت ہے، وہ ایک کی عبادت دوسرے سے چھپا کر کرتے ہیں، کہیں وہ یہ معلوم کر کے دوسرے
کے پاس بھی جاتا ہے کہ باخوش نہ ہو جائے۔ (تقلیل التحدیث، ج ۱۱، رصطہ: ۲۰۲۱)

خدا کے منکر

آج کل کے علماء جو ایسے بد مذہب ہیں کہ خدا کے بھی منکر ہیں، اس کی ادنیٰ مثال ہے جیسے آپ
چراغی اپنے افسر سے تحوا، بنانا، مگر تحوا لینے کے بعد آج ہے کہ میرا کوئی افسر نہیں نہ مجھے کوئی تحوا
دے گا، بلکہ زمین سے خود بخود پیدا ہو جائے ہیں اور ہوا سے اڑ کر میرے ہاتھ میں آ جاتے ہیں۔

”سنا۔ جمید یہ“ میں سوچا اور بڑی کے مثال ایک مشکو کے پیرائے میں خوب سے ایک
 مودود اور سب و بڑی کسی جڑی میں کئے وہاں ایک مکان نہایت خوبصورت، شکمہ، بڑا، دھواں
 جس میں ایک طرف کھانے کا کمرہ ہے جو طرعی فروش ہوتا چلوں۔ یہ جو ہر ایک حرف سونے کا
 کمرہ جس میں ہمہ و ہمسایاں بھی ہوئی وہ سبھی پیچھے لے ہوئے ہیں ہر طرف میں ہوا کے لیے
 وہ خدعات ہے جو ہے ایک طرف، بٹے لگا ہوا ہے جس کے درخت نہایت قرینہ سے لگائے
 گئے ہیں، ایک طرف خوش بٹا ہوا ہے جس میں ہزاروں سے بہت پائی آتا ہے مودود نے اس مکان
 کو دیکھ کر کہہ دیا کہ اس کا بٹے والا بڑا ہی صانع اور بہت ہی مارتہ جس نے نہایت عمدگی اور سببوں
 اور خوبصورتی کے ساتھ اس مکان کو چتر کیا اور بڑی سے کہا اس کا بٹے والا کوئی نہیں ایک عربت دراز
 سے بارش ہوئی ہے وہ سے زمین کی مٹی جڑی، پھر اچھوٹے پختہ انیس بن گئیں۔ پھر ہر اسے از
 ذکر وہاں انیس اس جگہ بھی ہو گئیں پھر ہر اچھوٹا اور ان کو اوپر پیچھے کر دیا اس طرح وہ پوئیں بن گئیں،
 پھر پھر ان سے پھر کر کے اور ہونے ان کو ان کے یہاں کھڑا کر دیا۔ اس سے ستون بن گئے، پھر
 درختوں کے لڑیاں ہوا سے ٹوٹ گئیں، وہ ذکر یہاں پختہ کی صورت میں قائم ہو گئیں اس طرح
 اس نے سارے مکان کو جو اور چھوٹے سے تیار کر دیا میں آپ اس سے پوچھتا ہوں کہ بٹا ہے ان
 میں سے کدو کا کون ہے اور وہی کون ہے؟ یہ تو وہ چھوٹے۔ ان کے کدو کا ہے جو ایسے مکان کی قیمت یوں
 کہتا ہے کہ خود تو اتنا دیتا ہوں۔

اسی طرح سمجھ لیجئے کہ جو آسمان و زمین کی اتنی بڑی عجیب و غریب مخلوقوں کو کسی صانع
 ہی بنائی ہوئی نہیں مانتے ہمارے نزدیک تیار ہوتے ہیں وہ یہ خوف ہیں یا نہیں؟ تو یہ ان کی حکمت اس
 حکمت سے پھر بھی، یعنی مٹی و نونک خدا کے ڈھانکے تھے اور اہل سائنس و فلسفہ کہتے ہیں کہ
 اس کے بھی منکر ہیں اور سائنس والوں میں سے جو مسلمان خدا کے قائل بھی ہیں ان کی بھی اس
 ادنیٰ ہے، اور ان کا خدا کو ماننا ایسا ہے جیسے کوئی شخص کسی سے پوچھتے کہ تو نے، و شاہ کو دیکھ
 ہے؟ وہ کہے کہ ہاں، دیکھ ہے اس کے ایک ہونڈ بھی اور ذرا سا سر تھا اور آنکھیں بھی تھیں، تو
 پہلا شخص یہ ادعا صاف سن کر کہے گا کہ حکمت تو نے بادشاہ کو نہیں دیکھ، نہ معبود کسی بادشاہ کو یہ ہے،
 بادشاہ تو ایسا بہ صورت نہیں ہے۔

سائنسدانوں کا حال

یہی حال ان سائنسدان مسلمانوں کا ہے جو خدا کے قائل ہیں، مگر اس کے کمالات کے منکر ہیں
 جن میں سے ایک بڑا کمال یہ ہے: ”محفل مابینہ و محکم عابد“ ”میرے لوگ کہتے ہیں کہ

پس خدا نے عالم کو پیدا کر کے طبیعت کے سیر و سر را کا حکم دیا ہے۔ اب جو ہر شے کا سبب طبعیہ سے ہوتا ہے، خدا تعالیٰ کے ارادہ کو کچھ دخل نہیں، مگر یا خدا نے ٹھنڈی مٹی میں کوک بھردی ہے، اب اس کے چلنے میں فراخاں اور بال کافی کی طاقت کو دخل ہے، خدا کو کچھ دخل نہیں، اسی لیے یہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں گھڑا رہے کہ انکار کرتے ہیں کہ وہ کب بھلا کیونکر ٹھنڈی ہوئی؟ یہ تو قانون طبیعت کے خلاف ہے، بھلا جی اسرائیل پر پیاز کیونکر ملتی ہو گی؟ اور ایک ذرا سے پتھروں میں سے بارو چھسے کیونکر پہنے گئے؟ یہ قانون فطرت کے خلاف ہے، ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کو قانون فطرت کے تابع بنا دیا۔

موجودہ جتنا ہے کہ نہ معلوم تم کس عاز کو خدا سمجھتے ہو؟ خدا تو ابدی عاجز نہیں، اس کی قربانان یہ ہے کہ یہ بھی اس کے حکم و ارادہ کے خلاف نہیں اس سبب اور اگر وہ چاہے تو تمام خاصہ کی خاصیت کو دم بھر میں بدل دے۔

پھر ان اوصاف کے ساتھ ان کا یہ کہنا کہ ہم خدا کے قائل ہیں، وہ یہ جیسا کہ اس شخص نے کہا تھا کہ میں نے بارشاہ کو دیکھا ہے، اس کے ایک سواڑھی اور آنکھیں لہر لہر کرتی، مگر میں بعد ان کا فرست گئیں کے کہیں کہ ان کے اقوال۔ عہ صرف خدا کا انکار لازم آیا ہے، اعتراضی نہیں پایا گیا اور لازم کفر نہیں، مگر کفر کفر ہے، اس لیے ہم یہ مسلمان کو کافر نہیں کہتے۔

ایک اور طرح کی بات سنئے، جب اہل سائنس نے خدا کا انکار کیا اور طبیعت کو تو عمل، قانون کو اس کی بھی فکر ہوئی۔ اسباب طویہ کے موافق انسان کی جسم دوری منت کی جائے، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا خدا کے ہاتھ سے پیدا ہونا تو ان کو قسم نہیں ہے تو انسان کی عقل سے مجید ہے تو ذراہوں کو یہ بہت بڑا کہ انسان کی اصل بند رہے، بندہ توئی کر کے نہ ان بن گئے، وہی کا نام مسئلہ ارتقاء ہے اس پکار سے کو اپنے منہ میں تمام حقائق میں بندہ بن نظر آیا جب کوئی اس قول کی تردید کے روپے ہوتا ہے، اس نیتا ہوں کہ اس قول کے انکار کی ضرورت نہیں، اس کو اپنے نسب کا حاکم سے زیادہ معلوم ہے اس لیے وہ اپنا نسب بیان کرتا ہے، وہ بندہ رہی کی نسل سے ہوگا اور ہم کو اپنے نسب کا حاکم سے زیادہ معلوم ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں، تو تم ان بات کا انکار کیوں کرتے ہو؟ وہ چارہ تو اپنا نسب بتا رہا ہے، اتھوہ کے نسب تمہوہ واقع ہوا ہے، اور جس دن وہ مارا ہوا دے گا ہم کہہ دیں گے، صاحب مہیت اور رب بدیعہ، تمہوہ والوں کو اپنے گھر کی خبر دوسروں سے زیادہ ہوتی ہے، اس لیے ہمارے نسب کی خبر تمہوہ کو ہم سے زیادہ نہیں ہو سکتی، ہمارے پاس اپنا شجرہ نسب آدم علیہ السلام تک محفوظ ہے، تمہوہ ہمارے نسب میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں، ہاں تیرے پاس شجرہ نسب محفوظ نہ ہو تو تجھے اختیار ہے، جس سے چاہے اپنے نسب

ماٹے۔ (بھیولن نسب یہ نہ کرے تو اور کیا کرتے؟) (مع)

یہ ساری خرابی طبیعت کو قائل ماننے سے، زہم آئی، خدا کو مان لیتے تو اس بلکڑے میں نہ جھکنے
یہ ان سائنس دانوں کا حال تھا، جو خدا کے منکر ہیں، اب ان سائنس دانوں کا حال سینے جو رہے
نام نہ نہ کہے قائم ہیں۔

ایک صاحب علم کا قصہ

ان میں سے ایک صاحب علم کا قصہ ہے کہ جب انہیں نے دیکھا کہ قرآن میں حضرت آدم
علیہ السلام کا قصہ، ارواح کی تحقیق سے متبادلاً ہے تو وہ بے شاید و پید، ہندو جس نے انسان کی
طریق سے پہلے ترقی کی ہے (نمودار) حضرت آدم علیہ السلام ہی ہوں، واستقر اللہ استغفر اللہ!
میرے تو دوست تھے کھڑے ہوتے ہیں، اس بات کی نقل سے ان لیے میں نے کہا تھا کہ یہ تو اپنے
آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور خدا کا قائل ہوتے ہیں، یہ کس طرح داری سے سورہ شہادت میں یہ خدا
کے قائل نہیں، بظاہر دونوں کو تو اس قوس پر اس بات نے مجبور کیا تھا کہ وہ خدا کو قائل نہیں ماننا،
طبیعت کو قائل، مانا اور طبیعت و خدا ترقی نہیں کر سکتی، تو یہ کیا ترقی کر رہی ہے کہ پہلے جسم، بعد
میں سے ترقی کر کے بیواہت کی صورت اختیار کی، پھر اس سے ترقی کر کے ہمارے سر پہ کی صورت اختیار کی، پھر
اس سے ترقی کر کے بیواہت کی صورت اختیار کی، پھر بیواہت میں سے کسی نے ترقی کر کے انسان
کی صورت اختیار کر لی، مگر وہ جو شخص خدا کو قائل ماننا ہو، اس کو اس قول کی طرف کس چیز سے متصف
کہہ؟ اس کے نزدیک اس میں کیا اصول ہے کہ خدا تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے کو سنی اور
پانی سے بنا کر انھیں اس کو انسان بنادیں، اس خاتم کو؟ ارواح کی تعلیم پر کس بات نے مجبور کیا کہ وہ
خدا کو خود ایک نبی کی توحید پر آمادہ ہوتا ہے؟

پھر اس میں علامہ توحید نبی کے یہ خرابی ہے کہ پہلے ارواح کی توحید پر بھی مانا ہے، کیونکہ
و ارواح اس کا قائل نہیں ہے کہ: جیسا کہ اس ایک ہندو ترقی کر کے انسان ہوا جس کی نسل میں یہ
سب انسان ہیں وہ کہتا ہے کہ جس وقت ہندو کی طبیعت نے ترقی کی ہے تو ایک خاص وقت ہر جگہ
بہاروں و سحر ہندو کی بنا گئے اور یہ سب ایک کی نسل سے نہیں تو اس شخص نے ارواح کی تعلیم
میں قرآن کے اندر تحریف کی اور وہ تجزیہ بھی ارواح کے یہاں قبول نہیں تو اوپر سے بھی گئے،
اوپر سے بھی گئے۔

نہ خدا ہی نہ نہ وصال صہم!

نہ دھم کے رہے نہ اوپر کے رہے

ہاں یہ لوگ ایک خدا کو چھوڑ کر کئی دہاڑے روئے پھرتے ہیں؟ موجود کو ایک خدا سے تعلق ہے۔
روح اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا واسطے اللہ ہے اس لیے
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار میں غلطی نہیں ہو سکتی، آپ کی شان یہ ہے:

حکمت اور عفت اللہ پر
مُرچہ از علقوم عباد اللہ پر

موجود کا حل

اس سوچ کو اپنے تصور پر اطمینان ہوتا ہے اور کہوں نہ ہو؟ وہ طوطی الہیہ زبان بخش ہیں۔ موجود کہتا
ہے کہ ہر چیز ناقص خدا ہے۔ خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کر کے انسان بنا دیا۔
اس کو کچھ ضرورت نہیں کہ اپنے آپ بظاہر یا سوسے مارے۔

خدا اپنے ناقص بنانے میں کسی راستہ ہے کہ شہزادوں سے نجات دلائی۔

یہ تو سچی راستہ ہے اور زندگی میں رستہ یہ ہے کہ خواہاتہ چھوٹا کب میں موجود مستحق و متعین
ہوتا ہے وہ کہتا ہے: "قُلْ لِّسَّ شُعْبَا الْاَنَا شَيْءٌ مِّنْ شَيْءٍ لَّا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ"
موجود سب سے بڑھ کر وہی چیز آگے لگا جو خدا نے مقدّر کر دیا ہے اس کے خلاف ہرگز پیش نہیں آ سکتا
اور حق تعالیٰ ہرے آگے اور مومن ہیں، ان کی طرف سے جو کچھ پیش آئے گا اس میں دست و پست
ہی ہوگی، اس لیے خدا تعالیٰ ہی ہر دور و مسلمان کو کرنا چاہیے۔

پلائیے، جس کا یہ اعتقاد ہو وہ صاحب میں کب پریشان ہو سکتا ہے؟ اور کب پر جب کوئی
مسمومیت آتی ہے تو اس کی پریشانی کی کوئی حد بھی نہیں رہتی، کیونکہ اس کو اسباب پر موقوفہ و
اسباب اس کے مخالف اقواب اس کے پاس کوئی سہارا نہیں اور موجود کو خدا پر اعتماد ہے اور خدا کو وہ
ایمان تھا جس جتنا جگہ کوئی اور آقا سمجھتا ہے اس کو اسباب کے مخالف ہو جائے گا۔ یہ امید ہے
کہ شاید حق تعالیٰ اسباب کو خد کو موقوف بنا دیں اور اگر اسباب مخالف ہی رہے اور اس کو نہ کالی بھی
ہو جائے تب بھی وہ افس ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خدا کی طرف جو بات بھی آتی ہے اس میں خیر
ہی ہوتی ہے۔ پس اس صورت میں اگر دنیا کا عنصر یہ تو میری آخرت کی ترقی ہوگی، نہ کہ اس کی
تشریف دہی۔ "اَلَا حَسْبِيَ الْاَلٰہُ"۔ "موجود کے لیے کونسا عیب بھی نہ ہوگا ہے اور کیسے
سے بھی خوش ہوتا ہے، جیسے چور ۱۱ چھوٹے کے وقت تو پریشان ہوتا ہے اور اس وقت اس کو بہت
تکلیف ہوتی ہے مگر بعد میں اس کو بخیر رہتا ہے"

جزا کہ اللہ کے چہرے پر کردی

مرا دھان چاں ہمارا کردی

وہ کہتا ہے کہ اس ماں کا خدا بھلا کرے جس نے دورہ چھڑا کر مجھے اس قابل کر دیا کہ آج میں پادرو
زور و قور و اور کیا بکھار پائوں! اگر دورہ ہی پیتا رہتا تو یہ تیس دن نہ تھا میں کیونکر ٹھہرتا!
اسی طرح سوچہ کہ مصیبت کے وقت مولا ہر میں تکلیف ہوتی ہے، مگر تکلیف کے بعد جب اپنی
ترقی کا احساس ہوتا ہے تو وہ خوش ہو کر یوں کہتا ہے

ما خوش تو خوش ہو رہا ہوں سن!

دل فدا ہے یار دل کہ بھان من!

اور سوچہ عارف کو تو میں مصیبت کے وقت اس کی شکستیں اور اپنی ترقی محسوس ہوتی ہے اس لیے
وہ تکلیف بھی لذت سمجھتا ہے اور سب سے بڑھ کر مصیبت لوگوں کی نظر میں "موت" ہے یہ فتنی
الوصاف ہے کہ وہ تمام مصائب کا انتہائی درد ہے اور اسی کے اندیشہ سے آدمی تمام مصائب سے
گھبراتا ہے مگر عارف سوچہ کے نزدیک یہ بڑا کچا لنگی شیریں ہے وہ کہتا ہے:

غم آں روز آفریں منزل ویراں برم

راحت چوں غم و زچے چاہاں برم

نہ کہد کہم کہ مر آید ہر آں غم روزے

دور میکہ شادوں و غزل خواں برم

(پینا صفحہ ۱۳۳ ج ۲ ملخصاً)

سینا لیسواں اعتراض... مولوی لوگوں کو کافر بتاتے ہیں!

یہ لوگ ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ مولوی لوگوں کو کافر بتاتے ہیں۔ میں اس کے جواب میں کہتا
ہوں کہ مولوی بتاتے ہیں کہ کافر بتاتے ہیں، یعنی جو شخص دھرم سے کافر بن جاتا ہے، مولوی
اس کے کفر کو ظاہر کر دیتے ہیں، جیسے کسی کے کپڑے میں پاختانہ لگا ہوا ہو اور دوسرا شخص اس سے کہہ
دے کہ آپ کے کپڑے میں پاختانہ لگ رہا ہے وہ اس کو موصیجے تو کہے! اس نے پاختانہ لگا یا
پاختانہ لگا ہوا بتایا۔ پس آپ کامو لوگوں پر مغل ذالیہا ہی ہے جیہ وہ شخص جس کے کپڑے میں پاختانہ
لگ رہا ہے، اتنا نے اسے کوہ کھانے گئے، وہ صاحب قم، رستہ بس میں پاختانہ لگاتے ہو،
وہ کہے گا: خوف! میں نے لگا یا نہیں، نہ میرے پاس پاختانہ موجود ہے جو میں لگاتا تو تے خود اپنی

ہے احتیاط علی سے لکھنا سے کیا ہے اس سے تو بچے اعلان کر رہی ہے۔ کہنے ان دنوں میں کون
حق پر ہے؟ دیکھو کافر بننا تو یہ ہے کہ کسی کو کفر کی باتیں کی جائے، ایسے مسلمان بنانا یہ ہے کہ کسی کو
اسلام کی باتیں کی جائے، تو جس طرح ہم کافروں کو اسلام کی باتیں کر کے مسلمان بناتے ہیں، ایسا
ایسی طرح کسی مسلمان کو بتائیں کفر کرتے ہوئے آپ نے کسی مروجہ دینی دیکھا؟ کبھی نہ دیکھا ہوگا؟ پس
یہ وہ بالکل ضد ہے کہ مولوی کافر بناتے ہیں، جملہ میں کہہ دو کافر بناتے ہیں۔

(تفصیل انشاء اللہ مع ال۱۱۱ مسئلہ ۲۶)

از تالیق سوال: اعتراض عقل ہماری اتنی خیر خواہ نہیں ہے، جتنی

شریعت خیر خواہ ہے!

آج کل ہر بات میں عقل پرستی کا دور ہے، ہر معاملہ میں اسی کو فیصلہ کے لیے حکم دیا جاتا ہے، حتیٰ
کہ شریعات میں بھی اور شریعات میں سے عقائد میں بھی اور پھر عقلی دلیلی اور وجودی کے معاملات
میں بخیرین کھائی جاتی ہے، تعجب ہے کہ کتنے غلط کیا ہے، ایسے عظیم فیصلہ کے لیے اور عقائد
جاتی ہے کہ عقل کے موافق احکام ہونے تو خوب ہوتا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ عقل
تسلیمت ہوتی ہے، نہ خدا اور خود دوسرے دیکھا جائے تو عقل، ایمانی دینی خیر خواہ نہیں، جتنا شریعت خیر خواہ
ہے، دیکھتے ہیں ایسی مقام پر عقل کا فتویٰ تو یہ ہے کہ اعتقاد تصدیق ۱۰۰ فیصد دینی ہو، ایک ساعت بھی
فحشاء ہرگز نہ ہو، جیسا کہ آپ بزرگ علیہ السلام فرماتے ہیں

ہر گنہ غافل از حق یک زمان مست

در آں دم کافر است اما منہوں است

یہاں کافر سے کافر اصطلاحی مراد ہے، یعنی عاقل کا دل کے مقابل اور کائنات بھی کیا ہوتا ہے
اکسیرجہ کے دورے میں پہنچے ہوا ہو، کیونکہ کمال کے بھی درجات مختلف ہیں، ہر ایک ایک کمال کا ہے
اور ایک کمال کا اور پھر اکسیرجہ کے بھی مختلف درجے ہیں۔

خدا یہ ہے کہ جو حق تعالیٰ کو براہ راست دیکھے وہ عاقل کا دل ہے، اس کے مقابل میں جو شخص
براہ حق میں غفلت کرنے سے استغناء کو فراموش کر دیا ہے، اس سے عقلی اور فطری کافر نہیں، خواہ غلط
حال ہو جو اعتقاد ہے کہ اعتقاد دانا ہو عقل نامی ایسی اعتقاد ہے تو شریعت مقدمہ نہ جاتی اور محض
عقل ہی حاکم ہوتی تو وہ سب کو ماضی قرار دیتی، شریعت مقدمہ نہ کرتی، حمت فرمانی کرتی ہے کہ

انہوں کو جانتے رہے کہ اگر وہ سقمہ بنی لوگی جب کہ نیکو رہے تو سقمہ بنی گا کہ نہ مستانہ بنی گا اب
جائے افضل نہ پاؤں نہ ادا ہوئی خاطر یہ مقدمہ یہ یہ من مصلحت پرستوں کو غلط فہمیا جس پر سقمہ
نہیں ہے اور مصلحت کو شریعت پر ترجیح دیتے ہیں۔

[illegible]

انتہی سوال اعتراض: کفار کمال دہلیز حلال نہیں ہے!

تو حاکم ہندوؤں کا زور ہے حتیٰ کہ انہیں مجسمہ کوٹے کے میں خواہ وہ چاروں ہندوؤں کا۔
تو شاہ کوئی ایسا ہی مجسمہ یوں بنے گا کہ وہ چھوٹے میں تو اس کی قید ہے تو مسلمان کا مال تو وہ ان
میں قید ہے جس میں مجسمہ بنایا گیا ہے اور چاروں ہندوؤں کا مال ہے اس سے پہلے
تو وہ میں ہے کہ اس کے لئے کہ وہ مسلمان ہی نہیں ہے، غرض مسلمان کہ ہاں میں
خواہ میں کے ہاں مجسمہ ہے وہ اس کو اس کے ہندوؤں کے میں کہ ہم ہندوؤں
ساز حق ہندوؤں کرتے ہیں۔

یہ سادہ سی بیانیہ خود قلم میں بحث ہے۔ غیر جنس نے حق و رسول کرنا ہمارے پاس نہیں آتا۔
 بہت بہت لوگ اس جگہ مسلم کی قید، غیر نرجس میں سمجھتے ہیں کہ کافروں کو بول چال چاہئے میں مصداق
 انجیل ہر مفسر، انجیل اور پرستار الحق کو نہ دہو کیونکہ خطیبہ علیہ السلام نے مسلم کا نام نہ لیا
 ہے انجیل اور ۱۰۱

اس کا جواب نامرتوبہ ہے کہ یہ قید انتہائی ہے۔ وہ جو مسلمانوں کو مساجد، مسلمان عورتوں سے
 ملاقات سے روکتا ہے، اور ان کے لیے ہر طرح کی سزا کا بھی ملال نہیں۔ چنانچہ ان کے خلاف ہمارے
 مقصد میں ان کو جیل بستیہ میں رکھنا اور اس میں قید ہے۔

وہاں جو طیب غنیمت ان غمزدہ دل کے لیے شریفیہ

امر و سرانجام یہ ہے کہ کافر ای ورنہ فرسٹم حقوق بخیر اور محبت سے میں شریعت میں مسلمان
ہے۔ "ہم انسان عظیم و اعلا۔" "لہذا کفر کا سبب کام میں ہے۔ محمد و ابی محمد فریب اور
نہر ہمارے ہیں اور وہ ان کے تمام صاحب زمانہ کے لئے متعلق ایک حبیب ذات قرآنی ہے جس
سے محبوب ہوتا ہے۔ کفر کا مال جتنا طمان کے دل لینے سے بھی زیادہ ہے۔ چنانچہ وہ کافر
ہے کہ فرمایا کہ جی نہیں کہتی کہ حق ہی رہتا ہوتا مسلمان کافر کے ذوالفکارتہ کچھ نہ کہ تو بہت
میرے نہ کی خلیفہ مخصوصہ کوئی خاص کی وجہ سے کسی پر ظلم یہ تو نہ اور وہ تمام کاموں کے

ہیائی ہی کو ملے گا۔ غیر انحراف میں قلب کیا تو پھر میں تو ہی بدرونی بھی توئی نہ اپنی نیکیاں اسے
 دے دیں اور اگر کفر کا حق رکھا تو ایف توئی نیکیاں پر اسے نہ۔ پھر اس صورت میں نہ تیار را جلا
 نہ اس کا جلا۔ مگر وہ تو یہ بھی جہنم ہی میں تھا، اگر کوئی کہہ پھر سے یا نہیں جو اذیب نیکیوں
 وہی کے گا۔ آمد نہ ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ کفر تو جو کفر تھا تاں ہوگا۔ اسے شہس بد ہوگا۔ جیسے کسی
 کے پاس کفن پھر سونے کا ایک ڈبیر ہے اور اس میں سے کسی نے ایک روتی جو سیاہ لیا تو وقت
 میں تو کسی ہوئی مگر محسوس نہ ہوئی، لیکن اس سے کوئی نہ قتل اور حائل اس کی اجازت نہ دے گا کہ
 اتنا مہیا لیا کرو۔ مثلاً کسی سلطنت میں دودھ کے اندر وانی ملائے کی اجازت نہ دے اور اگر کوئی یہ
 کہہ کر ملے کہ یہ ایک من میں ایک اونٹ یا معلوم ہوگا تو کیا یہ جڑ نہیں اقبیتا جرم ہے اور
 اطلاع ہو جائے تو ضرور سزا ہوگی۔ مگر کفر اطلاع نہیں ہوئی کیونکہ اس کا احساس نہ ہوگا نہ جگر
 عدم حساس سے بظاہر شے تو لازم نہیں آتی۔ اسی طرح اگر کسی کو اپنے قتل کا احساس نہ ہو۔ مگر وہ
 میں جو تحقیق ہوگی ہو تو اس سے نفع کا بظاہر لازم نہیں آتا۔ اسی طرح ظاہر سے عذاب میں بھی
 تخفیف ہوگی۔ مگر اسے نفی کا احساس نہ دے۔

انہر کوئی کہہ قرآن میں قوت ہے "لا یستغفر علیہ العذاب" انسان کے عذاب میں تخفیف نہ
 لی جاوے گی اور ترستے ہو کر نیکیوں ملنے سے عذاب میں کثرت ہوگی، یہ تشریح نہ ہو۔
 اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ایسی تخفیف نہ ہوگی جس سے راستہ محسوس نہ ہو۔ باقی یہ مطلب
 آیت کا نہیں کہ سب کفار کو برابر عذاب ہوگا اور کسی کا عذاب کسی سے کم نہ ہوگا۔ یہ تو کفر کی طرح
 معذرت کے اعمال مراتب میں مشابہت ہیں کہ بعض کافر کفر میں اشد اور اذواق میں سخت ہیں اور
 بعض ایسے نہیں، اسی طرح عذاب کے بھی درجات مختلف ہیں، یہ نہیں کہ فرعون اور شاد اور مرد کے
 برابر اس کا فر کو بھی عذاب ہوگا جو غریب مسکین، غلام تھا تو جیسے کفر کے مراتب اور کفار کے درجات
 ہیں، اسی فرق مراتب کے اعتبار سے عذاب میں بھی فرق ہوگا کہ ایک کو جتنا عذاب ہوگا کسی کو اس کا
 ضعف ہوگا اور کسی کو ضعف نہیں اور یہ سب فرق قرآن میں آیا ہے، اہل حق کے لیے جتنا عذاب
 و دخل جہنم کے وقت تجویز ہو جائے گا، پھر اس میں کمی نہ ہوگی اور یہ دوسرا جواب ہے، انہی مطلق
 سخت کی کئی نہیں ہے، بلکہ عذاب مجوز میں سخت کی نفی ہے۔

دوسرا حال یہ ہے کہ انہی کی تقریر سے معلوم ہوا کہ کافر کا مال لپٹا مسلمان نے مال لینے سے بھی
 قرا: ۲۰ ہے۔

اب تیسرا جواب سنیئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حائل امت سے یہ انتہا کی حد تھا کہ کوئی

مسلمانوں کی جو قربانیاں چلی گئی ہیں ان کے جواب میں جی بی کاوتھلی نے کہا: ”یہ تمام
 طور پر اسی وقت گورنر کا فیصلہ تھا۔“

[illegible]

مستور سنی ائمہ دہم نے اس سے بھی روک دیا جس سے آپ عفو و رحمت بزرگ کی بھی متنی بخش نہ ہوئی۔ ماس کی اس لیے طرح کی مروی کہ شاید اس قول نے عاقل پر حمل کرنے کے لئے آپ ایسے شخص کو جو کچھ آپ کے لئے اور اور ہے اس پر حمل کرنے اور جو کچھ آپ کے لئے ہے اس کے لئے کہہ دے کہ میں نے اس کو آپ کا ہے، وہ بھی سب نے جانے لیا۔ آپ کو اور اور ہے کہ آپ کے لئے کہہ دے کہ میں نے اس کو آپ کا ہے، وہ بھی سب نے جانے لیا۔ آپ کو اور اور ہے کہ آپ کے لئے کہہ دے کہ میں نے اس کو آپ کا ہے، وہ بھی سب نے جانے لیا۔

(اور : جو : ۱۶)

بچہ سوان اعتراف۔ نقد پر اعتماد رکھنے سے دنیا میں راحت رہتی

ہے اور انکار سے پریشانی پڑتی ہے!

اختیار و اور شیعہ کی تعلیم کے لیے آخری کے ساتھ یہ مقصود ہے کہ اعلیٰ نوع آدمی میں امامت کے کوئی پانچ کے وقت سونے سے ان کو زیر و رو کر کے اور یہ کہ جس کے ساتھ یہ شیعہ میں جہاں تھا سب سے ختم ہے اور ان میں اب کیوں کہ امتداد و ترقی و پائیداری کے بعد کوئی ہے نہ اس کے لئے ہے تعلیم کو اور ہم سب کو اب اور سونے میں تمام قہر اور قوت اختیار و کی چیز سے یہ نئی پر زبان ہو رہے ہیں یہ سب ایک دوسرے کے ساتھ ترقی کے یہ پیمانے کو مانتے

سنا جبہ اور کھدیں کمال وقت، ہے تو اس کا شکار میں بھی تو چاہو، نہ چاہیے، ہر تمنا محض
ہوت ہے اتنا کہ، یہ تو آسان ہے کہ تم کو کچھ بچھڑا، ہے مگر حقائق کے وقت ہر شخص کی فانی
فانی جاتی ہے، ورنہ اتنی کوتاہی سے پس کھدے، نہ تو دھک کا نزل ہو، نہ وہ کسی کی فانی
ہی نہ کچھ تب بھی حق تو ہے، کہ تم کو معاملہ ہے، میں تو کوئی چیز نہیں چاہتا۔

مقامی اور قومی سطح پر

مجلس شورای اسلامی

2019-2020

$$E_0 = \frac{1}{2}mv^2 + \frac{1}{2}I\omega^2$$

فصل في بيان ما يجب من العلم

راتے الخربصہ ، صدفیہ : اذ اثنی

ما جیو ایہ شخص سچ کچھ تقدیر کا مستند ہے اس کو رنج و غم بھی نہیں ہوتا اور جو بھی بھی آئے یہ ان کو
معاذ اللہ میں دیکھتے ہیں یہ نظریہ ہے پچھلے کے لیے صورت رنج و غم ہے۔ جس کو مولانا
فرماتے ہیں

دل بھی گویہ از در رشیدہ ام

و زخاقل مست او نندہ ام

ان کو ان معذرت سے اپنی گفت جوتی ہے جیسے مرچوں کو کھائے والوں کو گفت جوتی ہے کہ
ظاہر میں آنسو جاری ہیں، مگر دل میں ہنس رہا ہے اور مزے لے رہا ہے۔ ہاں کو ان میں اسکا
لذت آتی ہے کہ سلطنت کے بدلے میں بھی اپنی ملک نظریں اور قمر دانہ وغیرہ کو دیکھیں یہ ہے۔

ایک بزرگ کی حکایت

چنانچہ ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک شہر کے دروازے پر پہنچے، وہ شہر بڑا بڑا دروازہ
بند ہے لوگوں۔ یہ پوچھا کہ دن میں دروازہ کب کھولیں؟ بند کیا گیا؟ کیا کسی دشمن کا خطرہ ہے؟ لوگوں
نے کہا کہ نہیں، ایک بادشاہ کا باز آگیا ہے، اس لیے دروازہ بند کر دیا، کہیں وہ دروازہ سے نکل نہ
جائے، یہ سن کر آپ بہت ہنسے اور سمجھ گئے کہ بادشاہ بھٹس و محض ہے، بھٹا باز کو دروازہ سے نکلنے کی کیا
ضرورت ہے؟ وہ وہاں سے بھی جا سکتا ہے، اس کے بعد آپ نے بغور باز کے حق تعالیٰ سے عرض
کیا کہ سبحان اللہ! یہ تو اتنا محض ہے اور اس کو بادشاہ بنا دیا اور ہم ایسے عاقل اور عارف اور بتاری یہ
حکایت ہے کہ چیز میں جوتی بھی سالم نہیں، بدن پر تپڑے بھی درست نہیں، ان بزرگ کا مقام
اولیٰ کا تھا، مگر باز ہر وقت نہیں چلتا، کیونکہ کبھی وہ بھی نہ کر کے جلتے ہیں، یہ کیا کہ تم باز کر اور وہ
کبھی نہ کرے، چنانچہ ارشاد ہوا بہت اچھا: کیا تم اس پر راضی ہو کہ اس بادشاہ کی محافت و جہانت میں
سلطنت کے تم کو دے دی جائے اور تمہاری معرفت و محبت سے فقر و تنگدستی و سخت حالی اور کدے کی
جائے؟ یہ جواب میں کہ وہ بزرگ کو نبی و خیر اور نور امجد میں سر پہنے کو میں اس تسناخی سے وہ
گرم ہوں اور اس جہان پر ہرگز راضی نہیں۔

تو حضرت ولیاوار ہے کہ اگر کوئی ان کی ظاہری تکلیف کو دیکھے، مگر ان پر قریب لکھے اور اس سے
نجات اور نجات کی راہ کرے کہ خدا تم کو اس شہر سے نجات دے تو وہ میں کہتے ہیں:

مصلحت نیست مرا میری از آب حیات

ضاعت اللہ بہ کل نوب عیش

مفتی محمد رفیع

[illegible]

... ..

4. 11.

— — — — —

1. *U. lutea* L.

[illegible]

جین سال افسانہ کا ہے زمانے کے مساب و دو دھڑ کے، مجھ کو وہاں کو تین غلطی اور رتہ
معاذت کیجئے، اس لیے یہ حال بھی خوش تر ہے۔ بولہ نیچے ہیں

[illegible]

جیوں ملے گا نہ کہتے! یہی ضرور تھا۔

فخر بہ ذلّت ہے بہت مقدس اور قیمتی کتاب ہے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی دعا کرتے ہیں۔

”ایمان لو! واللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزبون“ اپنی حقیقت پر تب میں بھی تامل کی ضرورت نہیں، مطلب یہ ہے کہ ان کو جتنی خوف و حزن نہیں ہونا، کیونکہ وہ اللہ پر پورا ایمان رکھتے ہیں، جس کا اثر یہی ہے کہ رنج و غم اور تجویز کی جڑ کٹ جاتی ہے، جیسا کہ میں نے ابھی اس سے ثابت کیا تھا۔ ”الینسیدہ لا تناسب و علی ما تناسب“ بلا تضرع و تضرع نہیں آگے بڑھتا، یہ آخرت میں تو خوف و حزن ہو گا، لیکن وہ نیاں بھی اس نوعیت میں ہو جی، جس لیے لا خوف و غم نہ ہو، لا غم بہ حزن و ہر حال میں اپنی حقیقت پر بے نیاز و جو شخص تقدیر کے اعتقاد سے خالی ہے، اس کو دنیا میں غم بے ادراک و آخرت میں بھی اور جس کا اعتقاد ضعیف ہے، اور آخرت میں تو پند و نصیحت اور جنت میں پہنچ پانے کا ٹکڑا دنیا میں ہر جہر ضرور ہے، جیسا کہ ہے تاکہ وہ کیا اچھا ہو کہ یہاں بھی راحت ہی ہو، اس کا طریقہ یہی ہے کہ اپنے فعل و اعتقاد کو کمال کرو، پھر تمہارے لیے دنیا میں بھی جہنم بن سکے۔

”للمہ العسری فی نحبہ الدبا و فی لا عرفہ“

اگر کوئی یہ سمجھے کہ جبکہ اس جہنم کی ضرورت نہیں، دنیا میں تم کو بے چینی ہم قدر رہے تو یہ شخص قابلِ ذماب نہیں، پھر ہم تو جب جانتے کہ یہ لوگ دنیا کی چیزوں سے بھی صبر کر لیتے مگر یہاں تو یہ حالت ہے چار چیزوں سے بھی صبر نہیں اور آخرت کے بارے میں انکی جست و خیز اب اس کی راحت اور دنیا کی حیات طیبہ سے صبر ہے، اس کا امام صوفیہ کے محاورات میں صبر و قنوت ہے، ورنہ اس کی شکایت فرماتے ہیں:

ایک صبرت نیست از فروزہ دوزن

صبر چونکہ داری رہ ڈو! پس

اسہ کہ صبر نیست از دیئے دوزن

صبر چوں کہ داری رہم! پس

(خیرالجہان، ترجمہ صحت، صفحہ ۱۱۰)

اکا دواں اعتراض روح کو موت نہیں آتی جسم عنصری کو آتی ہے!

یاد رکھو! موت صرف جسم عنصری کو آتی ہے، روح کو موت نہیں آتی، بلکہ موت سے سرف اس کا تعلق جسم عنصری سے منقطع ہو جاتا ہے، اب اس کے بعد یہ سمجھو کہ لذات سے منقطع ہونے والا کون ہے؟ کیا آپ کے نزدیک یہ بدن ہے؟ ہاں تو نہیں! بلکہ حقیقت یہ ہے کہ روح منقطع و حلت ذہنی ہے، اور جسم اس کے لیے مبادلہ و مرکب کے ہے اور یہ روح موت کے بعد بھی علیٰ حالہ باقی رہتی

ہے، اگر آپ ان کی فحشیت پسند سے لڑ رہے ہو تو یہ ہے تو صحت کے حوالہ سے ہم نے لڑا ہے۔
 خدا کوئی ایسا اور طریقہ نہیں دے گا جس کی فحشیت کو کھلی جسم کی ہے تو اس کی یہی مثال ہوگی پس یہ ہے کہ
 کہہ دے یہ سوا، یہ کر کے یا کچھ نہیں کہہ سکتے، سو یہ تو کوئی دانی نہیں، اس کا آپ کی
 حقیقت اس میں کوئی آپ "میں" کہیں کہتے ہیں کہ میں نے یہ کیا میں نے سو یہ اب آپ
 خود کہتے کہ میں "میں" کا معنی تو یہ چیز ہے "کیا آ نکھ دے، یہ مڑا اور یا کچھ کو "میں" کا
 معنی کہتے ہیں "میں" نہیں، "میں" ہی ہے کہ میں نے یہ کیا میں نے سو یہ اب آپ
 دے دے یہ نہ دے دے، ارغضاتے سرخشا، تو نے شریعت کہتے قلب اور عقل وغیرہ میں سے کہ
 آپ نے "میں" کا کیا، ان کہیں کہ میں نے یہ کیا میں نے سو یہ اب آپ نے یہ کیا میں نے سو یہ اب آپ
 ہے، اگر کہ "آپ" ان کو اپنی طرف سے صرف کہتے ہیں کہ میں نے یہ کیا میں نے سو یہ اب آپ نے یہ کیا میں نے سو یہ اب آپ
 تو کہتے، ان کو اور دیکھ دیا، نہ فحشیت کا اس سے معذرت ہے، نہ تو معصوم نہ تو پرہیزگار آپ کی حقیقت نہیں،
 بلکہ حقیقت آپ کی، میں نے یہ کہہ دیا، میں نے فحشیت کہتے ہیں کہ میں نے یہ کیا میں نے سو یہ اب آپ نے یہ کیا میں نے سو یہ اب آپ
 ان کی میں کوئی ان کی ان کی نہیں، بلکہ خدا کی پرہیزگار، چنانچہ یہ ہے کہ میں نے یہ کیا میں نے سو یہ اب آپ نے یہ کیا میں نے سو یہ اب آپ
 ہوئی اور آپ کہتے ہیں، یہ وقت میں کہیں، خدا کی کتاب لے کر لے دے اور آپ ان کے صرف
 دیکھ لے، آپ کی حقیقت پر مبنی یہ کہیں کہ میں نے یہ کیا میں نے سو یہ اب آپ نے یہ کیا میں نے سو یہ اب آپ

[illegible]

حکماء نے روح کے تجزیہ کا انکار کیا ہے مگر اس بارے میں فلاسفہ کا قول، اربع ہے، اربع میں توت نہیں کے قول کو ہے، در صورتی کہ کشف بھی اسی کے موافق ہے کہ روح حقیقی مادہ سے خرو ہے۔ اولیت فلاسفہ کا قول ہم کو قدم کرنا پسند ہے۔ قدماء کا قول ہے یا مروت بعد مروت الہیان کہ یا جیسا کہ سن نہیں کا قول ہے، یہ بالکل غلط اور غلطانہ تصور ہے اور حکماء نے جس چیز کو روح سمجھا کہ مادی کہا ہے، وہ دراصل روح حقیقی نہیں، بلکہ نمد ہے جو مرکب دو بات ہے، بات ثابت ہو گئی کہ انسان میں جو اصل چیز سے درحقیقت میں وہی انسان ہے، موت کے بعد وہ اپنے حال پر نہ جتا ہے اس کی توت و ملت میں کچھ نہیں آتی، بلکہ پہلے سے کچھ توتی ہو جاتی ہے۔

اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ روح کو موت نہیں آتی، مگر جسم سے تو تعلق قطع ہو جاتا ہے۔ تو انتقامت روح سے تو نہیں ہوتے تو اب وہ نہ ہو نہیں گئے اس کا جو اب بھی معلوم ہو گیا کہ موت کے بعد جسم مثالی مرکب جتا ہے جو اس جسم عنصری سے لطیف اور قوی تر ہے، وہ سب لذات سے متعلق ہوتا ہے جس کے مقابلہ میں یہاں کی لذات کچھ ہیں اور روح ان سے حلقہ زہ ہے مگر تاہم بھی جتا بھی سیر و تماشا بھی، ملاقات احباب بھی، مکانات اور باتیں بھی وغیرہ وغیرہ اس حقیقت کا مراقبہ کر کے موت کا وہی ان مروتوں شاہانہ موت سے وحشت نہ ہوگی، بلکہ اس کا شوق پیدا ہوگا اور اس کی گدھے

خرم آل روز کز می منزل ویراں برد

راحت جان علم ا نہیے چاں برد

زور کردم نہ مگر آہ بسر این عمر روز سے

تادہ میگد: شدان و غزل خواں برد

(غیرالہیات و غیرالہیات ص ۳۳-۳۴)

ہا تو ان اعتراضات... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت آخرت میں

کفار کے لیے!

ایک رحمت عامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ اس امت کے اوپر سے سخت عذاب نہیں ملے گا، جو یہی امتوں پر آئے تھے کہ بعض قومیں مسود اور بندہ بنا دی گئیں، کسی کا تختہ لٹ گیا، کسی پر آسمان سے پتھر برسے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تو برکت ہے کہ اس امت کے کفار پر ایسے عذاب نہیں آتے۔

اور اس رحمت کو عام کر لیے نہ کیا ہے۔ نہ کوئی شائبہ ہو کہ اس رحمت کو اس نے اپنے لیے نہیں چاہا۔

اپنے ان پوتوں، لہجہ و لہجہ کے، دنیا میں تو مشہور ہیں اور ان کے لیے سب کے لیے رحمت کے لیے تیار کیا ہے۔ ان کے لیے رحمت کے لیے تیار کیا ہے؟ یہ تو وہ رحمت ہے جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے۔ ان کے لیے رحمت کے لیے تیار کیا ہے؟ یہ تو وہ رحمت ہے جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے۔ ان کے لیے رحمت کے لیے تیار کیا ہے؟ یہ تو وہ رحمت ہے جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اس کے لیے رحمت کے لیے تیار کیا ہے۔ ان کے لیے رحمت کے لیے تیار کیا ہے؟ یہ تو وہ رحمت ہے جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے۔ ان کے لیے رحمت کے لیے تیار کیا ہے؟ یہ تو وہ رحمت ہے جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے۔ ان کے لیے رحمت کے لیے تیار کیا ہے؟ یہ تو وہ رحمت ہے جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے۔ ان کے لیے رحمت کے لیے تیار کیا ہے؟ یہ تو وہ رحمت ہے جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے۔

یہ رحمت کے لیے تیار کیا ہے۔ ان کے لیے رحمت کے لیے تیار کیا ہے؟ یہ تو وہ رحمت ہے جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے۔ ان کے لیے رحمت کے لیے تیار کیا ہے؟ یہ تو وہ رحمت ہے جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے۔ ان کے لیے رحمت کے لیے تیار کیا ہے؟ یہ تو وہ رحمت ہے جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے۔ ان کے لیے رحمت کے لیے تیار کیا ہے؟ یہ تو وہ رحمت ہے جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے۔ ان کے لیے رحمت کے لیے تیار کیا ہے؟ یہ تو وہ رحمت ہے جو ان کے لیے تیار کی گئی ہے۔

کفار کے حق میں سفارش کی نوعیت

ہوتی ہے۔ کفار نے حق میں سفارش کی شے عفت کے لئے نہ دیتے۔ یہ وہاں نہیں ہوتی، نہ جنت
 بعد از قیامت نہ دوزخ نہ جہنم کے لئے نہ کتاب اللہ سے نہ میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن انسانوں میں
 اللہ یہ صفہ کی شفاعت میں صرف ان لوگوں میں فیہ شفاعت ایسی ہوگی کہ صفہ میں وہ صفہ
 اعظم نہ سم کفار کے نیچے شفاعت فرمائیں گے کہ یہ قوم جس مذہب کے تھے تھے ہیں، میں میں انہوں
 کرتی جائے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی برکت سے ان کے مذہب میں کئی ترقی ہو گئی،
 انہوں نے ان کے بعد بھی وہی قدر رحمت اور کرم دیا کہ ان کو بھی بہت سمجھیں گے، خدا محفوظ رکھے،
 وہاں تو ان کے مذہب بھی ایسا ہوتا کہ ہر شخص کی سمجھ کا کہ کچھ سے زیادہ مذہب کی خوشی، چنانچہ جو
 طالب کو لائے بہت ہی کرم مذہب ہوتا کہ وہ بھی سمجھیں گے کہ کچھ سے زیادہ کرمی کو بھی مذہب
 نہیں تو کون کون کرمی کا احساس نہ ہو، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تو رحمت ان کے
 تہمتوں سے بڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت ان کے ساتھ تھی کہ ان کو کئی خوشی دے رہے تھے۔
 اللہ بڑے مہربان ہیں، ان کے بعد بھی ان کے پیروں میں شفاعت کی تھی ہیں ان کی حدیث سے
 معلوم کر کے سمجھیں ہوں گی، ان کو ہم وہ مدد دے رہے ہیں کہ ان کی قبر جنت میں بہت وسیع ہے،
 میں لیے ان کا حق قبول تعلیم ہے اور کچھ کے حق میں یہ ان کا حال دیکھنا ہے کہ یہ نہیں سمجھتے کہ
 سے قرآن میں تو کفار کے بارے میں ارشاد ہے "لا تہتدوا لہم سبیل" ان کے سبب سے ہمارے
 سفیر ان کے کفار سے مذہب میں کیا ہونے کا اور کچھ ان کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے، یہ حضور صلی
 اللہ علیہ وسلم کفار کے حق میں تخفیف مذہب کی شفاعت کر رہے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک میں شفاعت ہو جائے
 یہ ہے کہ آیت کا یہ مطلب کہ جس قدر مذہب آخرت میں ان کے لیے طے ہوا، پھر میں سے کئی
 کی جائے گی اور میں لیے ارشاد فرمایا کہ "لو لی آخرت کے مذہب کو دیا کہ مذہب پر قیام
 نہ کرے کہ جس طرح دنیا کی آفت کا قاعدہ ہے کہ پہلے بہت چیزوں کے ساتھ جڑتی ہے، پھر ہم
 ہوتے ہوتے ٹھنڈی ہو جاتی ہے، ویسے ہی جہنم کی آفت ہوگی کہ رفتہ رفتہ بڑا دوزخ مال کے بعد
 اس کی تیزی کم ہو جائے گی، حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دہش کی سبب ان کے جہنم میں ہوں وہ ان میں
 تیزی ہوگی، یہ سبب میں ہی دے گا کہ یہ سبب نہیں ہے کہ جس مذہب کے وقت کو تو اس شخص ہوں
 تہا میں میں کسی کی شفاعت سے کئی دہائی، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس قدر ان کے لیے عذاب ہے

ہو کر تمام پائے گا، وہ ہمیشہ ایک حالی پر رہے گا، زمانہ و زمانہ گزرنے سے اس میں کمی، اضافہ نہ ہوگی،
واللہ اعلم۔ (شریک الحدیث، ذکر حرمہ، اربعہ صفحہ ۲۰۴ و ۲۰۵)

ترپنوال اعترافیں..... مطہج اور غیر مطہج پر مصائب آنے میں فرق ہے!

ان کو کوئی یہ کہے کہ یہ باتیں پیادہ مقدمہ وغیرہ قرائنوں کو پیش نہیں آتیں، ہم دیکھتے ہیں کہ نہ
پیادہ میں تخصیص قرائن کی اور غیر قرائن کی ہے، نہ مقدمہ میں نہ اور کسی مصیبت میں، ہمیں کہنا ہوں
کہ مصائب بے شک پیش آتے ہیں، ان کو کبھی اور ان کو کبھی مگر فرق ہے، دونوں میں ان کے واسطے
مصائب سزا ہیں اور ان کے لیے باعث رفعت و عروج اور موجب قرب ہیں۔

اس پر شاید کہا جائے کہ یہ قول کے سمجھانے کی بات ہے اور من کھڑت ہے، اس کا عکس بھی تو
نکس ہے جب صورتہ دونوں جگہ یکساں ہیں تو وہ بھی، نہ دل اس طرح خوش کر سکتے ہیں کہ مصیبت
جواز آتی ہے تو کچھ برائیاں ہمارے درجے بلند ہوں گے جیسے نمازیوں نے اس طریقہ دل کو سمجھایا تھا،
میں کہتا ہوں واقعیت کسی چیز کی من کھوت کرنے سے نہیں بدلتی، وہی دونوں فریق اس کا کر سکتے
ہیں کہ مصیبت ہمارے لیے رحمت ہے، لیکن کسی نہایت سے امر، ان کی کاپتہ چل جائے تو بات طے
ہو سکتی ہے کہ حق کس طرف ہے؟ وہ علامت یہ ہے کہ خاصہ ہے کہ مطہج پر جب مصیبت آتی ہے تو
اس کو پریشانی نہیں ہوتی اور رحمت کی حقیقت ملتی ہے اور مصیبت کی حقیقت پریشانی ہے، اس کو
نجان میں دکھو اور دونوں منظر دیکھو! ایک ایسا واقعہ جس کو مصیبت کہا جائے قرائن پر بھی مطہج پر
آئے تو اس کا اس کے قلب پر لیا اثر ہوتا ہے؟ اور وہی واقعہ عاصی پر آئے تو کیسے ہوتا؟ نہ میں تو ہمیں
کا فرق طے گا دونوں میں، اور ذرا غور سے نزاع رافع ہو جائے گا عاصی کا دل ٹوٹ جاتا ہے مصیبت
میں اور مطہج کو خدا کی رحمت ملتی ہے، کیونکہ اس کے دل کو خدا تعالیٰ سے تعلق ہے اور عاصی کے دل کو خدا
تعالیٰ سے تعلق حاصل نہیں، تعلق خدا تعالیٰ مقوی قلب ہے اور خدا سے تعلق میں بی اثر کیوں نہ ہو؟
ایک ٹکڑے جس کو تعلق ہوتا ہے وہ کسی سے نہیں اڑتا، پھر جس کو تعلق خدا سے ہو وہ کیسے ڈرے گا؟
اور اس کا دل کیوں فرٹے گا؟ اور عاصی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اس کا کوئی سہارا نہیں ہوتا، اڑتا اڑتا
رہتا ہے، یہی تو فرق ہے پولیس اور ڈاکوؤں میں، مقابلہ کے میدان میں دونوں موجود ہیں اور
مارنے میں دونوں شریک ہیں، نگاہ بڑی دیکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ دونوں فریق ایک مصیبت میں
مگر فائدہ ہیں یہ بھی مر رہے ہیں اور وہ بھی مر رہے ہیں تو کسی کو حق پر کیسے کہیں گے؟
لیکن زرا غور کیجئے! تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ پولیس ضرور درستی ہے، مگر دل ان کے مضبوط ہیں
اور ان کی ذہانتیں ہندھی ہوئی ہے، ہار دھاؤں کو بہت پولیس سے بھی زیادہ ٹر رہے ہیں، مگر دل اندر سے

نہ لے ہوئے ہیں اور پاؤں نہیں جھٹے اور موقع دیکھتے ہیں کہ اندر سے نولے ہوئے ہیں۔ یہ اثر
 ہی کا ہے کہ پولیس مطیع ہے اور دارالم سے تعین ہے اور کوہ می ہے ہی کے ول کوئی کا سر
 نہیں، انہی مثال سے ماضی اور مطیع کی حالتوں کا فرق بہت وضوح کے ساتھ معلوم ہو سکتا ہے،
 نمازی اور مطیع پر آپ معصیت آتی ہے تو وہ ہمہ دسکون کے ساتھ رہتا ہے اور کوئی ہے ہو وہ کلمہ
 کہ اس کے اندر سے کسی نکتہ اور ماضی پر جب معصیت آتی ہے تو پوری قیامت ہوتی ہے، چنچ و
 پکار اور وہاں ہینا کی جوتا ہے، زبان سے ہے وہ وہ کلمات بکرتے ہیں اور ان میں شکایت ہوتی ہے،
 یہ معصیت جس کو معصیت کہنا چاہیے علی ہوئی علامت ہے اس بات کی کہ تعلق مع اللہ باقی نہیں
 اور مطیع کا تعلق باقی ہے کوہ دستانی تکلیف ہے اور یا تو خدا کی اس کا جس میں کرتا ہے اور رخا با تا
 ہے کہ بول اندر سے ناز ہے۔

نیک پارہی نے لکھ ہے کہ مسلمان اپنے خدا سے شرمندہ نہیں ہیں، اس واسطے شکستہ رہتے ہیں۔
 ماضی اور مطیع کی حالت میں فرق ضرور ہوتا ہے، بلکہ اولی مسلمان کی حالت میں بھی کافر سے
 فرق ہوتا ہے، کیونکہ تعلق مع اللہ کیونکہ یہ مسلمان کوہ وصل ہے جس کی وجہ سے اس کی حالت کو
 اس شخص کی حالت سے ضرور فرق ہوتا ہے جس کو بالکل تعلق نہیں یعنی کافر آپ کو نسبت حق سے
 ضرور حاصل ہے، جو آپ کو نہیں:

یکہ سہہ پیمان ترا بر فرق سر
 تو بھی جانی سب ناما در جہ
 تاہذا فرق ہستی اندر آب
 و زعش و زبور معشقی خراب

ہو رہی وہ حالت ہے کہ ساری دولتیں حاصل ہیں، مگر عبادت ہوئی ہے، یہیہ ماننے کی ان کی
 فرق توجہ نہیں اور اور اور اور ہونے سے پھرتے ہیں، فیروں کی تعلق کرتے ہیں، وہاں کہ میں دنیا
 میں معاشرت میں، اساموہ، قہار، بے پاس توجہ نہیں ہیں کہ دوسرے میں سے لئے گئے ہیں
 خستہ ہے کہ ہم ان سے متعلق نہیں ہوتے اور ان سب دولتوں کی حاصل "تعلق مع اللہ" ہے، اگر ہم
 اس سے کام میں نہ لیں تو ہم اللہ والا بھی پریشان نہیں ہوتے، دیکھئے اسب سے "کہ کہ حادث
 موت کا ہے اور ہر معاشرہ جو کوفہ میں ہے، اس جہ سے ہیں کہ مقدمہ موت ہیں، مگر اہل اللہ کی
 حالت خود موت کے متعلق یہ ہے کہ جاتے پریشانی کے الٹی راحت ہوتی ہے، انہوں نے اس کو بھی

ایک کھیل بکھو رکھا ہے جس کے نام سے دنیا بھرتی پھرتی ہے، ایک صائب صفت کی آواز میں کہتے ہیں:

ترم آں روز گزریں ایمان برد
 عادت چاہی ظلم • نیسے جہاں برد
 ہر مرد و ستہ اگر سپہ ہر این غم روز
 در میدان شادان و غزل خوں برد

(امین بسن ۲۰۲)

چونواں اعتراض قرآن کریم میں ہر پہلو کی رعایت ہے!

قرآن کریم میں ہر پہلو کی اپنی رعایت ہے کہ کسی کلام میں دیکھی رعایت نہیں ہے۔ قرآن میں صرف نہ بظہر کہ پڑائیں کیا کیا اس ضمن کو قہر پہ سہولت سے لیں سمجھیں گے کہ کام و قسم نے میں ایک اور ضابطہ کے پائندہ چاہا ہے۔ ان کو اس کی ضرورت نہیں کہ دشوار ان کام کو قہر سے خارج کریں، ان کے سبب جو اسان کرنے کی تہذیب بتائیں دوسرے دو کام میں امن کو۔ یہاں سے ہوتی ہے اور قہر کو رعایت دینا چاہیے ہیں اور حق انامکان قانون میں کوئی دشوار ضابطہ نہیں کرتے اور اس کی معذرت سے کوئی دشوار ضابطہ بھی ہیں جو یہاں کو اس کے سبب نہیں کہ وہی بتاتے ہیں اور اس کو ہر اس پر تہذیب ضروری ہے مگر یہ ضابطہ پہنچی ہے رات کی رعایت و ہی حاکم کرتے ہے جس کو رعایت پر ضابطہ ہو اسی طرح ایک اور مثال سمجھئے کہ نصیحت کرنے والا ایک نو استاد ہوتا ہے اور ایک باپ ہوتا ہے۔ وہ اپنی نصیحت میں کام کو اس کی نصیحت سے فرق ہوتا ہے۔ سادہ تو ضابطہ پوری کرتا ہے مگر باپ ضابطہ پوری نہیں کر سکتا۔ وہ نصیحت کہہ دیتا ہے اس کا دنیا دھنسا ہے کہ جیسے کو ایسے ملوان اور ایسے ہر روز سے نصیحت کروں جو اس کے دہن میں گھر کر لے۔ کیونکہ اول سے یہ چاہتا ہے کہ بچے کی اصلاح ہو جائے اور اس میں کوئی کمی نہ ہو جائے اور اس کو کوئی مشکل کی مرہمی بتاتا ہے اس کو طر بقدر اختیار کرتا ہے جس سے بچے کو اس آسان سوجھائے اور ان سب رعایتوں کا حفظ، وہی ضابطہ ہے۔ ضابطہ ہی کے ساتھ تمام پہلوؤں کی رعایت کی بات کی ہے اس لیے باپ کا کوئی نصیحت کے وقت بھی یہ ترتیب بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً باپ بچے کو کہتا ہے ہونے نصیحت کرے کہ بری صحبت میں نہیں جینا کرتے اور اس ضمن پر وہ مفصل گفتگو

[illegible]

قیامت کا حال

سورۃ قیامت میں حق تعالیٰ نے قیامت کے دن یہ ان فرمایا ہے: ”ایمان اس وقت بڑھ جائے گا اور ایمان کرنے کا وسیع (بڑھتا) ہونا ہے۔“ اس طرح جو نبی، اس روز میں ہو، سب اگلے پچھلے کہیے ہوئے کا جتنا اچھے یا خیر کے پھر فرماتے ہیں، ”نبی رحمت ہے علیٰ سب رسل و انبیاء“

یعنی انسان کا اپنے اعمال سے آگاہ ہونا۔ جو اس جتنے بڑے مقبوض نے ہونا بلکہ اس دین انسان اپنے نفس (کے امور و اعمال) سے غیب و آفاق ہوگا (کیونکہ اس وقت حقائق کا انکشاف ضروری ہو جائے گا) اگرچہ در (یا نقصانے طبیعت) کہتے ہی رہے بنائے، جیسے خدا رکھیں گے اللہ! ہم تو مشرک نہ تھے، ہر حال میں خود بھی جانیں گے کہ ہم نے جس پر

فخر خضر انسان میں روزِ اپنے - سب احوال کو جانتا - دکھاتا اس - لمحے یہ دنیا کا نقشِ قطعِ یزویب اور قیامِ حجت اور اہل حق کے لیے بولگانہ کہ یاد دہانی کے لیے یہ وہ نقشِ قیامت ہی کے متعلق - نظموں ہے۔
وہ اس نے بعدِ فرماتے ہیں -

أصحركم - نعالى فعلكم به أى - نطلب منكم قراءة هذا القرآن فانه فراهة شوائب

"We hope"

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور شاؤ فرماتے ہیں کہ قرآن نازل ہوئے ہوئے اس کو یاد کرنے کے جنس سے زبان نہ بنایا کیجئے مگر اسے (مذہب ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں قرآن کا جہاد یا اور وہاں ہے جو عوامینا تو جب ہم قرآن نازل کریں اس وقت فرشتے کی قراءت کا اہتمام کیجئے، پھر یہ بھی ہو رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کا مطلب بھی بیان کر دیا گئے، اس کے بعد پھر قیامت کا مضمون ہے: "كَلَّا سَلْ وَسَلْ نَسْجُونَ لَأَحْصَا حِلَّةً وَ نَسْجُونَ أَنْ حَرَمًا" کہ تم لوگ دنیا کے طالب ہو اور آخرت کو چھوڑتے ہو، پھر فرماتے ہیں: "وَجَزَاءُ مَن مَّيْبُدَ حَاضِرَةً أَلَى رَهْطًا نَاطِقَةً" بعضوں کے چہرے اس دن ترسناک ہوں گے، اپنے پرورگار کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ "أَنْ لَّيْزُونَ" لَا تَحْرُكَ لَهْ لَاسَانُكُ " سے اپنی بھی قیامت کا ذکر ہے اور بعد کو بھی اس کا ذکر ہے اور درمیان میں یہ مضمون ہے کہ قرآن پڑھتے ہوئے جلدی یاد کرنے کے لیے نہ ہائی بیان نہ دیا کیجئے، لوگ! اس مقدم کے ربط میں تھک تھک گئے ہیں اور بہت سی تو بیجا بات بیان کی ہیں، مگر سب میں شکست ہے اور کسی نے خوب کہا ہے

کَاوَمِلِدَ حَقَائِقَ لَعْنَى بِشَدِّ اَلْ لَعْنَى اسْت

تو جس کو حق تعالیٰ کے اس تعلق کو علم ہے، جو حق تعالیٰ کو حمد، ربی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، اس کو آفتاب کی طرح نظر آتا ہے کہ اس کلام کا درمیان میں کوئی ہے، ساتھ اس کا وہی موافق ہے جیسے وہ باپ اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا کہ بڑی صحبت میں نہیں بیٹھا کرتے اور اس کے منہ سے یہیوں کر بات کا کہ درمیان میں بیٹے کو بڑا ساقط اٹھاتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگایا کیا قدرت ہے؟ غم بڑا آئیں کہہ کر تے! تو ظاہر میں لقمہ کا ذکر ترتیب کلام سے باطل ہے ربط ہے، لیکن جو باپ ہو گا وہ جانے گا کہ نصیحت کرتے کرتے وہ میان میں لقمہ کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ لقمہ کے منہ بڑا اٹھتا رہا تھا، آپ نے فروغ حقیقت سے درمیان کلام میں اس پر بھی تنبیہ کر دی۔

اسی طرح یہاں بھی حق تعالیٰ قیامت کا ذکر فرما رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے کہ کہیں یہ باتیں ان سے نہ نکل جائیں، جلدی جلدی ساتھ ساتھ پڑھ رہے تھے تو درمیان میں خدا تعالیٰ نے فروغ حقیقت سے اس کا بھی ذکر فرما دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرنے کی نگرانی کریں، یہ کام ہم نے اپنے ذمہ لے لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نگرانی نہ کی، یاد کریں۔ قرآن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خود بخود محفوظ ہو جائے گا تو اس مضمون کا درمیان میں ذکر فرمانے کی وجہ فروغ حقیقت ہے اور اس کا متکنا یہ تھا کہ اگر یہاں باطل بھی نہ پڑے تو جوت یہ سب باطلی بڑا ربط سے افضل تھی، مگر پھر بھی باوجود اس کے ایک مستقل ربط بھی ہے اور یہ خدا کے کلام کا اتباع ہے کہ جہاں ربط کی ضرورت نہ ہو، اس بھی کلام میں ربط موجود ہے۔ (سنبھل انجمن مصر ۱۰۲۶)

چھپنوالا اعتراض... قرآن پاک کی آیتوں میں ہر ربط ہے اور

مفسرین کا بیان درست ہے!

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں باوجود خرز تصنیف اختیار نہ کرنے اور شقیت کو طرز اختیار کرنے کے پھر بھی ربط کا لحاظ کیا گیا ہے۔ جس لیے مفسرین کے بیان کردہ رواج مجتہد نہیں ہیں اور اس ربط کو طرز نہ ماننے کی وجہ یہ ہے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ ترتیب نزول آیات اور ہے اور ترتیب تلاوت اور ہے، یعنی قرآن کا نزول تو دو اقسام کے موافق ہو کر ایک التحدیث آیا اور اس کے متعلق ایک آیت نازل ہوئی، ہر امر اور قد قیل آیا تو دوسری آیت نازل ہوئی وہی نہ تو ترتیب نزول تو حسب واقعات ہے، اگر تلاوت میں بھی ترتیب راقی تو اقلی و اکثر کوئی ضرورت نہ تھی، لیکن ترتیب تلاوت خود جناب باری تعالیٰ فرمادے بغیر بدل دی یعنی حدیث میں آتا ہے کہ حسب کوئی آیت کسی حد کے متعلق، اس کی توجہ وکیل علیہ السلام محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ کہنے ہیں کہ اس آیت کو مشافہہ قرآنی قلائد آیت کے بعد تلاوت کے اور اس کو قلائد آیت کے بعد اور ان کو قلائد سورہ کے ساتھ رکھی تو مصنف میں ترتیب آیات ترتیب نزول پر نہیں، بلکہ اس کی ترتیب حق تعالیٰ نے دوسری رکھی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس آیت کو بھی نئی آیت کے ساتھ پایا گیا ہے، وہ دونوں میں کوئی ربط نہ ہوتا تو ترتیب نزول کا جتنا منہد ہوگا۔

(کنز العمال ج ۱ ص ۱۰۰)

چھپنوالا اعتراض... تفسیر ہر امر کے تحریف معنوی ہے!

آن گل ایہ شخص نے سورہ ہود کی تفسیر لکھی ہے، وہ مفسرین و قائل ہے کہ ہر آیت کی مراد نکال کر دیا جائے، حالانکہ قرآن مجید کو کیا سیات پر مبنی کیا ہے، نماز، روزہ، سب سیات کے دیکھو، سورہ ہود میں یہ لکھا ہے کہ ہر امر کی احکامات کو لکھا گیا ہے، سورہ ہود میں تو معلوم ہونے لگتا ہے کہ تو مجھ کو کہے تو جہت جاؤ، اسی وقت نماز میں امام مقرر ہو جاتا ہے کہ سب اس کے بعد اس کی احکامات، اتباع کریں، جس سے پتہ چلے کہ وقت، امر کی احکامات اس کی روزہ اس کے لئے شرع ہے کہ ہر ایک میں لائق کا عمل ہو سکے، کیونکہ ہر ایک میں بعض دعوہ لکھے ہوئے ہیں،

سچ بھی اسی واسطے ہے تاکہ مسلمان سفر کے عادی بنوں اور گھر چھوڑنا ان پر واجب نہ رہے اور احرام بھی اسی واسطے ہے تاکہ تشابہ نہایت کی عادت ہو، ایک لنگی ایک چادر میں سر دی، برقی ٹیبل کے عادی ہو، وغیرہ وغیرہ، گویا کوئی عبادت خدا کی یا اور عبادت و بندگی کے لیے مشروع نہیں ہے جس ساری شریعت میں ملک گیری و دنیا ست کی تعلیم ہے، یہ اس مقولہ کا منہ ادا ہے:

کدامیکہ مختلفا یعنی باشد لا یعنی است

یہ کونکہ نماز، روزہ اور حج سے آج تک یہ مقصود کسی نے نہ سمجھا تھا، یہ باتیں فرصت میں چند کر اس نے گھڑی چیں اور کھینچ جان کر ان میں کو ان پر متعلق کیا ہے، جیسے بعض شعرا نے قرآن کی بعض آیتوں کو کھینچ جان کر اور ان شعرا پر متعلق کیا ہے اور اس شخص نے یہ تفسیر لکھ کر گویا عاقلین اسلام کو یہ سبق پڑھایا ہے کہ مسلمان کی نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ کو بھی فطرت کی نظر سے دیکھیں۔ کیونکہ ان سب میں مقابلہ امر اور نہی کا طریقہ سکھایا جاتا ہے اور یہ نماز، روزہ، بلکہ چاند ماری ہے، مگر مسلمان جس کہ جس تکبیر پر لڑیں، کیونکہ وہ چپٹے کاغذ پر چھپی ہوئی ہے اور بعد بھی خوبصورت ہے اور آج کل کتاب کی نمونہ اس میں رہتی ہے کہ ہم دیکھیں، دعویٰ ہو، یا نقل خوبصورت ہو، اس لیے بہت لوگ اس کو خریدتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ اس کے اندر کیا بھرا ہے؟ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک منہ دق تیش و کار سے مزین ہوا در اس کے اندر ساپ بند ہو، خریدنے والا اوپر کے نقش و کار سے فریفتہ ہو کر اسے خریدتا ہے، مگر جب کھولے گا اس وقت حقیقت منکشف ہوگی اور میں سچ کہتا ہوں کہ اس منہ دق کا دل خود بھی جانتا ہے کہ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کے جو مقاصد اس تفسیر میں لکھے ہیں، وہ قرآن کا مفہم ہرگز نہیں! یہ محض ایسا باندھو ہے، جس سے محض یہ مقصود ہے کہ اس تحریک کی تائید قرآن سے کی جائے جس میں یہ شخص اور اس کی ایک نہایت ایک زمانہ میں پیش پیش تھے، قرآن کی تفسیر ہرگز مقصود نہیں تھی، بلکہ مخلوق کو دھوکہ دینے کے لیے اس کو قرآن میں ٹھونہا گیا سو یاد رہے:

خلق را گیرم کہ بفریختی تمام

در غلط اندازی تا ہر خاص و عام

کار ہا با خلق آری جملہ راست

با خدا عز ویر و حیثہ کے راست

یہ ممکن ہے کہ تم ان ۱۵ دلیلوں سے مخلوق کو جو کہ میں ذیل دو مگر خدا کے سامنے یہ ۱۵ میں نہ میں
کی اس لیے:

کار ہا " راستہ پایہ روشن

راہت اخلاص و صدق افراشتن

۱۵ دلیل ۱۰ کہ خدا تعالیٰ کے سامنے بھی بیان کر سکو۔ (از قدامت حسنہ ص ۱۰۰)

ستارہ نواں اعتراض..... قرآن کریم سے متعلق شبہات دور کرنے کا

طریق

شبہات کا یہ ضاحکہ کہ تم اپنی رائے سے ہر شبہ کو رفع کرو، بلکہ اس کا اصل علاج یہ ہے کہ
شبہات کے نظام کا علاج کرو، ہر شبہ کو انگ انگ رفع کرنے میں دوسری بھی ہے اور اس سے
سلسلہ شبہات کا ختم نہیں ہو سکتا، جم غفرا کا علاج کرو انشاء اللہ سب ایک دم سے ذائل ہو جائیں
گئے ہاں کی ایسی مثال ہے جیسے رات کو اندھیرے میں گھر کے اندر چرے، پچھونڈ کو دے پھر گئے
تھے گھر والا ایک ایک کو پکڑ کر نکالتا تھا، مگر پھر وہ سب کے سب اندھا آ جاتے تھے۔ ایک عاقل نے
کہا کہ میاں! یہ سب اندھیرے کی وجہ سے کو دے پھرتے ہیں۔ تم لیپ، روشن کرو۔ یہ سب خود
ہی بھاگ جائیں گے، پھر کوئی پاس نہ پھٹکے گا، چنانچہ لیپ روشن کیا گیا اور سب کے سب ادھر ادھر
اپنے اپنے بل میں ٹھس گئے۔

اسی طرح یہاں بھی سمجھو کہ یہ سب شبہات جوئی اور قرآن میں آپ کو پیش آتے ہیں، ان
کا مٹنا، جملہ قلب ہے جس کا علاج یہ ہے کہ قلب میں جو پیدا کر لو، پھر ایک شبہ بھی نہ آنے گا اور
وہ نور کیا ہے؟ نور حیات ہے، محضت و عشق وہ چیز ہے کہ جب یہ دل میں ٹھس جاتی ہے تو پھر
محبوب کے کسی حکم اور کسی قول و فعل میں کوئی شبہ اور کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوتا، اگر ایک پروفیسر فلسفی
کسی طوائف پر عاشق ہو جائے تو وہ اس سے یوں کہے کہ سر باز دو پزیرے، اماں کر نکلتے آؤ تو میں تم
سے بات کروں گی، ورنہ نہیں! تو فلسفی صاحب تو وہ اس کے لیے تیار ہو جائیں گے اور یہ بھی نہ
پوچھیں گے۔ لیکن اس میں تیری کیا مصلحت ہے؟ اب کوئی اس سے پوچھنے کا آپ کی وہ عقل اور
فلسفیت اس طوائف کے سامنے کہاں چلی آئی؟ افسوس! قرآن و حدیث کے مقابلہ میں تو ساری
فلسفیت و عقل ختم ہو جاتی ہے اور ایک ادنیٰ مردار کے احکام میں چونا و چرا اور لم و کیف سب

رقعت کو کیا، آخر اس کی راجب، عقیقہ آپ کی کہیں تھی کہ اس کی بہ محبت و عشق ہے۔
 پس یہ صومہ سوڈیا کو کہہ اور رسول کے دعا میں شہادت کیا ہوئے کی بعد عمر بہت یا قوت محبت
 ہے، آخر آپ کے دل میں نور محبت روشن ہوتا تو یہ مارے چرے اور کچھ عمر نہ رہتا۔ جانتے ہیں
 حدیث میں ہے، اس کے تعلق فرماتے ہیں۔

وہا عشق بیکر خودی از آپ و کل
 راہ بندہ سہرا آرام دل
 اور بس ایند مخلوق کے عشق کا کیا شہ ہے وہ خالق کے عشق کا اثر کیا پھر نہ پاپ ہے
 حب داری از سادات امری
 کہ باشند در بحر حق تربی
 دایم شراب الم در کعبہ
 بحر حق بندہ ہم در کعبہ
 میرزا خان سے ہیں:

عشق صوفی کے کہ تر نیلی ہو
 توئے عشق میرا اورانی ہو

اور میں ملکہ بھی متعلق کر دوں (ملا، کے عربی اناؤق ہی کے عوام و خراب کیا ہے۔ یہاں سے
 نے رہتے تھے نے شہادت بیان کیے یہ بر شہ کے نفس جو کہ کیا۔ دیکھئے اور۔ افسانہ آپ
 یہ ہے کہ مرثیہ کو عشق میں نرم و درجہ آواز دہے، مٹاؤں کو پسینے، دوسرے لپکا ہوا دھبہ جڑ و جو
 ہے تو پھر در در میں جڑوں کے لئے ہے، عشق انہیں کے عشق تحقیق کرنے سے مل مرثیہ عداوی
 کرتا ہے۔ ورنہ عشق آتہ دکھاؤں کرتا ہے، جس کو بہت تنگی ہے اور اس کے رشتہ کو جانوں کہ جن
 مسلمانوں کو آتی کل تہہ ہے میں شہرک الوداع ہے اور اس کے اس مرثیہ عداوی، قوت محبت
 مع اللہ ہے، ان وائد اور سال کے ساتھ محبت نہیں ہے اور اس پر ہے، راقص و عشق کہ نہانے ہر
 عقل مع اللہ کے حاصل ہونے کو واحد عین سرفہ یہ ہے، اس کی حسیہ حاصل کی جانے میں
 محبت کی صحبت میں پوچھ صحبت ہے۔ اس سے بہت جلد محبت یہ وہ پہاڑی ہے، جو کہ اس شخصیت
 کی صحبت سے فائدہ پہنچاتی ہے، پھر جب محبت اور عشق کے بعد حاصل ہوجائے تو، یہ لہر و لہر
 ہائیں اور وسوسوں و شہوات سے بچ جاتے ہیں گئے۔

میں ملتا، سے غیر خواہی کے ساتھ کہتا ہوں کہ تم ان شہیادت کے جواب میں کیوں اپنا منہ
تھکاتے ہو؟ جس طرح صرف ایک کام کرو کہ ان لوگوں کو اہل اللہ کی صحبت و محبت کا یہ دو۔
(نہیۃ الخوان: صفحہ ۵)

انہی و نواں اعتراض ... و جو و صانع کی عقلی دلیل!

عقلی طریقہ پر وجود صانع کی دلیل یہ ہے کہ تمام عالم حادث ہے۔ کیونکہ بہت سی چیزیں آج
حدوث تو ہم کو مشاہد ہے اور جن کا حدوث مشاہد نہیں ہوا ان کے احوال کا تئیں و انکساب: کار ہا ہے
کہ یہ حادث ہیں کیونکہ کل حادث کا حادث ہوتا ہے۔

انہی میں نے اخبار میں ایک امریکن ڈاکٹر مایہر سنس کا قول پڑھا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ آفتاب
کی روشنی میں بہت سی آفتی ہے اور تقریباً اس کی روشنی زائل ہو کر یہ چراغ گل ہو جائے گا اور
اس وقت دنیا میں اس قدر سردی پڑے گی کہ مخلوق کا زندہ رہنا محال ہو جائے گا۔ تمام عالم فنا
ہو جائے گا (ہم اس خبر سے خوش ہوئے کہ اہل سائنس کو قرآن سے قیامت کی خبر کا یقین نہ ہوا تھا،
تو اب آلات و معد سے یقین آئے ہیں)

فرض اشیاء عالم کا تفسیر و انکساب پڑا ہے کہ یہ سب حادث ہیں۔ قہر نہیں مافی ان کا وجود
دائمی اور ضروری نہیں اور حادث کے لیے ممکن ہوا ان کے لیے کسی مرتبہ کی ضرورت
ہے کیونکہ ممکن وہ ہے کہ جس کا وجود عدم مساوی ہو۔ یعنی نہ اس کے لیے موجود ہونا ضروری ہے نہ
عدم ہونا ضروری ہے اور جس کا وجود عدم وجود برابر ہو تو اس کے وجود کے لیے کوئی مرتبہ ہونا
چاہیے ورنہ ترجیح بلا مرجع لازم آئے گی و ترجیح بلا مرجع باطل ہے۔

پھر اس مرجع میں گفتگو کی جائے گی کہ ممکن ہے یا نہیں اور ہے؟ اگر مرجع ممکن ہو تو اس کے لیے
دوسرے مرجع کی ضرورت ہوگی اور چونکہ تسلسل محال ہے اس لیے ہمیں نہ کہیں سلسلہ ختم کرنا پڑے
گا اور یہ انجام پڑے گا کہ مرجع ایک ذات ہے جو ممکن نہیں بلکہ واجب الوجود ہے، اسی واجب الوجود
کو ہم صانع اور خالق عالم کہتے ہیں، ایک سوال یہ ہوگا کہ صانع کے مانتے کے بعد بھی ترجیح بلا مرجع
لازم آتی ہے، کیونکہ صانع نے تمام مخلوقات کو ایک دم سے پیدا نہیں کیا، کسی آج سے ہزار برس
پہلے کسی کو برس پہلے پیدا کیا اور کسی کو بعد میں پیدا کرے گا اور کسی کو حسین بنایا، کسی کو بدشکل، کسی کو
مرد، کسی کو عورت، کسی کو امیر، کسی کو غریب، کسی کو عاقل، کسی کو احمق تو یہاں مرجع کون ہے؟ زید کو
صانع کیوں پیدا کیا؟ کل کیوں نہیں بنایا؟ اور اس کو امیر کیوں بنایا؟ عمر کو کی طرح غریب کیوں نہ

[illegible]

ایک عشرت کا جواب

اس کا جواب علم کے احاطہ سے ایسا دیا جاتا ہے۔ انھما کے دکان کے واسطے جسٹس جوتھے۔ فرما کر
مہنت و ادب اپنی ذات میں قدم بڑھائیں۔ میراں کا تعلق کمزورت کے مہنت سے ہے اور مختلف مہنت کا
تعلق ہر ایک کے ہند میں ہے۔ ان سے جسٹس میں نہیں۔ مہنت ہم میں کہیں جسٹس کے واسطے حاصل مختلف
ہند سے ہوتا ہے۔ اس سے ہر ایک کا ہند بھی مختلف ہندوں اور مختلف حالات کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ سب
مہنت سے ہوتا ہے۔ (نائب۔ جوتھ۔ علی۔ ۱۶/۲۰)

انسٹوٹس! مقررین! .. عہدہ چٹاق پر شبہ کا جواب!

میں کا جواب یہ ہے کہ آپ کو اس جہد کی کیفیت سے غافل رہیں۔ یہی طعن اس کا قصور ہے۔ کوئی دوسرا بہر مطلب مقصود ہی کا وارث ہے، کیونکہ تعلیم و تعمیر کا دور بے ساختہ وہی نہیں، اور کچھ جن کاموں نے لمبی و دوری پر محض ہلے ہوئے تھوڑے سا آدن کے سمجھا "تائیں" کی تکرار کا سبق آج کل پر محض کو یاد ہے۔ لیکن آپ ان سے پوچھیں کہ آدن کے معنی آپ کو کس دن و کس وجہ پر حائل تھے؟ اور آدن آپ نے کون سے استاد سے چڑھا ہے؟ تو ان سوالات کا جواب شاید ہزاروں ایک ہی دہی دے سکے کہ "تعلیم" کی کوئی بھی کو محفوظ نہیں رہیں تو کیا ان کے پاس رہنے سے یہ کہاجائے کہ آدن پر دعوت فصول و دیگر کامیابی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ہر شخص یہ سمجھے کہ اگر وہ اس پر حائل ہے صرف تصور یہ تھا کہ اسے اس مضمون پر بار ہے، کیونکہ تعلیم کا یہ بہت قصور تھا کہ اس طرح ہر شخص میں کہ بظاہر امت سے تصور یہ تھا کہ وہ دستان و رد و حید مسائل کا مضمون ہو، مگر اس میں مرکز ہو جائے اور تعلیم کا محفوظ ہو، مقصود یہ تھا کہ سبھی نے خود بخود اس مضمون پر ہر شخص

ساختواں اعتراض... مال تدبیر سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ تقدیر سے

حاصل ہوتا ہے!

اگر کوئی یہ سمجھ کہ یہ تو میری تدبیر و سلیقہ سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ کارون نے کہا: "قال: نعم! لربہ علی غلبہ عہدی" تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان تدبیروں کو راستہ کس نے کیا؟ کیونکہ بہت لوگ تم سے زیادہ تدبیریں کرتے ہیں، مگر ان کو حاکم بھی نہیں مانتا، وہ طالب علم بنی وے کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور بعض دفعہ اساتذہ اور سب طلبہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان دونوں میں زیادہ دانش ہے اور وہ غیر اول میں پاس ہوتا ہے، مگر نتیجہ امتحان اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے کہ نہ یہ عمل ہو جاتا ہے اور عمر جو اس سے کم وجہ میں ہے، پاک ہو جاتا ہے۔ غلابے! عمر کی تدبیر کو کس نے راستہ کیا؟ اور زیادہ کس نے ناکام کیا؟ اگر تدبیر ہی مدد تھا تو زیادہ کو بر اول ہو، چاہے تھا مگر مشاہدہ و بار بار اس کے خلاف ہوتا ہے، اسی ضمن دو شخص تجارت کرتے ہیں جن میں ایک تعلیم یافتہ اور ہوشیار ہے۔ دوسرا بے وقوف جاہل ہے تدبیر کا مظاہرہ یہ تھا کہ تعلیم یافتہ کی تجارت بے وقوف سے زیادہ چلتی، مگر مشاہدہ و بار بار اس کے خلاف ہوتا ہے کہ جاہل کی تجارت بڑھ جاتی ہے اور ہوشیار تعلیم یافتہ کو نقصان بھی ہوتا ہے، اسی طرح آپ خود نہیں کے تو ذرا اعت اور ملازمت وغیرہ تمام امور میں ایسی حد بانٹنا ضروری ہے جس سے مخالف مظلوم ہوتا ہے کہ شخص تدبیر کافی نہیں، بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ تدبیر راستہ بھی ہو جائے اور یہ بات سوائے خدا کے کسی کے قبضہ میں نہیں، اور نہ اپنی تدبیر کا راستہ خود کو کون نہیں چاہتا؟ پھر سب کے سب مقصود میں کامیاب ہی ہوا کرتے، ناکام کوئی نہ رہتا، حالانکہ مشاہدہ ہے کہ سودہ تدبیر کرنے والوں میں نہیں تھے کامیاب ہوتے ہیں اور زیادہ ناکام ہوتے ہیں، وہ اب اگر یہ کامیاب ہونے والے اپنی کامیابی کو تدبیر کا ثمرہ سمجھیں تو یہ شخص ان کی حماقت ہے، ان کو سوچنا چاہیے کہ تدبیر تو وہ ٹوٹ بھی کر رہے تھے جو نہ کام ہونے، پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ ناکام ہوئے اور کام کامیاب ہو گئے؟ یہ سب عقلمند لوگوں کے واسطے ہے جو سائنس کے معتقد ہیں، ورنہ مسلمان تو سب کے سب یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ شخص تدبیر کا نہیں بلکہ تدبیر کے راستہ ہونے کے لیے تقدیر کی موافقت بھی شرط ہے اور تقدیر ہر شے کا نام ہے۔

اہل سائنس کی ایجاد

اہل سائنس مانہ کرتے ہیں کہ ہم نے ایسی ایسی چیزیں ایجاد کی ہیں جن کی پہلے لوگوں کو خبر بھی نہ

تھی۔ میں جہنم ہوں کہ اگر حقیقت میں تم ہی موجود ہو تو یہ تو بدنامی ہو کہ میں ایجاد کو تم نے ایک سال کے فخر و فکر کے بعد ظاہر کیا ہے، اس میں ایک ماہ کیوں لگے؟ اگر تمہارے قبضے میں سب کام تھا تو ایک ہی دن میں ایجاد کر لی ہوتی اور یہی ایک کیلنگ جو چیز ایجاد کرنا چاہیو، ایک دن، بلکہ ایک ساعت، بلکہ ایک منٹ میں ایجاد کر لیا کرو! کیونکہ سب کام تمہارے ہاتھ میں ہیں، پھر دوسری کیا وجہ؟ مگر ظاہر ہے کہ یہ بات کسی کے قبضے میں نہیں کہ جب چاہے جو کچھ چاہے، ایسا کر لے مگر زمانہ اور تمب غور و فکر کرنے کے بعد ایجاد کچھ میں آتی ہے۔ اب بتلاؤ! جس وقت بات کچھ میں آتی ہے، اور تمہارے اختیار سے کچھ میں آتی یا اختیار خود بخود دل میں آگئی؟ اگر کو اختیار سے کچھ میں آتی تو اختیار تو ایک سال پہلے بھی موجود تھا، اس وقت کیوں نہ کچھ یہ؟ یقیناً کہو گے کہ وقت ملا لیا۔ کچھ میں توئی ہے، پس میں تقدیر ہے اور حق تعالیٰ ہی کے سمجھاتے سے تمہارے ذہن میں یہ ایجاد آتی ہے۔ کیونکہ ان کی عادت ہے کہ جب انسان کسی کام کے لیے کوشش کرتا ہے اور اپنی سی کوشش صرف کر دیتا ہے، تو وہ الہ اور فرماتے ہیں۔

بہر حال یہ کسی کا وہ نہیں سنا۔ چنانچہ اس دستار کو، اپنی تہذیب کو نتیجہ اور نفس کا شہرہ سمجھے، ہر نفس کو ناجز و لاچار ہونا پڑتا ہے۔ لہذا کہ جو کچھ نہار سے پارت ہے وہ دوسرے کا دیا ہوا ہے یعنی حق تعالیٰ کا اب فرمائیے: اگر آپ اللہ کا دیا ہوا ہاں اللہ کے راستے میں تھوڑا سا صرف کر دیں اور اس کے بعد آپ کو ثواب اور نعت عطا کی جائے تو یہ نعت منّت ملی یا نہیں؟ جیسا منّت ملی!

(مظاہر اہل حق، صفحہ ۱۳)

اکسٹھواں اعتراض .. اسلام نے ساوگی سکھلائی ہے!

غیر فرقہ بندی کے طریقہ پر پلنے کی تم کو کچھ ضرورت نہیں بلکہ اسی سادگی کے طریقہ پر پلو جو اسلام نے ہم کو سکھایا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانچ شام سے افکار اسلام نے ایک عرضداشت بھیجی تھی کہ نیت المقدس فتح نہیں ہوتا اور ہاں کا پادری یہ کہتا ہے کہ مذہب بیت المقدس کا حلیہ ہماری کتاب میں موجود ہے، تم اپنے خلیفہ کو جلاوتم دیکھ لیں گے، اگر نین کا حلیہ ہوگا جو اس کتاب میں ہے تو ہم بدوین لائق کے قلعہ کھول دیں گے، اور تم قیامت تک فتح نہیں کر سکتے، اس لیے ہم چاہے ہیں کہ میرا مائین یہاں تشریف لے لے آئیں، مثلاً یہ قلعہ بدوین لائق کے فتح ہو جائے، میرا مائین نے اس درخواست پر سفر کا ارادہ فرمایا، اب غور فرمائیے کہ پاس میں کدو تھا جس کے نام سے کمرنی

خوبصورت چہرہ کو زیبہ و زینت کی ضرورت نہیں، مگر وہ لباس میں چھپن میں عیاں ہو
 اختیار اس کو ہے کہ جس کو قدرتی حسن نصیب نہ ہو چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی
 ہاسی پہن کر چلے اور ان کی پر سوار ہونے اور اسی لباس اور سواری پر آپ کو غیر کرم کا دروازہ
 کھل گیا، کیونکہ جب آپ فیسل شہر کے قریب پہنچے اور نہرونی پورہ پہنچے تو آپ کو غیر کرم کا دروازہ
 کھل گیا۔ آئے تو ان کا بازو درویش پر آیا اور کتاب کھول کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
 حلیہ کو ان اوصاف سے ملانے لگا۔ جو کتاب میں لکھے ہوئے تھے، اس میں یہ بھی تھا، "والتحکم
 منہ عن عرض اللہ تعالیٰ عنہ ایسے ہیں اور ان کی سواری پر تحریف نہ کریں گے۔ اس معمولی لباس کی
 میں آپ کی عزت کی تھی۔"

کہ آپ بخشد جوں درویش چار کی است

آپ حقیقی لباس میں آتے تو پیشین کوئی چوری نہ ہوتی، چنانچہ پانچویں نے جب سارے
 وصال کتاب کے حوالے دیے تو وہ کیا مگر کرپا اور کچھ کہ جھوٹی سے نقد کا، وادہ کھوں
 بداندازان وہ شخص ہے جس کا لب و لہجہ اس حد یہ ہے کہ ایک نیا بیت غنڈہ سے بھر اس کا
 مہ جلد نہیں کر سکتے۔ میں عرض اللہ تعالیٰ نے بد نہ بٹھا۔ دھمال کے بیت غنڈہ کو فتح کر دیا۔

مومن نیا فتح مراد آبادی رحمہ اللہ

آپ جیسا کہ تکلیف و غلبہ اور بلاوت کی ضرورت نہیں، ہماری عزت آپ کی ہی
 میں ہے۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن فرماتے ہیں کہ اس لباس کے ذریعہ ہونے
 ہیں۔ آپ سے تعظیم و گورنے کے لئے جو کچھ بیان ہے، ہمارے ہاں ہوگی، اس وقت
 آپ یہ تکرار کر رہے تھے کہ تعظیم و گورنے کے واسطے ہونے کی کئی جگہاں سے لائیں گے؟
 خدام نے عرض کی کہ اس میں جہت نہیں، دو جہتی کرن پر چڑھ سکتے ہیں، پہلے تعظیم و گورنا
 وقت پہنچا ہوا کر رہے تھے اور دوسری جہات اس کے مذاق کے مطابق ہوتی ہے، اس لیے جو
 خیر سوا دیکر یہ سارے منصوبے پہنچے ہی پہنچے تھے، واپس پر کچھ بھی اہتمام نہیں کیا گیا، بلکہ آپ کو یہ
 بھی یاد رہا کہ تعظیم و گورنا اس میں آگے نہیں آئے، جب دن قویہ اور تعظیم و گورنا تھا تو
 پہنچے تو اس کوئی تکلف نہ تھا، سب معقول سامان تھا، بعد ملاقات تعظیم و گورنے کے، حضرت
 ہمیں کچھ نصیحت و وصیت فرمائی، شاد فرمایا، "خدا بھی نہ فرماتا، پھر اس نے درخواست کی کہ ہم کو
 کچھ تحریک عطا فرمادے، فرمایا میرے پاس کیا تھا، پھر خدا سے فرمایا کہ اسے دیکھنا، اسے دیکھنا

کئی ہفتہ ایسے کچھ بیوقوفانِ گمراہ ہوئے، انھیں رہے ہیں! چنانچہ بنیاد میں سے مٹانی کا پتہ تھا تو آسمان کو سب کو دے دیا گیا جس کو سب نے نہایت ادب سے لیا۔ ان کے تو اس خوش راہی سے بڑے تھے تو دیکھتے! سو! ان کو کوئی تو اس زمانہ کے لحاظ سے کچھ تکلف کا خیال ہوا بھی تھا مگر غرض میں یہ سارے منصوبے مٹ گئے اور وہی اسلامی سادگی رہ گئی اور انہی میں ان کی غفلت و حماقت ظاہر ہوئی۔

نہ کچھ شوقی جی رہا کیا!
ٹٹانے میں بھی زلف ان کی بنا کی

بے تکلفی

غرض ہم وہ اسلامی سادگی پر رہنا چاہیے، اگر کسی مسلمان کی تہ طہ سے کچھ تکلف بھی نہ پائے تو اس میں بھی اعتدالِ اسلامی کا لحاظ ضروری ہے، مبالغہ نہ کیا جائے، اس میں درمیانی جگہ ہے، مگر آج کل مسلمان تھکے ہوئے ہیں اپنی عزت سمجھتے ہیں، ان کا لبہ لہجہ اور ان کا طرزِ معاشرت ان کا طرزِ تمدن، تجارت، اقتصاد کر کے ترقی کرنا چاہتے ہیں، جس کی کہتا ہوں کہ اس میں مسلمان کی عزت نہیں۔

ایک واقعہ

ایک بار میں بریلی میں تھا، بھائی سے وابستہ رہنے کہا کہ ہم آپ کے بھائی سے ملنا چاہتے ہیں، بھائی نے مجھ سے پوچھا میں نے کہا ہم خود تو حکام سے نہیں ملتے، لیکن حسبِ درخواست دعوہ مانا جاتا ہے یہ تمام اعتراض کراہے اور خود کسم ہیں، مگر کوئی شکست کا لحاظ ضروری ہے، میں چلوں گا، بھائی نے میرے واسطے تحقیقی لباس کا اجازت فرمادیا، میں نے کہا "بزرگ نہیں! جس لباس میں میں یہاں آیا ہوں وہی میں جاتا ہوں، چنانچہ میں اچھٹن اور کرت میں ان سے ملنے آیا، وہ شاید غصہ کر رہے تھے، ہم کرسیوں پر جا کر بیٹھ گئے، مصر کی غمزدگ وقت آئی، اور میں نے اور بھائی نے ان سے جگہ سی میں نماز پڑھی، اچھڑا کر دے اور مجھ کو اپنی خاص کرسی پر بیٹھایا اور خود ایک معمولی کرسی پر بیٹھ گئے۔ میں نے اس بار بھی کیا مگر نہیں مانتے، پھر نہایت احترام کے ساتھ پائیں کہیں اور تھوڑی دیر میں رخصت ہو کر آ گئے، میں قسم کھاتا کہتا ہوں کہ اگر میں انگریزی لباس میں نہ تو وہ عزت نہ کرتے ہوتی جو اسلامی میں میں ہوتی۔

کلکتہ میں مولوی مہدی علیہ صاحب داسرائے سے سوال کیا کہ چونکہ دینِ آفرامہ ہمارا ہے تو

دوسرے۔ دوسرا آمریزی لباس میں ملے تھے، تو وائس رائل نے ان سے کہا کہ: "تو یہ لباس پہن کر بہت
آپ کے لباس میں شہزادے معلوم ہوتے ہیں، یہ لباس بڑی راحت کا ہے، دوسرا لباس بہت
کلیف دہ ہے، مگر ہم اپنی قومی وضع سے ٹھہر رہے ہیں، ہم کو آپ کے لباس پر بہت رشک آتا ہے۔
غرض ہم کو شرجس نے جو تعلیم دی ہے، اس پر چلنا چاہیے۔" (مظاہر و سوال صفحہ ۳۳)

باسٹھوال اعتراض۔۔۔ عمامہ پر ایک اعتراض کا جواب!

مجھے اس وقت اس سے تو بحث نہیں کہ مسلمان کی ترقی، آمریزی پر مبنی ہے یا نہیں۔
نہیں؟ فرض کر لیجئے کہ اس پر موقوف ہے اور بدین اس کے مسلمانوں کو ترقی نہیں ہو سکتی، غرض اس
پر ترجیح کرنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے آمریزی نہ پہننے کا الزام آج علماء پر لگانا صحیح ہے۔ یہ غلط
ہو چکا ہے کہ یہ علماء صرف آمریزی سے منع کرتے ہیں، یہ غلط دین حاصل کرنے کا حکم بھی
دیتے ہیں؟ اور جہاں کسی اور بات سے بھی منع کرتے ہیں؟ جیسا کہ بہت سے باتوں سے منع
کرتے ہیں، مثلاً محبت بولنے سے، خبیث کرنے اور کسی کا حق دہانے سے۔ اگر مسلمان
"آمریزی" علماء کے منع کرنے سے نہیں پہنچتے تو ان کے کہنے سے مسلمانوں کی جانیں بچ رہتے؟
اگر یہ مولویوں کا اثر ہو تو دوسری باتوں میں بھی تو ہوتا، صرف وہی ایک بات میں، شریکوں ہوا؟
اس بات یہ ہے کہ مسلمان آمریزی پہننے میں دوسری قوموں سے اپنی سستی کی وجہ سے پیچھے
ہیں، ان کے محنت نہیں ہوتی، وہ انہیں لے لیتے۔ ان سے اس میں گھر پر ہی تعلیم کے مصارف کے
بے فکر نہیں، علماء کے منع کرنے سے کوئی نہیں کہتا "اگر مسلمان، لٹکے ہو، مادر و مادر، صادر
تکالیف و مہنگا آج کل تو الزام سننے میں لگتا ہے، وہی حالت ہے جیسے ایک بھٹیاری کی حکایت
ہے، گوکہ حکایت تو خٹش ہے، مگر مولانا نے اس میں بھی زیادہ خٹش کا، تیس مشکوٰی میں لکھی ہیں اور ان سے
۳۰۰ نکالے ہیں، اس سے یہ جان کر رہے ہوں۔

ایک بھٹیاری کا قصہ

یہ قصہ ہے کہ ایک بھٹیاری سرائے میں بھٹیاری کو کھانا پکاتے کے لیے جھنڈی، بھٹیاریاں
آگ، جھنڈی، جلیا کرتی ہیں، اس لیے سابق اس کے پاس مسئلہ ہو کر بیٹھ گیا، اس نے بہت کوشش کی
کہ: "کچھ بچا کر چڑھیں مگر یہی نے موقع ہی نہ دیا، اب اس نے یہ تدبیر کی کہ جب پہاڑی کھانا
کھانے بیٹھا تو ساتھ میں اپنے لڑکے کو بھی بٹھوایا، کہ تو بھی آج کھانا کھا لے، آخر ایک آدمی کا دست و پاؤں پر
سے کسی کو کھانا بٹھو کر نہیں ہوتا، اس لیے پہاڑی نے سوائے بھٹیاری کی دیکھ کر دھڑکے۔

صدور ہوئی، اس کی مفت، سحرے کو اپنے بیچے سے ایک حبیب کا پاؤں دے کر دے دیا، کھانا کھاتے ہوئے کہہ رہا ہے؟ سچائی کو انتہا تک پہنچا کر اس نے قصداً رخ مناد کی دوزخ میں ایک چپتہ لے کر اسے سید کر اور کہا، اور وہ کہنے کا کوئی جگر ہے گا تو ہی اس سے بھٹیاری کو بھی بھلا دینے کی تیری عزت کو میں سمجھتا ہوں۔

میں نے کہا: حال آج کل کے مسلمانوں نے ماہانہ آمدنی کا حساب کر کے کوئی خیرات نام انہیں پر نہ کیا! اگر چہ یہی نہ چاہئے کہ ان تمام مسلمانوں پر ۱۱۱ مسلمانوں کے تہذیب و افلاس کا انعام بھی ملے، اور چاہیں اور مردہ رونے کا انعام بھی نہ ملے۔ مسلمانوں کی مالی اقلیت کا انعام بھی نہیں پڑے۔ (نور اللغات، ص ۱۰۱)

ترتیب سے سوال اعتراف..... میں اعتراف کا جواب کہ شریعت قید ممکن ہے!

دوسے ترقی یافتہ ممالک آزادی کا بہت دیرمہرے ہیں اور شریعت کو قید نہ دیتے ہیں، جہنم تو اس کا
برعکس دیکھ رہے ہیں کہ لوگ قہرے ہیں اور ہم آزاد ہیں۔

[illegible]

زمانہ حرکت فلک الافلاک کا نام ہے چنانچہ رات دن کا آنا "خلوک وخراب کا ہوتا" یہ سب حرکت فلک سے مراد ہے، اگر حرکت فلک موقوف نہ ہو جائے تو جو وقت موجود ہوگا وہی رہے گا اگر رات موجود ہوگی تو رات ہی رہے گی، دن موجود ہوگا تو دن ہی رہے گا تو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے اس رات حرکت فلک کو تھوڑی دیر کے لیے موقوف کر دیا ہو اور اس میں کچھ قحب نہیں، معززہ مہمان کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے، یا اس میں بھی یہ قاعدہ ہے کہ جب بادشاہی سامری نکلتی ہے تو سڑک پر دوسروں کا چٹا بند کر دیا جاتا ہے۔

معراج کا واقعہ

ہم جب حیدر آباد میں تھیں تو ایک دن دیکھا کہ میرٹھ کے سپہ سالار سڑک پر لوگوں کو چلنے سے روک رہے ہیں اس وقت سڑک پر نہ کچھ گاڑیاں تھیں نہ کچھ لوگ سواک تو اب صاحب کی سواری نکلتے والی ہے، اسی طرح حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے اگر آسمان اور چاند سورج سب کی حرکت کو اس رات کچھ دیر کے لیے بند کر دیا ہو کہ جو چیز جہاں ہے وہیں رہے، جس قحب میں کچھ تھا وہی کچھ رہا اور سڑک سے جہاں تھے وہیں رہے، کوئی بھی اپنی جگہ سے چلنے نہ پڑا، اس میں کیا استبعاد ہے؟ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے فارغ ہو گئے تو پھر فلک کو حرکت کی اجازت ہوئی تو اب ظاہر ہے کہ حرکت فلک جس جگہ سے موقوف ہوئی تھی وہیں سے شروع ہوئی تو صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر میں چاہے تڑپ ہی وقت صرف ہو ہو مگر دنیا والوں کے اعتبار سے سڑک پر ایک ہی رات میں ہوا، کیا خود حرکت اس وقت موقوف ہو چکی تھی اب اگر کوئی دوا حرکت کا دعویٰ کرے تو وہ اس کے لئے کوئی دہشت کرے ان شاماتہ ایک بھی دہشت تو نہ کر سکتے گا۔

دور اعا شقان جواب من اشکال کا مولانا نقوی رحمہ اللہ نے دیا ہے

حق کو کہ صافی تر از چن دست

اگر آمد شد بیک دم دوست

یعنی یہ بات سب کو معلوم ہے کہ خیال انسانی ذرا سی دیر میں بہت دور پہنچ جاتا ہے، چنانچہ آپ ہی وقت عرش کا تصور کیجئے تو ایک منٹ کے بھی آٹھ میں عرش پر خیال پہنچ جائے گا، خیال کی حرکت بہت سریع ہے اور اس کی سیر یہ ہے کہ خیال روح کی ایک قوت ہے اور وہ نہایت لطیف چیز ہے۔ وہ بہت کی طرح تشفی نہیں ہے، اس لیے اس کی سیر کوئی حاجب نہ لے سکتا ہے تو مولانا نقوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک تو ان کے خیال سے بھی پاکیزہ تر ہے جب خیال ذرا سی دیر میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے تو آپ کو جسم طہر قریب سے آسمان تک

وہ پیچھا کر کے خود ہی سب کا سر کاڑا، یاد رکھو! ایک جماعت سے دو کام نہیں ہو سکتے، یکہ کا طریقہ
 لیکن ہے کہ وہ جسے تم خود چاہو کرو اور خود دوسرے سے صرف دین کا کام لو، بلکہ وہ پیچھے کرتے اپنے ہی
 پاس رکھو، علماء کو روپیہ دہی نہیں، کیونکہ آج کل بہت لوگ ایسے بھی ہیں جو دین میں موزوں نہیں
 سمجھے، مگر وہ لوگوں میں جہ مجھے، وانبیاء نے مسلمانوں کے چندوں میں بہت خیانتیں کی ہیں جس
 سے خودی بدنام ہو گئے، اس لیے میری رائے یہ ہے کہ دو قسم کا چندہ کر کے اپنے ہی پاس رکھیں،
 مزاروں کو نہ دیں، کیونکہ اس سے علماء پر وحی آتا ہے تو کیا آپ کو یہ گوارا ہے کہ آپ کے علماء
 بدنام ہوں؟ اگر نہیں! آپ کو تو چاہیے کہ اگر علماء چندہ کریں بھی چاہیں تو آپ ان کو خود رکھیں کہ یہ
 کام آپ کے مناسبہ نہیں، یہ کام ہم خود کریں گے، ہر ایک صورت میں آپ سے انھیں یہ بے گناہی
 ایک نہیں ایک، یہ مسئلہ کیا تھا تو اسے دے سکتے تو دو چار مل کر ایک مبلغ رکھ لیں اور اس کا حساب خود
 اپنے پاس رکھیں، یہ صورت تو وہ ہے کہ انتظامی ہے۔ رہا شیخ کا تادم اور عریقہ یہ مارکی رائے
 سے ہونا چاہیے کہ تم وہ پیسہ جمع کر کے جماعت سے طریقہ بچھو اور مبلغ بھی ان کی رائے سے مقرر کرو،
 پھر جس طرح دو تھامیں اس کے موافق کام کرو، اس مسئلہ کے لیے ایک کمیٹی بنو، علماء کو اس میں
 مشورہ دے، یہ دینے سے انتظام ہو گا اور اس علماء سے بھی کہنا ہوں کہ وہ ان سے انکار نہ کریں،
 پھر اس طرح ان کے نام سے سر کام شروع کریں، ان شاء اللہ بہت جلد کام چلی ہوگی، گو، اول اول
 وقتیں بھی پیش آئیں گی مگر وقت سے نہ ٹھہرو گئیں، یاد رکھو! ان کے لئے کی ضرورت نہیں، ہر دوری میں سفر
 کریں، جہاں ریل ہو وہاں ریل سے چلیں، وہ نہ گاڑی بجلی سے جائیں، باقی غصے اور سوز کی
 ضرورت نہیں نہ لیکن ہر برائے کی ضرورت ہے، ان فضولیات میں پیسہ نہ کھا کر پادے کرنا چاہئے،
 آپ کا تو یہ رنگ ہونا چاہیے۔

اے دل آس بہ کہ خراب از منے ٹکلوں باشی
 ہے زور + تیغ بعد شمشیت قاروں باشی
 در وہ منزل الٰہی کہ خضر است بحال
 شد اوں قدم "نست" نہ بھنوں باشی

(اعظم، ۱۵۲ صفحہ ۲۱)

چھیا سٹواں اعتراف... نسب نامے تو کھنکھس بیکار ہیں اور نہ ہی ہمارے فخر ہیں!
 حق تعالیٰ نے مختلف نامہ انوس اور قوموں کے بنائے ہیں یہ نکتہ بتاتی ہے کہ اس سے
 حق تعالیٰ اور شگفتہ ہے جو جانی ہے اور ایک دوسرے کا یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حق تعالیٰ ہے یہ انوس

مراہد علیہ السلام میں جس کو دشمن کہتے ہیں، کسی سے یہ اعتراض ہے، کیونکہ قرآن و احادیث پر بھی یہ امر قابلِ مبالغہ و امتداد ہے۔

اس سے بعض دو حضرات جو یہی شرف نہیں رکھتے اور طمع حاصل کر چکے ہیں اس پر استہزاء کرتے ہیں کہ شرفِ نسب کوئی چیز نہیں، اس شرفِ اُمر ہے تو طمع ہے۔ اس تو سبکی معلوم نہیں کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے یا نہیں؟ پھر جس کا بھی قول ہے، محتاسب بھی فخر ہے، نسب پر فخر نہ کرنا چاہیے، کیونکہ وہ امر خیر اختیار ہی ہے اور اس پر فخر نہ کرنا چاہیے، مگر آیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حسن صورت اور اسوۃ النکاحیہ بنا نہایت بھی نہیں؟ یقیناً اعلیٰ درجہ کی اُفت ہے، مای حرم میں اس سجدہ کو شرفِ نسب بعد از غیر اختیار ہی دینے کے جب فقر نہیں، مگر اس کے ثبوت ہونے میں شبہ نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی غلیظیت کو ان پر مانتی ہے، انہما کے قصص بیان فرماتے ہیں اور ان کے عدوت میں ہیں۔

“كل من صدق كعبه من الخلق والعبادة، جازهم في حلاله غيرهم في الإسلام إذا فقهوا.”^{٤٤}

کہ جیسے چاندی ۲۰ لے کی کاغذ ہیں، اسی طرح آدھوں کی بھی مختلف کاغذ ہیں جن میں بعض ۲۰ لے کے مشابہ ہیں، بعض چاندی کے بعض اور بہت معادن کے شکل ہیں، البتہ آپ فرماتے ہیں کہ جو خاندان چاندی میں اچھے شمار ہوتے ہیں، وہی اسلام کے بعد بھی اچھے ہیں، جب کہ علم حاصل کر لیں، بعض نے یہ سمجھا ہے کہ اس میں قید "ما عقہوا" اس اسب کو مضرب ہے کہ اس میں بہ افضل فقہ کو فرمایا، البتہ یہ بھی معترض ہیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فقہ کے بعد حیدر علی صاحب کو جبرہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں، تو فقہ کے بعد مسادات نہ رہی بلکہ حاکم یہ ہوا کہ فقہ غیر صاحب نسب، فقہ صاحب نسب کے برابر نہیں، بلکہ فقہ صاحب نسب افضل ہوگا تو کوئی تو بات ہے جس سے وہ خیال ہوئے انہیں یہ ضرور ہے کہ صاحب نسب چاہے غییر صاحب نسب نہ لے فضل ہے ان کا ہمراہ انکار نہیں، مگر حدیث سے اتنی بات معلوم ہوئی کہ صرف نسب بھی کوئی چیز ضرور ہے جس کے ساتھ علم و فضل چاہے تو صاحب نسب غیر صاحب نسب سے برتر ہوگا، نیز حدیث میں ہے "الانسان من فریض" کوئی تو وہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کو قریش کے ساتھ مخصوص کر لیا، معلوم ہو کہ اہل نسب میں شان متبرکیت دوسروں سے زیادہ ہے" :
انسکی لا تذب انوار عیدہ منصف "جب جنگ یمان میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ تھے، ان کے لئے اور وہ چھپے بٹھے گئے تو آپ نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ہوں یہ چھوٹا ہے، میں نہیں ہے (میں ہے) البتہ تمہاری ہے (اور میں مہذب کا کچھ ہوں۔

چنانچہ نماز میں ایک یہ ہے کہ اگر کوئی آپ کو منقول جن احکامات منقولہ اللہ اور پیغمبر کے
نماز شروع کر دے، جب تک نماز پڑھتے رہو گے کوئی تمہیں پکڑ نہ سکے گا، دوسرے اگر کسی آنے
والے کی تعلیم نہ کرنا چاہو اور تعلیم نہ کرنے میں غلطی کا اندیشہ ہو تو اس کو آواز دے کر نماز پڑھنے
کر دو، اس طرح تعلیم سے بھی بچے رہو گے اور دوسرے کو اپنی بے تعلیمی کا خیال نہ ہوگا، کیونکہ
سب جانتے ہیں کہ نماز میں انسان دوسری طرف متوجہ نہیں ہو سکتا، دوسرے اگر کوئی یہ چاہے کہ میں
اس طرح غلطی اختیار کروں کہ گوشت فطیمین اچھی مشہور نہ ہوں کیونکہ اس شہرت کے بعد پھر غلطی نہیں
ہو سکتی، لوگ جھگڑتے اور جھگڑنے لگتے ہیں تو اس کی سبب صورت یہ ہے کہ یہ وقت نفل نماز
پڑھا کرے، ہمارے ایک عزیز بزرگ نے جو مشرب سنا رکھتے تھے اسی طرح غلطی اختیار کی
تھی کہ بیشک ابی میں عام مظہر رہتے اور یہ وقت نماز پڑھتے تھے، جب کوئی ملنے آیا تو سلام کے
بعد دو چار باتیں خیریت کی پوچھ لیتے اور پھر نماز شروع کر دیتے تھے، مجھے یہ طریقہ بہت پسند آیا
کہ نہ وہ ہذا خلاف مشہور ہوئے، کیونکہ جو کوئی بھی آجاتھا، اس سے ضرورت کے قدر مل بھی لیا
کرتے تھے اور نہ عزت گزینی میں فرق آیا اور نہ غلطی فطیمین مشہور ہوئے جو عوام کا کام ہوتا، ایک
برکت نماز کی یہ ہے کہ اس میں بڑے بڑے سلاطین اور بڑے سادہ کی برابری ہو جاتی ہے۔

نماز میں مساوات

ایک انگریز علی گڑھ کالج میں گیا تو وہاں دیکھا کہ رئیسوں کے لڑکے پڑھتے ہیں مگر خدمت کے
وہ نوکر دور کھڑے رہتے ہیں، آقا کے پاس بھی نہیں بیٹھ سکتے اور نماز کے وقت آقا کے برابر
کھڑے ہوتے ہیں، اس نے ان رئیس زادوں سے دریافت کیا کہ نماز میں برابر کھڑے ہونے
سے یہ ملازم گستاخ نہیں ہو جاتے؟ انہوں نے کہا محال ہے جو نماز کے بعد ہماری ذرا بھی برابری
کر سکیں، اس وقت کا حق یہی ہے کہ سب برابر ہوں اور دوسرے وقت کا دوسرا اہم ہے، اس کو اس
سے بڑی حیرت ہوئی اور اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ جو نوکر نماز پڑھتا ہے، حالانکہ وہ
نماز میں آقا کے برابر بھی ہو جاتا ہے، مگر پھر بھی اس میں انفرادی عصمت بڑھ جاتی ہے، یعنی وہ آقا
کی خدمت اور اس کے حقوق کی بجائے بڑی بڑی بے نماز نوکر سے زیادہ کرتا ہے۔ واقعی یہ بات مشاہد
ہے کہ دیندار آدمی جیسے خدا تعالیٰ کے حقوق ادا کرتا ہے، بندوں کے حقوق بھی خوب ادا کرتا ہے،
نماز کی ایک برکت یہ ہے کہ اس سے صحت اچھی رہتی ہے، واپس نہ بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ اخلاق
مید و افعال حس کا اثر صحت پر بہت اچھا پڑتا ہے اور افعال بد سے بیکاریاں پیدا ہوتی ہیں۔ تجربہ

کر کے دیکھ لیا جائے گا ایک آدمی نماز کی ہوا اور ایک بے نمازی، تو نماز کی حاکمیت نماز سے ضرور اچھی ہوگی۔ (مگر دونوں یکساں قوی اور قریب قریب بدن کے لینے چاہئیں۔ ایک حدیث سے تو جواہرین مابہ میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے گو محدثین نے اس کو ضعیف کہا ہے کہ حضور علیہ وسلم نے نماز کے ذریعہ سے بعض امراض کا علاج کیا ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیٹ میں درد تھا، وہ آؤ آؤ کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لے گئے اور غاری میں فرمایا: حکمت درد؟ "قال: نعم! قال: قم فصل فزال وجع بطنہ" کیا تمہارے پیٹ میں درد ہے؟ کہا: ہاں۔ فرمایا: "کھڑے ہو کر نماز پڑھو" پھر نچھ نماز پڑھتے ہی درد زائل ہو گیا، چونکہ یہ مسئلہ احکام میں سے نہیں اس لیے ضعیف حدیث اس میں معتبر نہیں، میں یہ تو دعویٰ نہیں کرتا کہ نماز پڑھنے سے ہمیشہ درد زائل ہو چکا کرے گا ممکن ہے کہ کسی عارض سے اس قطع کا ظہور نہ ہو، مگر یہ تو ضرور ہے کہ نماز سے ایک خاص سرور و نشاط اور قلب کو راحت حاصل ہوتی ہے، جس کا اثر صحت پر بھی ضرور ظاہر ہوتا ہے اور ہم کو اس کی وجہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ نماز سے راحت و سرور کیوں ہوتا ہے؟ کیونکہ ہر اثر کے لیے کسی علت کا ہونا ضروری نہیں ہے بعض چیزیں بالخاصہ مؤثر ہوتی ہیں، دیکھئے امتثالیں میں جو جذبہ حدیث کی غامضیت ہے اس کی وجہ کوئی نہیں دلا سکتا، اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ نماز میں یہ اثر بالخاصہ ہے جس کی علت بتانے کی ہمیں ضرورت نہیں۔

جماعت کی اہمیت

افسوس! اتنی بڑی عبادت جس میں فلاح اخروی بھی ہے اور فلاح دنیوی بھی ہے اور ہم اس سے ایسے غافل ہیں کہ پانچ وقت خدا کی طرف سے ایک منادی ہم کو پکارتا ہے اور ہم جماعت میں نہیں آتے، حالانکہ حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"ولقد حدثت الامم بالصلوة... ای ان قالہ... احرق بیوتہم بالنار" کہہ میں چاہتا ہوں کہ نماز میں ایک شخص کو امام بناؤں، پھر چند آدمیوں کو ساتھ لے کر دیکھوں کہ کون کون لوگ جماعت میں نہیں آتے، پھر جو جماعت سے پیچھے رہتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کے گھر پھونک دوں اور گو آپ نے ان لوگوں کے گھروں کو پھونکا نہیں، مگر چاہا تو تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: "اسی اربع رملت یسارح فی ہواک" کہ میں

حق تعالیٰ کو سمجھتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش نصیبیت جملہ پروردگاروں سے ہیں اور یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان کیوں نہ ہو؟ آپ اپنی مقبوضتوں کی یہ شان ہے۔

تو چنیے خواتین خدا نعمتوں میں

یہ وہی نعمتیں ہیں جو اس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں!

تو معلوم ہوا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے خدا تعالیٰ سے بھی شراعت چاہی ہے۔ اب بتاؤ! اس کے گھر کو خدا اور وہاں پھر کتلا چاہیں اور یہ کتلا؟ تو ہم کو۔ براعت میں نہیں آتے ان کے گھر میں شراعت آگئی ہے۔

مثالیہ کہ کہو کہ خدا کا گھر کہاں ہے؟ وہ تو ہمارا گھر ہے اور اس کے متعلق مولا ناراہ کا جواب سنو اور فرماتے ہیں

آج سے اتر نہ دست فہمہ اور چوہ

ہاں یہ کشتے اور اس سرور دوست

یہ تعویذ آگئی ہے جس کے دھوکے نے دلی کو گھیر دیا ہے اور چروہ پر دھشت اعلیٰ ہستی سے ہے اس سمیت طلب سے بے نیازگی کے چروہ پر بھی نہ ورا یک۔ نہ ہوتا ہے جس سے اس کا بے نیازی ہونے کو ان کو معصوم نہ بچا ہے۔ نیازی کے چروہ پر چوہ رہتا ہے اس کے چروہ پر ظاہر ہوتا ہے اور بے نیازی کے دل میں جو خلعت ہے اس کے پیچھے دلی بدروقی سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی ضرورت بھی ہے اس کی کیا حوال۔ ہے جس نے ظہر و باطن دونوں کو سیاہ کر دیا ہے۔

(انکرہ چمنی ۲۷۲ صفحہ ۶)

اگر مٹھواں اعتراف... اتحاد و اتفاق میں حدود کی رعایت!

تو مٹھواں کے ۱۰۱۰ ہے ہیں۔ ایک اس کا حدوت۔ دوسرے بقا۔ تیس دونوں اور اس کے اسباب بیان کردہں کہ حدوت اتحاد کی ذیہ ہوئی ہے ۱۰۱۰ اور اس کے بقا کا کیا طریقہ ہے؟ اور وہ اسباب ایسے ہیں جو شرعی پہلو۔ تیس بھی ظاہر ہیں اور عقلی پہلو سے بھی نور اسباب ہوا کی تحقیق لیا و اہم ہے اس لیے کہ آج کل ہم لوگوں میں اتحاد و اتفاق تو پیدا ہوتا ہے، سہمیائی نہیں رہتا، میں اس کا سبب شرعی پہلو سے بتاؤں گا، جو عقل کے بھی مطابق ہے۔ مگر مجھے عقل کا کام لینے ہونے بھی شرم آتی ہے یہ کہ عقل باندی ہے اور شریعت سلطان ہے، جس عقل کی تائید سے شریعت کی بات کہا گیا ایسا ہے جیسے غلام کی "مٹی پاتا" کوئی کہہ دے وہ مٹی کی بات کو مان جائے اور

روایات یہ تھیں کہ صاحبِ حق کو دانا انفراد ہے اور غیر صاحبِ حق کو دانا انفراد نہیں، میں بھی تو اسے انفراد سے دوتا ہوں۔

اصلاح کا طریقہ

مگر آج کل مجاہدہ دستور ہے کہ صاحب حق وغیر صاحب حق دونوں کو دہتے ہیں، سو یہاں اصحاب سے یہ مراد نہیں جس کی اصل یہ ہے کہ اس سے پہلے ارشاد ہے "وَأَنَّ خِطَابًا مِّنْ خِطَابٍ مَّبْنًى لِّكُلِّ نَبِيٍّ مِّمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ الْمَسَاءَلُ وَأَوَّلُ مُسْتَقَرِّهِمْ الْآخِرُ" اُنہی نبیوں کی ساری ساری اہم اللہ و ان فائدہ و اہمیتوں پر مشتمل ہے، اور "وَأَوَّلُ مُسْتَقَرِّهِمْ الْآخِرُ" اُنہی نبیوں کی ساری ساری اہم اللہ و ان فائدہ و اہمیتوں پر مشتمل ہے۔

جینی اتر مسجد انوس کی اور جماعتیں باہم لڑنے لگیں تو دونوں میں (اول) صلح کروا دیا پھر اگر ان میں سے ایک دوسرے پر ظلم کرتے تو جرم زادتی اور ظلم کرنے تو اس سے کفر کا قائل کروا دیں تاکہ کسی دو حکم والی طرف واپس آجائے اس سے صاف معلوم ہو کہ اصحابائے حق یہ حق کے خلاف نہیں ہیں بلکہ حق کے موافق فیصلہ کیا جائے اور یقیناً صاحب حق کو وہاں ظہم آتی کے خلاف ہے ورنہ اگر مرتد یقیناً ظہم آتی کے مطابق فیصلہ پر راضی ہو جائیں تو دنیا، دوزخ و عذاب کے دوا دوسرے کے حق کا مارنا چاہتا ہو سب اس سے لڑنے کا حکم ہے، یہ قسم نہیں ہے کہ جس جس طرح ہو وہ صاحب حق کا کلام نہایت محانت کر لڑائی موقوف کر دے، آج کل لوگوں نے اصلاح اسی کو سمجھ رکھا ہے کہ جس لڑائی موقوف ہو جائے وہ چاہے صاحب حق کو کئی دیا جاوے آخر شریعت نے اس کو اصحاب ای نہیں بھیج بلکہ شرعاً اصحاب یہ ہے کہ حق سمجھو اور دوسرا طرف حق میں میں پیش کرنے تو پھر یہ ظہم ہے کہ سب لڑ کر اس کو دیا اور لڑائی کی ضرورت ہو تو اس سے لڑو اس سے معلوم ہوا کہ اصلاح میں بعض ملحد حق اور قتال سے مانگی تھیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اتالیقی کی فرائض سے اتالیق کرا تو رہا ہے اور اتالیق کی غرض سے اتالیقی کرنا جائز یکہ موجب ہے، مثلاً چادر اٹھانے کی غرض سے اتالیق کریں کہ پانچویں سے اتالیق کریں گے یہ مذموم ہے اور بیہوش سے مخموم ہو گیا اگر وہ اتالیق سے اتالیقی کرنے پر اطلاق ہو، یعنی معاصی پر بیہوش ہو تو وہ کسی برائہ ہوگا البتہ تیار اتالیق و سب سے بدتر ہے، مگر آٹھ کل لوگوں نے اتالیق کا نام لیا کر لیا ہے اور اس کو مستحق محمول سمجھتے ہیں، حدود کی وجہ سے نہیں کرتے یہ بالکل غلط ہے، اثر بیعت میں نماز تک کے لیے حدود ہیں کہ طلع وغروب اور پیر کے وقت اور بغیر اشتہال قبلہ کے تہذیب

مصر فی الزمرد وہ اس میں بھی لوٹ بٹھلی سرتے ہیں، بعض لوگ صلح کرانے کو سمجھتے ہیں کہ جہاں وہ آجسوں میں نہایت بوٹوڑاؤ ڈولی کا معائنہ کرنا اور جانے، چاہئے فریقین کے درمیان میں کچھوں پھر اس میں بھی اس نہیں کریں، بلکہ میں کہتا ہوں کہ پیسے مصالحت کی اصلاح کرو، ورنہ یہ دن صحت صفا کے، مصالحتی بیکار ہے، اس سے فریقین کے دل کا جو رئیس نکلتا تو مصالحت کے بعد پھر کافی شروع ہو جاتا ہے، لکن جو تک تو حق تعالیٰ نے "تواریک" کے بعد یہ نہیں فرمایا، کچھ اور نسخہ "نیک" زیادتی کر کے وفاق کی طرف رجوع ہو، جس نم باتھروں کے لئے پر اظہار، لہذا بد فرماتے ہیں کہ حسب دوسرا طریق زیادتی چھوڑ دو۔ تو اب پھر احسان میں ملے، بدلے کے ساتھ کوشش کرو، یہ فیہ یہاں اس کی برائی تھی ہے جس پر ہم من مقل قرابت ہیں۔ کیونکہ نزاع عدالت میں سے ٹھہر ہو چکا نہیں تھا، پھر اس تحت پر کسی کی مصلحت نہیں پہنچتی۔

مصالحت کا عمل

ہر حال اس وقت سے نہ یہ معنی ہیں کہ صاحب حق کو دیا جائے، نہ یہ معنی ہیں کہ بعض مصالحت کرنا یا جانے، بلکہ اس وقت کے معنی یہ ہیں کہ حق کو صاحب اور باطل کو مظلوم کیا جائے، یہاں سے ان قوانین کی تطبیق واضح ہو جاتی ہے، ان قوانین کا مدلول یہ ہوتا ہے، رضاعت، رضاعت میں اتفاق کرنا، یہ باتیں اور باتوں میں مشورے پر باہمی اتفاق کا التزام ہے، جس کو صاحب کو کوشش کرنا ہے، اس سے اندازہ لگے تو یہ معنی ہوئے کہ ایک شخص کے لئے میں چورہ کو دیکھوں اور وہاں پر غلطی کرے۔ باتوں فریقین کا اتفاق کا پھر مقررہ کر کے کہ میں کو اتفاق پر مجبور کیا جائے۔ بلکہ اس صورت میں یہ مائل ہو، اس کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس کا مال اپنی کرے اس سے اتفاق دکر میں مالک ہوا تھا، یہ کوئی مجبور نہیں کرتا، نہ میں کو دعویٰ نہ کر کے سے مجبور کر دیتا ہے۔

دین پر کار

ان طریقہ کار، دین پر کار جس میں عت سے اتفاق ہے، وہاں یہ بات ہے کہ وہ دین پر کار ہے، اگر اس میں اور احکام میں جو خلاف کے ہیں، ان دونوں میں اتفاق کرانے کی صورت یہ بھی ہے کہ وہ حق، نہ حق کو مظلوم کیا جائے، نہ پھر جو کا حق نہ ہو، اس کو باوجود یہ کہ یہ طریقہ بہت عام ہے کہ حق باطل کی تمیز سے پہلے ہی دونوں فریقین کا اتفاق پر مجبور کیا جائے، چنانچہ ایک کو دیا جائے، یہ اتفاق پر کار کو قائم نہیں رہتا۔ (ج ۱)

اس پر فریقین کا تعلق کر لیں تو خیر مراد یہ واقعہ کی طرف اشارے کے لیے فریقہ میں ہیں۔
 تاہم اتفاق اور اتفاق کا کھمبہ ہے، یہی حق تعالیٰ فرماتے ہیں "وَلَا تَقْرَأُ الْكِتَابَ إِلَّا بِحَبْلٍ مُسْتَقِيمٍ"
 میں پڑھتی ہوئی ہیں، اس میں حق تعالیٰ نے علمِ انوار کے واسطے جو من پر مشرب فرمایا ہے اور اصول
 کا قاعدہ ہے کہ جیسو اس حق تعالیٰ پر حکم مشرب ہو گیا ہے، اس پر وہ حضرت خضر علیہ السلام سے سوتی ہے تو
 معلوم ہوا کہ ان میں جو اتفاق کو مضمون ہے، اس کی سطح، بیان، منہ اور وہی انھوں نے مشرب ہے
 نہیں کہ یہاں بیان ہے۔

[illegible]

”اس تعلیم سے پہلے سب کلمہ شپ کے ساتھ متحد تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اقلیتی کی بنیاد کو آحاد ذوالا کیونکہ کفار کے اس وہ اقتت کی بنیاد کفر پر تھی وہ بھٹکتے تھے کہ یہ رہ گئے تھے سے ہم کو رکھ کیا ماس لیے خوش شدہ و خبر ہے کہ یہ بنیاد گزردہ و کچھ بنیاد تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی توحید نکالیں پھر بنی بنیاد ذوال اس پر حالی شان سلامت رہنے کے لئے ضروری حالت اس وقت یہ دور تھی کہ ترقی و اصلاح آئی تھے ہیں تو اس طریقہ پر پیش پر کھڑے ترقی کی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ترقی ترقی ہے۔ نہ تھا ہے۔ حالانکہ ہم کو کھاتہ ترقی میں ترقی کی طرف لائے تھو تھو تھو کی تھی نہ تھی ہے حق تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں۔“

”اور اپنی نگاہوں کو اس چیز کی طرف ہزاروں گونجے جس کے ساتھ ہم نے کفار کی بعض باتوں کا اعتقاد کو ختم کیا ہے جس میں زندگی دنیا کی رافق ہے تاکہ اس میں ہم اپنی خیرات کو محفوظ کریں اور یہ سب سید کی عطا ہے چاہو یا نہ چاہو۔“

اس میں تو کفر کے طریق ترقی کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت ہی تھی، اس کے اپنی طرف سے ترقی کا طریقہ بتا رہے ہیں۔

۱۱۔ اپنے میں بولنا کا قلم نیچے (اور خود بھی اس پر غور کرنا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم درقی نہیں۔ تھے، رقی تو ہم خود ہی آپ کو پائیں گے، (اپنا) انجام بتوئی ہی کا ہے۔

اس میں پابندی قرار اور تقہر کی کا قلم ہے، اس کو کفار کی رقی کے قلم میں بیان کرنا اس کی دلیل ہے کہ ایمانی رقی کا قلم یہ ہے۔

لیجئے! اللہ مہربان نے بھی ملائوں ہی کے خلاف ہی رہائی کی ہے۔ اب تمام دنیا اس قرآن کو
مزار، گئے یا دیوے، مطالبہ نہیں کرے یا کہ نہا۔ ہر چہ جو ۱۰۰ روپے، ۲۰ روپے، ۱۰ روپے کے بیورو، چکر
مطالبہ یہ ہے کہ جو انوکھل منگوانے، جسے پاتی نہ ہوئے۔ یہ دنیا میں مشغول ہوئے کا منہ آتے
نہیں۔ میں ان کی مثال ہے جیسے کھانے کی نہ مرے سے کدے سے کچھ کھینے جہ میں اور صوب
روٹی پرچہ ہے کہ یہ کھانے کئے میں تیار ہوئے؟ تو اس کی خبر سے میں کدے اور کھڑی نہ بھی
شمار ہوتی میں۔

امیہر واس عترافش..... ترقی متعارف کماؤ!

ترقی کا عنوان قرآن میں بھی آیا ہے، اس لیے یہ عنوان ظاہر میں بھی مثبت مدہ ہے، اس کی خوبی میں کام نہیں ہو سکتا، بلکہ قرآن میں اس کو نہ امت کے ساتھ مقید کیا ہے نہ باہم غیرت میں ترقی کرو، اب فیصلہ اس پر ہے کہ جس امر میں ترقی کی تعلیم دے رہے ہو، وہ جو حق ہے یا نہیں؟ تو ظاہر ہے کہ ترقی ماں مصیبت کی تعلیم دے رہے ہو، اس کا نتیجہ ہر قسم شریت سے بدعت نہیں کر سکتے۔

شاید نہ ہو کہ قرآن میں ہے: "لَا تَجْعَلُوا لِحُجَّتِ الْبَيْتِ حُجَّتَكُمْ" اور یہ بھی ہے: "لَا تَجْعَلُوا لِحُجَّتِ الْبَيْتِ حُجَّتَكُمْ"۔

یوں ہے۔ سہرا دل ہے، لہذا ترقی مال بھی ترقی خیر ہوئی، اس کا جواب چوتھے سوال میں ہے۔
تفسیر: اس میں غرض صرف یہ ہے کہ خیر، خالق میں باہم بہت گہرا اور دل فی مطلق نہیں، بلکہ خیر
محبیہ سے جس کی خیریت کے لیے بہت سی شرطیں ہیں جن کی تمام رعایت نہیں کرتے، لہذا اگرچہ باقی
مال کو ترقی خیر نہیں کہہ سکتے اور جس وجہ میں مال خیر ہے، اس وجہ میں غالب مال سے ہمہ تن غرض
ہیں، بلکہ ان کو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ کچھ ہٹ سکتا ہے۔ ”اگرچہ شیعہ اسلام شریعہ

آج کل کی ترقی کا حال

[illegible]

اس وقت یہ غلطی بخود ہی ہے کہ بعض تو عمال ظاہر کے تارک ہیں، اور بعض عمال باطن کے تارک ہیں، اس لیے توجہ دینی اللہ کا کل طور سے حاصل نہیں ہوئی، دونوں کو جمع کرنا چاہیے۔
(علاج الخمر ص ۳۳)

اکتبر واں اعتراض... پردہ کا عقلی ثبوت!

آج کل بعض ماعاقبت مدلل پردہ کے پیچھے جاتے ہوئے ہیں، میں قسم کھاتا ہوں کہ پردہ کے توڑنے میں قطع نظر خلاف شرع اور گناہ ہونے کے اتنی غریبوں میں کتنا ہی جو حلقہ پردہ کی مخالفت کرتے اور پردہ اٹھا دینے کی کوشش کرتے ہیں، ان غریبوں کو تیرہ کر بعد میں خود ہی یہ تجویز کر رہا ہے کہ پردہ ضرور ہونا چاہیے، مگر اس وقت بات تو اسے نکل چکی ہوگی، اب تو بنی ثانی بات ہے، اس کو نہیں ہکا بکا کرنا چاہیے، پھر بچھتا نہیں گئے اور کچھ لگی دھبہ سکے گا۔ آج کل ایسا مذاق بگڑ گیا ہے کہ کوئی پردہ کو خلاف فطرت کہتا ہے، کوئی قید اور جس بجا کہتا ہے۔

ایک مسلمان انجینئر تھے، ان سے ایک پادری انجینئر نے کہہ کر مسلمانوں کا مذہب بہت اچھا ہے، اس میں سب خوبیاں ہیں، مگر عورتوں کو قید میں رکھ جاتا ہے، مسلمان انجینئر نے کہا، کہاں! ہم نے تو کسی مسلمان عورت کو قید میں نہیں دیکھا؟ کہا، وہی قید ہے جس کا نام تم نے پردہ رکھا ہے، آؤ ان مسلمان انجینئرز صاحب نے پادری سے کہا کہ پہلے آپ یہ قائل کیے کہ قید کس کو کہتے ہیں؟
حقیقت یہ ہے کہ قید جس خلاف طبع کو کہتے ہیں اور جس خلاف طبع سے ہوا اس کو قید پر مقرر نہیں کیے اور نہ پاخانہ میں جو آدمی پردہ کرنے سے ملتا ہے، اس کو بھی قید کہنا چاہیے، کیونکہ پانہ میں آدمی تمام آدمیوں کی نگاہوں سے چھپ جاتا ہے، سب سے الگ ہو جاتا ہے، مگر اس کو کوئی نہیں کہتا کہ آج ہم بھی اتنی دیر قید میں رہے اور غرض کروا کر اس پاخانہ میں کسی کو بلا ضرورت بند کر دیا جائے کہ باہر سے زنجیر لگا دیں اور ایک ہیرو دانا کھڑا کر دیا جائے اور اس سے گدہ دیا جائے کہ خیر، ادا یہ آدمی یہاں سے نکلنے نہ پاسے تاؤں صورت میں ہر جگہ یہ جس خلاف طبع ہو گا، اس کو ضرور قید کہیں گے اور اس صورت میں بند کرنے والے پر جس خلاف طبع ہونا اور اس کو ضرور قید کہیں گے اور اس صورت میں بند کرنے والے پر جس بجا کا مقدمہ قائم ہوتا ہے، بتا دینے ان دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے؟ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں جس خلاف طبع نہیں اور دوسری میں خلاف طبع ہے۔
پس جانت ہو کہ مطلق جس کو قید نہیں کہہ سکتے، بند جس خلاف طبع کو قید کہتے ہیں، پس آپ کو پہلے یہ تحقیق کرنے کی ضرورت ہے کہ مسلمان عورتوں جو پردہ میں رہتی ہیں، وہ اس کی طبیعت کے

موتی ہے یا خلاف؟ اس کے بعد یہ کہنے کا حق تھا کہ پردہ وقید ہے یہ نہیں! میں آپ کو غلط فہمی میں
 ہوں کہ پردہ مسلمان عورتوں کے خلاف طبع نہیں ہے، کیونکہ مسلمان عورتوں کے لیے حیا و عریض
 ہے، ہندو پردہ جس موافق طبعی ہوا اور اس کو قید کرتا تھا ہے، ان کی حیا کا تقاضا یہی ہے کہ پردہ
 مستور ہیں، بلکہ اگر ان کو باج بھر نے پر مجبور کیا جائے تو یہ خلاف طبع ہوگا اور اس کو قید کہنا چاہیے۔
 (کما، خسا، صفحہ ۵۹)

بہتر والی اعتراض .. کیا وجہ ہے کہ اعمال آخرت میں رغبت نہیں ہوتی؟

جواب میں کوئی اور بے ربطی کی وجہ ہے۔ کہ آپ اعمال میں اور ان کی جزا میں جو نقصان اور
 ارجح طبعیں دیکھتے ہیں سمجھتے ہیں کہ اللہ ان پر جو بڑا کرم ملتی ہیں، ان میں اور اعمال میں وہ ہم
 کوئی مان نہیں دیتا سمجھتے، جیسے اس دنیا کے سہاب اور مسوبات میں طلاق ہے، مثلاً برائی پہنچے،
 پھر برائی سے بچ کر فائدہ ہو، اس کا کمال نہیں ملتا ہے، اس کا کمال دیر کے بعد اور سوائی ملتی ہے، بہر حال
 یہی حال ہے، ان اسباب میں ایک قوی مادہ ہے تو معلوم ہوا کہ اس مادہ کی وجہ سے کشش ہوتی ہے
 اور یہاں طلاق اور برائی سمجھ میں نہیں آتا اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کھلیں آج، اس لیے دوسری
 کشش نہیں ہوتی یعنی ابھرتی کشش؟ طبیعت کشش کا بھرتی چاہیے، یعنی دوسری کشش ہے کہ
 اس مقصود کے لیے طبیعت اس واسطے نہیں بھرتی کہ خود اس مقصود پہنچے، اسی لیے کشش نہیں سمجھتے، خود
 اس واسطے نہیں سمجھتے کہ سہاب اور مقصود میں یعنی اعمال اور جزاؤں میں کچھ ملاقات نہیں سمجھتے، وہ نہ
 ملاقات سمجھتے تو چونکہ سہاب اختیار کی ہیں، اس لیے اس حیثیت سے مقصود کو بھی اختیار ہی سمجھتے، سہاب
 اختیار ہی نہیں سمجھتے تو طبیعت ابھرتی بھی نہیں، کیونکہ طبیعت اسی کام میں ابھرتی ہے، جس کو انسان
 اپنے اختیار میں سمجھتا ہے، چنانچہ یہی بات ہے کہ دعائی کو کبھی سلطنت کی ہوں بھی نہیں ہوتی اس کو کبھی
 اس کا وہ۔۔۔ بھی نہیں آتا کہ میں بادشاہ ہوں یا نہیں، وہ بھی اس پر غور نہیں کرتا کہ کسی ترکیب سے
 سلطنت حاصل کروں یا بادشاہ بنوں، میں دیکھتا ہوں مثلاً ایک زمین سے چھوٹا بادشاہ ہوں میں،
 کرتے ہیں، چوں ان کے ہاں وہاں ہوتے ہیں، جس قسم وہ ہوں۔۔۔ تو ہیں دیکھنا ان کا غیب، سو کو
 سن کر چاہے اس کا کئی خوش ہونے لگے لیکن یہ ہرگز نہ ہوگا اس کی طبیعت میں نہ لگے گی اور اگر دھڑکی
 ہے، تو کہ کسی ترکیب سے سلطنت حاصل کرنی چاہیے، لاہ سلطنت حاصل کرنے کا طریق معلوم
 کریں، یہ بھی سمجھتا ہے کہ اگر کسی سے پوچھوں گا بھی تو وہ ڈانٹ دے گا کہ آپ تو پاگل ہو رہے ہیں!
 مقصود ہوتا ہے کہ عورتوں کو نہ کہ سبحان اللہ اور یہاں پوچھتوں میں تو اب دیکھیں مخلوق کا ۱۰

غرض بادشاہوں کے قصے سن کر وہ مسکانت حاصل کرنے کا حربہ چن سمجھ کر لے گا اور اگر محبوبہ بھی کرے تو تمنا ہے کہ وہ وہاں ہی رہیں کہ نہ بیکار ہو سکے اور وہ ہم بھی اہل جہنم کی بیخ کنی کر رہے ہیں۔ تو کر رہے ہو امانی اور گواہی دے گا کہ وہاں کے قصے سننا ہے لیکن کیا بھی اس کے ذہن میں بھی قیال آئے ہو کہ وہاں بھی بادشاہ بننے کی کوشش کروں؟ اس سے بڑھ کر اس کی سہولت یہ کہ وہ حاصل ہوتی ہے؟ میں پوچھتا ہوں کہ کیا اس کے بھی ذہن میں بھی یہ خیالات آتے ہیں؟ بھی نہیں اس واسطے کہ اسباب ہی اختیار نہیں تو پھر انتہائی باوقار و کرامت کے نہ ہو؟ حقیقت بھرتی ہی نہیں، مثلاً اس کے غیظ و مل کا حال نہ تو حقیقت میں ایک حرکت پیدا ہوتی ہے، بلکہ ہوتی ہے کہ اس پر پاس روپے پاس ہوں تو بنی بھینکوں اور اُنہوں بھی پاس میں بھج کر گیا ہے؟ چہ تو سمجھتا ہے کہ وہاں پہنچا کر وقت اختیار میں ہے اور سوچتا ہے کہ جب اختیار میں ہے تو بھج کر گیا ہے تو حاصل کیا جو اس مقصود کو پہنچا کر نہایت شوق کے ساتھ وہاں پہنچے گا فوراً اچھڑ کر لے گا۔ یہ خاصہ یہ ہے کہ ایک تو جس مقصود کے اسباب کو انسان اختیار ہی نہ سمجھتا ہو، لیکن اسباب اور مقصود میں تعلق معلوم نہ ہو، جب بھی حرکت نہیں ہوتی، اس حالت میں اسباب کی طرف حرکت نہ ہونے کی وجہ اسباب میں اور مقصود میں تعلق معلوم نہ ہو رہی ہے اور میں چاہے کہ مقصود کی طرف حرکت نہ ہونے کی وجہ اس اسباب اور مقصود میں چھتہ تعلق معلوم نہیں، اس لیے ان اسباب پر اس مقصود کے قریب کا مقصود نہیں اور اس وقت نہ ہونے سے باوجود اسباب کے اختیاری نہ ہونے کے بھی اسباب کو اختیار نہیں کرتا، اس واسطے کہ مقصود اور اختیار میں ہے تو ہوا، اسباب ہی کے اختیار میں ہے تو ہوگا اسباب اختیار میں ہیں، لیکن چونکہ اسباب اور مقصود میں تعلق نہیں، اس لیے اسباب کے اختیار کرنے کا حال خدائی نہیں ہوگا، اس کو جس طرح اسباب کے اختیاری ہونے کے علم ہے وہی طرح اس پر یہ بھی غم ہوگا کہ اگر اسباب اور مقصود میں یہ تعلق ہے تب طبیعت اختیار شوق پیدا ہوگا، اب وہ تعلق تو چھتہ ذہن میں حاضر نہیں کر۔ لہذا اسباب اختیار کرنے میں ہی کٹا نہیں ہے یہ جہان میں نہیں ہے کہ اسباب اختیار کرنے سے مقصود ضرور حاصل ہو رہا جائے گا، پھر جب مقصود ہی کو اختیار ہی نہیں سمجھتا تو اس لیے اسباب اختیار کرنے کی طرف بھی حرکت نہیں ہوتی۔

جب یہ بات سمجھ میں آئی، پھر مثال کے جواب یہ سمجھنے کو لگتا ہے آخرت اور جنت کی طرف جو طبیعت نہیں ابھرتی ہے، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اعمال میں اور مقصود میں جو ذاتی مادی ہے وہ نہیں سمجھتے، مثلاً ایسے علاقہ جیسا آگہ جلانے اور کھانا پکھنے میں، ایسا علاقہ جیسے پانی پینے اور چائے کے پکھنے میں، ایسا علاقہ جیسے مسٹر نہاد میں نیام، پینے اور گورت کے مہر آ جانے میں، غرض ایسا علاقہ نہیں سمجھتے، اعمال مادی میں اور جنت کے حاصل ہونے میں ایسی وجہ ہے کہ ہر شخص قریب

قریب یہ سمجھتا ہے کہ جنت میں داخل ہونا اختیاری نہیں، مگر ترجمہ میں اس کی طرف نہیں جاتا کہ اعمال صالحہ پر جنت ضروری حاصل جائے گی، یہاں سمجھتے ہیں جنت کو ان اعمال صالحہ پر ہی نہیں اتفاقاً ہی مرتب ہو جاتی ہے جیسے کسی کو اتفاق سے سلطنت مل جائے مثلاً کہیں "الافاقا" بنا "سریہ" بیٹھ گیا اس لیے بادشاہت مل گئی، چنانچہ پرانے زمانے کے ولید بنی وقص نے یہ کہ کسی جلد کا بادشاہ سرمنیا اس کے اوانا بھی نہیں تھی اس لیے اس میں اختلاف ہوا کہ کس کو بادشاہ بنانا چاہئے؟ اس کے متعلق پہلے یہ دستور تھا کہ "بنا اور اٹھ اٹھ، تھے وہ جس کے سر پر بیٹھ جاتا تو بادشاہ بنادیتے، چنانچہ "بنا" اڑایا گیا، جانور کو کہا بعض؟ اتفاق سے ولید فقیر ہی کے سر پر بیٹھا، جس اسی کو تخت پر بیٹھا دیا گیا۔ اب اگر کوئی فقیر یہی حوصلہ کرنے لگے اور وہاں پہنچے گا، جہنم کرے کہ شاید "بنا" میرے ہی سر پر بیٹھ جائے، بادشاہ نہ جاؤں تو سب اس کو جنت میں نہیں لے کرے یہ کیا خود کرت ہے بالعمی بعض ایک وہم امیر پر کہ شاید "بنا" میرے ہی سر پر بیٹھے، ورنہ کیا سزا دے گا اور جنت بیٹھا؟ پھر ان کا کیا سفر بھی کیا اور: ہاں سفر کے بھی روم ہونے چاہیے "بنا" تو کیا سر پر بیٹھتا، سب اٹھ جاتے کہ بڑا گلدھا ہے فلا فقیر اس پر قہقہہ لگائیں کہ ہاں اٹھ اٹھ ہی ہے، بھلا میری ہی تو منتظر ہے "بنا" کہ کب وہ آئے اور سب میں اس کے سر پر بیٹھوں، تو کہیں کا! اسے کسی کا اٹھ سیدھا کرنے کے لیے "بنا" کیوں نرا جاہل نے لگا؟ کیونکہ میں نرا جاہل ہے، اس کا کہنا میں کے سر پر بیٹھے پھر جب یہ حال ہے تو بھلا اس پر کوئی کیا سفر کرے؟ تو جیسے "بنا" کا سر پر بیٹھنا غیر اختیاری سمجھا جاتا ہے، اسی طرح جنت کا حاصل ہونا بھی تولد غیر اختیار کی سمجھتے ہیں، ورنہ اچھی مثال تو دیکھو کیسے اپنے وجہ ان کو، ورنہ کا یہی تاہم وہ ہے کہ جنت کا حاصل ہونا کسی کے اختیار ہی میں نہیں، منقہ بہت ایسی باتوں کو کہ جنت اختیار میں نہیں تو حق تعالیٰ یہ کیوں ارشاد فرماتے ہیں: "وَسَيُؤْتِيهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ غَيْرَ مَحْجُوزٍ" اور جنت کی طرف تو کیا ہندو، مسلمان، انگریز، کوئی بھی دوزخ کو سر پہنچاواتے ہیں؟ پھر حکم بھی دوزخ پہنچنے کا فرمان تو معلوم ہوا کہ سب کو بالکل صاف ہے، جو شخص اعمال صالحہ کرے گا۔ بشرطیکہ ایمان بھی ہو، وَلِلَّهِ الْعُظْمُ، وَلِلَّهِ الْعُظْمُ، وَلِلَّهِ الْعُظْمُ، وَلِلَّهِ الْعُظْمُ، وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا تو عجیب یہ ہے کہ یہ شخص کو یہ سمجھ دیا جاتا ہے، انصاف کی اور یہ غرانی کی ہے جاہل و دھوکوں نے کہ یہ حدیث بیان کر رہی ہے کہ ایک شخص تھا جس نے ہماری عمر عبادت میں گزار دی اور جنت کے کام کیے، لیکن انہر میں دوزخ ہی ہو گیا، حالانکہ اس جاہل و احمق نے حدیث کو سمجھا نہیں۔ حدیث میں جو آیا ہے اس کا سبب بھی کسی محل اختیار ہی کا محدود ہے۔

تہتر واں اعتراض..... عالم مثال اور عذاب و ثواب کا قہر کا اثبات!

اور عالم مثال کا اثبات کرتا ہوں، سو سمجھ لیجئے کہ یہ ثابت ہے ارشادات نصوح سے اور اشارات تو میں نے احتیاطاً لکھ دیا ہے ورنہ ارشادات مجملہ بصراحت کے ہیں، تو گویا بالضرورت یہ بات ثابت ہے کہ علاوہ شہادت یعنی دنیا کے اور عالم غیب یعنی آخرت کے نہ انہوں کے درمیان میں ایک اور بھی عالم ہے، نہ اس کو عالم مثال کہتے ہیں، نہ کہ وہ مشابہ ہے، عالم شہادت کے اور نہ کہ وہ مشابہ ہے عالم غیب کے، یعنی وہ نیز غیب ہے، درمیان دنیا و آخرت کے اور اس عالم کے مابین سے نہ اور نہ انکلا ت قرآن و حدیث کے حل ہو جاتے ہیں۔

مثلاً حدیث میں ہے اور یہ کام کی بات ہے، حدیث میں وارد ہے کہ قہر میں اسی خیرت ہے۔ عذاب ہوگا یا ثواب ہوگا، مثلاً عذاب کی ایک صورت یہ بھی ہوگی کہ نہ ممکن نہ چاہئے گی اور صاحب قہر کو بلائی، اسی پر انکال وارد ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مثلاً فصل لہام اور قبر کی دیواروں میں مرد و گور کئے وقت ہوتا ہے، وہی باقی رہتا ہے، لاش وانی کچھ بھی نہیں، وہی کی وہی رہی رہتی ہے، تو یہ صورت عذاب قہر کی جو حدیث میں آئی ہے، ظاہر ہے کہ دنیا کے محقق تو نہیں، کیونکہ مشاہدہ اس کی ممکن نہیں کرتا ہے۔

یہ انکال اس وجہ سے اور بھی قوی ہو گیا کہ لوگوں نے اس کو دنیاوی کے متعلق سمجھ لیا ہے، حالانکہ اُنہوں نے اس کے متعلق ہوتا تو اس کے آثار کا نظیر آتا بھی ضروری تھا، ورنہ آخرت کے متعلق سمجھا جائے تو اول تو آخرت میں وہ زمین نہیں، بلکہ لازماً زمین سے متبادر ہے، اور یہ ہے کہ آخرت میں اگر وہ پہنچی جائے تو پھر وہاں وہی ٹھکانے میں جنت یا دوزخ اور داخل ہونے کے بعد جنت سے تو کسی کا نکلتا نہیں، نہ دوزخ سے بھی سب کا نکلتا ممکن نہیں اور دوزخ ہوگا جنت اور دوزخ ہے باہر تو معلوم ہوا کہ اچھی بشت یا دوزخ میں گیا ہی نہیں، بلکہ حدیث کے کیا معنی؟ تو اول نظیر میں تو کسی کو یہی شب ہو سکتا ہے کہ جہل خلاصہ اور اہل سائنس کہتے ہیں وہی ٹھیک ہے، چنانچہ خلاصہ اور بعض اہل سائنس جو ایمان لائے ان کا بھی مذہب یہی رہا ہے کہ یہ سب مثالیں ہیں اور بعض ہیں اور مطلب ان مثالوں کے دینے سے یہ ہے کہ ایسی حالت ہوتی ہے، یہی بعض مشاہدہ ان حالتوں کے ہوتی ہے، واقعی میں یہ حقائق پیش نہیں آتے تو اپنے نزدیک گویا یہ بہت بڑی دودھ دوڑ ہے۔

حاصل اس تقریر یہ کہ ہوا کہ دو لوگ محض روحانی عذاب و ثواب کے قائل ہو گئے اور جسمانی کے منکر ہو گئے۔

اکی طرح حدیث شریفہ میں جو ہے:

”تغیر بڑھنے میں و باض انحناء و حفرہ میں حفرات انحناء“

یعنی قبر یا جنت کا گڑھا ہوتی ہے، یا دوزخ کا گڑھا تو وہ لوگ اس پر سمجھتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں قبر میں کہ یہاں دوزخ یا جنت کی جہنم کے اندر ہے، دوزخ کی، پھر اپنے ظاہر معنوں پر قبر دوزخ کا گڑھا ہے، جنت کا گڑھا کیونکر ہو سکتی ہے؟ غرض یہاں قبر کی جنت و دوزخ میں حق یہ افکار ہے، مری آخرت سہ ماہی کی دوزخ و جنت میں وہ افکار ہے، جو میں نے پہلے عرض کیا۔

بہر حال یہ افکار حل نہیں ہو سکتا جب تک تیسرے عالم کے قائل نہ ہوں، یعنی عالم برزخ کے جس کو عالم مثال بھی کہتے ہیں، دیکھتا، دوشاہ جہاں عالم کے جی ہے، یعنی باہر اور آخرت ہے، تو گویا کردہ دنیا ہے اور جہاں دنیا کے گویا دوزخ و آخرت ہے، تو وہ دنیا عالم ہے جیسا کہ باغ کا پھل کھا کر کہ یہ نسبت اندرونی حصہ باغ کے تو گویا وہ باغ نہیں ہے، لیکن یہ نسبت خارج حصہ باغ کے گویا وہ باغ ہے، یا جیسے حوالہ ہے کہ یہ نسبت حصر کے تو، جیسا کہ غار ہے، مگر یہ نسبت جیل خانہ کے پھر بھی مگر ہے اور اللہ تعالیٰ نے عالم مثال کو دنیا کا بھی نمونہ بنا دیا ہے۔

تو جس وقت انسان مرتا ہے، اپنے اس عالم مثالی میں جاتا ہے، وہاں ایک آسمان بھی ہے، مشابہ دنیا کے آسمان کے اور یہ زمین بھی ہے، مشابہ دنیا کی زمین کے اور ایک جسم بھی ہے، مشابہ اس جسم کے، لیکن وہ بھی ہے جسمی تو مرنے کے بعد تو مرنے کے لیے ایک جسم مثالی ہو گا اور آخرت میں جو جسم ہو گا وہ بھی ہو گا خود نہ چاہی ہے۔

غرض یہ بیان ہے، دراک حشر روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی، یعنی یہی جسم جو ہم اب لیے بیٹھے ہیں جو کئی سزا کرنا کہ ہو جائے گا، اسی کو حق تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے پھر پازہ بنا کر حشر فرمائیں گے، لیکن وہاں اس جسم کی ذہنیست بدل جائے گی، یعنی اب تو یہ ذہنیست ہے کہ ہم جو کھاتے تھے جیتے ہیں، اس کا یہ شباب پختہ نہ ہوتا ہے، یہاں پختہ ہوتی ہیں، یہاں تک کہ ایک دن مرنے کو کہہ جاتا ہے، وہاں گویا بدی اور خاند ہو جائے گا۔

غرض ایک تو جسم یہاں ہے اور ایک جسم ہے عالم مثال میں اور وہ مشابہ ہے اس جسم کے یہ جسم معین نہیں تو عالم مثال میں بدن بھی مثالی ہے، وہاں کی جنت بھی مثالی ہے، دوزخ بھی مثالی ہے، پس اس عالم مثال ہی کا نام قبر ہے، اب سب اشکال دفع ہو گئے، کیا معنی کہ قبر سے مراد یہ محسوس گڑھا نہیں ہے کیونکہ کسی کو بھیڑنا کھانا کھانا کوئی سندھ میں غرق ہو گیا، تو اس صورت میں چونکہ وہ زمین میں دفن نہیں ہوا اس لیے اس کو چاہیے کہ قبر کا مذاق نہ ہو، لیکن اب اشکال حق نہ رہا، کیوں کہ وہ عالم مثالی ہے، وہیں اس کو مذاق قبر بھی ہو جائے گا، اشکال تو جب ہو تا جب قبر سے

مراد یہ نوحہ ہوتا جس میں لاش اُن کی جاتی ہے۔ حالانکہ اصطلاح شریعت میں قبر نوحہ کو کہتے ہی نہیں، بلکہ عالم مثال کو کہتے ہیں، قبر و دریاں چننا کسی حال میں مشقی نہیں ہے، خواہ مردہ دفن ہو یا نہ ہو اور اس عالم مثال سے نہ جاننے ہی کی وجہ سے یہ بھی کہتے ہیں کہ عوام کی قبر زراعتی دیکھنی چاہیے تاکہ مردہ کو چھٹنے میں تکلیف نہ ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں تو اسی قبر کے اندر مردہ کو بٹھا یا چٹا ہو گا تو بس پھر کیا ہے؟ اگر اپنے دشمن کو سنا ہو تو اس کی قبر ذرا کھج بٹا دی جائے یا کہ سر کر بھی اسے جہنم نصیب نہ ہو کیونکہ بعض لوگ اپنے دشمن کے لیے قتل کرتے ہیں کہ مر کر بھی مصیبت سے نہ بچے تو اچھا ہے، جنت ہے، یہ جو پنج قبر شریعت نے تجویز کی ہے، وہ یہ ہے، یہ پرتھوڑا ہی ہے کہ اس کے اندر مردہ کو بٹھا یا چٹا کر کے، جیسے آپ اس وقت بیٹھے ہیں، بلکہ یہ تو مکمل اکرام اور عزت ہے، سوسن کی کہ اس کو سر کر بھی ہے، کادہ کبھی عیاں، مرنے کے بعد بھی اس کے سر سے کا لحاظ کیا اور ہر صرح اس کا اکرام کیا یہ نہیں کہ بال تھا تاں دیا، بلکہ یہ عیم ہونے کی اس وقت بھی ملاحظہ تو اذیع کر، قبر ایسی ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو وہی ہی چننا اس کے لیے تجویز کرتے، کپڑا ایسا پہناؤ جیسا کہ وہ زندہ تھی جس پہنا تھا۔ یعنی وہی سی صفائی اور خوبصورتی لگاؤ، شہادہ دھلاؤ، یعنی غرض یہ ستیاد کر عزت کے ساتھ اس کو رخصت کر دو اور واقعی جیسا مسلمانوں میں مردہ کا اکرام ہوتا ہے کسی قوم میں نہیں ہوتا، اور عیسائیوں میں بھی بہت اکرام ہوتا ہے، ان کے ہاں کرام میں تلوار بہت زیادہ ہے، یہاں تک کہ بیٹھی بھی کہتے ہیں، بولے بھی، چٹا بھی، دشمن پروری اور شہادہ پناہ میں گویاں جان کر بھی نہ حسب جہاد، پھر دیریں گے۔

غرض یہ ساری چیزیں کے یہاں تو اکرام میں ملو ہے اور بندہ اس کے یہاں ڈانٹ بھی اگر نہیں بلکہ اور اتنی بے رحمی ہے، یہاں تک کہ بچاؤ کا سر بھی پھوٹتے ہیں، خیر وہ ہے چارہ تو نہیں ہے، تو واقعی سر پھوڑے جانے کا سستی۔ بہر حال اسلام میں متروک ہے، تو وہ عالم مثال ہے جہاں مرنے کے بعد انسان اولیٰ پہنچتا ہے اور وہ مشابہ کچھوں عالم کے ہے اور کچھ مشابہ عالم آخرت کے ہے، وہیں اس کو فرشتے بٹھاتے ہیں، وہیں اس سے حوالات کرتے ہیں، وہیں کی زمین اس کو دہلی ہے، وہیں اس کو عذاب و ثواب ملتا ہے، وہ عالم کی ہے جس کو کوہ ثبوت میں قبر کھنڈ سے تعمیر کیا گیا ہے اور لوگوں میں اسے نہیں سمجھیں، کیونکہ اس کا یہ بھی بتانے پر ہوں جس سے بھی اس کی کچھ حقیقت سمجھ میں آجائے اور وہ کہ لہجہ کچھ خواب میں عکس ہوتا ہے، لیکن ایک تو خواب ہوتا ہے حیا اور یک ہوتا ہے کھس خیال تو خواب حیا ہوتا ہے، اس میں کچھ کچھ انکشاف اس عالم کا ہوتا ہے، پس اتنا فرق ہے کہ خواب میں حقیقت اس عالم و مغلوب ہوتی ہے، کیونکہ اس میں آمیزش اس خیال کی بھی ہوتی ہے اور وہاں، لکن حقیقت ہی حقیقت ہوگی وہ حقیقت اسی عالم آخرت کی حقیقت

سوال: بھوتوں کا دھمکاؤں سے جس نے یہ خواب بیان کیا تو مولانا نے فی البدیہہ یہ فرمایا۔
 اس لئے کہ وہ ان کے لڑکا کیے ہوئے، کیونکہ اول درجہ ہے، وہ باپ کا بیٹا، چنانچہ ان کے گھر
 میں یہ بھی ملا، بی بی بیوی اور بہن سب خلی تھیں۔ یعنی بیٹے کو باپ کی شکل میں دیکھ کر بھولتا ہے،
 تو نہیں کہہ سکتی ہاں، مگر سب سے، اب جس کو اس عالم مثال کی اجودہ نامہ کا زبرد و منہ ہے،
 وہی مہر سورت منہ سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ کس حقیقت کی صورت ہے؟ اور یہ کوئی بڑائی کی بات
 نہیں، بلکہ محض فراست ہے، نہ تو یہ محض کفار بھی نہایت محکم حیرت ہے، یہاں تک کہ انہیں
 بھی بڑا مہر تھا جواب کیا اس کو بھی بڑا رکھیں گے؟

(تذکرہ ص ۳۸۸-۳۸۹)

چوتھو سوال: حضرت ابراہیمؑ اس عترت کا جواب کہ علم آخرت محض خدائی ہے:

یہ لوگ عالم حق کے اپنے قائل ہوئے کہ سر ہے۔ آخرت ہی ان کا دایہ، یعنی آخرت کی
 حقیقت ہی یہ بیان کی کہ آخرت بھی تشبیہ میں، ہاں، دیات نہیں، مگر جیسے دیہات، وہی ہے
 اور علم آخرت ان کے نزدیک ایسا نہیں ہے، وہ غیر مادی ہے، نہ انکسوں میں کے نزدیک آخرت
 بھی عالم مادی ہے اور وہ عالم کاروں کہتے ہیں کہ آخرت عالم، دنی نہیں ہے، بلکہ حسن تخلیل ہوگا،
 نہیں اس قوی تخلیل ہوگا کہ جن معلم ہوگا جیسے دیات ہوں، اس ایہ عالم ہوگا جیسے خواب میں ہوتا
 ہے کہ صاحب کے گاہنے کی تکلیف بھی محسوس ہوتی ہے، انسان دیتا بھی ہے، بھارت بھی ہے، وہ بھی
 بھی ہے، چارہ بھی ہے، لیکن واقع میں مذکور کی صاحب ہوتا ہے، وہ وہ کا قاتل ہے، نہ کہ وہ ہے، وہ
 مذہب شریعت کے بھی اسی طور پر قائل ہیں کہ مثلاً یہ جو آیا ہے کہ نہ آپ اور پیغمبر کا نہیں ہے۔ نبیوں نے
 کہا کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کج خلق صاحب وہ چھو کا نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ نبی
 صاحب اور پیغمبر کے گاہنے کی تکلیف نہ ہے، لیکن ان کی تکلیف وہ کی ہوگی، اس تکلیف کو تعبیر
 کر دینا بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عنوان سے کہ صاحب چھو کا نہیں ہے۔

فرض کردہ لوگ اس کے قائل ہوئے کہ آخرت میں مذہب اور خواب اس صورت ہوگا جیسے
 بعض اوقات انسان پر خیال کا ظہور ہوتا ہے، وہاں بھی اعمال کی صورتیں ایسے طور سے نمایاں
 ہوں گے کہ وہ میں سمجھے گا کہ میں باقوں میں پھر رہا ہوں، حوریں میں مشغول ہوں اور واقع میں
 بارگاہ ہوں گے، نہ حوریں میں کی مگر تعریف خلیل کا نسب ایسا ہوگا جیسے زیباں آویں میں نہ کہ
 اپنے اوپر غالب کر لینا ہے۔

(تذکرہ ص ۳۸۸-۳۸۹)

کا جب تم خدشہ کرو گے تو معنی یہ ہیں صریح کے کہ اہل ان کے شرارت تو پہلے سے مہیا کر دیے گئے ہیں، لیکن وہ ابھی کسی کی ملک نہیں بنائے گئے، جیسے جیسے بندے عمل کرتے جاتے ہیں، وہ شرارت ان کے ہمزاد ہوتے جاتے ہیں۔

اب اس تشریح پر سب اشکالات رفع ہو گئے تو اب لمثال میں بھی حق تعالیٰ نے نہیں امثال کو پہلے سے مشتمل فرمایا ہے اور دشت و دریاں میں بھی نہیں امثال کی شکلیں پیسے سے پیدا فرمادی ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کو تو معلوم تھا کہ میرے بندے کیا اعمال کریں گے۔ انہیں امثال کی صورتوں کو جنت و دوزخ نہ دیا۔ (ایضاً صفحہ ۵۰۵ء)

”محترمانہ اعتراض..... حقیقت پل صراط!“

حقیقت پل صراط حضرت امام خزن رحمہ اللہ نے یہ لکھی ہے کہ شریعت میں ہر چیز کا اعتدال منسوب ہے اور اہل ان فرود میں اخلاق کی اصل نفس اعتدال کا اختلاف ہیں، ان کا یہ ان ہے کہ اخلاق کے اصول تین ہیں۔ یعنی اصل میں تین قوتیں ہیں۔ جو جز ہیں تمام اخلاق کی بنیادی قوتیں سے اخلاق پیدا ہوتے ہیں، تین ہیں۔ قوت عقلیہ، قوت شہویہ، قوت غصہ۔ اصل یہ کہ مصالح کے حصول اور منہا رکے رفع کے لیے خواہ وہ دنیوی ہوں یا اخروی، اور چیزوں کی ضرورت ہے، ایک، و قوت کہ جس سے منفعت و محضرت کو پہنچے کہ یہ محضرت و منفعت ہے، اور قوت ہر کہ قوت عقلیہ ہے اور ایک یہ کہ محضرت کو پہنچے کہ اس کو حاصل کرنے، یہ قوت شہویہ کا کام ہے اور یہ کہ محضرت کو پہنچے کہ اس کو رفع کرے، یہ قوت و افق قوت غصہ ہے، پھر ان تینوں سے مختلف اعمال صادر ہوتے ہیں، پھر ان اعمال کے تین درجے ہیں۔ افراط و تفریط و اعتدال، چنانچہ قوت عقلیہ کا افراط یہ ہے کہ اتنی بات سمجھے کہ کوئی نہ مانے، جیسے یونانیوں نے کیا، تفریط یہ ہے کہ اتنی سمجھے کہ نہیں، وسوسہ تک اتر آئے، اسی طرح قوت شہویہ کا ایک درجہ افراط ہے کہ حرام و حلال کی بھی خبر نہ رہے، دنیوی و دینی سب برابر ہو جائیں، اور ایک درجہ تفریط، یعنی ایسے پرہیزگار بنے کہ چنانچہ سمجھی پرہیز کرنے لگے یا ایسے زہاد بنے کہ ضرورت کی چیزیں بھی چھوڑ دیں، اسی طرح قوت غصہ کا افراط یہ ہے کہ بالکل بھیڑ یا ہی بن جائیں، اور تفریط یہ کہ ایسے نرم ہوئے کہ کئی چیز سے بھی مارے اور یوں کو ہر ہلکا کہہ لے، تب بھی درست آئے۔ یہ تو افراط و تفریط، اعتدال ایک ہے ان تینوں قوتوں کا اعتدال، یعنی جس شریعت نے اجازت دی ہو وہیں تو ان قوتوں کو اعتدال کرے اور جہل و ابلت نہ دے، جو وہاں ان قوتوں سے کام نہ لے، یہ اعتدال ہے تو ہر وقت میں تین

درجے ہیں، افراط، تفریط، اعتدال ان سب درجاتوں کے الگ الگ نام ہیں۔ جو قوت عقلیہ کا درجہ افراط ہے، اس کا نام ہے جزیرہ اور جو تفریط کا درجہ ہے، اس کو نہایت کہتے ہیں۔ جو اعتدال کا درجہ ہے، اس کا لقب حکمت ہے، اسی طرح قوت شہویہ کا افراط درجہ، غور ہے، تفریط کا درجہ، غور ہے، اعتدال کا درجہ، عفت ہے اور قوت غصہ کا زیادہ درجہ، تیور ہے، گھٹا ہوا درجہ، جبن ہے، اعتدال کا درجہ، شجاعت ہے۔

تو یہ نو چیزیں ہو گئیں جو تمام اخلاق حسنہ و سیدہ کو حاوی ہیں اور مطلوب ان نو درجاتوں میں صرف تین درجے اعتدال کے ہیں، یعنی حکمت، عفت، شجاعت، باقی سب رذائل ہیں، تو اصول اخلاق حسنہ کے یہ تین ہوتے اور ان تینوں کے مجموعہ کا نام عدالت ہے، اس لیے اس امت کا لقب وسط ہے، یعنی امت عادلہ، عرض انسان وہ ہے جس میں اعتدال ہو، اب آپ دیکھیں گے کہ دنیا میں بزرگ تو بہت ہیں، لیکن انسان بہت کم ہیں، چنانچہ شاعر کہتا ہے:

زائد و شیش شدی و دانشمندی

ایں جملہ شدی و لیکن انسان نطدی

جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اب یہ سمجھئے کہ اعتدال حقیقی سب میں زیادہ مشکل ہے، کیونکہ اعتدال حقیقی کہتے ہیں، وسط حقیقی کو کہ اس میں ذرا برابر نہ افراط ہو، نہ تفریط ہو اور مشاہدہ سے اس کا دشوار ہونا ظاہر ہے اور پل صراط اسی اعتدال کی صورت مثالیہ ہے اور اس کی دشواری تلوار کی تیزی کی صورت میں ظاہر ہوا کیوں کہ جب اعتدال حقیقی بال سے زیادہ باریک ہونے کی صورت میں ظاہر ہوئی اور اس کا اعتدال وسط حقیقی ہو گا اور وسط حقیقی غیر منقسم ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ منقسم ہو تو پھر خود اس میں طرفین اور وسط نکلیں گے تو وہ وسط حقیقی نہ رہا، ہر حال وسط حقیقی کا غیر منقسم ہونا لازم ہے اور بال منقسم ہے تو وہ بال سے زیادہ باریک ہو گا۔

بس اس طریق شریعت کا وسط حقیقی ہونا اس شکل سے ظاہر ہو گا کہ وہ پل صراط بال سے زیادہ باریک ہو گا، اس تشبیہ میں کوئی امر خلاف اصول عقلیہ لازم نہیں آتا اور اس درجہ کے وسط ہونے سے اس کا مشکل ہونا بھی لازم آیا کہ نہ اوھر جائے نہ اچھڑ جائے، نتیجہ میں رہو۔

بس یہ حقیقت پل صراط کی وہ شریعت کی صورت مثالیہ ہے جس کا بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہونا ثابت کر دیا گیا، تو شریعت پر چلنے والے اب بھی پل صراط پر چل رہے ہیں، جب یہ ہے تو جو یہاں پل صراط پر یعنی شریعت پر چل چکا ہے، وہ وہاں بھی آسانی سے چل سکے گا کیونکہ وہ یہی تو ہے، اب اٹلائیے پل صراط پر چلنا کیا دشوار ہوا؟ جو یہاں شریعت پر چل رہا ہے،

اسے وہاں بھی چننا آسان ہو جائے گا۔

سولہ صراط پر چلنے کا طریقہ جسے ہی آسان ہے اور دوست کا خریقہ ہے، یہی سنت نبی کا راسخ ہے، اسی کو فرماتے ہیں شیخ سعدی رحمہ اللہ۔

پندار سعدی کہ روا صفا
تو اس رفعت جز در پے صفتی
وریں راہ جز مرد راہی رفعت
گم آں شد کہ دنیا راہی رفعت

[۲۲، المربع صفحہ ۵۹]

چھتر وال اعتراض..... عقل کے معنی اور تشریح

عقل کے معنی لغات میں دو مکمل ہیں، اسی سے عقال رہی کو کہتے ہیں کہ وہ عاجز و بھامنے سے روکتی ہے، تو عقل کا حاصل یہ ہوا کہ وہ ایسی قوت در کہ ہے جو معصرت سے روکتی ہے۔

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ معصرت کیا چیز ہے؟ اور معصرت کیا چیز ہے؟ سو اصل میں معصرت کی بھی مختلف قسمیں ہیں اور معصرت کی بھی ایسی کچھ ہر معصرت جس کو نہ کچھ معصرت بھی ہے اور ہر معصرت میں کچھ نہ کچھ معصرت بھی ہے۔ اب عقل کا یہ کام ہے کہ وہ نہ دیکھا ہے کہ کہاں معصرت کا پہلا غالب ہے اور کہاں معصرت کا مثلاً ایک شخص کو شوق کی پیاس لگی ہوئی ہے، ملحق خشک ہوا جائے ہے، اس کو نکلا جائے ہے، ایسے وقت میں اس نے پاس صرف دور ہے، مگر دور دور ایسا ہے جس میں سے کچھ سناپ بھی لیا گیا ہے جس کی وجہ سے زہریلا ہو گیا ہے، اب عقل دوست کو یہ کہنے لگا، مہربان! دور لے لو تمہارا ملحق تو رہا جائے گا یہاں آکر کچھ جائے گی اور بعض کہتے ہیں اسے جڑ نہ پھاؤ کیونکہ اس میں زہر ہے، اس وقت عقل تو رہا جائے گا، مگر بھر دیات ہی منقطع ہو جائے گی، اس وقت عقل یہ فیصلہ کرے گی کہ دور دور لے لینے میں قدر سے معصرت بھی ہے، مگر یہ معصرت معصرت ہائیں اس لیے نہیں لینے چاہیے۔

اعراض مختلف قوتی اعتراضات دو ہیں، جو غور پر غما اب ہو، اسی طرح غور و دانش اعتبار سے عقل پر غالب ہے، ایک قسم مد تو ہے، دوسرا استدلال کے ساتھ اور امانت کے ساتھ اور ان کی معصرت سے آخرت کی معصرت پر جی ہوئی ہے اور دنیا کی معصرت سے آخرت کی معصرت پر جی ہوئی ہے، دنیا کی

منفعت: ہنسنے آخرت کی منفعت ہنسنے سے آگے کوئی چیز نہیں۔

ان دونوں مقدموں کے ملانے کے بعد عقل بھی سہی ہوئی: نہ کی کہ اس کام میں دنیاوی منفعت ہو۔
مگر آخرت کی منفعت ہو، اسی منفعت کو یہ فرقہ آخرت کی منفعت سے اچھے کا اتمام سمجھتا ہے۔

اسی طرح کسی نام میں دین کی منفعت ہو، اور آخرت کی منفعت ہو، وہ عقل بھی سہی گئی۔ چھوٹی
سے منعت تو بڑی منفعت کے لیے گوارا فرماتا ہے۔

پس یہ ہے اصلی فلسفہ: اگرچہ کل آدمیوں نے دیا کرنے کا نام بخش رکھ لیا ہے، اگر وہی کا نام عقل ہے
تو ظہور میں سب سے بڑا عقل ہوگا، مگر اس کا یہ نام، اہل حق جو اس نام سسٹم کو مسترد کرتے ہیں۔

(ملاحظہ فرمائیے ص ۴)

خدا کا نام نہ لکھ سکتے کہ آج، تاریخ ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ بمطابق ۲۷ مئی ۱۹۳۵ء، جس
مہر و حکم کے تحت یہ کتاب کا سلسلہ مختلف جوابات، تجربات، اعتراضات، و اختتام لکھا گیا۔

واللہ اعلم

۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵